دیوانِ ذوق

[مع معانی الفاظِ مشکلہ و بشمول قصائدِ ذوق مع شرح]

مرتبہ

ملک محمد عنایت اللہ پروفیسر مشن کالج لاہور

مطبوعہ

گیلانی الیکٹرک پریس لاہور

۱۹۳۲ء

میں خضر آسا راہنمائی کی۔

جہاں تک کلام کی صحت کا تعلق ہے شمس العلماء مولانا محمد حسین صاحب آزاد مرحوم کے شائع کردہ دیوان ذوق سے زیادہ معتبر اور کوئی مطبوعہ دیوان موجود نہیں اور مجھے اس بات کا فخر حاصل ہے کہ میں نے اس دیوان کے بعض مشکوک مقامات کی تصحیح کے لئے مولانا مرحوم کے دیوان سے استفادہ حاصل کیا۔

شاعر کے حالات زندگی اور کلام پر تنقید اور اُس زمانہ میں زبان اُردو کی حالت اور غزل کی تدریجی ترقی اور دیگر ضروری امور کے لئے میں گُل رعنا۔ شعرالہند۔ آب حیات۔ خمخانۂ جاوید اور تواریخ ادب اُردو کے مصنفین کا شکرگذار ہوں جن کی دماغی اور ذہنی کاوشوں نے میرے لئے تحقیق و تلاش کی راہ کھول دی اور مجھے اِس بات پر ناز ہے کہ میں اُن بابرکت نفوس کی تصنیفات سے مستفید ہونے کے قابل ہو سکا۔

دیوان کی بعض لُغوی مشکلات کے حل کرنے اور محاوراتِ زبان کے سمجھنے میں میرے نہایت ہی مکرم و محترم بزرگ مولینا مولوی محمد اسمٰعیل صاحب ایم اے۔ ہیڈ آف دی اورینٹل ڈیپارٹمنٹ مشن کالج لاہور اور میرے نہایت ہی عزیز دوست علامہ سلطان محمد صاحب پروفیسر عربی مشن کالج لاہور اور استاذی مولینا مولوی محمد عبدالرحمٰن مولوی فاضل و منشی فاضل و فاضل دیوبند کا میں احسا

شکرگذار ہوں جن کے قیمتی مشوروں سے جہاں تک میں نے چاہا استفادہ حاصل کیا۔

کاپیوں کے پڑھنے اور کتابت کی اغلاط کے رفع کرنے اور پروف کی صحت کے لئے میں اپنے مشفق دوست خانصاحب موسیٰ خاں کا ممنونِ احسان ہوں جنہوں نے اپنے نہائت ہی قیمتی وقت کو اس سلسلہ میں صرف فرما کر کتاب کی بروقت اشاعت کو ممکن بنا دیا۔

احقر العباد

ملک محمد عنایت اللہ۔ پروفیسر فارسی

مشن کالج لاہور

۱۶ر اگست ۱۹۳۲ء دکوہ مر

اُردو شاعری کی ابتدا

عام لوگ حضرت ولی دکنی علیہ الرحمتہ کو اُردو شاعری کا پیشرو اور امام خیال کرتے ہیں۔ لیکن محققینِ تاریخ اُردو کے نزدیک اُردو شاعری کا آغاز حضرت ولی دکنی کے زمانہ سے بہت پہلے ہو چکا تھا۔ اور ولی دکنی سے پہلے بہت سے شعرا گذر چکے تھے۔ لیکن حضرت ولی دکنی کا تفوق ان سب پر ایک تسلیم شدہ حقیقت ہے۔ اور اسی فوقیت نے انہیں اُردو شاعری کے مُوجد کی حیثیت دے دی ہے۔ چنانچہ نواب مصطفٰے خاں صاحب اپنے تذکرہ گلشنِ بیخار میں رقمطراز ہیں۔

"اختلاف است درینکہ کسیکہ بریختہ سخن کردہ اوست (یعنی ولی دکنی) یا پیشتر ہم فکر درین زبان شائع بودہ بہ تحقیق تقدیم ثانی بر اول است۔ و توفیق آنست کہ تا زمانش دیگرے برتبۂ او نرسیدہ و موجد گفتنش علت ہمیں باشد (گلشنِ بیخار)"۔

صفیر بلگرامی اپنے تذکرہ جلوہ خضر میں حسبِ ذیل دلائل کی بنا پر اس بیان کی تردید کرتے ہیں۔

۱۔ دکن میں ایک عرصے سے زبان اُردو کے نشانات ملتے تھے۔
۲۔ یہ ایک قدرتی بات ہے کہ پہلے پہل نثر لکھی گئی ہو گی۔
۳۔ اس کے بعد نظم کی باری آئی ہو گی اور لوگوں نے حضرت امیر خسرو کی پہیلیوں اور غزلوں کو بطور نمونہ کے اپنے لئے ایک معیار

شعرا یا ہوگا۔

۴۔ ولی کا کلام نہایت صاف اور ترقی یافتہ معلوم ہوتا ہے اور انہوں نے شعرائے ایران کی تقلید میں دیوان کی ترتیب ردیف وار رکھی ہے۔ اس لئے اصول ارتقا کے مطابق کسی شاعر کا کلام آغازِ مشق ہی سے اسقدر ترقی یافتہ نہیں ہو سکتا۔

۵۔ دکن میں اور بھی بہت سے شعرا تھے جن کا کلام ولی کے کلام جیسا صاف اور شستہ نہیں اور وہ بالکل امیر خسرو رحمۃ اللہ علیہ کے مقلد معلوم ہوتے ہیں۔

محولہ بالا دلائل سے یہ بات ٹھیک طور پر واضح ہوتی ہے کہ دکن میں ولی سے پہلے شاعری کی ابتدا ہو چکی تھی لیکن یہ معلوم نہیں ہوتا کہ اردو شاعری کا بانی اور موجد کون تھا۔ اور اسی بنا پر صفیر بلگرامی کے نزدیک سعدی دکنی تمام شعرائے دکن کے امام ہیں اور ان کی غزل کے اس شعر سے حسبِ ذیل نتائج اخذ کئے ہیں۔

"سعدی غزل انگیختہ شیر و شکر آمیختہ

دُر ریختہ دُر ریختہ ہم شعر ہے ہم گیت ہے"

(۱) یہ کلام شعر کی حیثیت بھی رکھتا ہے اور گیت کی بھی۔ چونکہ دکنی زبان میں کہا گیا ہے اس لئے گیت ہے اور بلحاظ بحرِ فارسی کے شعر ہے

(۲) شیر و شکر آمیختہ سے ظاہر ہوتا ہے کہ شاعر کی زبان اگرچہ دکنی ہے لیکن ولایتیوں کے میل جول کی بِنا پر ایک نئی زبان عالمِ وجود میں آ گئی ہے جس کا نام ریختہ ہے اور اسی زبان ریختہ میں یہ شعر بطور غزل کے کہا گیا ہے۔

(۳) غزل انگیختہ کے لفظ سے عیاں ہے کہ اس سے پہلے اس زبان میں غزل کا رواج نہ تھا۔ (جلوہ خضر جلد اول صفحہ ۶۰-۶۱-۶۲ و ۱۶۳)
لیکن شاعری سے مراد صرف شعر گوئی ہی نہیں بلکہ وہ ایک نہایت وسیع المفہوم چیز ہے جس کے مختلف انواع ہیں۔ اس لئے اگر تاریخی حیثیت سے اس مسئلہ کو حل کیا جائے کہ حضرت ولی سے پہلے اُردو شاعری میں کون کون صنفیں پیدا ہو چکی تھیں اور ان کے موجد کون تھے تو ہمیں سب سے پہلے قطب شاہیوں کے دورِ حکومت پر ایک سرسری نظر کرنی ہوگی کیونکہ اُردو شاعری کے آغاز کے آثار انہی کے عہد حکومت میں نظر آتے ہیں۔

سلطان محمد قلی قطب شاہ ۱۵۸۰ء-۱۶۱۱ء

سلطان محمد قلی قطب شاہ ثانی جسے قلی قطب شاہ بھی کہتے ہیں۔ ابراہیم قطب شاہ کا بیٹا تھا۔ یہ ۱۵۸۱ء میں اپنے باپ کی وفات کے بعد بارہ برس کی عمر میں تخت نشین ہوا۔ ۱۵۸۶ء میں اس نے عادل شاہ والئے بیجاپور کے ساتھ ایک صلحنامہ کیا۔ اور اپنی بہن کا نکاح اس کے ساتھ کر دیا۔ اور یہ بادشاہ شاہنشاہ اکبر والئے ہندوستان اور شاہ عباس والئے ایران کا ہمعصر تھا۔ گولکنڈہ کے آٹھ میل کے فاصلہ پر اس نے ایک شہر بسایا جس کا نام بھاگ نگر رکھا۔ لیکن بعد میں تبدیل کر کے حیدر آباد کر دیا۔ جو اس وقت موجودہ حکمران خاندان کا پایۂ تخت ہے اور ہندوستان میں کلکتہ اور بمبئی کے بعد تیسرے درجہ کا شہر خیال کیا جاتا ہے۔ یہ بادشاہ ادب اور فنونِ لطیفہ

کا از حد شایق اور قدردان تھا۔ اور اس کی سخاوت کا شہرہ دُور دُور تک پھیلا ہوا تھا اور یہی وجہ تھی کہ عرب و عجم اور ایران کے علما و فضلا اس کے علم پرور دربار میں کھنچے چلے آتے تھے۔ اس علم دوست بادشاہ نے علمی اور ادبی مباحث کے لئے خاص اوقات مقرر کر رکھے تھے جن میں یہ خود بھی حصہ لیتا تھا۔ اس بادشاہ کو مذہبی مباحث کا خاص شوق تھا اور شیعہ ہونے کے لحاظ سے اس مذہب کے پھیلانے میں خاص ذوق رکھتا تھا۔ اور اس کا شیعہ پن ہی بہت سے مراثی کے لکھے جانے کا سبب ہوا۔ یہ دریا دل بادشاہ ادب و فن کا نہ صرف قدردان ہی تھا بلکہ خود بھی اچھا خاصہ ادیب اور شاعر تھا۔ اس نے دکنی۔ تلنگی اور فارسی میں بہت سی نظمیں لکھیں۔ اس کا کلیات اٹھارہ سو صفحات سے زیادہ ہے جس میں دکنی اُردو اور فارسی زبان کے مراثی۔ قصائد۔ ترجیع بند اور رباعیات وغیرہ موجود ہیں۔ اس کے کل اشعار کی تعداد پچاس ہزار ہے۔ اس کی بہت سی نظمیں ایسی ہیں جن میں اس نے حُسنِ فطرت کی خوبیاں لکھی ہیں کائنات کی خوبصورتی اور رعنائی۔ چرند و پرند کے اوصاف و خصوصیات نہایت صفائی اور خوبی کے ساتھ بیان کئے ہیں اور اشعار میں ہندوستانی رسوم جو بیاہ شادی کے موقعوں پر ہوتی ہیں بیان کی ہیں۔ کچھ نظمیں ہندو مسلم تیوہاروں پر ہیں مثلاً عید۔ شب برات۔ ہولی۔ بسنت۔ دیوالی۔ کچھ خدا کی حمد و تعریف میں۔ کچھ پیغمبر کی نعت و منقبت میں اور کچھ اصحابہ کرام کے متعلق۔ قلی قطب شاہ سب سے پہلا صاحبِ شاعر ہے جس نے اُردو زبان میں اسقدر اشعار لکھے اور یہ ادب

اُردو کے آسمان کا وہ درخشندہ ستارہ ہے جس نے اپنی ادبی ضوفشانی سے یہ ثابت کر دیا ہے کہ یہ زبان ایک ادبی اور علمی زبان بننے کی صلاحیت رکھتی ہے۔ اور مستقبل میں ہر شخص اس کی حیثیت کے تسلیم کرنے پر مجبور ہوگا۔ اس علم پرور بادشاہ کو اس بات کا حق حاصل ہے کہ اسے اُردو زبان کے موجدوں میں سے شمار کیا جائے۔

سلطان محمد قطب شاہ

سلطان قلی قطب شاہ کی وفات کے بعد اس کا بھتیجا سلطان محمد قطب شاہ تختِ سلطنت پر بیٹھا۔ یہ ۱۵۹۱ء میں بمقام گولکنڈہ پیدا ہوا۔ جوان ہونے پر اس کی شادی سلطان قلی قطب شاہ کی صاحبزادی سے ہوئی۔ یہ بادشاہ نہایت پابندِ مذہب بادشاہ تھا۔ یہ ایک زبردست شاعر اور نثر نگار تھا۔ یہ دکنی اردو اور فارسی دونوں زبانوں میں شعر کہتا تھا۔ اس کا دیوان نواب سر سالار جنگ بہادر دکن کی لائبریری میں آج تک محفوظ ہے۔

سلطان عبداللہ قطب شاہ

سلطان محمد قطب شاہ کی وفات کے بعد اس کا بیٹا سلطان عبداللہ قطب شاہ اورنگ آرا ہوا۔ یہ خاندانِ قطب شاہی کا چھٹا بادشاہ تھا۔ اور شاہجہان رحمتہ اللہ علیہ شاہنشاہ ہندوستان کا باجگذار تھا۔ یہ ادب اور فنونِ لطیفہ کا مربی تھا۔ اس کا دربار علما و فضلائے روزگار سے معمور رہتا تھا۔ بہت سی کتابیں جو اس کے عہدِ حکومت

میں تصنیف ہوئیں اسی ادب پرور اور علم دوست بادشاہ کے نام کے ساتھ منسوب ہیں۔ مثلاً برہانِ قاطع۔ لغاتِ فارسی وغیرہ۔ یہ دکنی اور فارسی دونوں زبانوں میں شعر لکھتا تھا۔ اس کا تخلص عبداللہ تھا۔ اس کا دیوان ریختہ اور فارسی دونوں زبانوں میں موجود ہے۔ آصفی ملکاپوری نے اس کے بہت سے اشعار تذکرۂ شعرائے دکن میں نقل کئے ہیں۔ اس کے عہدِ حکومت میں دو اور مشہور شاعر ہوئے ہیں۔ ایک ابن نشاطی اور دوسرا غواصی۔ اور یہ وہی غواصی ہے جس نے طوطی نامہ بخشی کو نظم کا جامہ پہنایا جس کا ایک مصرعہ ہندی اور ایک فارسی تھا۔

ابوالحسن قطب شاہ معروف بہ تانا شاہ

یہ گولکنڈہ دکن کا آخری تاجدار تھا اور باوجود عیش پسند ہونے کے علما و فضلا کا سرپرست اور مربی تھا۔ یہ عبداللہ قطب شاہ کا داماد تھا اور اس کی وفات کے بعد تخت نشین ہوا۔ ۱۶۸۷ء میں مغلِ اعظم حضرت عالمگیر رحمتہ اللہ علیہ شاہنشاہِ ہندوستان نے سات ماہ کے محاصرہ کے بعد گولکنڈہ کو فتح کر لیا۔ اور اسے سلطنتِ مغلیہ کا ایک صوبہ بنا دیا اور ابوالحسن کو قید کر کے دہلی دارالسلطنت میں پہنچا دیا گیا۔ یہاں تک کہ اس بادشاہ کی تمام زندگی اسیری ہی میں بسر ہوئی۔ اس کے دربار میں بہت سے شاعر تھے۔ ایک ان میں طبائی تھا جس نے ایک مثنوی بہرام و گلبدن کے نام سے لکھی۔

دربارِ بیجاپور ۱۵۸۰ء - ۱۶۲۶ء

ابراہیم عادل شاہ ثانی والئے بیجاپور اپنی علم دوستی اور ہنر پروری کے لحاظ سے ایک نہایت ہی مشہور بادشاہ ہوا ہے۔ اس کا دربار صاحبانِ علم و فضل کا مرکز تھا۔ زبانِ فارسی کا مشہورِ زمانہ شاعر ملا ظہوری اسی کے دربار کا پروردہ تھا۔ میر سنجر اور ملک قمی بھی اسی کے دربار کے شاعر تھے۔ علی عادل شاہ نے ایک کتاب فن موسیقی پر لکھی اور اس کا نام نورس رکھا۔

علی عادل شاہ ثانی والئے بیجاپور ۱۶۵۶ء - ۱۶۷۲ء

یہ بادشاہ بلحاظ اہلِ علم کا قدر دان ہونے کے تاریخ ہندوستان میں ایک اہم حیثیت رکھتا ہے۔ اس کے عہدِ حکومت میں نصرتی نامی ایک مشہور شاعر ہوا ہے جس نے ۱۶۶۵ء میں ایک طویل مثنوی موسوم علی نامہ لکھی جس میں علی عادل شاہ ثانی کے عہدِ حکومت کے تمام واقعات نظم میں بیان کئے ہیں۔ علی عادل شاہ نے اسی مثنوی کی تصنیف کی بنا پر نصرتی کو ملک الشعرا کا خطاب دیا۔ اس کے علاوہ نصرتی نے ایک اور مثنوی لکھی جس کا نام گلشنِ عشق رکھا۔ نصرتی نے ۱۶۸۵ء میں انتقال کیا۔

اردو شاعری کے لحاظ سے اس زمانہ کی سب سے بڑی ہستی ولی دکنی رحمتہ اللہ علیہ ہیں جنہیں بابائے ریختہ کے لقب سے یاد کیا جاتا ہے لیکن اس امر کا تعین مشکل ہے کہ سب سے پہلے اردو زبان میں

غزل کی بنیاد کس شاعر نے رکھی اور اس کے بعد شاعری کے کتنے دَور قائم ہوئے۔ صفیر بلگرامی کی تحقیق کے مطابق قیاسی طور پر سعدی دکنی غزل کے موجد خیال کئے جاتے ہیں اور ان کے بعد شاعری کے تین دَور ترتیب دئے گئے ہیں اور اشرف۔ خوشنودی۔ احمدی۔ فضلی اور احسن جن کے کلام میں ہندی کی آمیزش ہے۔ دَور اوّل میں شمار کئے گئے ہیں۔ اور دوسرا دَور جعفر۔ سالک۔ لطیفی۔ محمود۔ ہاتفی اور ہاشم کا ہے جن کے عہد میں زبان قدرے شستہ اور مصفّا ہو گئی تھی۔ اور بجائے ہندی کے فارسی زبان اثر انداز ہو رہی تھی۔ صفیر بلگرامی کے قول کے مطابق یہ تمام شعرا حضرت شاہجہان علیہ الرحمتہ کے زمانۂ حکومت سے پہلے گذر چکے تھے اور اس بیان کو مدِ نظر رکھتے ہوئے ہم یہ کہہ سکتے ہیں کہ عالمگیر علیہ الرحمتہ کے زمانۂ حکومت سے بہت پہلے اُردو غزل گوئی کا آغاز ہو چکا تھا لیکن صفیر بلگرامی اپنے اس بیان کی تائید میں کوئی تاریخی شہادت پیش نہیں کر سکے بلکہ صرف شعرا کے کلام اور زبان کی حیثیت کو پیش نظر رکھ کر یہ استدلال کیا ہے۔

لیکن بعض تاریخی شواہد نے اس استدلال کو غلط ثابت کیا ہے مثلاً صفیر بلگرامی محمود کو دَور دوم میں شمار کرتے ہیں۔ حالانکہ میر حسن انہیں بحری کا معاصر قرار دیتے ہیں جو ولی کے زمانہ میں ہوئے اور اُن کے شاگردوں میں سے تھے لیکن ہمیں اس قیاسی استدلال کی ضرورت نہیں کیونکہ سلطان قلی قطب شاہ کے عہدِ حکومت میں اُردو غزل کی ابتدا ہو چکی تھی اور خود سلطان نے کئی ایک غزلیں لکھیں بہرحال مذہبی اور عاشقانہ اُردو شاعری کا آغاز قطب شاہیوں ہی کے زمانہ

دورِ حکومت میں ہو چکا تھا اور ولی دکنی کا دور اس زمانہ کے آخر کی پیداوار ہے جس میں متعدد شعرا مثلاً فراقی۔ احمد گجراتی۔ آزاد۔ سراج۔ ضیائی۔ ملک۔ فخری۔ حشمت۔ عزیز۔ عبدالرحیم۔ عبداللہ۔ حبیب اور حسن وغیرہ شامل تھے۔

اب یہ وہ زمانہ تھا جبکہ اردو شاعری اپنی معمولی حیثیت سے نکل کر ارتقائی منازل طے کر رہی تھی اور اس کے شاندار اور درخشاں مستقبل کا آغاز ہو چکا تھا۔

دلی میں اُردو شاعری کا آغاز

اگرچہ ولی دکنی علیہ الرحمتہ کے ورود سے پہلے دلی میں اُردو شاعری کی ابتدا ہو چکی تھی مگر اس کی رونق اور ترقی ولی دکنی کے قیام دلی سے شروع ہوئی اور اردو شاعری کے لئے ایک نئے باب کا افتتاح ہو گیا۔ میر حسن کے تذکرہ سے معلوم ہوتا ہے کہ ولی دکنی کے معاصرین میں سے آزاد اور فراقی دکنی بھی حضرت ولی دکنی کی طرح دلی آئے اور عشق و محبت کے جذبات سے معمور آئے چنانچہ وہ اپنے تذکرہ میں لکھتے ہیں۔

"باید دانست کہ ریختہ اول از زبان دکن رواج یافتہ۔ فقیر اللہ آزاد تخلص از حیدرآباد بود۔ در صغر سن یتیم شد و اہلِ محلہ عزیز مے داشتند چوں بحدِ بلوغ رسید عشق بہ گلرخے ورزیدہ مانند عندلیب نالاں بہ آہ و فغاں بسر مے نمود و برنگ صبا سراسیمہ گشت و یکجا قرار نگرفت چنانچہ ہمراہ فراقی دکنی در شاہجہان آباد آمدہ بود و طبع درد مندے

داشت خدا بیامرزد" (تذکرہ میرحسن صفحہ ۴۰) ۔

لیکن جو شہرت اور قبولیت ولی دکنی کے کلام کو حاصل ہوئی وہ ان کے معاصرین میں سے کسی کے نصیب نہ ہوئی اور یہ ولی دکنی ہی کے کلام کا اثر تھا کہ محمد شاہی دور میں شاہ مبارک آبرو۔ شاکر ناجی شیخ شرف الدین مضمون اور مصطفےٰ خاں یکرنگ وغیرہ ایسے متعدد شعرا عالمِ وجود میں آگئے جن کی ذاتِ گرامی نے دلّی میں اردو شاعری کی بنیادوں کو استوار کیا۔ ان بزرگوں کے کلام کی خصوصیت ایہام گوئی یعنی رعایتِ لفظی ہے چنانچہ اُن کے کلام میں اس کی مثالیں کثرت سے ملتی ہیں۔ انہوں نے اس کو ایک مستقل فن بنا لیا تھا اور شاہ مبارک آبرو ان سب کے امام تھے چنانچہ تذکرۂ قدرت میں مرقوم ہے۔

"بعد از طبقۂ شاعرانِ دکن کہ معاصرین ولی بودند رواج ایہام بسیار شد و سرآمدِ ایہام گویاں نجم الدین عرف شاہ مبارک آبرو بودند۔

غرضیکہ محمد شاہ کے زمانہ تک شاعری کی جو حالت تھی وہ بہت کچھ اصلاح و ترمیم کی محتاج تھی۔ اس لئے اس دور کے بعد جب شاہ عالم کا زمانہ آیا تو خواجہ میر درد۔ فقیر دہلوی۔ مرزا سودا۔ میر تقی میر۔ میر حسن اور مرزا مظہر جانجاناں جیسے مصلحینِ فن پیدا ہوئے لیکن سب سے پہلے میرزا مظہر جانجاناں نے اس کی اصلاح کی طرف توجہ کی۔ اور مستقل طور پر اصلاح و تجدید کا کام شروع کر دیا چنانچہ قدرت اللہ شوق اپنے تذکرہ میں تحریر فرماتے ہیں۔

"می گویند اول کسے کہ طرزِ ایہام گوئی ترک نمودہ۔ ریختہ را در زبان

اُردوئے معلیٰ شاہجہان آباد کہ الحال پسندِ خاطرِ عوام و خاص گردیدہ مروّج ساختہ زبدۃ العارفین۔ قدوۃ الواصلین۔ واقفِ رموز جناب اکبر کاشفِ کنوز طریقۂ پیغمبر مرزا جانجاناں متخلص بہ مظہر مرد یست فرشتہ خصلت"۔

اس دَور میں سب سے بڑی قابل اصلاح چیز محمد شاہی دَور کی ایہام گوئی تھی۔ اس دَور کے تمام اساتذہ نے اس داغ سے اپنے کلام کو پاک کر لیا۔ یہاں تک کہ بہت سے ایہام گو شاعروں نے اپنی روش کو تبدیل کر دیا اور طرزِ جدید میں کہنا شروع کر دیا۔ اس دَور کا سب سے اہم مسئلہ اصلاحِ زبان تھی کیونکہ قدما کے پہلے دَور تک سنسکرت بھاشا اور قدیم دکنی زبان کے سینکڑوں الفاظ مستعمل تھے اور عربی فارسی کی صحت کا بہت کم خیال کیا جاتا تھا لیکن اس دَور میں شاہ حاتم نے سب سے پہلے اس کی طرف خیال کیا اور بہت سے الفاظ کی اصلاح کر کے زبانِ اُردو کو دلّی کے محاورے کے مطابق بنانا چاہا۔ شاہ حاتم کے ساتھ خواجہ میر دردؔ اور میر خیال مکین نے اپنے کلام سے کئی ایک ہندی الفاظ نکال ڈالے لیکن اس ابتدائی اصلاح کی تکمیل کا سہرا میرؔ و میرزاؔ کے سر بندھا اور وہ نہ صرف اس زبان کے مصلحین بلکہ اصلاح یافتہ زبان کے مُوجد قرار پائے۔ انہوں نے قدیم محاورات و الفاظ میں جو تغیرات پیدا کئے وہ صفیر بلگرامی نے اپنی کتاب تذکرہ میں ایک جگہ جمع کر دیئے ہیں۔ ان اصلاحات نے اُردو شاعری کو فارسی کے قالب میں ڈھال دیا اور شعرائے اُردو ایرانی شعرا کا تتبع کرنے لگے۔ اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ جو شعرا رکیک مغرسود؟

اور مبتذل مضامین کے عادی ہو گئے تھے وہ ان بلند اور دقیق خیالات کو بیگانہ اور نامانوس خیال کرنے لگے۔ لیکن اُن کی اس خیالی مخالفت سے اُردو شاعری کی بڑھتی ہوئی رَو نہ رُکنے والی تھی نہ رُکی۔ فطرت کو خود اُس کی ترقی منظور تھی۔ نئے نئے استعارات اور نئی نئی تشبیہات ایجاد ہونے لگ گئیں۔ یہاں تک کہ مصحفی۔ انشا۔ جرأت اور میر حسن نے اپنے شاعرانہ کمالات دکھائے۔ اِن بزرگوں کے وجود سے دلی شہر کی عظمت کو چار چاند لگ گئے۔ انہوں نے شعر کی ہر شاخ کو لیا اور جو قواعد ضوابط اُستادوں نے باندھے تھے اُن کا حق حرف بحرف ادا کیا۔ اور اس دَور سے اِتنا فائدہ ضرور ہوا کہ زبانِ اُردو قدیم ثقیل الفاظ اور فارسی تراکیب سے آزاد ہوکر نہایت صاف و شستہ اور مقبول عام ہو گئی اور زبان کی اسی پاکیزگی نے اس دَور میں مثنوی کا ایک بہترین نمونہ قائم کر دیا اور بایں وجہ اُردو شاعری جو فارسی شاعری کے مقابلہ میں کم درجہ اور اہلِ کمال کی شان کے خلاف سمجھی جاتی تھی اب عزت کی نظروں سے دیکھی جانے لگی۔ اور اس دَور کے شعرا نے اسے فارسی شاعری کا حریفِ مقابل سمجھ لیا چنانچہ مصحفی فرماتے ہیں:-

"مصحفی فارسی کو طاق پہ رکھ — اب ہے اشعارِ ہندوی کا رواج"

"مصحفی دوں ہیں جہاں ریختہ گوئی کا رواج — قدر شیرازی کی ہو واں نہ صفاہانی کی"

اس دَور کے شعرا نے قدما کے کلام کی تمام ناہمواریوں کو مٹا کر اُردو شاعری کے لئے ایک نئی شاہراہ قائم کی۔ اس دَور کے بعد شاہ نصیر۔ مومن۔ ذوق۔ غالب و ظفر کا زمانہ آگیا اور یہ زمانہ حقیقت

اُردو شاعری کے عروج کا انتہائی زمانہ تھا کوئی خیال ایسا نہ تھا جو اس دور کے شاعروں نے نظم میں ظاہر نہ کیا ہو اور کوئی مضمون ایسا نہ تھا جو بیان سے باقی رہ گیا ہو۔ آئینِ کلام۔خیال بندی اور نازک خیالی کی حد ہو چکی تھی۔ان کی شاعری ساحری تھی اور وہ اپنے عہد کے سامری تھے ۔

تعارف

ملک الشعرا خاقانی ہند شیخ ابراہیم ذوقؔ ایک غریب سپاہی شیخ محمد رمضان کے بیٹے تھے۔ اِن کا گھر دلی میں کابلی دروازہ کے پاس تھا اور نواب لطف علی خاں نے انہیں ایک شریف اور معتبر شخص خیال کر کے اپنی حرم سرا میں ملازم رکھ لیا تھا۔ حضرت ذوق علیہ الرحمتہ ۱۱ ذی الحجہ ۱۲۰۴ھ کو پیدا ہوئے۔ جب ان کی عمر پڑھنے کے قابل ہوئی تو انہیں حافظ غلام رسول صاحب کے ہاں بٹھا دیا کیونکہ حافظ صاحب اسی محلہ میں رہتے تھے اور اکثر محلہ کے لڑکوں کو پڑھایا کرتے تھے۔

حافظ غلام رسول صاحب خود شاعر تھے اور ان کا تخلص شوقؔ تھا۔ محلہ کے اکثر شاعر مزاج نوجوان اپنا اپنا کلام انہی کو سنایا کرتے اور اصلاح لیتے۔ اور اکثر ان کے گھر پر شعر و شاعری کے چرچے رہتے۔ اس زمانہ میں دِلّی میں شعر و سخن کی خوب گرم بازاری تھی اور آئے دن مشاعرے ہوتے رہتے تھے۔ حضرت ذوق بھی ان مشاعروں میں شامل ہوتے۔ لیکن ایک شاعر ہونے کے لحاظ سے نہیں بلکہ محض ذوق سخن کی وجہ سے انہیں دوسرے شعرا کے سینکڑوں شعر زبانی یاد تھے اور خود شاعر بننے کے ولولے طبیعت میں اُٹھ رہے تھے۔ آخر انہوں نے خود بھی شعر کہنا شروع کر دیا اور جو کچھ کہتے حافظ غلام رسول صاحب کو دکھا کر اصلاح لے لیا کرتے۔ میر کاظم حسین صاحب جوان کے ہم سن اور ہم سبق تھے۔ اور اسی محلہ میں رہتے تھے۔ اور اکثر اپنا کلام حافظ غلام رسول ہی کو دکھلیا

کرتے تھے حضرت ذوق سے کہنے لگے کہ ہم تو شاہ نصیر کے شاگرد ہو گئے آیندہ انہی سے اصلاح لیا کرینگے حضرت ذوق جو حافظ غلام رسول کی اصلاح سے مطمئن نہ تھے انہیں بھی شاہ نصیر کی شاگردی کا شوق پیدا ہوا اور اُن کے ساتھ جا کر زمرۂ تلامذہ میں شامل ہو گئے۔ حضرت ذوق کی بلند پروازی اور شاعرانہ قابلیت کو دیکھکر شاہ نصیر گھبرا گئے اور بھانپ گئے کہ یہ نوجوان شاعر اس میدان میں انہیں بھی پیچھے چھوڑ جائیگا۔ اس خیال سے بعض اوقات حضرت ذوق کی غزل کو بے اصلاح پھیر دیتے اور کہتے کہ طبیعت پر زور ڈال کر کہو۔ کبھی اچھی بھلی غزل کو رد کر دیا اور اصلاح دی بھی تو اس طرح سے کہ جس سے صاف صاف بے ادائی مترشح تھی حضرت ذوق نے جب یہ رنگ دیکھا تو ان سے اپنا تعلق منقطع کر دیا اور خود ہی اپنی غزلوں کو اچھی طرح دیکھ لیا کرتے۔ اور دن رات اس فن میں کامل ہونے کی کوشش کرنے لگے۔ یہاں تک کہ ان کے کلام کا شہرہ دِلّی میں گھر گھر پھیل گیا اور لوگ اُن کی غزلیں گلی کوچوں میں چلتے پھرتے پڑھنے لگے۔ اب کلام کا چرچا زیادہ ہو گیا تھا۔ بڑے بڑے اساتذہ جو در اصل سلف کی تصویریں تھیں وہ انہیں مشاعرہ میں دیکھتے تو اپنی بزرگانہ شفقت سے کام لیکر ان کی تعریفیں کرتے اور دل بڑھاتے۔

اکبر شاہ بادشاہ کو شعر و شاعری سے کچھ لگاؤ نہ تھا مگر مرزا ابوظفر ولیعہد جو بہادر شاہ کے نام سے مشہور ہوئے شعر کے والا و شیدا تھے اور ظفر تخلص تھا۔ قلعہ میں اکثر مشاعرے ہوتے۔ جن میں بڑے بڑے شعرا مثلاً عبد الرحمٰن خاں احسان۔ برہان الدین خاں زار۔ تہ سیاں شکیبا۔ میر نظام الدین ممنون۔ حکیم عزت اللہ خاں عشق میرزا عظیم بیگ

عظیم اور حکیم قدرت اللہ خاں قاسم حصہ لیتے۔ چنانچہ یہ بھی اپنے رفیق و دوست میر کاظم حسین صاحب کے توسّل سے قلعہ میں پہنچے اور اکثر ولیعہد سلطنت کے دربار میں جانے لگے۔ شاہ نصیر جو ولیعہد کی غزلوں کی اصلاح کیا کرتے۔ اتفاق سے دکن تشریف لے گئے تو منصب اصلاح میر کاظم حسین کے سپرد ہوا مگر انہیں بھی جلد دِلی سے جانا پڑا کیونکہ یہ جان الفنسٹن (John Elphinstone) کے میر منشی ہو کر اُن کے ساتھ شکارپور سندھ اور کابل کی طرف عہد نامے کرنے کی غرض سے روانہ ہو گئے اور اب ولیعہد بہادر کے کلام کی اصلاح حضرت ذوق کے سپرد ہوئی۔ اور یہ ولیعہد کے اُستاد ہو گئے۔

نواب الٰہی خاں معروف جو ایک خاندانی رئیس اور دربار شاہی کے نہایت مقرب درباری تھے اور بڑے مشہور و معروف اور کہنہ مشق شاعر تھے اپنی عمر کی درازی کی وجہ سے سات شاعروں کی نظر سے اپنا کلام گذار چکے تھے چنانچہ آغاز میں شاہ نصیر سے اور پھر سید علی غمگین اور دوسرے شعرا سے مشورہ لیتے رہے۔ حضرت ذوق کی شاعری کا شہرہ سُن کر اپنا کلام ان سے درست کروانے لگے۔ ان دو مقتدر ہستیوں کی شاگردی نے حضرت ذوق کی شہرت کو چار چاند لگا دیئے اور یہ اپنی طرز کے بانی قرار پائے اور شاعری کے کئی اصناف پر اُستادانہ حیثیت حاصل کر لی۔

حضرت ذوق نواب الٰہی بخش کے ہاں ہفتہ میں دو دفعہ تشریف لے جاتے اور اُن کے کلام کی اصلاح فرماتے چنانچہ موجودہ دیوان معروف سب انہی کا اصلاح کیا ہوا ہے۔

بدستور ولیعہد بہادر اور نواب الٰہی بخش خاں معروف کے کلام کی اصلاح میں مصروف تھے۔ کہ کئی برس کے بعد شاہ نصیر دکن سے واپس تشریف لائے اور حسب معمول سابق مشاعرہ جاری کر دیا۔ حضرت ذوق بھی مشاعرہ میں شامل ہوئے۔ اب ان کی شاعری کا شباب تھا اور مشقِ سخن بھی زوروں پر تھی۔ شاہ نصیر نے اپنے قیام دکن میں ایک شعر کی غزل کہی تھی۔ آتش و آب و باد و خاک۔ وہ غزل مشاعرہ میں پڑھی اور کہا جو اس طرح لکھے میں اُسے اُستاد مانتا ہوں۔ اور درحقیقت ان کا ایسا کہنا حضرت ذوق پر ایک طنز تھا کیونکہ وہ ولیعہد بہادر اور نواب الٰہی بخش خاں معروف کے اُستاد کہلاتے تھے۔ دوسرے مشاعرہ میں حضرت ذوق نے اُسی طرح میں غزل سنائی۔ شاہ نصیر نے اپنی طرف سے کچھ اعتراض کئے۔ لیکن ذوق کی عظمت شاعری میں کچھ فرق نہ آسکا۔ اس سے حضرت ذوق کا دل اور بھی قوی ہوگیا۔ یہ دربار شاہی میں جاتے اور قصائد سناتے شاہ نصیر کی معاندانہ اور معترضانہ روش کے باوجود یہ ان کا ادب ملحوظ رکھتے اور کہتے کہ میں آپ کا شاگرد ہوں اور اپنے آپ کو اس قابل نہیں سمجھتا کہ آپ کے اعتراضات کے لئے قابل خطاب ہوں۔

چند سال کے بعد ایک قصیدہ اکبر شاہ کے دربار میں پڑھا جس کے مختلف اشعار میں انواع و اقسام کے صنائع و بدائع تھے۔ اس قصیدہ کا مطلع یہ ہے:۔

"جبکہ سرطان واسد مہر کا ٹھہرا مسکن — آب وایلولہ ہوئے نشو و نمائے گلشن"

اس پر بادشاہ نے خاقانیٔ ہند کا خطاب عنایت کیا۔ اُس وقت حضرت ذوق کی عمر صرف اُنیس برس کی تھی۔ خاقانیٔ ہند کے خطاب پر

لوگوں میں خوب چہ میگوئیاں ہوتی رہیں۔ اور کئی کہتے تھے کہ بادشاہ نے یہ کیا کیا کہ کہن سال اور نامی شعرا کی موجودگی میں ایک نومشق نوجوان کو ملک الشعرا بنا دیا۔

میر کلو حقیر ایک سن رسیدہ اور کہنہ مشق شاعر تھے اور جنہوں نے شعرائے قدیم کی کئی مجلسیں دیکھی تھیں۔ لوگوں کے اس اعتراض کو سنکر بولے۔ انصاف شرط ہے کلام کو بھی دیکھو۔ اگر ایسے شخص کو بادشاہ نے ملک الشعرا بنایا اور خاقانیٔ ہند کا خطاب عنایت کیا تو کونسی غلطی کی ؟

جب ابوظفر بادشاہ ہوکر بہادر شاہ مشہور ہوئے تو ذوقؔ نے یہ قصیدہ کہکر پیش کیا۔

"رُوکش ترے رُخ سے ہو گیا نورِ سحر رنگِ شفق   ہے ذرہ ترا پرتو نورِ سحر رنگِ شفق"

آخری دنوں میں ایک دفعہ جب بادشاہ بیمار ہوئے اور شفا پائی تو ایک قصیدہ غرا پیش کیا۔ بادشاہ نے خلعت کے ساتھ خطاب خان بہادر اور ایک ہاتھی معہ حوضۂ نقرئی عنایت فرمایا۔ پھر ایک اور قصیدہ کہا جس کے صلہ میں انعام و اکرام کے علاوہ ایک گاؤں جاگیر میں عطا ہوا۔ ۲۴ صفر ۱۲۷۱ھ جمعرات کے دن ۱۷ دن بیمار رہ کر رہگرائے عالم جاودانی ہوئے۔ مرنے سے تین گھنٹہ پہلے یہ شعر موزون کیا۔

"کہتے ہیں آج ذوقؔ جہاں سے گذر گیا   کیا خوب آدمی تھا خدا مغفرت کرے"

مرنے کے وقت اُن کی عمر ۶۸ برس کی تھی ۔

خاص حالات اور عادات طبعی

حضرت ذوق رحمۃ اللہ علیہ ایک متوسط القامت انسان تھے۔ رنگ سانولا اور چہرہ پر سیتلا کے داغ تھے۔ لیکن یہ داغ ان کی رنگت کے ساتھ ایک خاص مناسبت رکھتے اور بھلے معلوم دیتے تھے۔ ان کی آنکھوں میں ایک خاص چمک تھی۔ بدن پھرتیلا تھا۔ چلنے میں نہایت تیز تھے۔ عام طور پر سفید لباس کو پسند فرماتے۔ آواز بلند تھی جب کبھی مشاعرہ میں غزل سناتے تو مجلس مشاعرہ گونج اٹھتی۔ ان کا انداز ان کے کلام کی تاثیر کو زیادہ کر دیتا تھا۔ اپنا کلام آپ ہی سناتے۔ دوسروں سے پڑھوانا انہیں ناگوار تھا۔ تیزئی ذہن اور رسائی طبع کے ساتھ خدا نے قوتِ حافظہ بھی عطا فرمائی تھی اور اس کے علاوہ حق تعالےٰ نے صلاحیت طبع کا جوہر بھی عنایت فرمایا تھا۔ خوفِ خدا کا یہ عالم تھا کہ عمر بھر اپنے ہاتھ سے نہ کبھی شکار کیا اور نہ کسی جانور کو ذبح کیا۔ ٹہلنے کی عادت بہت تھی۔ دروازہ کے آگے ایک لمبی گلی تھی، اکثر اسی میں ٹہلا کرتے۔ وسعتِ نظر کا یہ عالم تھا کہ اساتذہ سلف کے سات سو دیوانوں کا نہ صرف مطالعہ ہی کیا بلکہ ان کا خلاصہ اپنے قلم سے لکھا۔ خان آرزو کی تصنیفات اور ٹیک چند بہار کی تصنیفات انہیں ازبر تھیں۔ وہ اشعار کی سند ہر معرکہ میں پیش کرتے۔ بلحاظ علمِ تاریخ کے جاننے کے ان کا درجہ کسی مؤرخ سے کم نہ تھا۔ تفسیر کا ذکر آئے تو وہ ایک مفسّر معلوم ہوتے تھے۔ علم تصوّف میں وہ شبلیٔ وقت و بایزید عہد نظر آتے تھے۔ وحدت وجود اور وحدت شہود کے مباحث میں ابوسعید ابوالخیر و محی الدین عربی کا جامہ پہن لیتے۔ اُن کا ہر ایک لفظ بلحاظ اپنے اثر اور تاثیر

کے دلوں پر نقش ہو جاتا۔ رمل و نجوم کا ذکر آئے تو وہ نجومی تھے۔ خواب کی تعبیر دینے میں ایک خاص ملکہ رکھتے تھے۔ علم طب کی تحصیل پورے طور پر کرنے کے باوجود نسخہ لکھنے کی جرأت نہ کرتے۔ اور یہ کسرِ نفسی صرف احتیاط کی بنا پر تھی۔ خیال تھا کہ مبادا کسی کو نقصان نہ پہنچ جائے۔ گذارہ کا یہ انداز تھا کہ ایک تنگ و تاریک مکان میں رہائش تھی۔ کھری چارپائی پہ بیٹھے رہتے اور حقہ منہ سے لگا رہتا یا کچھ لکھتے رہتے یا پڑھتے۔ گرمی۔ جاڑا۔ برسات تینوں موسم وہیں بیٹھے بیٹھے گذار دیتے۔ دنیا کے شادی و غم سے کوئی تعلق نہ تھا۔ کسی میلہ و عید میں شامل نہ ہوتے۔ عبادت کا یہ عالم تھا کہ رات کو کھانے سے فارغ ہو کر بادشاہ کی غزل کہتے اور آدھی گئے تک یہی شغل رہتا پھر وضو فرماتے اور نماز پڑھتے نماز سے فراغت کے بعد اوراد و وظائف میں مشغول ہو جاتے عام طور پر آہستہ آہستہ پڑھتے لیکن بعض اوقات جوش کا یہ عالم ہوتا تھا کہ سینہ پھٹ جانے کا گمان گذرتا۔ وظیفہ کے بعد دعا میں مصروف ہوتے سب سے پہلے سلامتیٔ ایمان کی دعا مانگتے۔ پھر صحتِ بدنی کی۔ پھر دنیوی عزت و حرمت کی پھر بادشاہ کے اقبال و جلال کی سلامتی کی۔ پھر اپنے بیٹے میاں اسمٰعیل کے لئے اور پھر اپنے عیال اور دوستوں کے لئے فقرا اور بزرگانِ دین کے بڑے معتقد تھے۔ علما اور اساتذۂ سلف کا ذکر ہمیشہ ادب کے ساتھ کرتے تھے کبھی کسی کو برا نہ کہتے +

خصوصیت و اندازِ کلام

حضرت ذوق کی غزلیات کے دیکھنے سے معلوم ہوتا ہے کہ اُن کے

کلام کا جوہرِ عام۔ تازگیٔ مضمون۔ صفائیٔ کلام۔ تراکیب کی چستی۔ محاوروں کی خوبی اور آن کا عام فہم ہونا ہے۔ لیکن درحقیقت ان کی شاعری کا رنگ مختلف وقتوں میں مختلف تھا۔ آغازِ مشق میں میرزا رفیع کا انداز اختیار کیا۔ شاہ نصیر سے معرکہ آرائی رہتی تھی۔ ان کا ڈھنگ بھی وہی تھا۔ مشکل طرحوں میں کہتے۔ بندشیں چست اور ترکیبیں برجستہ ہوتیں۔

نواب میرزا الٰہی بخش خاں معروف اور ولیعہد کی صحبت نے تصوف و عرفان اور دردِ دل کی طرف متوجہ کر لیا۔ ولیعہد بہادر جرأت کے انداز کو پسند فرماتے تھے۔

لہٰذا ان کی غزلیں اسی انداز میں بنانی پڑتیں۔ اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ ان کی غزلیات آخر میں ایک گلدستۂ گلہائے رنگا رنگ ہوگئیں۔ دو تین اشعار میں تصوف۔ ایک دو میں بلند خیالی اور کچھ عام معاملے کے اور ہر قافیہ میں ایک خاص اندازِ خصوصیت ہوتا۔ محاورے اور صفائی کو ہرگز ہاتھ سے جانے نہ دیتے۔ اور اسی اصول کی بنا پر میر۔ میرزا۔ درد۔ انشا۔ جرأت۔ مصحفی۔ بلکہ تمام اساتذۂ سلف کا نام نہایت احترام کے ساتھ لیتے۔ لیکن باوجود ان تمام باتوں کے میلانِ طبیعت سودا کے انداز پر تھا۔

قصائد میں حضرت ذوق کا درجہ اردو شاعری میں نہایت بلند ہے۔ ان کی وفات کے بعد کسی نے اس صنفِ شاعری پر قلم اٹھانے کی جرأت نہیں کی۔

عرفی۔ نظیری۔ ظہوری۔ انوری۔ ظہیر فارسی شاعری کے آسمان کے درخشاں ستارے ہیں۔ لیکن حضرت ذوق کی قصیدہ گوئی نے زمینِ ہند کو آسمان بنا دیا۔ ہر جشن کے موقع پر قصیدہ لکھتے اور اس کے

علاوہ دوسری تقاریب الگ تھیں۔ ان کے قصائد کا مطالعہ کرنے سے ان کے تبحر علمی کا پتہ چلتا ہے کہ علم وادب کی کوئی شاخ ایسی نہ تھی جس کا ذکر ان کے قصائد میں نہ آگیا ہو۔ کوئی اصطلاح ایسی نہیں جو انہوں نے استعمال نہ کی ہو۔ کلام کے مطالعہ سے ان کی شاعرانہ عظمت کا اندازہ ہر صاحب ذوق لگا سکتا ہے۔ ملکِ سخن پر ان کی حکومت مسلم ہے ہر قسم کے خیالات کو جس طرح چاہا ظاہر کیا۔ شستگی بیان اور برجستگی الفاظ کے ہزاروں رنگ ہیں جسے جہاں مناسب سمجھتے ہیں سجا دیتے ہیں۔ مضامین کی باریکی کو الفاظ کی لطافت سے روشن کرتے ہیں پیچیدہ مطالب کو اس سادگی اور صفائی سے ادا کیا ہے کہ ذہن فوراً اُن کے مفہوم کی طرف منتقل ہو جاتا ہے۔ ان کا کلام جس طرح دل کو بھلا لگتا ہے۔ اسی طرح پڑھنے میں زبان کو ایک خاص مزہ و کیف عطا کرتا ہے ؎

ملک محمد عنایت اللہ
پروفیسر مشن کالج - لاہور

بسم اللہ الرحمن الرحیم

ردیف الف

ہوا حمدِ خدا میں دل جو مصروفِ[1] رقم میرا
الف الحمد[2] کا سا بن گیا گویا قلم میرا

رہے نامِ محمد[3] لب پہ یا رب اوّل و آخر
اُلٹ جائے بوقتِ نزع[4] جب سینہ میں دم میرا

محبت اہلبیتِ[5] مصطفےٰ کی نورِ برحق ہے
کہ روشن ہو گیا دل مثلِ قندیلِ حرم[6] میرا

دکھائی مجھکو راہِ شرع[7] اصحابِ پیمبر نے
چراغِ راہ ہے اکرامِ[8] اصحابِ کرم میرا

کہیں شاہِ نجف[9] کے عشق میں دل میرا ڈوبا تھا
کرے ہے دُرِ نجف ہو کر چمکتا دُرِ یتیم[10] میرا

رہیگا دانہ افشاں مزرعِ[11] امیدِ بخشش میں
غمِ آلِ نبی[12] سے دانۂ ہر اشک نم میرا

شہ بغداد[13] کا خطِ غلامی ذوق لکھتا ہوں
نہ کیوں دل اس خطِ بغداد سے ہو جامِ جم[14] میرا

شرحِ الفاظ۔ [1] مصروفِ رقم ہونا سے مراد لکھنے میں مشغول ہونا۔ [2] حمد تعریف شکر۔ قرآن شریف کی سب سے پہلی سورت (سورۃ فاتحہ)۔ [3] بانیٔ اسلام پیغمبر اسلام۔ [4] وقت نزع۔ وقت موت۔ [5] اہلبیت مصطفےٰ سے مراد خاندانِ نبوت کے افراد۔ [6] حرم سے مراد خانہ کعبہ۔ [7] راہ شرع سے مراد اسلام کا راستہ۔ شریعت اسلامی۔ [8] اکرام بمعنے بخشش۔ [9] شاہِ نجف لقب حضرت علیؓ۔ نجف عراق عرب میں ایک شہر ہے جہاں حضرت علی کا مزار ہے۔ [10] دُر یتیم بمعنے موتی یم بمعنے سمندر مراد دلِ شاعر۔

۱۱ مزرع بمعنے کھیتی + ۱۲ آل نبی سے مراد پیغمبر اسلام کی اولاد جو آپ کی صاحبزادی حضرت فاطمہؓ کے بطن سے تھی + ۱۳ شہ بغداد سے مراد حضرت شیخ عبد القادر جیلانی جو صوفیائے کبار میں سے ہوئے ہیں اور جن کا مزار بغداد شریف میں واقع ہے اسی نسبت سے آپ کو شہ بغداد کہتے ہیں + ۱۴ جامِ جم سے مراد جمشید شاہ ایران کا پیالہ جو حکمائے ایران نے بنایا تھا۔ کہتے ہیں کہ اس کے ذریعے آسمان کے ستاروں کے مقام اور ان کے ذریعے جس چیز کا سوال کیا جائے۔ اس کا انجام احکام نجوم کی وساطت سے معلوم ہو جاتا تھا اور اس کے ذریعہ گذشتہ و آئندہ واقعات کا پتہ لگتا تھا +

۲

ہوا یہ سینہ یکسر خار زار دشت غم میرا — کہ آیا پا بجوں آغشتہ ہو کر لب پہ دم میرا

صراطِ عشق پر از بسکہ ہے ثابت قدم میرا — دمِ شمشیر قاتل پر بھی خوں جاتا ہے جم میرا

میری غواری کے رتبہ کا کمال اوج تو دیکھو — کہ ہے چرخِ زحل بھی سایۂ بختِ دژم میرا

وہ ہوں میں آتشیں گل تازہ نخل شمع الفت کا — نہیں ہے کوئی گلچیں غیر مقراض ستم میرا

نشانِ بے نشانی گر دکھائے خود مٹ جائے — جھپک سے دیدۂ صراف کے نقش درم میرا

رواں ریگِ رواں ہے جائے آب اشک مژگاں سے — کدورت بار ہے دیکھو سحابِ رنج و غم میرا

وہ ہوں میں آہوئے وحشی رمیدہ دام ہستی سے — کہ ہے اک کوچۂ رم جادۂ دشتِ عدم میرا

جھپکتی آنکھ شب جوں حلقۂ زنجیر کیا میری — طلسم خواب بندی تھا سر زلف الم میرا

کہوں میں سو دہن سے حرفِ قطع آرزوئے دل — لب ہر زخم پہ ہے جوں لب شمشیر دم میرا

میری افسردہ حالی گر ہو جنس آرائے دل سوزی — عجب کیا شیر پر فتح ہو اگر شیرِ علم میرا

پھپھولا کام اپنی میں ہے ان اب تک جہاں ٹپکا — قضا کے جام سے یک قطرۂ زہراب غم میرا

ہوا روشن چراغ کعبۂ زاہد جس کے شعلے سے — اسی آتش کا لگتا ہے شرر سنگ صنم میرا

نہ ہو بے وقر ترک سجدۂ ابلیس سے آدم — عدو کی سرکشی سے رتبہ کب ہوتا ہے کم میرا

وہ ہوں اِک گیسوئے موجِ محیطِ اعظم وحشت
کہ ہے بکھرے ہوئے روئے زمیں کو پیچ و خم میرا

میری صورت کے معنی ہیں نفخت فیہ من روحی
حدوثِ بے ثبات اثبات کرتا ہے قدم میرا

وہ ہوں میں رہ نوردِ شوق میرے ساتھ چلتا ہے
بہ رنگِ سایۂ مرغِ ہما نقشِ قدم میرا

تخیل نے مرے باندھا طلسمِ تازہ کیفیت
نہ کیوں ہو کاسۂ سر ذوق رشکِ جامِ جم میرا

(۱) یکسر بمعنے تمام۔ پورے طور پر۔ (۲) آغشتہ بمعنے لتھڑا ہوا۔ آلودہ۔ (۳) مراط عشق بمعنے راہِ عشق۔ (۴) دمِ شمشیر بمعنے تلوار کی دھار۔ (۵) اوج بمعنے بلندی۔ (۶) زحل۔ ایک ستارہ کا نام جو ساتویں آسمان پر ہے۔ اسے نحسِ اکبر خیال کرتے ہیں۔ (۷) دژم۔ افسردہ۔ غمگین۔ (۸) نخل کھجور کا درخت۔ خرما کا درخت۔ (۹) گلچین۔ پھول چننے والا پھول توڑنے والا۔ (۱۰) ظلم و ستم کی قینچی۔ (۱۱) سحاب۔ بادل۔ (۱۲) آہوئے وحشی جنگلی ہرن جو آدمی سے بھاگے۔ (۱۳) رمیدہ دامِ ہستی سے۔ زندگی کے جال سے بھاگا ہوا۔ زندگی سے بیزار۔ (۱۴) رم بھاگنا۔ (۱۵) جادہ دشتِ عدم۔ صحرائے فنا کا راستہ۔ (۱۶) شیرِ برفیں۔ برفانی ملکوں میں لڑکے برف کا شیر بنا کر کھڑا کر دیتے ہیں جسے دیکھ کر گھوڑے اور مویشی جانور ڈرتے اور بھاگتے ہیں۔ (۱۷) شیرِ علم۔ جھنڈے پر بنی ہوئی شیر کی تصویر جو غلبہ کے شگون اور اظہارِ عظمت کے لئے بناتے ہیں۔ (۱۸) افعی ایک قسم کا زہریلا سانپ۔ کام بمعنے تالو۔ (۱۹) بے وقر بے عزت۔ بے عظمت۔ (۲۰) ابلیس شیطان۔ (۲۱) بڑا سمندر۔ بے پایاں سمندر۔ (۲۲) تلمیح ہے قرآن شریف کی اس آیت کی طرف کہ ونفخت فیہ من روحی۔ یعنی میں نے اپنی روح اس میں پھونکی۔ اشارہ بہ آدم۔ (۲۳) نیا پیدا ہونا۔ عدم سے وجود میں آنا۔ (۲۴) بے ثبات۔ فانی۔ (۲۵) اثبات ثابت کرنا۔ ثبوت کو پہنچانا۔ (۲۶) قدم ہمیشگی۔ (۲۷) رہ نورد۔ مسافر۔ تیز رفتار۔ (۲۸) مرغِ ہما۔ پرندہ۔ (۲۹) تخیل۔ مستقل بمعنے قوتِ متخیلہ۔ امیجینیشن۔ (۳۰) کاسۂ

سر کھوپڑی ۔ سو داغ

۳

شوق نظارہ ہے جب سے اس رخ پرنور کا — ہے مرا مرغ نظر پروانہ شمع طور کا
اے صنم کیا پوچھتا ہے حال اس رنجور کا — دل نہ الکائے کہیں اللہ سے مقدور کا
گر لکھوں مضمون اپنے نالۂ پرشور کا — ہوں صریر خامہ سے میں کام بانگ صور کا
لطف جاتا ہے سرود و نالۂ پرشور کا — خون دل پینا ہے یہ کھانا مجھے سیندور کا
نزع میں بھی دھیان تھا اس نرگس مخمور کا — مجھ کو شربت میں مزا آیا مئے انگور کا
وادیٔ ظلمت میں اپنی دل کب ہے نور کا — پھر اک شعلہ سا ہے سو بھی چراغ دور کا
تیرے کوچہ میں تن لاغر ترے رنجور کا — اک غبار ناتواں ہے کاروان مور کا
باندھو نہیں مضموں جو اپنی شور بختی کا کوئی — ہو زمین شعر میں عالم زمین شور کا
میں ہوں وہ نخچیر جسکو دیکھتا ہے قتل ذبح — دیدۂ حسرت سے حلقہ جوہر ساطور کا
اس نزاکت سے نظر کرتا ہے وہ رشک پری — بال بھی باندھے جو مستی پر تو زلف حور کا
دل کا یہ احوال ہے غم سے ترے اے سست ناز — جیسے مرجھایا ہوا دانہ کوئی انگور کا
تفتہ دل وہ ہوں کہ گر داغ سوزاں پر مرے — اڑ گیا مرہم کے پھائے سے اثر کافور کا
گر ترے فریادیوں کے نامۂ پیچیدہ کو — لب پہ رکھ کر پھونکئے پیدا ہو نالہ صور کا
حق کہوں ہے یہ انانیت عجب غماز ہے — قصہ پہنچایا زبان دار پر منصور کا
عشق کے مکتب میں ہو فرہاد سے تیرا دن — تین دن جائے اگر تعویذ میری گور کا
زخم میرا ہے وہ ایذا دوست خون رونے لگے — منہ سے گر قرآن کے سن پائے نام انگور کا
بھاگ لکھنے تھے وہیں جس دم روزن دیوار سے — واہ رے قسمت ہوا سی روزنوں میں گھر زنبور کا
دفن ہے جس جا پہ کشتہ سرد مہری کا تری — بیشتر ہوتا ہے پیدا واں شجر کافور کا
تو ہو بعد از مرگ بھی گر اے محبت دستگیر — استخواں سے ہو مرے دستہ ترے ساطور کا
عشق نے ڈالی تھی جب قصر محبت کی بنا — لکھ دیا تھا کوہکن بھی نام اک مزدور کا

بل بے وحشت اب تلک ہم پہ شاخ آہو کی طرح ‏— ہیچ کھاتا ہے دھواں میرے چراغِ گور کا

دیکھنا ہے ہر آب پیکانِ محبت کا اثر ‏— چشمِ افعی بن گیا روزن ہر اک ناسور کا

کھینچے مانی اس پری کی کیونکہ تصویر کفک ‏— جمع ہو جب تک نہ رنگ سرخ روئے حور کا

تیرے سے قامت سے جو ہو برپا قیامت سرو پر ‏— کام ہے منقار سے فریادِ قمری صور کا

ذوق راہِ عشق وہ کوچہ ہے جسکی خاک میں
ہے گہر تاجِ سلیمان بیضہ مور کا

(۱) شمع طور سے مراد وہ نور اور تجلی الٰہی جو حضرت موسیٰ علیہ السلام کو کوہِ طور پر نظر آئی۔ (۲) رنجور۔ بیمار۔ مراد عاشق۔ (۳) صریر خامہ۔ قلم کی آواز جو لکھتے وقت نکلتی ہے۔ (۴) سرود گانا۔ نغمہ۔ (۵) نزع۔ جان کندن۔ جان کنی۔ (۶) نرگس مخمور۔ مراد معشوق کی آنکھیں۔ (۷) مے انگور۔ شراب انگور۔ (۸) وادیٔ ظلمت۔ مراد سیاہ بختی۔ بدنصیبی۔ فرقت (۹) مہر۔ آفتاب۔ سورج۔ (۱۰) تنِ لاغر۔ دبلا اور کمزور جسم۔ (۱۱) رنجور۔ بیمار۔ مراد بیمارِ عشق۔ (۱۲) کاروانِ مور۔ چیونٹیوں کا قافلہ۔ (۱۳) شور بختی۔ بدنصیبی۔ بدقسمتی۔ (۱۴) زمین شور اس زمین کو کہتے ہیں۔ جس میں کوئی پھل پھول پیدا نہ ہو۔ (زمین شور سنبل برنیارد)۔ (۱۵) نخچیر۔ شکار۔ جنگلی ہرن۔ پہاڑی بکرا۔ شکار کیا ہوا جانور۔ (۱۶) ساطور۔ خنجر۔ چھرا۔ بغدا قصاب کا۔ (۱۷) تفتہ دل۔ سوختہ دل۔ مراد عاشق۔ (۱۸) صور وہ نرسنگا جو قیامت کے دن اسرافیل پھونکیگا۔ (۱۹) غرور۔ خودی۔ (۲۰) غماز۔ چغلخور۔ (۲۱) دار۔ سولی۔ (۲۲) منصور ایک مشہور صوفی ہے جسے منصور حلاج کہتے ہیں منصور دراصل اس کے باپ کا نام تھا۔ اس کا نام حسین تھا جو ۳۰۹ھ میں انا الحق کہنے پر سولی دیا گیا۔ اور اس کی لاش جلا کر راکھ کو دریائے دجلہ میں بہا دیا گیا۔ (۲۳) فرہاد ملقب بہ کوہکن۔ ایران کے ایک مشہور عاشق کا نام جو پرویز کی ملکہ شیریں کا عاشق تھا۔ اور شیریں کے لئے کوہِ بے ستون کو کاٹ کر جوئے شیر

لایا تھا۔(۲۳) جرّاح۔ سرجن۔ (۲۵) زنبور۔ بھڑ۔ (۲۶) سرد مہری۔ بے وفائی۔ (۲۷) محو گلشن (۲۸) زہرآب۔ مراد زہر آلود۔ (۲۹) پیکانِ محبت۔ چھرا۔ تیرِ عشق۔ (۳۰) افعی۔ ایک قسم کا زہریلا سانپ۔ (۳۱) ناسور وہ زخم جو کبھی اچھا نہ ہو۔ (۳۲) مانی ایک مشہور نقاش اور مصوّر کا نام جس نے نبوت کا دعویٰ کر کے اور صنعتِ نقاشی کو اپنا معجزہ قرار دیکر لوگوں کو اپنے آئین کی طرف دعوت دی۔ کتاب ارژنگ اس کی مشہور تصنیف ہے۔ (۳۳) منقارِ چوبخ۔ (۳۴) سلیمان۔ ایک مشہور پیغمبر کا نام جو حضرت داؤد علیہ السلام کے بیٹے تھے اور یکہزار پندرہ سال قبل مسیح ہوئے۔ بیت المقدس کی تکمیل انہیں کے وقت میں ہوئی جس کی بنیاد ان کے والد نے رکھی تھی۔ اس میں سنگ مرمر پر سونے چاندی اور بیش بہا جواہرات کا کام تھا جسے بخت نصر نے تباہ کیا اور عہد فاروقؓ میں دوبارہ تعمیر ہوئی۔ حضرت سلیمان کے پند و نصائح اور امثال حکمت و تعلیم کتب عہد عتیق میں اب تک موجود ہیں۔ اللہ تعالےٰ نے اس کو پیغمبری اور بادشاہی دونو حیثیتیں عطا کی تھیں۔ (۳۵) بیضہ مور۔ چیونٹی کا انڈا +

لکھئے اسے خط میں کہ ستم اٹھ نہیں سکتا | پر ضعف سے ہاتھوں میں قلم اٹھ نہیں سکتا
بیمارِ ترا صورتِ تصویرِ نہالی | کیا اٹھے سرِ بسترِ غم آٹھ نہیں سکتا
آتی ہے صدائے جرسِ ناقہ لیلیٰ | صد حیف کہ مجنوں کا قدم اٹھ نہیں سکتا
جوں دانۂ روئیدہ تہ سنگ ہمارا | سر زیرِ گراں بارِ الم اٹھ نہیں سکتا
ہر داغِ معاصی مرا اس دامنِ تر سے | جوں حرفِ سرِ کاغذِ نم اٹھ نہیں سکتا
اتنا ہوں تری تیغ کا شرمندۂ احساں | سر میرا ترے سر کی قسم اٹھ نہیں سکتا
پردہ درِ کعبہ سے اٹھانا تو ہے آساں | پر پردۂ رخسارِ صنم اٹھ نہیں سکتا
کیوں اتنا گرانبار ہے جو زادِ سفر بھی | اے رہروِ ملکِ عدم اٹھ نہیں سکتا

۱۰

دنیا کا زر و مال کیا جمع تو کیا ذوق

کچھ فائدہ بے دستِ کرم اٹھ نہیں سکتا

(۱) بیمار۔ مراد عاشق۔ بیمار عشق۔ (۲) نہالی۔ توشک۔ بستر۔ (۳) جرس۔ گھنٹہ۔ گھڑیال۔ (۴) ناقہ۔ اونٹنی۔ (۵) لیلیٰ۔ عرب کی مشہور معشوقہ جو قیس یعنی مجنوں کی محبوبہ تھی۔ اور جس کے نام کو قیس کے عشق سے شہرتِ دوام حاصل ہوئی۔ (۶) دانۂ روئیدہ تہِ سنگ وہ دانہ جو کسی بھاری پتھر کے نیچے اگے لیکن پتھر کی رکاوٹ کی وجہ سے اونچا نہ ہو سکے۔ (۷) مصیبت کا بھاری بوجھ مراد زبردست مصیبت اور تکلیف۔ (۸) معاصی معصیت کی جمع خطائیں۔ گناہ۔

واہ کیا مرہمِ زخمِ دلِ بیتاب[۱] بنا
آب سے نیشترِ تیز کے تیزاب بنا

نام منظور ہے تو فیض کے اسباب بنا
پل بنا چاہ بنا مسجد و تالاب بنا

نہ بجھے اشک[۲] کے دریا سے مری سوزشِ دل[۳]
گرچہ دیدے شعلۂ جوالہ[۴] کو گرداب بنا

دلِ بیتاب کو ہم سینے میں ٹھہرا نہ سکے
شعلہ خو[۵] دیکھتے ہی تجھ کو وہ سیماب[۶] بنا

پوچھیں گر مجھ سے مے عیش ہوئی کب سے تلخ
کہوں جس دن سے فلک کاسۂ[۷] زہراب بنا

چشمِ مخمور کا ہوں کس کی میں کشتہ یارب[۸]
کہ مری خاک سے بھی جام مئے ناب[۹] بنا

تیرہ روزی[۱۰] نے مری مہرِ جہاں تاب[۱۱] کا نور
دیا جس وقت اڑا کرمکِ شب تاب[۱۲] بنا

ہائے پچھتاتا ہوں کیوں اس سے کیا میں نے بگاڑ
کہ جواب پھرتا ہوں اس طرح سے بیتاب بنا

سرمۂ چشمِ عزیزاں نہ بنا میں اے چرخ
کیا بنا خاک، غبارِ دلِ احباب بنا

آیتِ سجدہ[۱۳] ہے حق میں کسے ہر جوہرِ تیغ
ہے خمِ تیغ فقط کیا خمِ محراب[۱۴] بنا

خالِ عارض[۱۵] جو ہے ہندوئے خدا ترس تو کیا
تیرہ بختوں کے لئے ذبح کو قصاب بنا

اپنے جلسوں میں ملاتے ہیں مجھے بہرِ صحبت[۱۶]
میں ہوں اک شمع پئے محفلِ احباب بنا

تونگر اپنے کو دیکھے تو مری آنکھ سے دیکھ
اپنا آئینہ مرا دیدۂ پر آب[۱۷] بنا

آہ کے ساتھ جو نکلا شررِ آتشِ دل
چرخ پر جا کے وہ خورشیدِ[۱۸] جہاں تاب[۱۹] بنا

جب کیا عشق کے دریا نے تلاطم[۲۰] اے ذوق
تو کہیں موج بنی اور کہیں گرداب[۲۱] بنا

(۱) دلِ بیتاب سے مراد دلِ عاشق جو وصال و دیدارِ محبوب کے لئے بیتاب ہو رہا ہے (۲) اشک۔ آنسو (۳) سوزشِ دل۔ دل کی جلن۔ مراد گرمیِ عشق و محبت۔ (۴) شعلۂ جوّالہ۔ اس لکڑی کے شعلہ کو کہتے ہیں جس کے دونوں سروں پر آگ لگا کر نہایت تیزی سے اپنے گرد پھراتے ہیں۔ (۵) شعلہ خو۔ مراد معشوق بلحاظ بدمزاجی اور تیزیٔ طبع کے اُسے شعلہ خو کہا ہے۔ (۶) سیماب۔ پارہ۔ سیماب بننا سے مراد بیقرار ہونا۔ بیتاب ہونا۔ بے خبر ہونا۔ (۷) کاسہ۔ پیالہ۔ (۸) چشمِ مخمور۔ معشوق کی مست آنکھیں۔ (۹) جامِ مئے ناب۔ پیالۂ شراب خالص۔ (۱۰) تیرہ روزی۔ سیاہ بختی۔ بدنصیبی۔ (۱۱) مہرِ جہانتاب۔ جہان کو روشن کرنے والا آفتاب۔ (۱۲) کرمکِ شب تاب۔ جگنو۔ (Glow worm) (۱۳) آیتِ سجدہ سے مراد قرآن کریم کی بعض وہ آیات ہیں۔ جب ان کو تلاوت کیا جائے تو قاری پر سجدہ فرض ہو جاتا ہے۔ (۱۴) محراب وہ طاق جو مسجد میں امام کے کھڑے ہونے کے لئے بنایا جاتا ہے۔ (۱۵) خالِ عارض۔ وہ تل جو کسی معشوق کے رخساروں پر ہو اور اس کی خوبصورتی کو دوبالا کر رہا ہو۔ (۱۶) حبیب۔ دوست۔ (۱۷) دیدۂ پُر آب۔ آنسوؤں سے بھری ہوئی آنکھیں۔ (۱۸) چرخ۔ آسمان۔ (۱۹) خورشیدِ جہانتاب۔ دنیا کو روشن کرنے والا آفتاب۔ (۲۰) تلاطم۔ طوفان۔ (۲۱) گرداب۔ بھنور ؛

۶

اُسے ہم نے بہت ڈھونڈھا نہ پایا
اگر پایا تو کھوج اپنا نہ پایا

جس انساں کو سگِ دنیا نہ پایا
فرشتہ اس کا ہمتا پایا نہ پایا

مقدر ہی پہ گر سود و زیاں ہے
تو ہم نے یاں نہ کچھ کھویا نہ پایا

محمد میں بھی تم سے مضطر نے آرام
خدا جانے کہ پایا یا نہ پایا

کیا تھا یا نہ تھا سب ہم پہ گذرا
فلک تو نے کیا اپنا نہ پایا

سراغ عمر رفتہ ہاتھ کیا آئے
کہیں جس کا نشانِ پا[1] نہ پایا

کرے کیا سیرِ دل ملکِ فنا کی
کہ اِس بازار میں سودا نہ پایا

رہِ گم گشتگی میں ہم نے اپنا
غبارِ راہ بھی عنقا نہ پایا

رہا ٹیڑھا مثالِ نیشِ کژدم
کبھی کج فہم کو سیدھا نہ پایا

تہِ خنجر ترے بسمل نے ہے ہے
ذرا قابو تڑپنے کا نہ پایا

احاطے سے فلک کے ہم تو کب کے
نکل جاتے مگر رستا نہ پایا

جہاں دیکھا کسی کے ساتھ دیکھا
کبھی ہم نے تجھے تنہا نہ پایا

چراغِ داغ لیکر دل میں ڈھونڈھا
نشاں پر صبر و طاقت کا نہ پایا

وہ از خود رفتہ ہوں جسکو خودی نے
خدائی میں اگر ڈھونڈھا نہ پایا

مرے مجنوں کی تربت پر جنوں نے
بگولے کے سوا سایا نہ پایا

کیا ہم نے سلام اے عشق تجھ کو
کہ اپنا حوصلہ اتنا نہ پایا

نہ کہیے کیا ہوئے زخمِ دل ہمارا
دہن پایا لبِ گویا نہ پایا

کبھی تو اور کبھی تیرا رہا غم
غرض خالی دلِ شیدا نہ پایا

سوا تیرے خطِ مشکیں کے کوئی
مجرب نسخۂ سودا نہ پایا

وہ بولے دیکھکر تصویرِ یوسف
سنا جیسا اُسے ویسا نہ پایا

نہ مارا تو نے پورا ہاتھ قاتل
ستم میں بھی تجھے پورا نہ پایا

مرے طالع کی وہ گردش ہے جس سے
فلک نے بھی قرار اصلا نہ پایا

نظیر اُس کا کہاں عالم میں اے ذوق
کہیں ایسا نہ پائے گا۔ نہ پایا

(۱) اُس کا اشارہ ذاتِ حق تعالیٰ کی طرف ہے۔ (۲) سگِ دنیا سے مراد وہ شخص جو دنیا کا دلدادہ ہو۔ (۳) ہمپایہ۔ ہم مرتبہ۔ (۴) سود و زیاں۔ نفع و نقصان

(۵) لحد مراد قبر۔ (۶) سراغِ عمرِ رفتہ۔ نشانِ عمرِ گذشتہ۔ گذری ہوئی عمر کا کھوج۔ (۷) عنقا۔ سیمرغ۔ ایک لمبی گردن والے بڑے قدو قامت اور قوی ہیکل پرندہ کا نام جو ایک فرضی پرندہ ہے اور ناپید ہے۔ (۸) نیش کژدم۔ بچھو کا ڈنک۔ (۹) کج فہم۔ بیوقوف۔ بے عقل۔ (۱۰) چراغِ داغ۔ زخمہائے عشق و محبت۔ (۱۱) خودی۔ خود پرستی۔ تکبر۔ غرور۔ (۱۲) بگولہ۔ بادِ گرد۔ (۱۳) دہن سے مراد دہنِ زخم

نام یوں پستی میں بالاتر ہمارا ہوگیا
جس طرح پانی کنوئیں کی تہ میں تارا ہوگیا

میرے نالوں سے جو پانی سنگِ خارا ہوگیا
کوہ کے چشموں کا آنسو ہر شرارہ ہوگیا

ذکرِ دنیا نقشِ مردہ کو ہوا آبِ حیات
مر کے یہ سیماب پھر زندہ دوبارا ہوگیا

دانت یوں چمکے ہنسی میں اس مہ پارہ کے
میں نے جانا ماہِ تاباں پارہ پارہ ہوگیا

بر حبابِ بحر کی کھل جائیگی تارا سی آنکھ
عکس افگن گر رخِ روشن تمہارا ہوگیا

شیخ نے افطاریوں کے تر نوالے کھائے خوب
ہے مگر روزوں کی گرمی سے چھوارا ہوگیا

ایکدم بھی ہم کو جینا ہجر میں تھا ناگوار
پر امیدِ وصل میں برسوں گوارا ہوگیا

ہے مقامِ زندگی زیرِ دمِ شمشیرِ مرگ
ہوگیا جس طرح کوئی دم گذارا ہوگیا

رشک سے اس زلف کے کیا مشک ہی کے سر ہے خون
بلکہ جلکر سوختہ عنبر بھی سارا ہوگیا

دل پہ زخموں کی ترقی سے ہوئی آور اک بہار
آگے تھا صد برگ یہ گل اب ہزارا ہوگیا

ظلمتِ عصیاں سے میرے بنگیا شب روزِ حشر
آفتاب اک نیزے پر دمدار تارا ہوگیا

چشمِ مستِ یار میں آخر ہوئی سرخی عیاں
تو ہمارا خونِ پنہاں آشکارا ہوگیا

ذوق اِس بحرِ جہاں میں کشتیٔ عمرِ رواں
جس جگہ پر جا لگی وہ ہی کنارا ہوگیا

(۱) کنوئیں کی تہ میں تارا ہونا۔ زبانِ اردو کے محاورات میں سے ہے جب کبھی کسی اندھیرے اور گہرے اور پرانے کنوئیں میں دیکھیں تو بسببِ اندھیرے کے کچھ نظر نہیں آتا

(۱۴) یوسف ایک نہایت مشہور خوبصورت پیغمبر کا نام جو حضرت یعقوب علیہ السلام کے بیٹے تھے۔ زلیخا ان پر عاشق تھی۔ (۱۵) طالع۔ قسمت۔ نصیب۔ (۱۶) نظیر۔ مثال۔ مثل۔ (۱۷) جدا

اور غور کے بعد پانی چمکتا ہوا دکھائی دیتا ہے۔ دیکھنے والا کہتا ہے وہ پانی تارا چمکتا ہے کبھی کہتے ہیں بڑا عمیق کنواں ہے ہم نے دیکھا ہوا ہے۔ پانی دور کہیں تہ میں تارا چمکتا ہے۔ (۲) نفس سے مراد نفس امارہ ہے جو نفسانی خواہشوں کا حکم کرتا ہے۔ انسان کی طبیعت کی خواہش جو دنیا کی لذتوں کی طرف ہو۔ (۳) آب حیات زندگی کا پانی۔ آب بقا۔ (۴) ماہِ تاباں چمکتا ہوا چاند۔ (۵) حباب۔ پانی کا بلبلہ۔ (۶) عکس افگن ہونا۔ صورت دکھانا۔ شکل دکھانا۔ (۷) افطاری۔ روزہ کھولنا۔ (۸) گل صد برگ۔ گلاب کا پھول۔ (۹) تاریکیٔ گناہ۔ مفہوم شعر یہ ہے کہ میرے گناہ کی تاریکی اتنی تھی کہ روز قیامت رات کی طرح سیاہ ہو گیا۔ اور آفتاب جو ایک نیزے پر تھا یعنی باوجود قریب ہونے کے ایک دُم دار تارے کی طرح نظر آتا تھا۔

۸

میں ہجر میں مرنے کے قریں ہو ہی چکا تھا — تم وقت پہ آ پہنچے نہیں ہو ہی چکا تھا

اب جان پہ آفت ہے جو آئے ہو دوبارہ — اک بار تو غارتِ دل و دیں ہو ہی چکا تھا

برہم اُسے کیوں تُو نے کیا چھیڑ کے پھر زلف — اے دل وہ ابھی چیں بجبیں ہو ہی چکا تھا

ہوتا جو نہ پیوندِ زمیں تیری گلی میں — آسودہ یہ دل زیرِ زمیں ہو ہی چکا تھا

آنے سے مرے ٹھہر گئے آپ وگرنہ — جانے کا ارادہ تو کہیں ہو ہی چکا تھا

جو خط میں لکھا اُس نے وہ اُس نے لکھنے سے پہلے — مکتوب سرِ لوحِ جبیں ہو ہی چکا تھا

بے بدرقۂ مرگ توقف رہا ورنہ — عزمِ سفرِ جانِ حزیں ہو ہی چکا تھا

کیا ہوتا جو سمجھاتے اسے جا کے مرے دوست — دشمن کا سخن ذہن نشیں ہو ہی چکا تھا

کیا دیکھتے ہم یوسفِ کنعاں کو کہ اپنا — منظورِ نظر ایک حسیں ہو ہی چکا تھا

کیا گرمِ تپش ہوتا تڑپ کر ترے آگے — میں سر بتۂ خنجرِ کیں ہو ہی چکا تھا

سینہ جو کیا چاک تو واں کچھ بھی نہ پایا — کیا جل کے جگر خاک کہیں ہو ہی چکا تھا

جو کچھ کہ ہوا ہم سے وہ کس طرح نہ ہوتا

حکم ازلی ذوق یونہی ہو ہی چکا تھا

(۱) قریں۔ قریب۔ (۲) ہو ہی چکا تھا۔ مر ہی چکا تھا۔ (۳) غارت۔ برباد۔ تباہ۔ (۴) بچیں بجبیں ہونا۔ غصہ ہونا۔ رنجیدہ ہونا۔ (۵) پیوندِ زمیں ہونا۔ زیرِ زمیں ہونا۔ دفن ہونا۔ (۶) آسودہ ہونا۔ آرام حاصل کرنا۔ (۷) مکتوبِ سرِ لوحِ جبیں۔ نوشتۂ تقدیر۔ (۸) بدرقۂ مرگ۔ راہبرِ موت۔ راہنمائے موت۔ (۹) حزیں۔ مغموم۔ رنجیدہ۔ (۱۰) یوسفِ کنعاں۔ مشہور خوبصورت پیغمبر حضرتِ یعقوبؑ کے بیٹے جن پر زلیخا عزیز مصر کی بیوی عاشق تھی۔ (۱۱) کیں۔ کینہ۔ دشمنی۔ عداوت۔ (۱۲) حکمِ ازلی سے مراد حکمِ حق تعالےٰ۔ مشیّتِ ایزدی +

۹

ہم ہیں اور سایہ ترے کوچے کی دیواروں کا
محتسب گرچہ دل آزار ہے میخواروں کا

اتنا تو سوزِ فغاں ہو کہ چمن میں بلبل
چرخ پر بیٹھ رہا جان بچا کر عیسےٰ

ہوں رگیں حلق بریدہ کی ہمارے خونبار
ہیں کماندار ترے تیرِ مژہ تشنۂ خون

کیوں نہ ہر تار میں سو دل ہوں گرفتار کہ زلف
دینگے جاں بوسۂ لبِ نمکیں پر ہم بھی

کام جنت میں ہے کیا ہم سے گنہگاروں کا
دیجئے اک جام تو ہے یار ابھی یاروں کا

خرمنِ گل کی جگہ ڈھیر ہو انگاروں کا
ہو سکا جب نہ مداوا ترے بیماروں کا

گر تماشہ تجھے منظور ہو فواروں کا
منہ کھلا رہتا ہے اسواسطے سوفاروں کا

جیلخانہ ہے محبت کے گرفتاروں کا
بان نثاری ہے اگر شیوہ نمکخواروں کا

بے سیاہی نہ چلا کام قلم کا اے ذوق
تو سیاہی سر و ساماں ہے تبہ کاروں کا

(۱) محتسب۔ حساب کرنے والا۔ خلافِ شرع باتوں کی ممانعت کرنے والا حاکم۔ کوتوال۔ (۲) کھلیان۔ ڈھیر۔ (۳) چرخ۔ آسمان۔ (۴) مداوا۔ علاج۔ (۵) حلق بریدہ۔ جس کا حلق کٹا ہوا ہو۔ (۶) خونبار۔ خون برسانے والی۔ (۷) تشنۂ خون۔

خون کے پیاسے۔ (۸) سوفار تیر کا منہ۔ (۹) لعلِ نگیں۔ معشوق کے ہونٹ۔ (۱۰) شیوہ۔ طریقہ۔ (۱۱) سیاہ کار۔ گنہگار +

نالہ اس شور سے کیوں میرا دہائی دیتا
دیکھ چھوٹوں کو ہے اللہ بڑائی دیتا
لاکھ دیتا فلک آزار گوارا تھے مگر
دے دعا وادیٔ پُرخارِ جنوں کو ہر گام
پنجۂ مہر کو خونِ شفقی میں ہر صبح
روش اشک گرا دینگے نظر سے اک دن
میں وہ ہوں صید کہ پھر دام میں پھنستا جا کر
کون گھر آئینے کے آتا اگر وہ دل میں
خوگرِ ناز ہوں کس کا کب مجھے ساغرِ مے
منہ سے بس کہتے نہ ہرگز یہ خدا کے بندے

۱۰

اے فلک گر تجھے اونچا نہ سنائی دیتا
آسماں آنکھ کے تل میں ہے دکھائی دیتا
ایک تیرا نہ مجھے دردِ جدائی دیتا
داد تیری ہے اے آبلہ پائی دیتا
غوطے کیا کیا ہے ترا دستِ حنائی دیتا
ہے ان آنکھوں سے ہی مجھکو جھائی دیتا
گر قفس سے مجھے صیاد رہائی دیتا
خاکساری سے نہ جاروبِ صفائی دیتا
بوسۂ لب نہیں ہے چشم نمائی دیتا
گر حریصوں کو خدا ساری خدائی دیتا

دیکھ گر دیکھنا ہے ذوق کہ وہ پردہ نشین
دیدۂ روزنِ دل سے ہے دکھائی دیتا

(۱) وادیٔ پرخارِ جنوں مراد وادیٔ عشق جو مصائب و آلام سے بھری ہوئی ہے۔ (۲) ہر گام۔ ہر قدم۔ (۳) داد دینا۔ انصاف کرنا۔ (۴) آبلہ پائی۔ پاؤں میں چھالے پڑنا۔ (۵) صید۔ شکار۔ (۶) چشم نمائی۔ ڈرانا۔ دھمکانا۔ (۷) حریص۔ لالچی۔ (۸) پردہ نشین۔ پردہ میں بیٹھنے والا۔ مراد حق تعالےٰ۔ (۹) دیدۂ روزنِ دل۔ دل کی آنکھ۔ مطلب۔ اگر تم حق تعالےٰ کو دیکھنا چاہتے ہو تو دل کی آنکھ کے ذریعہ سے دیکھو۔ یعنی دیدارِ حق تعالےٰ کے لئے پاکیزگیٔ قلب لازمی ہے +

ہونا عاشق سوچ کر اس دشمنِ ایمان کا
دل نہ کر جلدی کہ جلدی کام ہے شیطان کا

۱

جھوٹ ہی جانوں کلام اُس رہزنِ[1] ایمان کا
پہن کر جامۂ[2] بھی وہ آئے اگر قرآن کا

تو ہماری زندگی پر زندگی کی کیا اُمید
تو ہماری جان لیکن کیا بھروسہ جان کا

جو دلِ پُر آرزو سے نکلا نالۂ عشق میں
ایک پُتلا تھا سراپا حسرت[3] و حرمان کا

بن گیا جوشِ محبت سے ہمارے سینہ میں
ماہیٔ[4] دریائے خوں جوہر ترے پیکان[5] کا

جو فرشتے کرتے ہیں کر سکتا ہے انسان بھی
پر فرشتوں سے نہ ہو جو کام ہے انسان کا

یہ تپِ غم کی ہے شدت اس مریضِ بیمار کو
یومِ رحلت بھی ہے جس میں اسکے دن بحران[6] کا

اے اجل تکلیف مت کر کیا کریگی آن کر
ہو چکا پہلے ہی میں کشتہ کسی کی آن[7] کا

ہو سکے آلودہ[8] دامن پاکدامن[9] کس طرح
اے زلیخا[10] چھوڑ دامن یوسفِ[11] کنعان کا

نفس بے مقدور کو قدرت ہو گر تھوڑی سی بھی
دیکھ پھر ساماں اس فرعونِ[12] بےساماں کا

دیکھنا اے ذوق ہونگے آج پھر لاکھوں کے خون
پھر جایا اس نے لعلِ[13] لب پہ لاکھا پان کا

(۱) رہزنِ ایمان۔ ایمان کو لُوٹ لینے والا۔ مراد معشوق۔ (۲) جامۂ قرآن پہننا۔ اپنے آپ کو پرہیزگار اور متقی ظاہر کرنا۔ (۳) حسرت۔ افسوس۔ ارمان پشیمانی۔ حرمان بمعنی محروم رہنا۔ نااُمیدی۔ (۴) ماہی مچھلی۔ (۵) تیر کا پھل۔ برچھی کی انی۔ (۶) بحران۔ تپ کی حالت میں جو تغیر انسان کی طبیعت میں واقع ہوتا ہے۔ طبیعت اور مرض کا باہمی مقابلہ۔ بحران کی حالت میں اگر طبیعت غالب ہو جائے تو جلد صحت ہو جاتی ہے۔ اگر مرض غالب آ جائے تو موت واقع ہو جاتی ہے۔ (۷) آن مراد معشوق کے ناز و نخرے۔ (۸) آلودہ دامن۔ گنہگار۔ (۹) پاکدامن۔ پرہیزگار۔ (۱۰) زلیخا۔ عزیزِ مصر کی بیوی جو شادی سے پہلے حضرت یُوسف کو خواب میں دیکھ کر اُن پر عاشق ہو گئی تھی۔ اور آخر کار عزیزِ مصر کی موت کے بعد حضرت یوسف کے نکاح میں آئی تھی۔ (۱۱) یُوسف۔ زلیخا کے معشوق اور

حضرت یعقوب علیہ السّلام کے بیٹے جو اپنے حُسن و جمال کی وجہ سے شہرۂ آفاق ہیں۔
(۱۲) فرعون۔ قدیم زمانے میں شاہانِ مصر کا لقب تھا۔ اور عام لوگ فرعون خاص
اس بادشاہ کو کہتے ہیں جس کا نام "سیتی نیپ تا" تھا اور جو حضرت موسیٰ علیہ
السّلام کے زمانہ میں ہوا ہے۔ اور جس نے بنی اسرائیل پر بڑے ظلم کئے جب
حضرت موسیٰ اپنی قوم بنی اسرائیل کو مصر سے لے کر چلے تو یہ فوج لے کر اُن کے
تعاقب میں روانہ ہوا۔ اور اپنی فوج سمیت دریائے نیل میں غرق ہو گیا۔
اس نے خدائی کا دعویٰ کیا تھا۔ (۱۳) لب۔ معشوق کے سُرخ و رنگین ہونٹ۔

کسی بیکس کو اے بیدادگر[1] مارا تو کیا مارا ‖ جو آپ ہی مر رہا ہو اس کو گر مارا تو کیا مارا ۱۲

بڑے موذی کو مارا نفسِ امّارا[2] کو گر مارا ‖ نہنگ و اژدہا و شیرِ نر مارا تو کیا مارا

نہ مارا آپ کو جو خاک ہو اکسیر بن جاتا ‖ اگر پارے کو اے اکسیرگر مارا تو کیا مارا

خطا تو دل کی تھی قاتل بہت سی سکھائیں ‖ تری زلفوں نے مشکیں باندھ کر مارا تو کیا مارا

نہیں وہ قول کا سچا ہمیشہ قول دے دیکر ‖ جو اُس نے ہاتھ میرے ہاتھ پر مارا تو کیا مارا

تفنگ و تیر تو ظاہر نہ تھا کچھ پاس قاتل کے ‖ الٰہی پھر جو دل پر تاک کر مارا تو کیا مارا

ہنسی کے ساتھ یاں رونا ہے مثلِ قلقلِ مینا ‖ کسی نے قہقہہ اے بیخبر مارا تو کیا مارا

مرے آنسو ہمیشہ ہیں برنگِ لعل غرقِ خوں ‖ جو غوطہ آب میں تُو نے گہر مارا تو کیا مارا

جگر زخمی ہے اور دل لوٹتا ہے غم کیا جانے ‖ اِدھر مارا تو کیا مارا اُدھر مارا تو کیا مارا

دلِ سنگینِ خسرو پر بھی ضرب کوہکن پہنچی ‖ اگر تیشہ سرِ کہسار پر مارا تو کیا مارا

گیا شیطان مارا ایک سجدے کے نہ کرنے میں ‖ اگر لاکھوں برس سجدے میں سر مارا تو کیا مارا

دلِ بدخواہ میں تھا مارنا یا چشمِ بدبیں میں
فلک پر ذوقؔ تیرِ آہ اگر مارا تو کیا مارا

(۱) بیدادگر۔ ظالم۔ (۲) نفسِ امّارہ۔ نفسانی خواہشوں کا حکم کرنیوالا نفس۔

انسان کی طبیعت کی خواہش جو دنیاوی لذائذ کی طرف ہو۔ وہ نفس جو انسان کو بُرے کاموں کی ترغیب دیتا ہے۔ امارہ مبالغہ کا صیغہ ہے جس کے معنی ہیں سخت حکم کرنے والا۔ (۳) نہنگ۔ مگرمچھ۔ (۴) اکسیرگر۔ مہوسی۔ کیمیاگر۔ (۵) تفنگ۔ بندوق۔ (۶) قلقل مینا۔ صراحی کو انڈیلتے وقت جو آواز پیدا ہوتی ہے۔ اسے قلقل کہتے ہیں۔ (۷) گہر۔ موتی۔ (۸) خسرو۔ ایران کے مشہور و معروف بادشاہ خسرو پرویز کا نام جو ہرمز کا بیٹا تھا۔ اور نوشیرواں کا پوتا تھا۔ فرہاد کی معشوقہ شیریں اس کی ملکہ تھی۔ (۹) کوہکن۔ لقبِ فرہاد جو شیریں کا عاشق تھا۔ (۱۰) شیطان۔ عزازیل جو آدم کو سجدہ نہ کرنے پر آسمانوں سے نکالا گیا۔

ہنگامۂ[1] گرم ہستیِ[2] ناپائدار کا
چشمک[3] ہے برق کی کہ تبسم[4] شرار کا

میں جو شہید ہوں لبِ خندانِ یار کا
ہنستا ہے چراغ بھی میرے مزار کا

ہو راز دل نہ یار سے پوشیدہ یار کا
پردہ جو درمیاں نہ ہو دل کے غبار کا

آتا ہے گر تو آؤ کہ سینے سے جھلکے اب
آنکھوں میں آکے ٹھہرا ہے دم انتظار کا

ہو پاکدامنوں کو خلش گر ہے کیا خطر
کھٹکا نہیں نگاہ کو مژگاں کے خار کا

پوچھے ہے کیا حلاوتِ تحابۂ سرشک
شربت ہے باغِ خلدِ بریں کے انار کا

پہنچیگا تیرے پاس کبوتر سے پیشتر
مکتوبِ شوق آہ کے تیر سے بیقرار کا

ہے عین وصل میں بھی مری آنکھ سوئے در
ٹپکا جو پڑ گیا ہے مجھے انتظار کا

قاصد لکھوں لفافہ کو خطِ غبار سے
تا جانے وہ یہ خط ہے کسی خاکسار کا

دیکھا اپنے درِ گوش کو عارض کے متصل
دیکھا نہ ہو ستارہ جو صبح بہار کا

ہے دل کی داغ گھات میں مژگاں سے چھپا
کرتی ہے قصد شتی کی اوجھل شکار کا

بجھنے کی دل کی آگ نہیں زیرِ خاک بھی
ہوگا درخت گور پہ میری چنار کا

اس ہونٹ تابناک پہ ہر قطرۂ عرق
گویا اک ستارہ ہے صبح بہار کا

اے ذوقؔ گر ہیں ہوش تو دُنیا سے دُور بھاگ
اس میکدے[11] میں کام نہیں ہوشیار کا

(۱) ہنگامہ گرم ہونا - رونق - شورش - (۲) ہستی ناپائدار - زندگی بے ثبات - فانی زندگی - (۳) چشمک - جھپکی - تبسم - مسکراہٹ - (۵) دل کا غبار - کدورت - مراد کثافتِ قلب - (۶) حلاوت - مزہ - شیرینی - شھاس - (۷) تلخابہ سرشک - آنسوؤں کی تلخی - کڑواہٹ - (۸) چنار - ایک بڑے درخت کا نام ہے اس کے پتے انسان کے پنجے کے مشابہ ہوتے ہیں - کہا جاتا ہے کہ رات کو اس درخت سے خود بخود آگ کی چنگاریاں جھڑتی ہیں - اس درخت میں پھل نہیں آتا ❖ (۹) تابناک - روشن - خوبصورت - رونق و شاندار - (۱۰) عرق - پسینہ - (۱۱) میکدہ - شرابخانہ - مراد دُنیا ❖

۴

خطر ہے خوں سے دلِ پائمال[1] کے کیسا
بغل سے لیگئے دل کو نکال کر وہ صریح[2]
کسی کے رُخ پہ ہے جوگی جو چشم ہندو زاد
نمود[3] خال کی دیکھو تو زیرِ ابروئے یار
ہماری نعش[5] پہ ہنگامہ کیوں ہے اے قاتل[6]
شبِ فراق میں اُس مہ جبیں کے انجم چرخ

چلا ہے دیکھو وہ دامن سنبھال کے کیسا
جو مانگا تو کہا آنکھیں نکال کے کیسا
ہجوم کرتے ہیں مژگان کے بالکے کیسا
ستارہ نکلا ہے نیچے ہلال[4] کے کیسا
اُٹھا ہے قصہ یہ بعد انتقال کے کیسا
مجھے ڈراتے ہیں آنکھیں نکال کے کیسا

ہزار دم ہیں اُسے یاد تو نے دیکھا ذوقؔ
گیا وہ غیر کے گھر مجھ کو ٹال کے کیسا

(۱) پائمال - تباہ - خراب حال - خستہ حال - (۲) صریح - ظاہر - آشکار - (۳) نمود - ظاہر ہونا - رونق - شان و شوکت - (۴) ہلال - نیا چاند - پہلی دوسری اور تیسری رات کا چاند - کیونکہ تیسری رات کے بعد قمر کہلاتا ہے - (۵) نعش - لاش - (۶) قاتل

قتل کرنے والا۔ مراد معشوق۔ (۷) قصہ جھگڑا۔ (۸) بعد انفعال۔ بعد فیصلے کے۔ مراد مرگ عاشق کے بعد۔ (۹) انجم چرخ۔ آسمان کے ستارے۔ (۱۰) دم۔ فریب حیلہ۔ دھوکا ◆

میں کہاں سنگِ دریا ہے ٹل جاؤنگا
کیا وہ پتھر ہے پھسلنا کہ پھسل جاؤنگا

دل یہ کہتا ہے کہ تا چرخِ زحل[۱] جاؤنگا
بلکہ میں توڑ کے اُسکو بھی نکل جاؤنگا

آج اگر راہ نہ پاؤنگا تو کل جاؤنگا
کوچۂ یار میں مَیں سر ہی کے بل جاؤنگا

کتنا وحشت[۲] سے ہے یہ جامۂ پیری[۳] میرا
دیکھ کپڑا ہوں پرانا ابھی چل[۴] جاؤنگا

عقل سے کہدو کہ لائے نہ یہاں اپنی کتاب
مَیں ہوں دیوانہ ابھی گھر سے نکل جاؤنگا

اے صنم در پہ نہیں دیر میں جا بیٹھوں گا
کچھ مَیں بچہ تو نہیں ہوں کہ مچل[۵] جاؤنگا

کہتا پیراہنِ گل ہے یہ نزاکت سے نسیم
ہاتھ مجھ کو نہ لگانا کہ نکل جا[۶] ؤنگا

سنتے ہو زاہد و ناصح جو سمجھاتے ہیں مجھے
کیا بدل دیوینگے یہ اور مَیں ہل جاؤنگا

دل یہ کہتا ہے کہ تو ساتھ نہ لے چل مجھکو
جا کے مَیں واں ترے قالبوں[۷] سے نکل جاؤنگا

مدرسہ میں بھی اگر جاؤنگا تو جائے کتاب
شیشۂ بادہ[۸] لئے زیرِ بغل جاؤنگا

کوچۂ یار میں جاؤنگا تو مثلِ خورشید
پاسِ آداب سے مَیں سر ہی کے بل جاؤنگا

داغ کہتا ہے مجھے روزنِ سینہ سے نکال
ورنہ خوں[۹] ہو کے میں آنکھوں سے نکل جاؤنگا

سرد مہر ہوں بھی فلک ڈال نہ پالا کہ بن آگ
نخلِ ہر مازدہ کی طرح سے جل جاؤنگا

آنکھ سے اشک صفت مجکو گرا کر نہ اٹھا
دل نہیں مَیں کہ سنبھالے سے سنبھل جاؤنگا

قیس و فرہاد کو بتلاؤنگا کچھ عشق کی راہ
اب کی مَیں گر طرفِ دشت[۱۰] و جبل جاؤنگا

گر پڑا آگ میں پروانہ دمِ گرمیٔ شوق[۱۱]
سمجھا اتنا بھی نہ کمبخت کہ جل جاؤنگا

ہوں وہ مشتاقِ شہادت کہ ترے آگے میں
ہائے کو ہاں[۱۲] تہِ شمشیرِ اجل[۱۳] جاؤنگا

جنبشِ برگ صفت باغِ جہاں میں اے ذوقؔ

کچھ نہ ہاتھ آئے تو میں ہاتھ تو مل جاؤنگا

(۱) زحل۔ ایک ستارہ کا نام ہے جو ساتویں آسمان پر ہے۔ اسے نحسِ اکبر خیال کیا جاتا ہے۔ (۲) وحشت مُراد جنونِ عشق۔ (۳) جامۂ پیری مراد ضعیفی۔ کہن سالگی۔ (۴) چل جانا۔ پھٹ جانا۔ (۵) مچلنا۔ ضد کرنا۔ (۶) نکل جانا مراد پھٹ جانا۔ (۷) قابو سے نکل جانا۔ قبضہ سے باہر ہوجانا۔ (۸) شیشۂ بادہ۔ بوتلِ شراب۔ (۹) خون ہوکے۔ مراد آنسوؤں کی صورت میں تبدیل ہوکر۔ (۱۰) قیس وفرہاد۔ مشہور ومعروف عاشق۔ قیس لیلیٰ پر عاشق تھا جسے مجنوں کہتے ہیں۔ اور فرہاد شیریں پر عاشق تھا جسے کوہکن کہتے ہیں۔ (۱۱) دشت۔ صحرا۔ جبل۔ پہاڑ۔ (۱۲) گرمیٔ شوق۔ جوشِ محبت۔ گرمیٔ عشق۔ (۱۳) پائے کوباں۔ رقص کرتے ہوئے۔ ناچتے ہوئے۔ (۱۴) اجل۔ موت +

۱۶

اس سے تو اور آگ[1] وہ بیدرد[2] ہوگیا — اب آہِ آتشیں سے بھی دل سرد[3] ہوگیا

سینے میں بوالہوس[4] کے بھی تھا آبلہ مگر — نشتر کا نام سنتے ہی منہ زرد ہوگیا

سو بار مر کے عاشقِ جاں باختہ[5] تھا — لڑنے کو پھر کھڑا رَوِشِ نرد[6] ہوگیا

مجنوں بھی دشت گرد تھا مانندِ گردباد — جب خاک اُڑائی ہمنے تو وہ گرد[7] ہوگیا

اس صیدِ تیر خوردہ[8] کو تو نے کیا نہ ذبح — آخر تڑپ تڑپ کے یونہی سرد[9] ہوگیا

واں سُرخ شگفتگی سے گل وردبن گیا — یاں غم سے رُوئے زرد گلِ زرد ہوگیا

پیرِ مغاں کے پاس وہ دارو ہے جس سے ذوق
نامرد مرد مرد جواں مرد ہوگیا

(۱) آگ ہونا۔ غصہ میں آنا۔ (۲) بیدرد۔ ظالم۔ مراد معشوق۔ (۳) دل سرد ہونا۔ مایوس ہونا۔ (۴) بوالہوس۔ طامع۔ لالچی۔ خواہشاتِ نفسانی کا غلام۔ مراد جھوٹا عاشق۔ (۵) جان باختہ۔ مُردہ۔ بے جان۔ (۵) طریق۔ (۶) نرد۔

چوسر کی گوٹ۔ شطرنج کا مہرہ ۔(۷) گرد ہونا۔ شرمندہ ہونا ۔ مات ہونا ۔(۸) صید تیر خوردہ۔ عاشق جو معشوق کے تیرِ الفت یا تیرِ غمزہ سے گھائل ہوگیا ہو۔ (۹) سرد ہونا۔ مرجانا۔ (۱۰) پیرِ مغاں۔ لغوی معنے آتش پرستوں کا پیشوا۔ شراب فروش۔ مراد مرشدِ طریقت۔

۱۷

پانی طبیب دے ہے ہمیں کیا بجھا ہوا — ہے دل ہی زندگی سے ہمارا بجھا ہوا

کہتے تھے آفتابِ قیامت جسے سو وہ — نکلا چراغِ داغِ دل اپنا بجھا ہوا

چشمِ غضب سے نیم نگہ میرے واسطے — اک نیمچہ ہے زہر میں گویا بجھا ہوا

پھر دل میں آہِ سرد ہوئی میرے شعلہ زن — لو پھر بھڑک اٹھا یہ فتیلا بجھا ہوا

پہلے نشانہ کرتا وہ بندوق کا مجھے — پر تھا مرے نصیب میں توڑا بجھا ہوا

جلکر اگر بجھا بھی دلِ سوختہ مگر — تو پھر جلیگا جیسے کہ کولا بجھا ہوا

ہم آپ جل بجھے مگر اس دل کی آگ کو

سینے میں ہم نے ذوق نہ پایا بجھا ہوا

(۱) طبیب۔ معالج۔ حکیم۔ (۲) بجھا ہوا۔ مایوس۔ (۳) نیمچہ۔ چھوٹی تلوار۔ (۴) فتیلا۔ بتی۔ (۵) دلِ سوختہ۔ جلا ہوا دل۔ مراد دلِ عاشق۔ (۶) دل کی آگ۔ مراد آتشِ عشق و محبت۔

۹

جدا ہوں یار سے ہم اور نہ ہوں رقیب جدا — ہے اپنا اپنا مقدر جدا نصیب جدا

تری گلی سے نکلتے ہی اپنا دم نکلا — ہے ہے کیونکہ گلستاں سے عندلیب جدا

دکھا دے جلوہ جو مسجد میں وہ بتِ کافر — تو چیخ اٹھے موذن جدا خطیب جدا

جدا نہ دردِ جدائی ہو گر مرے اعضا — حروفِ درد کی صورت ہوں بے طبیب جدا

ہے اور علم و ادب مکتبِ محبت میں — کہ ہے وہاں کا معلم جدا ادیب جدا

ہجومِ اشک کے ہمراہ کیوں نہ ہو نالہ — کہ فوج سے نہیں رہتا کبھی نقیب جدا

فراقِ خلد سے گندم ہے سینہ چاک ابتک
الٰہی ہو نہ وطن سے کوئی غریب[9] جدا

کیا حبیب[10] کو مجھ سے جدا فلک نے اگر
نہ کر سکا مرے دل سے غمِ حبیب[11] جدا

کریں جدائی کا کس کس کے رنج ہم اے ذوقؔ
کہ ہونے والے ہیں سب ہم سے عنقریب جدا

(۱) عندلیب ۔ بلبل ۔ (۲) بُتِ کافر مراد معشوق ۔ (۳) موذن ۔ اذان دینے والا ۔ (۴) خطیب ۔ خطبہ پڑھنے والا ۔ امام ۔ (۵) طبیب ۔ معالج ۔ (۶) معلّم تعلیم دینے والا ۔ استاد ۔ (۷) ادیب ۔ ادب سکھانے والا ۔ (۸) نقیب ۔ وہ شخص جسے لوگوں کے نسب معلوم ہوں ۔ قوم کے جاننے والا ۔ (۹) غریب ۔ مسافر ۔ (۱۰) حبیب ۔ معشوق ۔ دوست ۔ (۱۱) غمِ حبیب ۔ محبت و اُلفت دوست +

۱۹

شکر پردے ہی میں اُس بُت کو حیا نے رکھا
ورنہ ایمان گیا ہی تھا خدا نے رکھا

تھا نہ پامالِ رہِ عشق میں تربت کا نشاں
بارے تعویذ تو نقشِ کفِ پا نے رکھا

تلخ کامی کا رہا بعدِ فنا بھی یہ اثر
استخواں کو مرے منہ پر نہ ہما نے رکھا

آشیاں باغ میں ڈھونڈھا جو قفس سے جا کر
ایک تنکا بھی نہ تھا بادِ صبا نے رکھا

دل جو دیوانہ نہ تھا طرہ پھر کیوں اس کو
پابزنجیر تری زلفِ دوتا نے رکھا

آنکھیں دیدار طلب گور سے آئی ہیں نکل
دستۂ نرگس کا نہیں کس نے سرہانے رکھا

پئے ناواقفِ رہ پہلے ہے رہبر موجود
گور سے آگے قدم دیکھو عصا نے رکھا

ناتوانی میں نہ تنِ زار مرا دیکھ سکا
خوب دھوکے میں اُسے تارِ قبا نے رکھا

نہ رکھے خوبی و زشتی سے غرض آئینہ وار
گھر میں مہمان جسے اہلِ صفا نے رکھا

کیا تماشا ہے کہ دیوانہ بنا کر اپنا
نام مجنوں مرا اُس ہوشربا نے رکھا

شربتِ مرگ سے محروم نہ رہتا کبھی خضر
ایک ناکام اُسے آبِ بقا نے رکھا

نہ گیا مر کے بھی اس مصحفِ رخسار کا شوق
کر دیا گور پہ قرآن سرہانے رکھا

	بے نشاں[1] پہلے فنا سے ہو تو ہو تجکو بقا ورنہ ہے کس کا نشاں ذوق فنا نے رکھا	

(۱) تبت ۔ مراد معشوق ۔ (۲) رکھا مراد بچا یا ۔ (۳) نقش کف پا ۔ معشوق کے تلووں کے نشانات ۔ (۴) تلخ کامی ۔ مراد مصائب و آلام زندگی ۔ (۵) نرگس ۔ ایک پھول کا نام جسے عام طور پر معشوق کی آنکھوں سے تشبیہ دیتے ہیں ۔ (۶) ناواقف راہ ۔ جو راستہ سے ناواقف ہو ۔ (۷) عصا ۔ لاٹھی ۔ مطلب وہ لوگ جو راستہ سے ناواقف ہیں اُن کے لئے راہبر موجود ہے ۔ جیسے عصا یعنی لاٹھی جس کے سہارے انسان ضعیفی کے زمانہ میں چلتا ہے ۔ گویا اس امر کا نشان ہے کہ اب موت کا زمانہ قریب آگیا ہے ۔ اور بقول شاعر یہ عصا منزل قبر کی طرف راہنمائی کرتا ہے ۔ (۸) ناتواں بین ۔ حاسد ۔ (۹) تن زار ۔ کمزور و بیمار جسم ۔ (۱۰) قبا ۔ اچکن ۔ ایک قسم کا لباس جسے اُمرا پہنتے ہیں ۔ (۱۱) خوبی و زشتی ۔ خوبصورتی و بدصورتی ۔ (۱۲) اہل صفا ۔ صُوفی ۔ (۱۳) ہوش رُبا ۔ مراد معشوق جو عاشق کو اُس کے ہوش و حواس سے کھو دیتا ہے ۔ (۱۴) خضر ۔ ایک مشہور پیغمبر کا نام جن کے متعلق مشہور ہے کہ وہ راستہ کھوئے ہوؤں کو راستہ بتاتے ہیں ۔ (۱۵) آبِ بقا ۔ آبِ حیات ۔ (۱۶) مصحف ۔ قرآن شریف ۔ شعرا عام طور پر معشوق کے رخسار کو مصحف سے تشبیہ دیتے ہیں ۔ (۱۷) مطلب ۔ اگر تو موت سے پہلے اپنی ہستی کو مٹا ڈالے تو تجھے ابدی زندگی مل سکتی ہے ۔ ورنہ اس ذوق موت نے نہ کسی کے نشان کو باقی رکھا ہے نہ رکھیگی ۔ صرف وہی لوگ لازوال زندگی کے مالک ہیں جو اپنی ہستی کو حق تعالےٰ کی راہ میں مٹا ڈالتے ہیں ۔

۱ نشہ دولت کا بد اطوار[1] کو جس آن چڑھا عشق کے شعبے[2] پہ نہ کوئی بجز انسان چڑھا	سر پہ شیطان کے اک اَور بھی شیطان چڑھا اس کے قابو پہ چڑھا تو یہی نادان[3] چڑھا

چڑھ گیا جبکہ زمیں توسنِ وحشت اپنا — دیکھئے افلاک پہ ہم خاکِ بیابان چڑھا

میں نے دیکھا مہِ نو کو تو اُس ابرو کا خیال — لیکے خنجر مری چھاتی پہ وہیں آن چڑھا

دیکھئے ملت و دیں کتنے کریگا برباد — باؤ کے گھوڑے پہ وہ دشمنِ ایمان چڑھا

مصحفِ رخ پہ ترے رنگ سنہرا تیرا — واہ کیا خوب ہے سونا سرِ قرآن چڑھا

کشتۂ دستِ حنا بستہ ہوں ان ہاتھوں سے — کبھی دو پھول تو لاکر تو مری جان چڑھا

آنکھ تو لڑ گئی پر کوئی بھی اس دل کے سوا — فوجِ مژگان کے نہ منہ پر سرِ میدان چڑھا

بوالہوس جاتے ہیں گر دام میں آہو کی طرح — چلّہ ابرو کی کماں پر ترے قربان چڑھا

دیکھو قسمت کا لکھا اُسنے پڑھا خط سو بار — دھیان پر میرا نہ مطلب کسی عنوان چڑھا

سنگِ سرمہ میں سیہ تاب تھی وہ تیغِ نگاہ — گردشِ چشم نے پر دی ہے غضب سان چڑھا

غمزۂ یار کو دی سونپ متاعِ دل و جان — چور تھا پر نظر اپنی پہ نگہبان چڑھا

اشک آئے نہیں مژگاں پہ کہ یاروں نے ابھی — پانی سو نیزے دیا باندھ کے طوفان چڑھا

حضرتِ عشق کی درگاہ میں آکر اے ذوقؔ
دل و دیں دیتے ہیں سب گبر و مسلمان چڑھا

(۱) بد اطوار۔ برے طور و طریقہ والا انسان۔ (۲) ڈھب پر چڑھنا۔ قابو میں آنا۔ (۳) نادان بے وقوف۔ (۴) توسن گھوڑا۔ (۵) باؤ کے گھوڑے پر چڑھنا۔ ہوا کے گھوڑے پر سوار ہونا۔ (۶) دشمنِ ایمان مراد معشوق۔ (۷) مصحفِ رُخ۔ مراد چہرۂ معشوق۔ (۸) دستِ حنا بستہ۔ وہ ہاتھ جن پر مہندی لگائی گئی ہو۔ (۹) مطلب۔ اگرچہ میرے خط کو معشوق نے سو بار پڑھا لیکن یہ میری بدقسمتی تھی کہ وہ کسی طرح بھی میرا مقصد نہ سمجھ سکا۔ (۱۰ و ۱۱) مطلب۔ معشوق کی تیغِ نگاہ سرمہ لگانے سے اور چمکدار ہو گئی تھی لیکن اُس کی آنکھ کی گردش نے اسے نہایت تیز کر دیا۔ (۱۲) غمزہ۔ اُس حرکتِ معشوقانہ کو کہتے ہیں جو آنکھ سے کی جائے۔ (۱۳) نگہبان چڑھنا۔ مراد ہم نے اُسے

نگہبان خیال کیا تھا ۔

نیمچہ[1] جب ہول وہ بانکا جوان[2] لینے لگا
موت کے جی میں ترحّم یہ نیم جاں[3] لینے لگا

تیر چٹکی میں لیا اس نے پئے جانِ عدو[4]
رشک میرے لیں کیا کیا چٹکیاں لینے لگا

نام میرا سُن کے مجنوں کو جمائی آ گئی
بید مجنوں دیکھکر انگڑائیاں لینے لگا

مجھکو ہر شب ہجر کی ہونے لگی جوں روزِ حشر[5]
مجھسے یہ کس دن کے بدلے آسماں لینے لگا

ہے جو غنچوں کا چٹکنا انگلیوں کی سی چٹک
یہ بلائیں کس کی باغ اے باغباں لینے لگا

جس نے کی اس میکدے[6] میں بیعتِ دستِ سبو[7]
وہ قدم تیرے بس اے پیرِ مغاں[8] لینے لگا

لیکے آئینہ جو دیکھی حُسن کی اپنے بہار
اپنے بوسے آپ وہ غنچہ دہاں لینے لگا

تیز جو کرنے لگا عشاق پر تیغِ نگاہ
چشم کی گردش سے وہ کار فساں[9] لینے لگا

حُسن سے ہوتا دلِ آہن[10] بھی گرمِ اختلاط[11]
شمع کی گلگیر[12] جو منہ میں زباں لینے لگا

موت اُسکو یاد کرتی ہے خدا جانے کہ گور
یوں ترا بیمارِ غم جو ہچکیاں لینے لگا

رات کو اے ذوقؔ اس کی نوکِ مژگاں کا خیال
تن پہ ہر مُو[13] سے مرے کارِ سناں[14] لینے لگا

(۱) نیمچہ ۔ چھوٹی تلوار۔ (۲) بانکا جوان مراد معشوق ۔ بانکا بلحاظ حُسن وجمال کے کہا ہے ۔ (۳) نیم جان ۔ مراد عاشق ۔ (۴) عدو ۔ دشمن ۔ (۵) روزِ حشر ۔ روز قیامت ۔ (۶) میکدہ ۔ شراب خانہ مراد میکدۂ عشق و اُلفت ۔ (۷) سبو ۔ پیالہ ۔ (۸) پیرِ مغاں ۔ شراب فروش ۔ مرشد ۔ (۹) فسان ۔ سان ۔ جس پر تلوار ۔ چھُری ۔ چاقو ۔ اُسترا وغیرہ تیز کرتے ہیں ۔ (۱۰) آہن ۔ لوہا ۔ (۱۱) گرمِ اختلاط ہونا ۔ اظہار محبت و دوستی کرنا ۔ (۱۲) گلگیر شمع کا گل کترنے کی قینچی ۔ (۱۳) مُو ۔ بال ۔ (۱۴) سنان ۔ بھالا نیزہ ۔ تیر کی نوک ۔

(۵) ذوق، شیخ محمد ابراہیم ذوق

پہنچا آبِ تیغِ قاتل تا بسر اچھا ہوا
اے دلِ مجروح لے تو غسل کر اچھا ہوا

ایک دن بالکل نہ میں اسے چارہ گر اچھا ہوا
کم نہ ہو اس آبِ خنجر کی الٰہی آبرو
آ رہیگا دشت میں لیلیٰ ترے ناقے کے کام
رونا کہتا تھا مزا مجکو چکھا دے عشق کا
سُنکے مجنوں نے مرے شورِ جنوں کو یوں کہا
بندھ گیا اُس شوخ کا جبکہ مضمون کمر
مجکو صدقے کرا کہے بد مزہ تیرا مزاج
ہاتھ تو ہلکا پڑا اتھا یار کی شمشیر کا
کھنچ گیا میری طرف سے اور اس دلبر کا دل
قتل کرتا ہے ترا بسمل سے یہ کہنا کہ لو
نامہ بر جاتا ہے جا جلدی چلی جانِ حزیں
آئنہ خانے میں عالم کے سمجھ لے یہ مثال
ہے برا تو ہی اگر آیا نظر تجھ کو برا

داغ ادھر تازہ ہوا اگر زخم [illegible] ہوا
آج مدت میں ہمارا حلق تر [illegible]
ہو گیا مجنوں جو کانٹا سو کھکر اچھا ہوا
پھر دیا خوں اس نے دل کو چیر کر اچھا ہوا
واقعی مجھ سے بھی یہ شوریدہ سر اچھا ہوا
ہو گئی مضموں میں رقت شعر پر اچھا ہوا
یہ ادھر صدقہ دیا تو نے ادھر اچھا ہوا
زخم پر قسمت سے میری کارگر اچھا ہوا
واہ وا جذبِ محبت کا اثر اچھا ہوا
اب تو دامن بھی ہوا لوہو سے تر اچھا ہوا
دیر مت کر ساتھ تیرے ہم سفر اچھا ہوا
تا تجھے جانیں کہ یہ تھا خوب نظر اچھا ہوا
تو ہی اچھا ہے تجھے معلوم گر اچھا ہوا

ذوق کے مرنے کی سُنکر پہلے تو کچھ رک گئے
پھر کہا تو یہ کہا منہ پھیر کر اچھا ہوا

(۱) مجروح۔ زخمی۔ (۲) چارہ گر۔ معالج۔ طبیب۔ (۳) آبِ خنجر۔ تیزیٔ خنجر۔
(۴) ناقہ۔ اونٹنی۔ (۵) شورِ جنوں۔ شورِ عشق۔ (۶) شوریدہ سر۔ دیوانہ مراد عاشق۔
(۷) جذبِ محبت۔ کشش عشق۔ (۸) بسمل۔ زخمی مراد عاشق +

خلافِ وعدہ سے یاں تیرے کل تو جان بلب آیا
چمن میں کتنے ہیں پھر موسم عیش و طرب آیا
عجب حیرت میں ہوں جب سے نظر وہ خالِ لب آیا

نہ آیا آج بھی گر تو تو اے ظالم غضب آیا
بہاریں خوب لوٹینگے اگر وہ غنچہ لب آیا
دہن اسکا عدم ہے اور دہن میں تل کہاں آیا

وہ دستِ نازک لیکر مجھ سے حیرتِ شیشۂ دل کو	ہوا خوش اسقدر گویا کہ ہاتھ اُسکے حلب آیا
نویدِ تشنہ کامی بارے آبِ خنجرِ قاتل	گلو تک پہنچی اور زخمِ گلو کے تا بلب آیا

تأمل کیجیو ذوقؔ تپیدن دیکھئے کیا ہو
کہ اب تک ذبح کرنے کا نہیں قاتل کو ڈھب آیا

(۱) جان بلب۔ موت کے قریب۔ (۲) موسمِ عیش و طرب۔ موسمِ بہار۔ (۳) غنچہ لب۔ مراد معشوق۔ بلحاظ تنگیٔ دہن کے غنچہ سے مثال دی۔ (۴) عدم۔ معدوم۔ گم۔ بے نشان۔ (۵) حلب۔ شام کے ایک مشہور شہر کا نام جہاں کا شیشہ قدیم زمانہ میں مشہور تھا۔ (۶) نوید۔ خوشخبری۔ (۷) تپیدن۔ تڑپنا ✤

۲۴

عبث جاں منتظر ہونٹوں پہ ہے وہ شوخ لب آیا	اگر چہلم کو بھی آیا تو ہم جانیں کہ اب آیا
نوشتے سے ہوا اک حرف بھی ہرگز نہ بیش و کم	جو پیشانی میں تھا لکھا ہوا وہ پیش سب آیا
برنگِ غنچہ خونیں دل ہنسے کیا اس گلستاں میں	بھر آیا خون منہ میں گر تبسم زیرِ لب آیا
وہ آئیں یا نہ آئیں ہم نہیں رنجیدہ دل اُن سے	مگر یہ رنج ہے کیوں رنج اُنکو بے سبب آیا
لگائی زلف کو شانہ نے جو انگلی پکارا دل	یہ گستاخی بھلا رہ تو سہی او بے ادب آیا
بجز دزدے نہ آیا پاس کوئی نیم جانوں کے	مگر رونا کبھی چوری سے بعد از نیم شب آیا

میں اپنے ذوقؔ کے قربان کہ مستی میں محبت کی
بلایا کس نے اُس کو جب یہ آیا بے طلب آیا

(۱) چہلم۔ چالیس دن کا ہوتا ہے۔ اسے چالیسواں بھی کہتے ہیں۔ اس دن متوفی کے نام پر کچھ خیرات وغیرہ کی جاتی ہے اور ختم کرایا جاتا ہے اور اسے مردہ کے لئے ایصالِ ثواب کا ایک ذریعہ سمجھتے ہیں۔ (۲) نوشتہ۔ قسمت کا لکھا ہوا۔ مراد نوشتۂ تقدیر۔ (۳) نیم جان۔ زخمی۔ مراد عاشق ✤

۲۶

مرے طالع میں ہے کیا کام اے گردوں ستاریکا	چمک جاتا ہے کافی آتشِ غم کے شرار ایکا

اُتارا تو نے سر تن سے گردشِ طالع کے مارے کا
تو سمجھونگا نہ میں احسان تیرے تنگا اُتاریکا

ستارے دیکھکر موتی تمہارے گوشوارے کا
کھینگے ہے ہمارا نور صدقہ اس ستاریکا

جسے کہتے ہیں بحرِ عشق اُسکے دو کنارے ہیں
ازل نام اس کناریکا ابد نام اس کناریکا

ملے کسیر گر اس کشتۂ خوں سے مین ہوں ہرگز
مرے مذہب میں خون کرنا ہے کشتہ کرنا پاریکا

نہ پکڑیں دامنِ الیاس گردابِ بلا میں ہم
کہ بدتر ڈوب کر مرنے سے جینا سہاریکا

میری منزل میں ہے ماہِ سریع السیر وہ مہوش
خواص اسکا ہے گھر میں دشمنوں کے قطب تاریکا

سرِ راہِ فنا میں ہوں مہیائے سفر لیکن
برنگِ اشکِ مژگاں منتظر ہوں اک اشاریکا

خریدار اسکی رحمت جنسِ عصیاں کی ہے گر یہ ہے
چھڑک کر بیچتا ہوں نفع پر سود اخساریکا

ڈھلکتا ہے مثالِ دانۂ تسبیح کیوں منکا
کہ جب ٹھہرا سفر دنیا سے کیا کام استخاریکا

نفس ہے جادۂ عمرِ رواں جسطرح سے گذرے
یہاں پوچھے ہے اسے گمراہ کیا رستہ گذاریکا

بظاہر ہوتے مژگاں دلکو انگشت اشارت ہے
سمجھنے والا مجھ سا چاہئے پر اس اشاریکا

مفیدِ ہول دل ہوں چاندنی کے پھول کیا مجکو
دکھا دو خندۂ دنداں نما اس ماہ پاریکا

فقط تارِ نفس کا ذوق خطِ جادہ کافی ہے
پئے عمرِ رواں کیا چاہئے رستا گذاریکا

(۱) طالع۔ قسمت نصیب۔ (۲) گردوں۔ آسمان۔ (۳) گوشوارہ۔ کانوں میں ڈالنے کا ایک نہایت نفیس زیور۔ بُندے۔ (۴) ازل۔ وہ زمانہ جس کی ابتدا نہ ہو۔ (۵) ابد۔ وہ زمانہ جس کی انتہا نہ ہو۔ (۶) الیاس۔ ایک پیغمبر کا نام۔ (۷) جینا سہاریکا۔ کسی کے بھروسہ پر زندہ رہنا۔ (۸) ماہِ سریع السیر۔ جلدی حرکت کرنے والا چاند۔ کہا جاتا ہے کہ چاند کی حرکت بہت تیز ہے۔ مراد معشوق جو عاشق کے گھر میں تھوڑی دیر کے لئے ٹھہرتا ہے۔ (۹) قطب تارا۔ انتہائے شمال کا وہ ستارہ جو ہر وقت اور ہمیشہ ایک مقام پر دکھائی دیتا ہے۔ اور اپنی جگہ سے نہیں ہلتا۔ قطب نما کو اسی ستارہ کی سمت

بتانے کی وجہ سے قلاب نما کہتے ہیں۔ مراد معشوق جو دشمن یعنی رقیب کے گھر زیادہ دیر تک قیام کرتا ہے۔ مطلب یہ ہے کہ جب وہ میرے گھر آتا ہے تو صرف تھوڑی دیر ٹھہر کر چلا جاتا ہے۔ لیکن رقیب کے گھر جا کر پھر وہاں سے آنے کا نام نہیں لیتا۔ (۱۰) استخارہ۔ ایک خاص عمل جو کسی اہم کام کے پیش آنے پر کیا جاتا ہے تاکہ اس کام کے نیک و بد کا پتہ لگ جائے۔ (۱۱) جادہ۔ راستہ۔ وہ سیدھی راہ جو جنگل میں لوگوں کی آمد و رفت سے بن جاتی ہے۔ (۱۲) ہولِ دل۔ دل کا خوف۔ ڈر۔ (۱۳) خندۂ دنداں نما۔ خندۂ تمسخر انگیز و ملامت و تحقیر آمیز۔ (۱۴) تارِ نفس۔ سانس کی آمد و رفت۔ (۱۵) خطِ جادہ نشانِ راہ +

نالہ ہے ایسے بیاں دردِ جدائی کرتا
کام قاصد کا ہے یہ تیرِ ہوائی کرتا

پنجۂ شانہ کو دیتا ہے فلک کب ناخن
جانتا ہے کہ یہ ہے عقدہ کشائی کرتا

دیکھتا اس بتِ مغرور کا گر جاہ و جلال
کبھی فرعون نہ دعوائے خدائی کرتا

خاکِ آئینہ سے ہے نامِ سکندر روشن
روشنی دیکھتا گر دل کی صفائی کرتا

نہیں گوشِ شنوا باغِ جہاں میں غافل
ورنہ ہر برگ ہے یاں نغمہ سرائی کرتا

بند آنکھیں کئے جاتا ہے کدھر تو کہ تجھے
ہے ترا نقشِ قدم چشم نمائی کرتا

سوزِ دل کون بجھائے کہ نہیں چشم میں اشک
پہ ہے کچھ خونِ جگر کار روائی کرتا

بیٹھ رہیئے تو قفس ہے عجب آرام کی جائے
پہ ہے بیچین ہمیں شوقِ رہائی کرتا

ذوقؔ اس پلکے نگاریں کا جو ہے وصف نگار
اشکِ خونیں سے ہے کاغذ کو حنائی کرتا

(۱) تیرِ ہوائی مراد نالۂ عاشق۔ (۲) شانہ۔ کنگھی۔ (۳) جاہ و جلال شان و شوکت۔ (۴) فرعون مشہور بادشاہ جس نے حضرت موسےٰ کے زمانہ میں دعویٰ خدائی کیا۔ (۵) سکندر۔ یونان کے مشہور و معروف بادشاہ کا نام جو فیلقوس کا بیٹا

تھا۔ اس نے ایشیا کا بیشتر حصہ فتح کیا اور ہندوستان تک آیا۔ ۳۲۳ قبل مسیح میں ۳۲ سال کی عمر میں فوت ہوا۔ (۶) گوش شنوا سننے والا کان (۷) پیچو (۸) نغمہ سرائی کرنا۔ مراد نغمہ کرنا۔ (۹) چشم نمائی۔ ڈرانا۔ دھمکانا۔ (۱۰) سوز دل۔ دل کی جلن۔ (۱۱) وصف نگاری۔ تعریف لکھنا۔ اوصاف لکھنا ۔

نہ کرتا ضبط میں نالہ تو پھر ایسا دھواں ہوتا
کہ نیچے آسماں کے اک نیا اور آسماں ہوتا

ابھی کیا سرد قاتل پہ شہیدِ تفتہ جاں ہوتا
کوئی دم شمعِ مردہ میں بھی ہے باقی دھواں ہوتا

کہے ہے مرغِ دل اے کاش میں زاغِ کماں ہوتا
کہ تا شاخِ کماں پر آ کے میرا آشیاں ہوتا

عزاداری میں ہے کسکی یہ چرخ ماتمی جامہ
کہ جیب چاک کی صورت ہے خطِ کہکشاں ہوتا

نہ ہوتی دل میں گر کاوش کسی کے نوکِ مژگاں کی
تو کیوں حق میں مرے ہر موئے تن مثلِ سناں ہوتا

نہ رکھتا منہ پہ دانہ یہ مریضِ غم کبھی ہرگز
اگر تیرا میسر بوسۂ خالِ دہاں ہوتا

جو روتا کھول کر جی تنگنائے دہر میں عاشق
تو جوئے کہکشاں میں بھی فلک تک خوں رواں ہوتا

بگولا گر نہ ہوتا وادیٔ وحشت میں اے مجنوں
تو گنبد ہم سے سرگشتوں کی تربت پہ کہاں ہوتا

ترے خونی جگر کی خاک پر ہوتا اگر سبزہ
تو مثلِ موئے مژگاں اس سے ہر دم خوں رواں ہوتا

رکاوٹ دل کی اس قاتل کے قسمت فقط تھا ہے
کہ خنجر سے مری گردن پہ رگ رگ کے رواں ہوتا

نہ کرتا ضبط میں گریہ تو اے ذوق اک گھڑی بھر میں
کٹورے کی طرح گھڑیال کے غرق آسماں ہوتا

(۱) سرد ہونا۔ ٹھنڈا ہونا۔ بے جان ہونا۔ (۲) تفتہ۔ جلا ہوا۔ سوختہ۔ مراد عاشق۔ (۳) شمعِ مردہ۔ بجھا ہوا چراغ۔ (۴) عزاداری۔ ماتم کرنا۔ (۵) کہکشاں۔ آسمان پر رات کو جو سفید لمبی لکیر نظر آتی ہے جیسے زمین پر گھاس گھسیٹنے سے بن جاتی ہے۔ دراصل یہ بے شمار ستارے ہیں جو بہت دور ہونے کے باعث اس صورت میں نظر آتے ہیں۔ (۶) کاوش۔ تلاش کرنا۔ کھوج لگانا۔ کھودنا۔ (۷) ہر موئے تن۔

جسم کا ہر ایک بال۔ (۸) تنگنائے دہر۔ مراد دنیا۔ (۹) کہکشاں۔ دیکھو اس غزل کا نوٹ نمبر ۵۔ (۱۰) وادیٔ وحشت۔ وادی جنوں۔ (۱۱) گھڑیال کا کٹورہ۔ پہلے زمانہ میں ایک کٹورا لیکر اس کی پشت میں ایک معمولی سا چھید کر دیتے تھے اور اسے ایک پانی سے بھرے ہوئے برتن میں چھوڑ دیتے تھے۔ پانی قطروں کے حساب سے اس چھید میں داخل ہوتا۔ یہاں تک کہ جب وہ کٹورا پانی سے بھر جاتا تو ڈوب جاتا۔ اور اس سے ایک گھنٹہ کے وقت کا اندازہ کیا جاتا۔ پھر اس کٹورے کو خالی کرکے بدستور سابق پانی میں چھوڑ دیتے اور اس طرح سے وقت کا اندازہ کرتے اور گھڑیال بجاتے رہتے گویا پہلے زمانہ میں یہ عمل گھڑی کا کام دیتا تھا۔ اور اسی مناسبت سے اسے گھڑیال کا کٹورا کہا۔

آنکھیں مری تلووں سے وہ مل جائے تو اچھا ۔۔۔ ہے حسرتِ پابوس نکل جائے تو اچھا
جو چشم کہ بے نم ہو وہ ہو کور تو بہتر ۔۔۔ جو دل کہ ہو بے داغ وہ جل جائے تو اچھا
بیمارِ محبت نے لیا تیرے سنبھالا ۔۔۔ لیکن وہ سنبھالے سے سنبھل جائے تو اچھا
ہو تم سے عیادت جو نہ بیمار کی اپنے ۔۔۔ لینے کو خبر اسکی اجل جائے تو اچھا
کھینچے دلِ انساں کو نہ وہ زلفِ سیہ فام ۔۔۔ اژدر کوئی انساں کو نگل جائے تو اچھا
اے گریہ نہ رکھ میرے تنِ خشک کو غرقاب ۔۔۔ لکڑی کی طرح پانی میں گل جائے تو اچھا
تاثیرِ محبت عجب اک حُبّ کا عمل ہے ۔۔۔ لیکن یہ عمل یار پہ چل جائے تو اچھا
فرقت سے تری تارِ نفس سینے میں میرے ۔۔۔ کانٹا سا کھٹکتا ہے نکل جائے تو اچھا
ہاں کچھ تو ہو حاصل ثمرِ نخلِ محبت ۔۔۔ یہ سینہ پھپھولوں سے جو پھل جائے تو اچھا
دل گر کے نظر سے تری اٹھنے کا نہیں پھر ۔۔۔ یہ گرنے سے پہلے ہی سنبھل جائے تو اچھا
وہ صبح کو آئے تو کروں باتوں میں دوپہر ۔۔۔ ق ۔۔۔ اور چاہوں کہ دن تھوڑا سا ڈھل جائے تو اچھا
ڈھل جائے جو دن بھی تو اسی طرح کروں شام ۔۔۔ اور پھر کہوں گر آج سے کل جائے تو اچھا

جب کل ہو تو پھر وہ ہی کہوں کل کی طرح سے — اگر آج کا دن بھی یونہی جل جائے تو اچھا

القصہ نہیں چاہتا میں جائے یہاں سے — دل میری ہی باتوں میں بہل جائے تو اچھا

ہے قطع رہِ عشق میں اے ذوق ادب شرط
ہاں شمع نمط سر ہی کے بل جائے تو اچھا

(۱) حسرتِ پابوس۔ معشوق کے پاؤں چومنے کی تمنا اور خواہش۔ (۲) بے نم۔ خشک۔ بلا آنسوؤں کے۔ (۳) کور۔ اندھی۔ (۴) بے داغ۔ مراد بے داغِ محبت و عشق۔ (۵) عیادت۔ مراد خبرگیریٔ بیمارِ محبت۔ (۶) اجل۔ موت (۷) تارِ نفس۔ آمد و شدِ نفس۔ (۸) شمع نمط۔ مانند شمع ✦

کبھی ہے خنجرِ قاتل سے یہ گلو میرا — لگی جو مجھ سے کرے تو پیئے لہو میرا

نہ پہنچا گردنِ جاناں تک اور تو نکلے ہائے — پڑا گلے میں مرے دستِ آرزو میرا

مقامِ وجد میں آئیں ابھی ملائکِ عرش — جو میکدے میں سنیں شورِ ہاؤ ہو میرا

عجب نہیں ہے مرے سوزشِ محبت سے — کہ تارِ شمع ہو ہر ایک تارِ مو میرا

بہ رنگِ آئینہ چشمِ پُرآب سے میرے — گرا نہ اشک کیا پاسِ آبرو میرا

نہ آئی اے نگہِ یار تجھکو کچھ غیرت — کہ آگے تیغِ اجل کے ہے سر فرو میرا

کروں میں کیا کہ گریبانِ صبح کے مانند — نہیں ہے چاکِ جگر قابلِ رفو میرا

مجھے وہ پردہ نشیں سامنے کب آنے دے — جو ذکر آنے نہ دے اپنے روبرو میرا

نظر جو آتا ہے ابتک فلک کا رنگ سیاہ — پڑا تھا سایۂ بختِ سیہ کبھو میرا

ہمیشہ میں ہوں اسی داؤ گھات میں اے ذوق
کہ رام ہو وہ غزالِ پلنگ خو میرا

(۱) پیئے لہو۔ کلمہ ہے کہ قسم دینے کی جگہ اس کا استعمال کرتے ہیں۔ (میر)
ع نصاحِ خوں فساد پہ ہے مجھ سے ان دنوں ✦ نشتر نہ تو لگائے تو میرا لہو پیئے ✦

(۲) دستِ آرزو۔ دستِ امید و تمنا۔ (۳) وجد۔ لغوی معنی شیفتگی۔ آشفتگی۔ وہ حالت بیخودی کی جو کمالِ ذوق شوق میں سماع سننے والے صوفیوں کی ہوتی ہے۔ ذوق و شوق کی حالت میں جھومنا۔ (۴) سوزش۔ جلن۔ (۵) تارِ شمع۔ فتیلۂ شمع۔ وہ دھاگا جو شمع میں جلتا ہے۔ (۶) تارِ مو۔ بال کی نوک اور محض بال کے معنوں میں بھی مستعمل ہوتا ہے۔ (۷) سرفرو۔ سر جھکا ہوا۔ (۸) گریبان کپڑے یا جامہ کا وہ حصہ جو گلے کے نیچے رہتا ہے۔ وہ حصہ لباس کا جو چھاتی پر رہتا ہے۔ (۹) قابلِ رفو۔ سینے کے قابل۔ (۱۰) بختِ سیاہ۔ بدنصیبی۔ شومیٔ قسمت۔ (۱۱) غزال بمعنی ہرن۔ پلنگ بمعنی چیتا۔ مراد معشوق بحیثیت حسن و خوبصورتی کے غزال اور بحیثیت ظلم و ستم اور بیرحمی کے پلنگ سے تشبیہ دی۔

۴

نہ ہوا آبِ شہادت[۱] سے گلو تر نہ ہوا	مستعد[۲] جب وہ ہوا مٹنے تو خنجر نہ ہوا
جل کے میں خاک ہوا تو بھی رہا دل مضطر	یہ وہ سیماب[۳] ہے کشتہ نہ ہوا پر نہ ہوا
بے چراغ اس کو نہ رکھ داغِ الم[۴] سے اے عشق	خانۂ دل کوئی ویرانہ ہوا گھر نہ ہوا
کب صبا آئی ترے کوچہ سے آیا کرمیں	جوں حباب[۵] لبِ جو[۶] جامہ سے باہر نہ ہوا
خونِ رگ ملئے گلو لاشہ بے سر سے مرے	آکے کب جوش میں فوارے سے ہمسر ہوا
عشق یہ معجزہ کیسا ہے کہ اس کشتہ کے	موئے سر حلق سے پیدا ہوئے آزار[۷] نہ ہوا

ذوق بیمارِ محبت ہے خدا خیر کرے
کہ یہ آزار ہوا جس کو وہ جانبر[۸] نہ ہوا

(۱) آبِ شہادت سے گلو تر نہ ہوا یعنی معشوق کے ہاتھوں سے قتل نہ ہوا۔ (۲) مستعد ہونا۔ تیار ہونا۔ (۳) سیماب۔ پارہ۔ (۴) داغِ الم۔ داغِ عشق و محبت۔ (۵) حباب۔ بلبلہ۔ (۶) لبِ جو۔ کنارۂ نہر۔ (۷) آزار۔ دکھ۔ تکلیف۔ (۸) جانبر نہ ہوا۔ نہ بچا۔

جان کے دل میں سدا جینے کا ارماں ہی رہا
دل کو بھی دیکھا کئے یہ بھی پریشاں ہی رہا

بعدِ مردن بھی خیالِ چشمِ فتاں[1] ہی رہا
سبزۂ تربت مرا وقفِ غزالاں[2] ہی رہا

میں ہمیشہ عاشقِ پیچیدہ مویاں[3] ہی رہا
خاک پر روئیدہ[4] میرے عشقِ پیچاں[5] ہی رہا

پستۂ قندی[6] ہے کامِ غیر میں وہ لعل لب
پر مرے حق میں تو سنگِ زیرِ دنداں[7] ہی رہا

[illegible] مضموں جیسے اس دہانِ تنگ کا
ہاتھ اپنا فکر میں زیرِ زنخداں[8] ہی رہا

جاہلِ منکر نہ آئے راہ پر معجزے سے بھی
جہل[9] سے بوجہل[10] اپنے نامسلماں ہی رہا

حلقۂ زنجیر میں بھی دل رہا پا در رکاب
توسنِ[11] وحشت ہمارا گرمِ جولاں[12] ہی رہا

کب لباسِ دنیوی میں چھپتے ہیں روشن ضمیر[13]
جامۂ فانوس میں بھی شعلہ عریاں[14] ہی رہا

آدمیت اور شے ہے علم ہے کچھ اور چیز
لاکھ طوطے کو پڑھایا پر وہ حیواں ہی رہا

جلوہ اے قاتل اگر تیرا نہیں حیرت فزا[15]
دیدۂ بسمل[16] نے کیا دیکھا کہ حیراں ہی رہا

حلقۂ گیسو میں دیکھی کس کے رخسار کی تاب[17]
شب مۂ[18] ہالہ نشیں سر در گریباں[19] ہی رہا

مدتوں دل اور پیکاں دونوں سینے میں رہے
آخرش دل بہ گیا خوں ہو کے پیکاں ہی رہا

سب کو دیکھا اس نے اور اس کو نہ دیکھا جوں نگاہ
وہ رہا آنکھوں میں اور آنکھوں سے پنہاں ہی رہا

آگے [illegible] بستی تھی اور اب آنکھیں تری
ملکِ دل اپنا ہمیشہ کافرستاں ہی رہا

[illegible] میں رابطہ ہے گویا برنگِ بو و گل
وہ رہا آغوش[20] میں لیکن گریزاں[21] ہی رہا

دین و ایماں ڈھونڈھتا ہے ذوق کیا اس وقت میں
اب نہ کچھ دیں ہی رہا باقی نہ ایماں ہی رہا

(۱) چشمِ فتان۔ فتنہ انگیز آنکھ۔ عام طور پر معشوق کی آنکھ کو کہتے ہیں۔ (۲) غزالاں [illegible] غزال۔ ہرن۔ مراد معشوق کی آنکھیں۔ (۳) پیچیدہ مویاں۔ گھنگریالے بالوں والے معشوق۔ (۴) روئیدہ۔ اگا ہوا۔ (۵) عشق پیچاں۔ ایک مشہور بیل جو درختوں پر [illegible] ہے۔ (۶) پستہ قند۔ شکر آمیز پستہ۔ مطلب یعنی رقیب ہمیشہ معشوق کے

رنگین و شیریں لبوں کے بوسے لیتا رہا۔ لیکن میں ہمیشہ محروم رہا۔ ہمسنگ زیر دنداں سے مراد محروم رہنا۔ (۸) ہاتھ زیر زنخداں ہونا۔ جب کوئی شخص کسی فکر میں ہوتا ہے یا کسی بات پر غور کر رہا ہوتا ہے تو عام طور پر اپنا ہاتھ اپنی ٹھوڑی کے نیچے رکھ لیتا ہے۔ مطلب ہم معشوق کے تنگ اور نازک دہن کا مضمون نہ باندھ سکے اگرچہ ہم نے اس پر بہت غور کیا۔ اس کی نزاکت اور خوبصورتی ہمارے فکر و خیال کی حد سے بلند تھی۔ (۹) جہل۔ جہالت۔ گمراہی۔ (۱۰) بوجہل۔ مشہور کافر مکہ جو ہمیشہ پیغمبرِ اسلام کے خلاف دشمنی اور عناد سے کام لیتا رہا۔ (۱۱) توسن۔ گھوڑا۔ (۱۲) سرگرم جولاں۔ کودتا اچھلتا اور دوڑتا رہا۔ (۱۳) روشن ضمیر۔ روشن دل۔ صاحبِ کشف۔ (۱۴) عریاں۔ برہنہ۔ ننگا۔ (۱۵) حیرت فزا۔ تعجب اور حیرانی کو بڑھانے والا۔ زیادہ کرنے والا۔ (۱۶) بسمل۔ زخمی۔ مراد زخمی عاشق۔ (۱۷) تاب۔ چمک۔ (۱۸) ہالہ۔ چاند کے گرد کا کنڈل۔ (۱۹) سر در گریباں۔ سر جھکائے ہوئے۔ متفکر۔ (۲۰) ربط۔ تعلق۔ (۲۱) آغوش میں۔ پہلو میں۔ گود میں۔ (۲۲) گریزاں۔ بھاگنے والا۔

طلسمِ ظرف ترا آنسو نے میرے مژدہاں باندھا
کہ ہے اک اک گرہ میں حاصلِ صد بحر و کاں باندھا

ترے گوشے کے کھلنے نے مرا دل نشاں باندھا
عجب تقدیر نے عقدہ یہاں کھولا یہاں باندھا

یہ بہتاں کس نے افشائے محبت کا یہاں باندھا
جو بعد از مرگ تو نے میرے منہ کو بے گماں باندھا

ہوئی شمشیر لاشِ ناتواں کی جھکڑ پاؤں میں
کوئی تارِ نگاہِ حور جائے ریسماں باندھا

کیا مجنوں مجھے آشفتگیٔ زلف نے کس کی
کہ میرے سر پہ مرغِ شانہ نے آشیاں باندھا

ترا ہنسنا جو یاد آیا برنگِ قہقہہ مینا
تو میں نے تار اک [illegible] باندھا

تو کچھ دامن نہیں کو نہ آلودہ کرے خوں سے
سرِ فتراک کیوں [illegible] نیم جاں باندھا

نصیبہ اخیر کو تو نے کہہ کر جھاڑ لپیٹا تھا
مجھی پر گالیوں کا جھاڑ تو نے [illegible]

وہ مجنوں ناکام تھا نامرادی جو مراد اپنی
کہ مرقد پہ چلا اس نے آکر دو [illegible]

آزادی کے موئیں اک آنہیں بس چرخِ گردوں کے
اگر چکّر دھوئیں[19] نے دل کے زیرِ آسماں باندھا

فلک وارستہ[20] پھرنے دے ہے کوئی پُر خروشوں[21] کو
گیا ہی آخرش زنجیر سے پیلِ[22] دماں باندھا

بلا ہوں مضطرب میں بھی کسی سے برق نے دہکر
حصار اک گرد اپنے شعلۂ جوّالہ[23] ساں باندھا

مرا دل آگے ہی سینے میں اک پھوڑا سا پکتا ہے
خیالِ خطِ[24] سبز یار نے کیوں برگِ پاں باندھا

دلِ مجروح[25] پر میرے نہ سمجھو داغ حسرت کا
پرِ طاؤس[26] اس مرغی نے ہے آ دوستاں باندھا

کہاں دل بھاگ کر جائے کہ تیرے نخلِ قامت سے
عجب اک گرد نامخطے نے اسے سرِ ورق[27] کا باندھا

تپِ سوزِ محبت کیلئے چارہ نہیں قمری
یہ گنڈا[28] نیلگوں گردن پہ کیوں آ لغتہ جاں باندھا

سمجھ کر موجِ دریائے فنا کو خنجرِ[29] بُرّاں
کفن مثلِ حباب اے ذوق ہم نے سر یاں باندھا

(۱) طلسمِ طرفہ تر - بہت ہی عجیب و غریب کھیل - (۲) حاصل - منافع - فائدہ - (۳) دلستاں - دل لینے والا - معشوق - (۴) عقدہ - گرہ - (۵) افشائے محبت - رازِ عشق کو ظاہر کرنا - (۶) تشہیر کرنا - شہرت دینا - مشہور کرنا - رسوا کرنا - (۷) تارِ نگاہ استعارہ ہے نگہ کے بار بار آنے جانے کا - (۸) مور - چیونٹی - (۹) ریسماں - رسّی - (۱۰) آشفتگی - پریشانی - پراگندگی - (۱۱) مرغِ نامہ بر - مرغِ سلیمان - ہُدہُد - (۱۲) مینا - شراب کا شیشہ - صراحی - (۱۳) رونے کا تار باندھا - لگاتار رو دیا - (۱۴) فتراک - شکار بند - (۱۵) صیدِ نیم جان - وہ شکار جس میں ابھی کچھ جان باقی ہو - (۱۶) چھاڑا ہوکر لپٹنا - اس طرح لپٹنا کہ پیچھا چھڑانا مشکل ہو - (۱۷) مرقد - قبر - (۱۸) چلّہ باندھنا - چالیس دن کی گوشہ نشینی اور وظیفہ خوانی جو حصولِ مطلب کے واسطے کسی ولی اللہ کے مزار پر باندھا کرتے ہیں - (۱۹) دل کا دھواں - آہ - (۲۰) وارستہ - آزاد مزاج - آوارہ - (۲۱) پُر خروش - دیوانہ مراد عاشق - (۲۲) پیلِ دماں - مست ہاتھی - (۲۳) شعلۂ جوّالہ - ایک لمبی لکڑی جس کے

دونوں سروں پر آگ لگا کر نہایت تیزی کے ساتھ اپنے گرد پھراتے ہیں - اس لکڑی کے شعلہ کو شعلۂ جوالہ کہتے ہیں - (۲۴) خطِ سبز - وہ خط جو تازہ اور نیا معشوق کے رخسارہ پر نکلا ہو - (۲۵) مجروح - زخمی - (۲۶) طاؤس - مور - (۲۷) مہروفا - معشوق - (۲۷) گنڈا - حلقہ - وہ بڑا ڈورا جس میں منتر یا کوئی عمل پڑھ پڑھ کر گرہ دیتے جاتے ہیں - اور بچوں کے گلے میں دفعِ نظرِ بد کے لئے یا بیمار کے گلے میں دفعِ بیماری کے لئے باندھتے ہیں - (۲۸) شگفتہ جان - دل جلا - عاشق - غمگین - (۲۹) بُرّاں - تیز - کاٹنے والا +

۳۱

بھڑکنا کیا کہوں سینے میں اپنے آتشِ غم کا
کہ جائے پنبہ ہے ہر داغ پر شعلہ جہنم کا

جہاں میں عرصۂ عشرت ہے سوا دہ چند ہے غم کا
اگر ہے عید کا اک دن تو عشرہ ہے محرم کا

ترے عاشق کو ہے یوں خوش گوار آبِ دمِ خنجر
مسلماں کو لگے جس طرح شیریں آبِ زمزم کا

بہ رنگِ طوقِ قمری کوئی نکلے ہے نکالے سے
کمندِ گردنِ دل ہے جو حلقہ زلفِ پرخم کا

ترے رخسار کا پرتو پڑے گر عارضِ گل پر
کرے چشمک زنی خورشید پر ہر قطرہ شبنم کا

بھلا سیتے ہیں کس سے زخم اس تیغِ تبسم کے
کریاں کھلتا ہے بخیہ سوزنِ عیسیٰ مریم کا

دلیرانِ محبت کو خلش ہے اس کی مژگاں کے
پسِ مردن لحد میں بھی ہے عالم چاہِ رستم کا

خراشِ سینہ میں اک بگیا ہے ٹوٹکر ناخن
غلط ہے جو سمجھتے ہیں کہ بیجا ملنے مرہم کا

اگر آتش مزاجوں کو حسد ہو خاکساروں سے
تعجب کیا کہ ابلیسِ لعیں دشمن ہے آدم کا

خط اُسکا وصل کی دولت کا پیغام آیا قاصد
لگا قسمت سے نسخہ ہاتھ یہ اکسیرِ اعظم کا

شہیدانِ ذوقِ سینے میں ہوئی ہیں حسرتیں لاکھوں
مری جو آہ ہے گویا ہے وہ اک نخلِ ماتم کا

(۱) آتشِ غم - مراد آتشِ عشق و محبت - (۲) پنبہ - روئی - (۳) جہنم - دوزخ - (۴) عشرۂ محرم - ماہِ محرم کے پہلے دس دن - (۴) زمزم - مکہ معظمہ کے اس کنوئیں کا

نام جو حضرت اقلعین کے پاؤں کی رگڑ سے ظاہر ہوا تھا۔ (۶) زلفِ پُرخم۔ پیچ در پیچ شکن در شکن۔ (۸) سوزنِ عیسیٰ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے دامن کی سوئی جس کے متعلق لوگ کہتے ہیں کہ اس سوئی کے ہونے کی وجہ سے وہ چوتھے آسمان سے آگے نہ جا سکے۔ (۹) چاہِ رستم۔ اس کنوئیں کو کہتے ہیں جس میں رستم کو دھوکا سے گرایا گیا تھا۔ (۱۰) آتش مزاج۔ مراد مغرور اور متکبر انسان۔ (۱۱) اکسیرِ اعظم۔ کیمیا۔ وہ شے جس سے تانبے کو سونا اور رانگے کو چاندی بناتے ہیں۔ کسی مرض کے لئے نہایت سریع الاثر دوا۔

گل اُس نگہ کے زخم رسیدوں میں مل گیا
یہ بھی لہو لگا کے شہیدوں میں مل گیا

لذت کو تیغِ عشق کی سُن سُن کے بوالہوس
آ کر ملخ سا حلق بریدوں میں مل گیا

کیا جانے تیغِ عشق کی لذت کو بوالہوس
گو جُوں ملخ وہ حلق بریدوں میں مل گیا

گر بعدِ فقر بھی سگِ دنیا ہوا فقیر
کمبخت پاک ہو کے پلیدوں میں مل گیا

دکھلا کے کہکشاں سے فلک چاکِ سینہ رات
اُس ماہوش کے سینہ دریدوں میں مل گیا

اس شکل سے ہوا وہ طلبگارِ دیدِ یار
صاف آئنہ کا نقشہ ندیدوں میں مل گیا

حُبِّ حسینؑ ذوق وہ شے ہے کہ جس سے حُرؑ
تھا گرچہ اشقیا میں سعیدوں میں مل گیا

(۱) زخم رسیدہ۔ عاشق۔ مجروح۔ (۲) شہید۔ مراد نگہ معشوق کا شہید۔ (۳) بوالہوس۔ جھوٹا عاشق۔ (۴) بعد فقر۔ بعد فقیری۔ (۵) ماہوش۔ چاند سا۔ مراد معشوق۔ (۶) سینہ دریدہ۔ عاشق۔ (۷) حُبِّ حسین جناب امام حسینؑ کی محبت ایمان کے ساتھ عقیدت و اُلفت۔ (۸) حُر۔ یزیدی فوج کے ایک سردار کا نام جو معرکۂ کربلا میں حضرت امام حسین کی صداقت دیکھ کر ان کی طرف آگیا اور یزیدی فوج سے لڑ کر شہید ہوا۔ (۹) اشقیا جمع شقی کی۔

سنگ دل ۔ بد بخت ۔ (۱۰) سعید ۔ نیک ۔ خوش بخت +

وہ کون ہے جو مجھ پہ تاسف نہیں کرتا	پہ میرا جگر دیکھ کہ میں آف نہیں کرتا
کیا قہر ہے وقفہ ہے ابھی آنے میں ان کے	اور دم مرا جانے میں توقف نہیں کرتا
تا صاف کرے دل شے صاف ہے صوفی	کچھ سُود وصفا علم تصوّف نہیں کرتا
دل فقر کی دولت سے مرا اتنا غنی ہے	دُنیا کے زر و مال پہ میں تُف نہیں کرتا
پڑھتا نہیں خط غیر مرا داں کسی عنواں	جب تک کہ عبارت میں تصرف نہیں کرتا
کچھ اور گماں گندے نہ دل میں ترے کافر	یا داس لئے میں سورۂ یوسف نہیں کرتا

اے ذوقؔ تکلف میں ہے تکلیف سراسر
آرام سے وہ ہے جو تکلف نہیں کرتا

(۱) تاسف ۔ افسوس ۔ رنج ۔ (۲) اُف ۔ اوہ ۔ آہ ۔ یہ کلمہ تکلیف اور بے چینی کی حالت میں آدمی کے منہ سے نکلتا ہے ۔ (۳) توقف نہیں کرتا ۔ نہیں ٹھہرتا ۔ (۴) علم تصوّف ۔ صوفیوں کی اصطلاح میں اس علم کو کہتے ہیں جس کے ذریعہ دل سے نفسانی آلائشوں اور جسمانی خواہشوں کو دُور کیا جاتا ہے ۔ اور خدا سے لو لگائی جاتی ہے ۔ اور اشیائے عالم کو خدا کا مظہر خیال کیا جاتا ہے چونکہ قدیم زمانہ میں صوفی صوف یعنی پشمینہ کے کپڑے پہنا کرتے تھے اس لئے صوفی کہلائے ۔ اور ان کا عقیدہ تصوّف کہلایا ۔ (۵) تُف کرنا ۔ تھوکنا ۔ ملامت ۔ کلمہ نفرین ۔ (۶) عبارت میں تصرف کرنا ۔ تبدیلی کر دینا ۔ بدل دینا ۔ (۷) سورۂ یوسف قرآن کریم کی مشہور سورۃ جس میں یوسف علیہ السلام کا قصہ بیان کیا گیا ہے +

محفل میں شور قلقل مینائے مُل ہوا	لا ساقیا شراب کہ توبہ کا قُل ہوا
دہ یلئے غم سے میرے گذرنے کیواسطے	تیغ خمیدہ یار کی تو ہے کہ پُل ہوا
پروانہ بھی تھا گرم طپش پر کھلا نہ راز	بلبل کی تنگ حوصلگی تھی کہ غُل ہوا

آئی تھی دردِ دل کی نہ ہرگز سمجھ میں بات — آوازہ گو بلند مثالِ قلقل[1] ہوا

جس کی تطرح چڑھا ترا رخسارِ آتشیں[6] — اُس کا چراغِ گور نہ تا حشر گُل[3] ہوا

بندہ نوازیاں تو یہ دیکھو کہ آدمی — جز وِ ضعیف محرمِ اسرارِ کل[7] ہوا

اُس بن رہا چمن میں بھی اے ذوقؔ دلخراش — ناخن سے تیز تر مجھے یہ برگِ گل ہوا

(۱) قلقل۔ صراحی سے شراب یا پانی نکلنے کی آواز (۲) یعنلے مل صراحی شراب (۳) گُل ہونا۔ کنایۃً خاتمہ۔ کام تمام ہونا۔ (۴) مطلب۔ پروانے نے باوجود انتہائے طرب عشق اور تپشِ محبت کے رازِ عشق کو ظاہر نہ کیا۔ اور اپنی جان نہایت خاموشی کے ساتھ شمع پر قربان کر دی لیکن بلبل اپنی کم حوصلگی اور خامیٔ عشق کے سبب رازِ الفت کو پوشیدہ نہ رکھ سکی اور چمن میں شور و غل مچاتی رہی۔ (۵) دُہل۔ ڈھول۔ نقارہ۔ (۶) رخسارِ آتشیں۔ مراد معشوق کے سرخ رخسار (۷) مطلب حق تعالیٰ کی مہربانی اور بخشش پر نظر کرو کہ انسان جو ایک نہایت کمزور مخلوق ہے اُسے کائنات کے تمام رازوں سے واقف کیا اور اشرف المخلوقات بنا کر اپنی خلافت کا تاج اس کے سر پہ رکھا۔

۳۷ [illegible]

اس تپش[1] کا ہے مزہ دل ہی کو حاصل ہوتا — کاش میں عشق میں سر تا بقدم[3] دل ہوتا

آسماں دردِ محبت کے جو قابل ہوتا — تو کسی سوختہ[4] کا آبلۂ دل ہوتا

چھوڑتا ہاتھ سے ہرگز نہ کبھی بسمل[2] شوق — دامنِ برق اگر دامنِ قاتل ہوتا

چینِ[5] پیشانی اگر تیری نہ ہوتی زنجیر — تا لہ دیوانہ تھا جو پا بہ سلاسل[6] ہوتا

کرتا بیمارِ محبت کا مسیحا جو علاج — اتنا دق ہوتا کہ جینا اُسے مشکل ہوتا

ذبح ہونے کا مزہ جانتا گر صیدِ حرم[8] — رکھ کے خنجر پہ گلو آپ وہ بسمل ہوتا

گر سیہ[9] بخت ہی ہونا تھا نصیبوں میں مرے — زلف ہوتا ترے رخسار کا یا تل ہوتا

آ نہ کیوں مصر میں کنعان[10] سے نکل کر یوسف[11] — جذبۂ شوقِ زلیخا[12] جو نہ کامل ہوتا

موت نے کر دیا ناچار وگرنہ انسان
ہے وہ خودبیں کہ خدا کا بھی نہ قائل ہوتا

آپ اُٹھ ہستی میں ہے تو اپنا حریف
ورنہ یاں کون تھا جو تیرا مقابل ہوتا

دل گرفتوں کی اگر خاک چمن میں ہوتی
تو جہاں دیکھتے ہو غنچہ وہاں دل ہوتا

سینۂ چرخ میں ہر اختر اگر دل ہے تو کیا
ایک دل ہوتا مگر درد کے قابل ہوتا

ہوتی گر عقدہ کشائی نہ یداللہ کے ہاتھ
ذوق حل کیونکہ مرا عقدۂ مشکل ہوتا

(۱) تپش۔ مراد تپشِ عشق و محبت۔ (۲) سوختہ۔ جلا ہُوا۔ مراد عاشق (۳) آبلہ۔ چھالا۔ (۴) بسمل شوق۔ بسملِ عشق۔ قتیلِ محبت۔ (۵) چین پیشانی۔ وہ شکن جو غصہ کی حالت میں ماتھے پر نمودار ہوں (۶) پا بہ سلاسل ہونا۔ مقید ہونا۔ اسیری۔ (۷) صیدِ حرم۔ وہ شکار جو خانہ کعبہ کے گرداگرد پایا جائے۔ (۸) سیہ بخت۔ بدنصیب۔ مطلب۔ اگر میری قسمت میں سیاہ بخت ہونا لکھا تھا تو مجھے کسی معشوق کی زلف بنا دیا ہوتا یا کسی معشوق کے رخسار کا تل۔ کیونکہ زلف و تل دونوں سیاہ ہیں۔ سیاہ بختی میں جو لفظ "سیاہ" استعمال ہوا ہے اس کا اشارہ سیاہ زلف اور سیاہ تل کی طرف ہے۔ (۹) مصر۔ ایک مشہور ملک کا نام جو براعظم افریقہ کے شمال مشرق میں واقع ہے اس کے دارالخلافہ کو بھی مصر کہتے ہیں جو قاہرہ کے نام سے مشہور ہے اور یہی وہ شہر ہے جہاں حضرت یوسف علیہ السلام ایک غلام کی حیثیت میں بکے اور عزیز مصر کی بیوی زلیخا نے خریدا۔ (۱۰) کنعان۔ شام کے جنوب مغربی حصہ ملک کا نام جسے فلسطین اور یہودیہ بھی کہتے ہیں اور کنعان بن نوح کا بسایا ہُوا ہے۔ حضرت یعقوب کا مسکن اور یوسف علیہ السلام کی جائے ولادت اور مذہبی معرکوں کے باعث مشہور ہے۔ اس ملک کے مشہور شہر یہ ہیں۔ بیت اللحم۔ یروشلم جہاں مسیح علیہ السلام کی ولادت ہوئی۔ ناصرہ یا ناصریہ جہاں مسیح علیہ السلام نے پرورش پائی۔ صیدا یعنی سیڈن۔ صور یعنی ٹائر۔ عکا۔ گازر۔ نابلس وغیرہ (۱۱) مشہور حسین و جمیل پیغمبر۔ (۱۲) جذبۂ عشق زلیخا کشش

عشقِ زلیخا - (۱۳) خود بین - مغرور - متکبر - (۱۴) خدا کا بھی نہ قائل ہوتا - حق تعالےٰ کی ذات کا انکار کرتا (۱۵) حریف - دوست دشمن دونوں کے معنوں میں استعمال ہوتا ہے مگر یہاں مرادِ دشمن سے ہے - (۱۶) دل گرفتہ - رنجیدہ مغموم - ناخوش - مرادِ عاشق (۱۷) عقدہ کشائی - گرہ کھولنا - مراد مشکلات اور مصائب کا دور ہونا (۱۸) یداللہ - دستِ قدرت - خدا کا ہاتھ -

جو نہ رنگِ رنج ماتم کا یہاں نمود ہوتا
تو زمیں نہ زرد ہوتی نہ فلک کبود ہوتا

کسی رنج کش کو دیتا تو کچھ اُس کو سود ہوتا
دلِ سخت کافر کا حجر الیہود ہوتا

تو پھر ایک عرصہ گاہِ عدم و وجود ہوتا
تو نہ پھر ظہور ہوتا نہ کہ یہ شہود ہوتا

تری بزم میں تو جلتا کہ تجھے بھی لو پہنچتی
جو یہ فہمی تھا دل کو جلتا تو بلا سے عود ہوتا

لبِ نازک اُس کا کیونکر کبھو بارِ حرف اٹھائے
کہ جو صدمۂ تبسم سے بھی ہے کبود ہوتا

یہ حیاتِ چندروزہ جو نہ سدِّ راہ ہوتی
تو پھر ایک عرصہ گاہِ عدم و وجود ہوتا

جو حسد کسی کو تجھ پر ہو تو ہے یہ تیری خوبی
کہ جو تو نہ خوب ہوتا تو وہ کیوں حسود ہوتا

نہ خاک ہوتا ظاہر جو سلگنا اپنے دل کا
تو شرارِ سنگِ تربت میں بھی اپنے دود ہوتا

جو ہیں سرگذشتہ اُن کو نہیں دینا سر کا مشکل
کہ وہ سر بکف نہ ہوتا جو نہ دستِ جود ہوتا

جو رقیب زر بکف ہیں کبھی ہوتے سر بکف گے
ترے جاں نثار کا سا نہیں دستِ جود ہوتا

ترے در کی جبہ سائی اگر اشک اپنے کرتے
ہر قطرہ قطرہ پہ اک اثرِ سجود ہوتا

کوئی زہر نوش مجھ سا نہیں ذوق پہنچا ورنہ
خمِ زقوم دوزخ میں بھی خشک دود ہوتا

(۱) نمود - ظاہر ہونا - (۲) کبود - نیلا - (۳) رنج کش - دنیا کی تکالیف اور مصائب کو برداشت کرنے والا - (۴) سود - فائدہ - (۵) حجر الیہود - ایک قسم کا پتھر جو زخموں کے التیام کے واسطے مفید ہے (۶) عدم - نیستی - نہ ہونا - (۷) وجود - ہستی - ہونا -

(۸) ظہور۔ ظاہر ہونا (۹) شہود۔ حاضر ہونا صوفیوں کی اصطلاح میں وہ درجہ جس میں سالک مراتبِ کثرت اور موجوداتِ صوری سے گذر کر توحیدِ عیانی کے مقام پر جا پہنچتا ہے اور اس کو موجودات میں جلوۂ حق نظر آنے لگتا ہے (۱۰) عود۔ ایک خوشبودار لکڑی ہے اور آگ میں جلانے سے خوشبو دیتی ہے (۱۱) صدمۂ تبسم۔ صدمہ مسکراہٹ (۱۲) کبود ہو جانا۔ نیلا ہو جانا۔ مراد بلحاظ نزاکت کے (۱۳) سدِ راہ۔ رکاوٹ (۱۴) خوب۔ اچھا۔ خوش نصیب۔ (۱۵) حسود۔ حسد کرنے والا۔ دشمن۔ (۱۶) دُودِ دشمناں (۱۷) سر بکف ہونا سر ہتھیلی پر رکھ لینا مرنے کے لئے تیار ہونا (۱۸) دستِ جود۔ دست سخاوت (۱۹) جبہ سائی۔ ماتھا رگڑنا منت و سماجت (۲۰) اثرِ سجود۔ نشانِ سجدہ۔ (۲۱) زہر نوش زہر پینے والا۔ بلانوش۔ (۲۲) ثمرِ زقوم۔ تھوہر کا درخت۔

اُس نے جب ہاتھ بہت ردّ و بدل میں مارا
ہم نے دل اپنا اُٹھا اپنی بغل میں مارا

آنکھ سے آنکھ لڑی پر مجھے ڈر ہے دل کا
کہیں یہ جائے نہ اس جنگ و جدل میں مارا

دل کو اس کاکلِ پیچاں سے نہ بل کرنا تھا
پہ سیہ بخت گیا اپنے ہی بل میں مارا

چرخِ بد بیں کی کبھی آنکھ نہ پھوٹی سو بلا
تیرِ نالے نے مرے چشمِ زحل میں مارا

اس لب و چشم پہ ہے زندگی و مرگ اپنی
کہ کبھی دم میں جلایا کبھی پل میں مارا

کون سنتا ہے تری زلف میں دل کی فریاد
کہ مسلماں کو ہے کافر کے عمل میں مارا

عرس کی شب بھی مری گور پہ دو پھول نہ لائے
پتھر اک گنبدِ تربت کے کنول میں مارا

شعر ہوا پر نہ ہوا میر کا انداز نصیب
ذوق یاروں نے بہت زور غزل میں مارا

(۱) ردّ و بدل۔ تکرار۔ (۲) کاکلِ پیچاں۔ معشوق کی پیچیدہ زلفیں (۳) بل کرنا۔ تکبر کرنا۔ غرور کرنا۔ مگر یہاں اُلجھنے کے معنوں میں استعمال ہوا ہے (۴) بل۔ گھمنڈ (۵) چرخِ بد بین۔ آسمان جو بری نظروں سے دیکھنے والا ہے مراد دشمنی کی نظروں سے۔ (۶) زحل۔

ایک مشہور ستارہ جو ساتویں آسمان پر ہے اور جسے نحس اکبر خیال کرتے ہیں (۷) جلایا۔ زندہ کیا
(۸) عمل مراد حکومت۔

مذکور تری بزم میں کس کا نہیں آتا
پر ذکر ہمارا نہیں آتا نہیں آتا

جینا ہمیں اصلا نظر اپنا نہیں آتا
گر آج بھی وہ رشک مسیحا نہیں آتا

کیا جانے اُسے وہم ہے کیا میری طرف سے
جو خواب میں بھی رات کو تنہا نہیں آتا

بے جا ہے دلا اُس کے نہ آنے کی شکایت
کیا کیجیگا فرمائیے اچھا نہیں آتا

کس دن نہیں ہوتا قلق ہجر سے مجھ کو
کس وقت مرا منہ کو کلیجا نہیں آتا

ہم رونے پہ آجائیں تو دریا ہی بہائیں
شبنم کی طرح سے ہمیں رونا نہیں آتا

آنا ہے تو آجا کہ کوئی دم کی ہے فرصت
پھر دیکھئے آتا بھی ہے دم یا نہیں آتا

ہستی سے زیادہ ہے کچھ آرام عدم میں
جو جاتا ہے یاں سے وہ دوبارا نہیں آتا

ساتھ ان کے ہوں میں سایہ کے مانند ولیکن
اس پر بھی جدا ہوں کہ لپٹنا نہیں آتا

غافل ہے بہار چمنِ عمرِ جوانی
کر سیر کہ موسم یہ دوبارا نہیں آتا

دل مانگنا مفت اور پھر اُس پہ تقاضا
کچھ قرض تو بندے پہ تمہارا نہیں آتا

دنیا ہے وہ صیاد کہ سب دام میں اُس کے
آجاتے ہیں لیکن کوئی دانا نہیں آتا

جاتی رہے زلفوں کی لٹک دل سے ہمارے
افسوس کچھ ایسا ہمیں لٹکا نہیں آتا

جو کوچۂ قاتل میں گیا پھر وہ نہ آیا
کیا جانئے مزا کیا ہے کہ جینا نہیں آتا

آئے تو کہاں جائیے نہ تا جی سے کوئی جائے
جب تک نہیں آتا اُسے غصا نہیں آتا

دیتا دلِ مضطر کو ترے کچھ تو نشانی
پر خط بھی ترے ہاتھ کا لکھا نہیں آتا

آیا ہے دم آنکھوں میں دمِ حسرت دیدار
پر لب پہ کبھی حرف تمنا نہیں آتا

میں جاتا جہاں سے ہوں تو آتا نہیں یاں تک
کافر تجھے کچھ خوف خدا کا نہیں آتا

قسمت ہی سے ناچار ہوں اے ذوق وگرنہ

سب فن میں ہوں میں طاق[12] مجھے کیا نہیں آتا

(۱) مذکور - ذکر - تذکرہ - (۲) اصلا - بالکل - (۳) رشکِ مسیحا - مراد معشوق - آ...
زندگی بخش سمجھتے ہوئے مسیح سے نسبت دے دی (۴) قلق - رنج - تکلیف - (۵)
کلیجہ منہ کو آنا - کنایۃً کمالِ قلق و اضطراب ہونا - (۶) ہستی - زندگی - موجود ہونا (۷)
نیستی - فنا - (۸) صیاد - شکاری (۹) تُک - آن بان - زیبائش - (۱۰) ٹُکا - منتر
ٹوٹکا - جادو - (۱۱) دلِ مضطر - بیقرار دل (۱۲) سب فن میں طاق ہونا - مراد ...

۱۴۱

ساتھ آہ کے دل بھی مع پیکاں[1] نکل آیا
تھا کام تو مشکل مگر آساں نکل آیا

شب ہم نے تہیہ[2] جو کیا توبہ کا ساقی
مغرب سے سحر مہرِ درخشاں[3] نکل آیا

عصمت[4] بھی ہے کیا شئے کہ الگ یوسفِ کنعاں
در ہائے مقفل[5] سے عوجدا ان نکل آیا

تنگ آ کے جو دم تن سے نکل جائے تو جانو
زنداں[6] سے کوئی قیدی زنداں نکل آیا

ہاتھ آئے نہ قسمت کے سوا گوہرِ مقصود
دریا سے تہی پنجۂ مرجاں[7] نکل آیا

رات آہ میں یوں سینے سے اک شعلہ سا چمکا
میں نے تو یہ جانا دلِ سوزاں[8] نکل آیا

ناقوس[9] یہ کس دل سے کیا نالۂ جاں سوز[10]
یاں دل کا دھواں آہ سے یکجاں نکل آیا

تھا کوچۂ قاتل میں شہادت کا دفینہ[11]
کھودا جو کنواں گنجِ شہیداں نکل آیا

دل رکھ کے کہیں ذوق کا ہم بھول گئے تھے
تھا گم وہ کئی دن سے مگر یاں نکل آیا

(۱) پیکاں - برچھی کی انی - تیر کا پھل (۲) تہیہ - ارادہ (۳) چمکتا ہوا آفتاب (۴)
عصمت - اپنے آپ کو گناہ سے پاک رکھنا اس طرح کہ عمر بھر کبھی کوئی کبیرہ گناہ نہ ہو پاک
دامنی - (۵) مقفل - بند - تالا لگا ہوا - قفل لگا یا ہوا - (۶) زنداں - قید خانہ (۷)
مرجان - مونگا - (۸) دلِ سوزاں - جلتا ہوا دل - مراد دلِ عاشق - (۹) ناقوس -
سنکھ - جو مندروں میں پجاری بجاتے ہیں - (۱۰) جان سوز - جان کو جلا دینے والا

مؤثر۔ (۱۱) دفینہ۔ گڑھا ہوا خزانہ۔ چھپا ہوا خزانہ۔

ہر اک سے ہے قولِ آشنائی کا جھوٹا
وہ کافر ہے ساری خدائی کا جھوٹا

بناتا ہے آئینِ الفت[1] میں تجھ کو
یہ شیوہ[2] تری بیوفائی کا جھوٹا

نہ منہ لگائیں خار آبلے ہیں کہ ہوگا
یہ ساغر مئے کہربائی[3] کا جھوٹا

نہ کیوں تیرے دانتوں سے جھوٹا ہو موتی
کہ دعویٰ کیا تھا صفائی کا جھوٹا

مجھے نعمتِ خلد سے بھی ہے بہتر
ترے در پہ ٹکڑا گدائی کا جھوٹا

ترا قول ہاتھوں میں چمکا رہا ہے
نگیں[4] خاتم[5] دلربائی کا جھوٹا

رسائی ہوئی جب کہ دامن تک اسکی
ہوا ہاتھ اپنی رسائی کا جھوٹا

مرے رے کے پیوے اگر موت پاوے
یہ پانی مریضِ جدائی کا جھوٹا

اڑا کر کیا رنگ الفت کو رخ نے
یہ ساغر مئے دلربائی کا جھوٹا

گئے طاقِ ابرو[6] میں تھے حضرتِ دل
سو دعوے ہوا پارسائی کا جھوٹا

خدا جانے ہے ذوق جھوٹا کہ سچا
مگر وہ نہیں آشنائی کا جھوٹا

(۱) آئینِ الفت۔ رسمِ محبت۔ قانونِ محبت (۲) شیوہ۔ طریقہ (۳) مے کہربا۔ شرابِ قوی الاثر۔ کہربا ایک زرد رنگ مہرہ ہوتا ہے اگر اسے چمڑے وغیرہ پہ گھس کر گھاس کے تنکے کے نزدیک کریں تو تنکا اس سے آکر چمٹ جاتا ہے جیسے مقناطیس سے لوہا (۴) نگین۔ نگینہ۔ (۵) خاتم۔ انگوٹھی (۶) طاقِ ابرو۔ محرابِ ابروئے معشوق ابروؤں کے کج ہونے کے لحاظ سے طاق سے تشبیہ دی۔

یاں تک عدو زمانہ ہے مردِ دلیر[1] کا
جنگل[2] میں منہ شکار کئے پہ بھی شیر کا

جس گھر میں ہو لڑائی وہاں آدمی نہیں
کانٹا سمجھئے بیشہ[3] کا یا گل کنیر[4] کا

مجنوں کی روح دشت میں مانند گردباد[5]
کرتی طواف[6] تھی ترے مجنوں کے ڈھیر کا

ہیں اُس صنم کے ملنے کے رستے تو سینکڑوں — پر کوئی راست ہے کوئی رستہ ہے پھیر کا
دم آچکا لبوں پہ ہے آنکھوں میں انتظار — بے دید جلد آکہ نہیں وقت دیر کا
چھوڑا نہ ایک دانۂ اختر سحر تلک — گردوں کو ٹونگ گیا جو مرغ غضب ٹھنگیر کا
کوٹھے پہ اُن کے خوب بچے آج رات کو — تھا ہاتھ آگیا جو سہارا منڈیر کا
ہوتے زبانِ حال سے مضموں ہیں وہ ادا — جس میں نہ اختلاف زبر کا نہ زیر کا

زیبا ہے ذوق خرقۂ درویش مرد کو
بُرقع کبھی نہ پائیگا نامردِ شیر کا

(۱) مردِ دلیر۔ بہادر شجاع۔ (۲) شکاریوں کا طریقہ ہے کہ جب شیر کو شکار کرتے ہیں تو وہیں گھاس پھوس کا پُولا بنا کر اُسے آگ دیتے ہیں اور شیر کا منہ جھلس دیتے ہیں کہ کوئی بدنیت اس کی مونچھ کا بال نہ لے جائے اور اپنے دشمن کا خون نہ کرے۔ ان بالوں کے چھوٹے چھوٹے ٹکڑے کترتے ہیں اور پان کی رگوں میں چبھو کر کھلا دیتے ہیں (۳) سیہ کا کانٹا۔ یہ دراصل ساہی کا کانٹا ہے۔ ساہی ایک جانور ہے جس کے تمام جسم پہ کانٹے ہوتے ہیں۔ عورتوں کا خیال ہے کہ جس گھر میں ساہی کا کانٹا ہوتا ہے وہاں خانہ جنگی ہوتی رہتی ہے۔ (۴) کنیر۔ ایک زہریلے اور تلخ درخت اور اس کے پھل کا نام۔ عوام کا خیال ہے کہ جس کے گھر میں کنیر کا پھول ڈال دو وہاں آپس میں لڑائی ہو جاتی ہے۔ (۵) گویا بگولا۔ (۶) طواف۔ کسی چیز کے گرد گھومنا (۷) ٹھنگیر۔ یہ لفظ ٹھونگ سے نکلا ہے بطور فعل کسی خشک چیز کا ایک ایک کرکے کھانا (۸) منڈیر دیوار کا وہ بالائی حصہ جو ڈھلوان بنا ہوتا ہے (۹) خرقۂ درویشی۔ لباس درویشی۔

دریائے اشک چشم سے جس آن بہ گیا — سن لیجیو کہ عرش کا ایوان بہ گیا
بل بے گدازِ عشق کہ خوں ہو کے دل کے ساتھ — سینہ سے تیرے تیر کا پیکان بہ گیا
زاہد شراب پینے سے کافر ہوا میں کیوں — کیا ڈیڑھ چلو پانی میں ایمان بہ گیا

ہے موجِ بحرِ عشق وہ طوفاں کہ الحفیظ
بیچارہ مشتِ خاک تھا انسان بہ گیا

دریائے اشک سے دمِ تحریرِ حالِ دل
کشتی کی طرح میرا قلمدان بہ گیا

یہ روئے پھوٹ پھوٹ کے پاؤں کے آبلے
نالہ سا ایک سوئے بیابان بہ گیا

تھا تو بہا میں بیش پر اس لب کے سامنے
سب مول تیرا لعلِ بدخشان بہ گیا

کشتی سوارِ عمر ہیں بحرِ فنا میں ہم
جس دم بہا کے لے گیا طوفان بہ گیا

تھا ذوق پہلے دلّی میں پنجاب کا سا حسن
پر اب وہ پانی کہتے ہیں ملتان بہ گیا

(۱) اشک۔ آنسو۔ کثرتِ گریہ کے لحاظ سے دریائے اشک کہا (۲) عرش۔ محبت رب العالمین (۳) ایوان۔ محلِ شاہی۔ یہ لفظ عام طور پر بڑی بڑی شاہانہ عمارات کے لئے استعمال ہوتا ہے (۴) پیکان۔ نوکِ تیر (۵) الحفیظ۔ خدا بچائے محفوظ رکھے۔ (۶) مشتِ خاک مٹھی بھر خاک۔ اشارہ بہ انسان (۷) بہا۔ قیمت۔ (۸) پانی ملتان بہ جانا محاورہ میں کسی شے کے ڈھہ جانے کو کہتے ہیں مراد یہ ہے کہ کسی زمانہ میں شہر دلّی بلحاظ حسن و خوبی کے پنجاب کا ہمسر تھا لیکن اب وہ حسن باقی موجود نہیں

سرو عاشق ہو گیا اُس غیرتِ شمشاد کا
غل مچایا قمریوں نے ہے مبارکباد کا

ہے قفس سے شور اک گلشن تلک فریاد کا
خوب طوطی بولتا ہے ان دنوں صیاد کا

روزِ مرگِ عاشقِ ناشاد ہے شادی کا دن
ہے بجائے شورِ ماتم غل مبارکباد کا

آنچ ہے تلوار کی مڑتا نہیں یہ سخت جان
کشتہ کرنا سخت ہی مشکل ہے اس فولاد کا

کچھ گدازِ عشق میں ہوتا اثر تو دیکھتے
کوہ کے چشموں سے ہوتا خوں رواں فرہاد کا

ہو سبق آموز شوخی گریہ کی کو چشمِ شوخ
کام لے موجِ نگہ سے سیلیٔ استاد کا

سوزشِ غم سے ہزاروں داغ جل جل کر پڑے
ہو گیا میرا کفن جامہ مگر حداد کا

سرو موجِ آبِ جو سے پائے در زنجیر ہے
دیکھ لو آنا دگر یہ حال ہے آزاد کا

آبداری ہے تری تلوار میں یا ہو گیا
آبِ زہرہ سخت جانی سے مری فولاد کا

یاد کرتا ہے مجھی کو پہلے وقتِ قتلِ عام
کیوں نہ میں کشتہ ہوں اے قاتل تری بیداد کا

میں ہوں چکر میں لگی جس دن سے دنیا کی ہوا
حال میرا ہے بعینہ آسیائے باد کا

سر ترے کشتہ کا دیکھیگا نہ ہرگز روئے خاک
لے اڑیگا شوقِ پابوسی اسے جلاد کا

سلسلہ میں لفظ و معنی کی نہ آیا دل کبھی
ابجدِ عالم میں گویا تھا الف آزاد کا

یوں تو ہے استادِ شیطاں پر کہوں کیا تجھکو دل
تو تو شاگردی میں بھی استاد ہے استاد کا

ذوق حیراں ہے بہت فکرِ کشادِ کار میں
یا علی مشکل کشا یہ وقت ہے امداد کا

(۱) شمشاد۔ ایک بلند اور خوش نما درخت کا نام اس کے خوشنما اور سیدھا ہونے کی وجہ سے معشوق کے قد کو اس سے تشبیہ دیتے ہیں۔ (۲) طوطی بولنا۔ شہرہ آفاق ہونا (۳) گداز۔ پگھلنا۔ گلنا۔ مراد سوزِ محبت (۴) فرہاد شیریں کا مشہور عاشق (۵) سبق آموز ہونا۔ سبق لینا۔ (۶) موج نگہ حرکت نگہ جنبش نگہ (۷) سیلیٔ استاد۔ ضرب دست استاد گردن پر ہو یا کسی اور حصۂ بدن پر (۸) حداد۔ لوہار۔ آہن گر۔ (۹) آب زہرہ ہونا۔ کنایتہً خوف زدہ ہونا۔ حوصلہ پست ہونا۔ (۱۰) آسیائے باد چکی جو ہوا کے ذریعہ چلتی ہے۔ (۱۱) ابجد حروف تہجی۔ الف۔ بے۔ تے۔ وغیرہ وہ آٹھ کلمے جو حروف کے باترتیب اعداد معلوم کرنے کے لئے بنائے گئے ہیں۔ (۱۲) استادِ شیطان۔ یہاں شیطان کو استاد کہا ہے اور یہ اس روایت کی طرف اشارہ ہے جس میں ابلیس یعنی شیطان کو فرشتوں کا استاد کہا گیا ہے۔ (۱۳) کشادِ کار۔ مقصد بر آنا۔ مشکل حل ہونا (۱۴) علی۔ نام ہے جناب پیغمبر اسلام کے داماد اور حضرت امام حسین علیہ السلام کے والد ماجد کا اور مشکلکشا ہے لقب جناب علیؑ کا آپ مسلمانوں کے چوتھے خلیفہ تھے اور عبدالرحمٰن ابن ملجم کے ہاتھوں حالت نماز میں شہید ہوئے۔

مرے سینے سے تیرا تیر جب اے جنگجو نکلا
دہانِ زخم سے خوں ہو کے حرفِ آرزو نکلا

مرا گھر تیری منزل گاہ ہو ایسے کہاں طالع
خدا جانے کدھر کا چاند آج اے ماہ رو نکلا

پھرا گر آسماں تو شوق میں تیرے ہے سرگشتہ
اگر خورشید نکلا تیرا گرمِ جستجو نکلا

مئے عشرت کا تھا خمخانۂ افلاک پر دھوکا
کہ تھا لبریزِ غم اس غمکدہ سے جو سبو نکلا

ترے آتے ہی آتے کام آخر ہو گیا میرا
رہی حسرت کہ دم میرا نہ تیرے روبرو نکلا

کہیں تجھ کو نہ پایا گرچہ ہم نے اک جہاں ڈھونڈا
پھر آخر دل ہی میں دیکھا بغل ہی میں سے تو نکلا

خجل اپنے گناہوں سے ہوں میں یاں تک کہ جب سمجھا
تو جو آنسو مری آنکھوں سے نکلا سرفرو نکلا

گھسے جب ناخنِ تدبیر اور ٹوٹی سرِ سوزن
مگر تھا دل میں جو کانٹا نہ وہ ہرگز کبھو نکلا

اسے اغیار پایا یار سمجھے ذوق ہم جس کو
جسے یاں دوست اپنا ہم نے جانا وہ عدو نکلا

(۱) جنگجو۔ لڑاکا۔ مراد معشوق۔ (۲) منزل گاہ۔ جائے قیام۔ اترنے کی جگہ۔ (۳) طالع۔ نصیبہ۔ (۴) لبریزِ غم۔ غم سے بھرا ہوا (۵) سبو۔ پیالہ۔ (۶) مطلب اشارہ ذات باری کی طرف کہ انسان حق تعالےٰ کو اپنے آئینہ دل ہی میں دیکھ سکتا ہے۔ (۷) خجل شرمندہ (۸) سرفرو۔ سر جھکائے ہوئے (۹) اغیار غیر جس سے کوئی تعلق نہ ہو (۱۰) عدو۔ دشمن۔

جب نیم جان ہوں کوچۂ قاتل میں لوٹتا
قاتل ہے لوٹنے پہ مرے دل میں لوٹتا

لیلیٰ کے شوقِ وصل میں مجنوں کو دیکھنا
کیا کیا ہے راہِ ناقۂ محمل میں لوٹتا

غیروں سے دیکھ دیکھ تری گرمجوشیاں
میں آگ پر ہوں رشک سے محفل میں لوٹتا

دی لب نے تیرے غنچہ کو اکسیرِ مسکرات
گل ہو کے ہے جبائے عنادل میں لوٹتا

کعبہ کا رخ ہے اور ترے دردِ فراق سے
میں اے صنم ہوں پہلی ہی منزل میں لوٹتا

دل کا سا ہوتا گردِ غلطاں کو اضطراب
پھرتا تمام دامنِ ساحل میں لوٹتا

سودائیوں کے دل پہ تری یادِ زلف میں
اک سانپ سا ہے قیدِ سلاسل میں لوٹتا

کس کس مزے سے لوٹتے ہیں میکدہ میں مست | ہے ایک کے جو ایک مقابل میں لوٹتا

بے آب تیغ ماہیٔ بے آب کی طرح
اسے ذوق دل ہے سینۂ بسمل میں لوٹتا

(۱) نیم جان۔ بسمل عشق (۲) لوٹنے پہ۔ تڑپنے پہ۔ (۳) دل میں لوٹتا۔ دل میں مزے لیتا ہے۔ (۴) ناقہ۔ اونٹنی (۵) محمل کجاوہ (۶) گرم جوشی۔ تپاک محبت اور اختلاط کرنا۔ (۷) عنادل جمع عندلیب بلبل (۸) دُر غلطان۔ بیش بہا موتی (۹) سلاسل۔ زنجیریں۔

۴۸ [illegible]

عالم ہے زندگی میں زمانہ شباب[1] کا | گلشن میں برگ برگ ہے پھول آفتاب[2] کا
جلوہ ہو کیونکہ خاک پہ تاب عتاب[3] کا | جلتا نہیں ہے برق سے دامن سحاب[4] کا
اسے گل رخو[5] نہ چھیڑنا دامن سحاب کا | دیکھو چھلک[6] رہا ہے کٹورا گلاب کا
اس گل سے بغیر طوطیٔ بسمل سے کم نہیں | سبزہ مزار عاشق پُر اضطراب کا
صد پارہ دل ہے گنجفۂ[7] عشق ہو گیا | اور ہر ورق پہ نقش ہے حکم آفتاب کا
ہے دل جلوں کے واسطے یہ نامہ بر تحفہ | اڑنا مگر محال ہے مرغ کباب کا
ٹپکے اگر عرق گل رخسار سے ترے | دریا میں ہر حباب[8] ہو شیشہ گلاب کا
اے آفتاب تیرے رخ تابناک[9] سے | کیا کیا چمک رہا ہے ستارہ حباب کا

ہوتا ہے دل جلوں سے کہیں ذوق ضبط آہ
موج دخان[10] سے ضبط نہ ہو پیچ و تاب کا

(۱) زمانہ شباب۔ عہد جوانی۔ (۲) بلحاظ اپنی چمک دمک اور شگفتگی کے (۳) عتاب غصہ۔ (۴) سحاب۔ بادل۔ (۵) گل رخ۔ معشوق (۶) کٹورا چھلکنا۔ کٹورا لبریز ہو کر اس میں سے عرق یا پانی کا گر جانا۔ (۷) گنجفہ۔ ایک کھیل کا نام۔ تاش۔ (۸) حباب۔ بلبلہ (۹) رخ تابناک۔ چمکتا ہوا چہرہ۔ (۱۰) دخان۔ دھواں۔

۴۹

نالہ جب دل سے چلا سینہ میں پھوڑا اٹکا | چلتی گاڑی میں دیا عشق نے روڑا اٹکا

جلد آ وعدۂ دیدار پہ لے وعدہ خلاف — کب تک اٹکا رہے دم آنکھوں میں تھوڑا اٹکا

توسنِ(۱) عمرِ رواں ہر نفس(۲) الٹا ہی رہا — کبھی میدانِ فنا میں نہ یہ گھوڑا اٹکا

بھاگا مجنوں مری وحشت(۳) سے بگولے کی طرح — سامنے میرے ذرا بھی نہ بھگوڑا(۴) اٹکا

رہ گئے مر کے بھی اے ذوق رکاوٹ دل میں
ہاتھ تلوار کا جو یار نے چھوڑا اٹکا

(۱) توسن - گھوڑا - (۲) ہر نفس - ہر لمحہ - ہر گھڑی (۳) وحشت - دیوانگی - (۴) بھگوڑا - بزدل -

۵۰

ہر گام(۱) پہ رکھے ہے وہ یہ ہوش نقشِ پا(۲) — ہو خاکِ عاشقاں نہ ہم آغوشِ نقشِ پا

افتادگاں(۳) کو بے سر و ساماں نہ جانیو — داماںِ خاک ہوتا ہے روپوش(۴) نقشِ پا

اعجازِ(۵) پا سے تیرے عجب کیا کہ راہ میں — بول اٹھے منہ سے ہر لبِ خاموشِ نقشِ پا

اس رہ گذر میں کس کو ہوئی فرصتِ قیام — بیٹھے ہے نقشِ پا بسرِ دوشِ نقشِ پا

جسمِ نزار(۶) خاک نشینانِ کوئے عشق — یوں ہے زمیں پہ جیسے تن و توشِ نقشِ پا

فیضِ برہنہ پائیٔ مجنوں سے دشت میں — ہر آبلہ بنے ہے دُرِ گوشِ نقشِ پا

پابوس در کنار کہ اپنی تو خاک بھی
پہنچی نہ ذوق اس کے ہم آغوشِ نقشِ پا

(۱) ہر گام - ہر قدم - (۲) نقشِ پا - نشانِ قدم - (۳) افتادگاں - عاجز - بیکس -
(۴) روپوش - چھپانیوالا (۵) اعجاز - معجزہ (۶) جسم نزار - کمزور ضعیف جسم -

۵۱

جل اٹھا شمع نمط(۱) تارِ رگِ جاں میرا — آہ روشن نہ ہوا کلبۂ احزاں(۲) میرا

ہنستے دیکھا جو لبِ زخم تو بولا قاتل — آج تیرا ہے دہن اور نمکداں میرا

کرکے بسمل مجھے کس ناز سے کہتا ہے وہ شوخ — دیکھ تڑپیو نہ خوں سے کہیں داماں میرا

اے جنوں دن سے سوا رات کو روشن کر دے — مہرِ گردوں(۳) ہو جو داغِ دلِ سوزاں میرا

خارِ وحشت سے کہو چھوڑ دے دامن دل کا
ہے خطِ جادہ ترا چاکِ گریباں میرا

دھیان میں آئینہ رخ کے گئی جان نکل
رہ گیا ہائے کھلا دیدۂ حیراں میرا

اے جنوں تو بھی ہو دنیا میں یونہی خانہ خراب
خاک در خاک کیا خانۂ ویراں میرا

نظمِ معنی کا بکھر جائے ابھی حرف سے حرف
باندھیں گر اہلِ سخن حالِ پریشاں میرا

خندۂ جام کو مینا کے لبوں پر رکھ دو
دیکھو پھر ہنستا ہے کیا کیا لبِ خنداں میرا

اپنا رونا مجھے ہنسنے سے مبارک ہو ذوق
دیکھ خنداں ہو جو وہ دیدۂ گریاں میرا

(۱) شمع نمط۔ مانندِ شمع۔ (۲) کلبۂ احزاں۔ غمکدہ۔ مراد خانۂ عاشق۔ (۳) مہرِ گردوں۔ مراد احباب (۴) داغِ دلِ سوزاں۔ جلتے ہوئے دل کا زخم (۵) خار۔ کانٹا چلن۔ (۶) وحشت۔ دیوانگی۔ جنونِ عشق (۷) خطِ جادہ۔ راستہ منزل۔ نشانِ راہ (۸) نظمِ معنی۔ مرادِ سلسلہ شعر۔ (۹) اہلِ سخن۔ شاعر۔ (۱۰) خنداں۔ ہنستا ہوا۔ (۱۱) دیدۂ گریاں۔ رونے والی۔ آنسو بہانے والی آنکھ۔

۵۲

رکھتے تھے جو کشورِ کسریٰ و قیصر زیرِ پا
ہے انہی کا آج سر با تاج و افسر زیرِ پا

اے جنوں ہم پا برہنہ گرم پتھر زیرِ پا
دوپہر ہے سایہ بھی بیٹھا ہے چھپکر زیرِ پا

تم چلو رکھ کر جو میرا دیدۂ تر زیرِ پا
پل ہوں بحرِ اشک پر مژگاں سراسر زیرِ پا

خاکساری کو ہماری مل گئی اکسیرِ عشق
اب تو پارس ہوگا جو آئیگا پتھر زیرِ پا

میری آنکھوں کو ملو تم لے کے تلووں کے تلے
کیوں نشہ میں توڑتے ہو رکھ کے ساغر زیرِ پا

ہے نمازِ کشتۂ قاتل بجائے جانماز
اے قیامت لا بچھا دامانِ محشر زیرِ پا

زیر دستی پر بھی ہے موذی سے لازم احتراز
جب دبیگا سانپ کاٹیگا مقرر زیرِ پا

بن کے مجنوں کے مژگاں وادیٔ وحشت کے خار
راہ آنکھوں سے نکل آئے ہیں چبھ کر زیرِ پا

ہو نہ گل مہندی کے گلبن رشکِ گل گلوں میں تو
آ کھڑا ہو رکھ کے میرا کاسۂ سر زیرِ پا

فاتحہ عاشق کا دیتا ہے تو واجب ہے ادب
اپنے کفش پا کو رکھ لے پا سے باہر زیرِ پا

میں ہوں وہ کشتی شکستہ بحرِ الفت میں میاں
ایک تختہ رہ گیا ہے جس کے بچ کر زیرِ پا

قصرِ حق کو ذوق سب غارت کریگا ایک دن
چونٹیوں کا پھر رہا ہے یہ جو لشکر زیرِ پا

(۱) کشور - ملک (۲) کسریٰ - لقب نوشیرواں جو ایران کا مشہور عادل بادشاہ ہوا ہے۔ (۳) قیصر - لقب شاہانِ روم (۴) افسر - تاج (۵) دیدۂ تر - آنسو بہانے والی آنکھ (۶) پارس - ایک پتھر کا نام جس کی نسبت یہ مشہور ہے کہ لوہے کو چھو کر سونا بنا دیتا ہے۔ اکسیر (۷) کشتۂ قامت - قتیلِ قدِ معشوق (۸) جا نماز - وہ کپڑا جس کو بچھا کر نماز پڑھتے ہیں۔ . . . . (۹) محشر - روزِ قیامت
(۱۰) موذی - ایذا دینے والا۔ (۱۱) احتراز - بچنا - پرہیز کرنا (۱۲) کاسۂ سر - کھوپڑی (۱۳) فاتحہ - دعائے مغفرت۔ (۱۴) کفش - جوتی۔

۱۳

دشمنِ جاں یک بیک سارا زمانہ ہو گیا
ہائے تاثیرِ محبت یہ ستم کیا ہو گیا

تم میں تھا مجھ میں تھا دل پھر کہو کیا ہو گیا
دل کے جلنے کا تو عالم کو اچنبھا ہو گیا

جس کو اے ظالم تری مژگاں کا کھٹکا ہو گیا
سوکھ کر ایسا ہوا دبلا کہ کانٹا ہو گیا

ہم نے اُن سے دوستی کی وہ ہیں کرتے دشمنی
دیکھو کیا سوچا تھا ہم نے اور واں کیا ہوا

بادۂ گلگوں نے رنگِ رُخ کو روشن کر دیا
پہلے تھا گلرنگ تمغا پھر سبو کا ہو گیا

جب اُٹھا تابوت تیرے کشتۂ حسرت کا آہ
شورِ ماتم تھا کہ اک عالم میں برپا ہو گیا

تم نے کل عزمِ سفر کا ہم کو تھا بھیجا پیام
لو سفر یاں آج دنیا سے ہمارا ہو گیا

پھر چلو اے حضرتِ دل ہو چکا ملنا بس اب
آج گھر میں غیر کے پھر اُن کا رہنا ہو گیا

مرنا جینا ایک جا اٹکا ہے نگاہوں پر تری
جس نظر سے آنکھ بھر کر تو نے دیکھا ہو گیا

خط لکھا مجھ کو تو اس میں نام بھی پورا نہ تھا
کیا کہوں قسمت کا لکھا آج پورا ہو گیا

وہ تو خود شعلہ تھا جب میرے کہا ہو شعلہ خو — اس لطیفے سے بھڑک کر آگ دونا ہو گیا
میر کے گھر ہم سے تو اٹھ کر اگر پہنچا تو کیا — تیرے جانے کا تو اک عالم میں چرچا ہو گیا
گرم ہو کر آتا ہے منہ پر مرے طفلِ سرشک — دیکھ کیا اے چشم تر ابتر یہ لڑکا ہو گیا
کر دیا تیغِ نگہ نے ایک عالم کا ہے خوں — نام بدنام اے صنم ناحق قضا کا ہو گیا
یادِ زلفِ عنبریں میں رات یہ آہیں بھریں — گنبدِ گردوں سیہ سارے کا سارا ہو گیا

ذوق نے جو زلف کو چھیڑا تو لے مجھ سے قسم
تو نے خود چھیڑا اسے اور برہم اتنا ہو گیا

(۱) اچنبھا۔ حیرانی۔ (۲) کھٹکا۔ ڈر۔ خوف (۳) بادۂ گلگوں۔ شراب سرخ رنگ (۴) گلرنگ۔ مانند گلاب۔ سرخ (۵) بھبوکا۔ زیادہ سرخ۔ نہایت روشن۔ چمکنے والا۔ (۶) تابوت اٹھا۔ جنازہ اٹھا۔ (۷) شعلہ خو۔ تندمزاج (۸) طفلِ سرشک۔ آنسو (۹) زلفِ عنبریں۔ معشوق کی خوشبودار سیاہ زلف۔ (۱۰) گنبدِ گردوں۔ مراد آسمان (۱۱) برہم خفا

۵۱
کوہ کے چشموں سے اشکوں کو نکلتے دیکھا — اے صنم پر ترا پتھر نہ پگھلتے دیکھا
ضعف سے سینہ میں آتا ہے مرا دم جس طرح — ریگ کو شیشۂ ساعت میں نہ چلتے دیکھا
تھا میں اس باغ میں نخلِ گلِ آتشبازی — پھولتے دیکھا مگر آہ نہ پھلتے دیکھا
اُس رخ و زلف کے آگے نہ ہوا گرمِ فروغ — آگے کافر کے دیا کس نے ہے جلتے دیکھا
اے صبا جنبشِ سبزہ کے سوا کس کو بھلا — مورچھل گورِ غریباں پہ ہے جھلتے دیکھا
جو چڑھا اوجِ فنا پر وہ گرا سایہ نمط — پاؤں اس کوٹھے پہ ہے سب کا پھسلتے دیکھا
کوئے جاناں میں ہے دل جیسا گیا قابو سے — ہم نے بچے کو بھی ایسا نہ مچلتے دیکھا
زلف کہتی ہے درِ گوش سے دکھلاوے کوئی — گر ہے پھندے سے ناگن کو جو چھٹتے دیکھا
کج ادائی گئی کب ہم سے ترے ابرو کی — شاخِ آہو سے ہے خم کس نے نکلتے دیکھا
اشک کو لیتا نہ دامن میں تو کیا کرتا میں — گاہوارہ میں یہ لڑکا نہ سنبھلتے دیکھا

جا چھپا شرم سے ظلمات میں جو آبِ حیات
کوئے جاناں سے ہم اور خلد سے آدم نکلے

تجھ کو دانتوں پہ مسی ہے کبھی ملتے دیکھا
اُن کو دیکھا نہیں پر ہم کو نکلتے دیکھا

خانۂ دل کے سوا آتشِ غم سے اے ذوق
سامنے آنکھوں کے گھر کس نے ہے جلتے دیکھا

(۱) اشک۔ آنسو۔(۲) پتھر۔ اشارہ بہ دلِ معشوق بلحاظ بے رحمی و ستمگری کے پتھر سے تشبیہ دی۔(۳) شیشہ ساعت۔ دونوں طرف دو شیشے کی کپیاں بیچ میں نلی جڑی ہوتی ہے ایک طرف بالو یعنی ریگ بھری ہوتی ہے جو ایک باریک سوراخ سے ذرا ذرا کرکے ایک گھنٹہ میں پوری گر جاتی ہے اور اس سے گھنٹہ کا حساب کرتے ہیں اور اس کو بالو گھڑی یا شیشہ ساعت کہتے ہیں (۴) فروغ۔ رونق۔ خوبصورتی۔(۵) کالا سانپ اشارہ بہ زلفِ معشوق (۶) اوج۔ بلندی۔(۷) سایہ نمط۔ سایہ کی طرح۔(۸) سر بیضہ۔ اشارہ بہ دُرِ گوشِ معشوق۔(۹) ناگن۔ اشارہ زلف سیاہ معشوق۔(۱۰) شاخِ آہو۔ ہرن کا سینگ (۱۱) خم۔ کجی۔ ٹیڑھا پن۔ (۱۲) ظلمات۔ اندھیرا (۱۳) تلمیح بہ قصہ آدم علیہ السلام جو شجرِ ممنوعہ کا پھل کھانے کی وجہ سے بہشت سے نکال دئے گئے۔

برنگِ گل نسیمِ صبا سے کب کھلا دلگیر دل میرا
کہ ہے باغِ جہاں میں غنچۂ تصویر دل میرا

خطِ عارض کا تیرے رات دن جو دھیان کرتا ہے
تلاوت کرتا ہے قرآن کی با تفسیر دل میرا

ورق پر سینہ کے کھینچا ہے تا عشق نے مسطر
کریگا شرحِ دردِ عشق کی تحریر دل میرا

سنبھالے رکھو ذرا اے آسماں دیکھ لینے دامن
زمیں پر کھینچتا ہے نالۂ شبگیر دل میرا

بتوں کی سرد مہری نے کھلا دی زعفراں لیکن
کرے کیا گر مجوشی ہو گیا کشمیر دل میرا

تری چشمِ فسوں گر نے کہاں سیکھا تھا یہ جادو
کیا ہے اک نگہ میں اے پری تسخیر دل میرا

تصور میں کسی تیغِ نگاہ کے کشورِ الفت
ہوا تسخیر کرکے صاحبِ شمشیر دل میرا

تو گر تسین کی دولت تم ہو ہن گئے پارس
ہوا ہے کیمیائے عشق سے اکسیر دل میرا

کبھی منت کی زنجیر اُن کو پہنے اس لیے دیکھا تھا
ہے اب تک پہنے تارِ اشک کی زنجیر دل میرا

۱۵

قیامت میں ترا تا ہووے دامنگیر دل میرا	نشاں تو رہنے دے کہ قاتل ذرا سا خوں لگا دو ہیں

بتوں کا عشق ہے گر ذوق تو ساری خدائی میں
کریگا شہر شہر اک دن مجھے تشہیر دل میرا

(۱) برنگ گل - مانند پھول - (۲) صبا - موسم بہار کی ہوا - مطلق ہوا کے معنوں میں بھی مستعمل ہے (۳) دلگیر - مغموم - غمناک (۴) غنچۂ تصویر - کلی جو تصویر پر ہو وہ کبھی شگفتہ نہیں ہوتی - بلحاظ ہمیشہ مغموم رہنے کے دل کو غنچہ تصویر سے تشبیہ دی - (۵) عارض - رخسارہ - (۶) تلاوت کرنا - پڑھنا - (۷) قرآن با تفسیر - رخسار معشوق کو قرآن اور خط رخسار کو تفسیر کہا (۸) مسطر - ڈول جس سے سطریں بناتے ہیں - (۹) نالۂ شبگیر - وہ نالہ جو پچھلی رات صبح ہونے سے پہلے کیا جائے (۱۰) سرد مہری - بے پروائی (۱۱) زعفران - ایک قسم کا نہایت خوشبودار زرد رنگ کا پھول - (۱۲) گرمجوشی - تپاک - اظہار دوستی - (۱۳) چشم فسوں گر - جادو کرنے والی آنکھ - معشوق کی آنکھ کو بلحاظ مستی و شوخی کے فسوں گر کہا (۱۴) تسخیر کرنا - فتح کرنا - (۱۵) منت کی زنجیر - عورتیں بچوں کو چاندی یا سونے کی زنجیروں کو فروخت کرکے نذر و نیاز کرتی ہیں - (۱۶) دامنگیر ہونا - پکڑنا - مزاحم ہونا - دامن گیر مستغیث کو بھی کہتے ہیں (۱۷) تشہیر کرنا - کسی کی رسوائی کو شہرت دینا - مشہور کرنا -

۵۱

اُن سے کچھ وصل کا ذکر اب نہیں لانا اچھا | وہ جو کچھ کہویں تو تم بھی کہے جانا اچھا
تم نے دشمن ہے جو اپنا ہمیں جانا اچھا | یارِ ناداں سے تو ہے دشمنِ دانا اچھا
پھول گُلِ مہندی کے لالے کے نہ ہاتھوں میں ملو | خونِ عاشق نہیں مرقد پہ بہانا اچھا
طائرِ جاں کے سوا کوچۂ جاناں کی طرف | نامہ بر کون ہے جو کیجے روانہ اچھا
طاقِ ابرو کے تصور میں دلا کھینچ نہ آہ | سمتِ کعبہ پہ نہیں تیر لگانا اچھا
بدگماں دیکھو کچھ اس میں کبھی نہ ڈالیں رخنہ | روزنِ در سے نہیں آنکھ لڑانا اچھا
آتشِ عشق ہے سینہ میں دبی دیکھ اے چشم | اب نہیں دامنِ مژگاں کا ہلانا اچھا
بیٹھ رہ کر کے قناعت کہ بشکلِ مہِ نو | چھوڑے آدھی تو نہیں ساری کو جانا اچھا

مرغِ دل نے نگہِ یار سے پوچھا اُڑ کر
پھر بھی کہنا کہ لگاتے ہیں نشانا اچھا

یاں تو دم میں نہیں دم اور وہ تیغِ دودم
کہتے ہیں دیکھو نہیں دم کا چرانا اچھا

طرۂ شمشاد دکھاتا ہے تری زلفوں کو
لاؤ آرہ کہ یہی اس کو ہے شانا اچھا

ساقیا ابر ہے آیا تو بڑھا خم پہ ہاتھ
کہ گھٹا میں نہیں ہمت کا گھٹانا اچھا

جل کے گر قطرۂ خوں دل کا ہوا اشک آلود
تو نہیں نیچے مژگاں سے گرانا اچھا

گردشِ عمر میں تسبیح سلیمانی کا
آج اک ہاتھ لگا ہے مرے دانا اچھا

سامنے یار کے اے ذوق بہانا آنسو
ہے تو چاہت کے جتانے کو بہانا اچھا

(۱) مرقد۔ مراد قبر۔ (۲) طائر۔ پرندہ۔ طائرِ جاں۔ مراد روح۔ (۳) نامہ بر۔ قاصد (۴) طاقِ ابرو۔ خمیدگی و کجی کے سبب ابروئے یار کو طاق کہا۔ دوسرے مصرعہ میں سمتِ کعبہ سے مراد طاقِ ابرو۔ اور تیر سے مراد۔ آہِ عاشق (۵) تیغِ دودم۔ دو دھاری تلوار (۶) طرۂ زلف۔ پیشانی کے بال۔ (۷) چاہت۔ پیار۔ محبت۔

۷

چاہیے عالم میں فروغ اپنا تو ہو گھر سے جدا
دیکھ چمکے ہے شرر ہوتے ہی پتھر سے جدا

کیجیو مشاطہ نہ سبزہ گوشِ دلبر سے جدا
بدنما ہے گر رکھیں مینا کو ساغر سے جدا

دل بلا یارب نہ ہو زلفِ معنبر سے جدا
سر جدا ہو تن سے یہ سودا نہ ہو سر سے جدا

لکھے شرحِ سوزشِ ہجراں جو تیرا بے قرار
ہوں تڑپ کر جوں شرر ہر نکتہ دفتر سے جدا

فندقِ پائے نگاریں کا ہوں میں سودا زدہ
قطرۂ خوں بھی نہ ہو گا نوکِ نشتر سے جدا

شیشۂ دل میں ہے کیا چمکا شرارِ عشقِ یار
شیشہ گر رکھ تو کبھی شیشہ کو اخگر سے جدا

خطِ شرحِ ناتوانی ہو گیا اُڑتے ہی آہ
جوں پرِ کمزور بازوئے کبوتر سے جدا

حضرتِ آدم کو شیطاں نے نکالا خلد سے
غیر نے ہم کو کیا ہے کوئے دلبر سے جدا

ذوق ہے ترکِ وطن میں صاف نقصِ آبرو

بکتے پھرتے ہیں گہر ہو کر سمندر سے جدا

(۱) فروغ۔ عزت۔ رونق۔ (۲) مشاطہ۔ کنگھی کرنے والی عورت۔ وہ عورت جس کا پیشہ عورتوں کے سروں میں کنگھی کرنے اور انہیں دلہنوں کی طرح زینت دینے کا ہو۔ (۳) سبو گلگوں (۴) فندق کنایتہً مہندی لگی ہوئی انگلیوں کا سرا (۵) پائے نگاریں مراد پائے معشوق جو حنا آلود ہوں۔ (۶) سودازدہ۔ دیوانہ۔ (۷) اخگر۔ آگ کی چنگاری۔

۵

لختِ دل[۱] اور اشکِ تر[۲] دونوں بہم دونوں جدا
ہیں رواں دو ہمسفر دونوں بہم دونوں جدا

میں نہ چکوا[۳] ہوں نہ وہ چکوی پھر آخر کس لئے
رہتے ہیں شب تا سحر دونوں بہم دونوں جدا

وصل کی شب نکہت[۴] و گل کی طرح ہم اور وہ
رہتے ہیں باہدگر دونوں بہم دونوں جدا

شکل عکس و آئینہ تیرا خیال اور میرا دل
آئینے ہیں سیمبر دونوں بہم دونوں جدا

ذوق ہیں سینہ میں اوراق جلاجل[۵] کی طرح
دل جگر باشور و شر دونوں بہم دونوں جدا

(۱) لختِ دل۔ دل کے ٹکڑے (۲) اشکِ تر آنسو (۳) چکوا۔ ایک قسم کا پرندہ چکوی اس کی مادہ۔ (۴) نکہت۔ خوشبو (۵) جلاجل۔ جمع جُلجُل۔ جھانجھ یا تال جو دونوں ہاتھوں میں ایک ایک لے کر بجاتے ہیں۔ دق۔

۵۹

لعلِ لب و دندانِ صنم کا دل نے جب سے خیال کیا
صُمٌّ بُکمٌ کیسے ہے گویا ہم نے زبان کو لال کیا

لیگا دلا اس عشق سے کیا تو جس نے ہے کوہ و صحرا میں
مجنوں کا وہ حال کیا فرہاد کا ہے وہ حال کیا

پھرتا ہے تو اے چاند کے ٹکڑے بس کہ شبِ مہ آنکھوں میں
دل نے روشن ہو کے شبِ فرقت کو ہے روزِ وصال کیا

آتشِ گل ہوئی روشن اور یاں چمکا ہمارے داغِ جنوں
موسمِ گل نے کیا ہنگامہ گرم ہے اب کے سال کیا

سادہ رخوں سے کی جو محبت تیری ہی تھی یہ سادہ دلی
منہ چڑھ کر اس شوخ کے اپنا کالا منہ اے خال کیا

موقلم ایسا لاؤں کہاں سے جو یہ کرے تحریر انہیں
حال تو دیکھو تم نے مجھے ہر موئے تن سے بال کیا

نامۂ یار کو رکھ دیجو تو ہمدم میرے زیرِ کفن
نامہ جواب نامہ ہے اپنا واں جو کسی نے سوال کیا

شمع نمط ہر غنچہ کی آنکھ کھلی جاتی ہے | آبلوں میں تیزاب تھا گر تو ناحق کیوں پامال کیا

آگ ہے دل میں درد جگر میں آنکھ میں آنسو لب پہ فغاں
عشق نے اس کے ذوق ہمارا دیکھو تو ہے یہ حال کیا

(۱) صم بکم۔ بہرے اور گونگے۔ (۲) مجنوں۔ لقب قیس لیلیٰ کا مشہور عالم عاشق۔ (۳) فرہاد۔ عاشق شیریں۔ (۴) آتش گل۔ مراد پھولوں کی شگفتگی اور سرخ رنگی (۵) دل کا جنون۔ جنون عشق و محبت (۶) موسم گل۔ موسم بہار۔ (۷) سادہ رخ۔ حسین معشوق (۸) موقلم۔ وہ قلم جو بالوں سے بنایا گیا ہو جسے مصور استعمال کرتے ہیں (۹) شمع نمط۔ مانند شمع۔

ہجر میں کیا کیا مرض ہے سنگدل[1] پیدا ہوا | ہول دل[2] پیدا ہوا آزار سل[3] پیدا ہوا
تیرہ بختی[4] بھی اسی دن اپنی روشن ہو گئی | روئے تاباں پہ تمہارے جب تھا تل پیدا ہوا
یا الٰہی کیا کہوں تیری عنایت کے سوا | میں نے کیا ایسا کیا جو ایسا دل پیدا ہوا
غیر کے چھلے[5] سے واں تو نے جو گل کھائے یہاں | داغ پر داغ دل کے متصل پیدا ہوا
اس لب لعلیں پہ ہے یہ جلوۂ رنگ مسی | یا کہ نافرمان[6] و لالہ[7] مشتمل[8] پیدا ہوا
کرکے وعدہ رات کو جو راہ سے تو پھر گیا | وہم کیا دل میں یہ اے پیماں گسل[9] پیدا ہوا

خاکساری نے اسی دن روشنی پائی تھی ذوق
آدم خاکی کا جس دن آب و گل پیدا ہوا

(۱) سنگدل۔ ظالم۔ مراد معشوق بے رحم۔ (۲) ہول دل۔ دل دھڑکنے کا مرض (۳) سل۔ ایک قسم کی بیماری جو نہایت خطرناک ہے جس میں کھانسی اور بلغم کی افراط سے پھیپھڑے بالکل گل جاتے ہیں (۴) تیرہ بختی۔ سیاہ بختی۔ بد نصیبی (۵) چھلے کا گل۔ وہ داغ جو محبت جتانے کے لئے معشوق کا چھلا لال کرکے اپنے جسم پر لگاتے ہیں (۶) نافرمان۔ ایک پھول کا نام (۷) لالہ۔ ایک پھول (۸) مشتمل۔ شامل ہونے والا (۹) پیماں گسل۔ وعدہ توڑنے والا۔ مراد بے وفا و بد عہد

یک دل جلوں کی خاک پہ تو باقشر اغیا | سوز دروں وہی ہے پہ ہوگئے نہ داغ پا

تو باغ میں رکھے اگر اے رشکِ باغ پا
وہ اور میرے گھر میں رقیبوں کو لے کر آئے
گر کوئے یار میں نہیں ملتا پتا تو پھر
رہ جائیگی پھوٹ پھوٹ کے ہر چشم آبلہ
ہم دل جلوں کی خاک پہ رکھیو نہ تو قدم
اُس گل سے گر اجازتِ پابوس ہو نصیب
اُچھلے ہے شیخ وجد میں اس طرح بار بار
ساقی کا دورِ چشم ہو گر یہ کنارِ آب
ہے جی میں آب جو نمطا اے سروِ خوش خرام

پھر آئے واں خزاں تو وہیں ہو وہیں داغ پا
بلبل کے آشیاں میں رکھے حیف زاغ پا
تو کوئے زلفِ یار میں دل کا سراغ پا
جوشِ جنوں میں ٹک نہ سوئے کوہ و راغ پا
اس سے تو ڈال دیجو میانِ اجاغ پا
ہو جائے چوم چوم کے دل باغ باغ پا
جس طرح بدلگام ہو گھوڑا چراغ پا
پائے حباب آبِ رواں سے ایاغ پا
دھو دھو پیا کریں ترے سب بے دماغ پا

اے ذوق کیوں چمن میں وہ گل جائے جسکے ہوں
رنگِ حنا سے غیرتِ صد پائیں باغ پا

(۱) دل جلوں ۔ مراد عاشق (۲) بافراغ ۔ آسودگی کے ساتھ (۳) سفرِ دردِ دل گرمی عشق و محبت (۴) حیف ۔ افسوس ۔ (۵) زاغ ۔ کوا ۔ (۶) سراغ ۔ نشان (۷) راغ ۔ سبزہ زار ۔ دامنِ کوہ (۸) اجاغ ۔ چولہا ۔ دیگدان ۔ (۹) چراغ پا ہونا گھوڑے کا ۔ پچھلے پاؤں پر کھڑا ہو جانا ۔ (۱۰) ایاغ ۔ پیالہ ۔

تجھ کو یوسف سے کیا حسن میں برتر پیدا
ہو جہاں کشتۂ مژگاں کا تمہارے مدفن
عاجزی سے رہے آتے نہ ہوا میں کمزور
قصدِ پرواز کرے کیوں نہ مرا طائرِ روح
خط ترے شعلۂ رخسار پہ ہے سحرِ حسن
خاکِ دل سوختہ یک مشت ہو گر صرفِ چمن

گر کیا اس کو پیغمبر تجھے کافر پیدا
عوضِ سبزہ ہو واں خاک سے نشتر پیدا
موت ہے چیونٹی کی ہو ویں اگر پر پیدا
تیرے خنجر سے جو پہلو میں ہو نشتر پیدا
ورنہ ہو سبزہ بھلا آگ پہ کیونکر پیدا
ہو ویں غنچوں کی جگہ باغ میں اخگر پیدا

رخِ روشن پہ عیاں ہیں جو عرق کے قطرے
کیا تماشا ہے کہ دن کو ہوئے اختر پیدا

دُرفشاں وقتِ سخن ہیں لبِ رنگیں تیرے
ہوتے گویا ہیں یہاں لعل سے گوہر پیدا

اشکِ گرم ایک بھی دریا میں جو ٹپکے میرا
بجائے ماہی ہو تہِ آب سمندر پیدا

آسماں سخت مزاجوں کو ہنر دیتا ہے
دیکھ لو ہوتے ہیں فولاد میں جوہر پیدا

سر کٹانے میں مزا وہ ہے کہ جی چاہتا ہے
سرِ ہر موئے بدن ہووے جدا سر پیدا

بے مکیں ہوتی نہیں زیبِ مکاں کی اے ذوق
خانۂ دل ہے تو کر لو رُخِ دلبر پیدا

(۱) یوسف۔ ایک مشہور اور نہایت خوش شکل پیغمبر کا نام جو حضرت یعقوب علیہ السلام کے بیٹے تھے۔ اور زلیخا ان پر عاشق تھی۔ (۲) پیمبر۔ اشارہ بہ یوسف علیہ السلام (۳) کافر۔ مرادِ معشوق (۴) ہوا میں آنا۔ مغرور ہونا۔ (۵) خط۔ نیا سبزہ جو لبوں سے شروع ہو کر رخسارو کے گرد ظاہر ہوتا ہے (۶) دل سوختہ۔ دل جلا۔ مراد عاشق۔ (۷) اخگر۔ چنگاری۔ (۸) عرق۔ پسینہ۔ (۹) اختر۔ ستارے۔ (۱۰) دُرفشاں۔ موتی بکھیرنے والے۔ مصرعہ ثانی میں لعل سے مراد لبہائے معشوق ہیں بلحاظ رنگینی و سرخی کے لعل سے تشبیہ دی۔ (۱۱) مکیں۔ مکان میں رہنے والا۔

ترے ہاتھوں کوئی آوارہ اے گردوں نہ ٹھہریگا
ولیکن تو بھی گر چاہے کہ میں ٹھہروں نہ ٹھہریگا

جو تحکت کرنا عیسیٰ لیے سرہانے ہوں نہ ٹھہریگا
اگر سو کوس ہوگا نجد تو مجنوں نہ ٹھہریگا

وہ دولت کر طلب جس سے کہ دل ہو جائے مستغنی
اگر ہاتھ آئیگا گنجینۂ قارون نہ ٹھہریگا

گرا ہوں چشمِ ساقی سے مری تصویر میں بھی گر
بناویگا کوئی جامِ مئے گلگوں نہ ٹھہریگا

سرِ بالیں اسے ہمدم کوئی دم تو ٹھہرنے دے
ابھی سے کیا کہوں حالِ دلِ محزوں نہ ٹھہریگا

بتاتے ہو علاجِ اشک جو اس خال کا بوسہ
طبیبو آپ نزلہ ہے کہ بے افیوں نہ ٹھہریگا

یہی ہے دل کی بیتابی تو بعد از مرگ بھی قاتل

نہ ٹھہرے ہے زمیں پر عاشقِ محزوں نہ ٹھہریگا

(۱) گردوں۔ آسمان۔ (۲) ناقۂ لیلیٰ۔ لیلیٰ کی اونٹنی (۳) ہاموں۔ صحرا (۴) نجد۔ عرب کا مشہور مقام اور موجودہ حکومتِ حجاز کا دارالخلافہ۔ قیس یعنی مجنوں اسی شہر کا رہنے والا تھا (۵) مجنوں اس کا اصلی نام قیس تھا۔ مجنوں اسے اس لئے کہتے تھے کہ وہ لیلیٰ کے عشق میں دیوانہ ہوگیا تھا عربی زبان میں مجنوں کے معنے دیوانہ کے ہیں۔ (۶) مستغنی۔ بے پروا۔ (۷) گنجینہ۔ خزانہ۔ (۸) قاروں۔ یہ شخص حضرت موسیٰ علیہ السلام کے زمانہ میں ہوا ہے اور اپنے زمانہ کا سب سے بڑا دولت مند شخص تھا۔ موسیٰ علیہ السلام نے اسے دہ یکی یعنی اپنی دولت کا دسواں حصہ خدا کی راہ میں دینے کو کہا۔ لیکن اس نے پیغمبرِ وقت حضرت موسیٰ علیہ السلام کے حکم کو نہ مانا اور حق تعالیٰ نے اسے معہ اس کی تمام دولت کے غرقِ زمین کر دیا (۹) سربالیں سرہانے۔ (۱۰) محزوں۔ مغموم۔ رنجیدہ۔ دلگیر۔

٦

قتل کرتی ہے نگہ شہرہ نگاہِ یار کا
سچ کہا ہے باڑھ کاٹے نام ہو تلوار کا

گر دکھاؤں عالم اپنے نالہائے زار کا
کام لوں ہر تارِ مو سے تارِ موسیقار کا

کوچۂ زلفِ بتاں میں دل پڑا ہوگا کہیں
پوچھتے ہو کیا ٹھکانا اس خدائی خوار کا

کعبہ کے دیوار و در سے نور کے جلوے اٹھیں
گر پڑے سایہ مرے بتخانہ کی دیوار کا

آنسوؤں میں شمعِ بالیں سے برستے ہیں جو پھول
میں فہیدہ ناز ہوں کس آتشیں رخسار کا

استخواں اس سوختہ جاں کی نہ کھانا زینہار
اے ہما یہ رزق ہے مرغانِ آتش خوار کا

(۱) باڑھ دھار۔ (۲) موسیقار۔ ایک باجہ کا نام جس میں چھوٹی بڑی نلیاں مثلث شکل میں باہم جڑی ہوتی ہیں۔ ایک پرندہ کا نام جس کی طرح طرح کی آوازوں سے حکما نے علم موسیقی نکالا ہے۔ کہتے ہیں کہ اس کی چونچ میں بہت سے سوراخ ہوتے ہیں بعض نے ان سوراخوں کی تعداد تین سو ساٹھ اور بعض نے نو سو لکھی ہے اور اس کی عمر ایک ہزار برس کی

ہوتی ہے اس کا جوڑا نہیں ہوتا بلکہ اس کا پیدا ہونا عجیب و غریب طریق پر لکھا ہے یعنی جب یہ ہزار سال کا ہو چکتا ہے تو خشک لکڑیاں جمع کرکے خودان میں بیٹھ جاتا ہے اور اپنی چونچ کے سوراخوں میں سے ہر سوراخ سے ایک علیحدہ راگ نکالتا ہے اور منجملہ ان سوراخوں کے ایک سوراخ میں سے دیپک راگ نکلتا ہے اور اس راگ کی خاصیت آگ لگا دینا ہے چنانچہ اس سوراخ پر وہ زیادہ زور دیتا ہے حتیٰ کہ لکڑیوں میں آگ لگ جاتی ہے اور موسیقار اس میں جل کر راکھ ہو جاتا ہے لیکن جب بارش ہوتی ہے تو اسی راکھ میں سے ایک انڈا پیدا ہوتا ہے جس سے ویسا ہی جانور نکل آتا ہے
(۳) استخواں - ہڈیاں - (۴) ہما - ایک مشہور پرندہ کا نام جو نہایت مبارک خیال کیا جاتا ہے - اور کہ جو شخص اس کے سایہ تلے آجائے وہ صاحبِ اقبال ہو جاتا ہے یہ پرندہ کسی دوسرے پرندہ کو نہیں ستاتا - خوراک اس کی ہڈی ہے -

۶۵

نالۂ بلبل میں گر پیدا اثر ہو جائیگا — خندۂ[1] گل خندۂ زخمِ جگر ہو جائیگا
کشتیٔ[2] بحرِ شہادت ہے ترے بسمل کو تیغ — اب ادھر سے دیکھنا دم میں اُدھر ہو جائیگا
ہم نے جانا تھا کہ قاصد جلد لائیگا خبر — کیا خبر تھی جلکے واں خود بے خبر ہو جائیگا

شکل تو دیکھو مصوّر[3] کھینچیگا تصویرِ یار
آپ ہی تصویر[4] اُس کو دیکھ کر ہو جائیگا

(۱) خندہ گل - پھول کا شگفتہ ہونا (۲) بسمل - زخمی - مراد عاشق (۳) مصوّر - تصویر بنانے والا - (۴) تصویر ہونا - حیران ہو جانا -

۶۶

آدم[1] دوبارہ سوئے بہشتِ بریں گیا — دیکھو جہاں خراب ہوا پھر وہیں گیا
دنیا گئی[2] کہ عشق میں ایمان و دیں گیا — وہ مل گیا تو جانئے کچھ بھی نہیں گیا
خورشید[3] وار چرخ پہ چمکا کوئی تو کیا — آخر کو پھر جو دیکھا تو زیرِ[4] زمیں گیا

دیکھا کہیں نہ اُس کو جو دیکھا تو اپنے پاس
میں دور دور جوں نگہِ دوربیں گیا

(۱) آدم دوبارہ ۔ الخ ۔ تلمیح بہ قصہ آدم علیہ السلام ۔ اور دوبارہ جانے سے مراد بعداز مرگ پھر بہشت میں داخل ہونا (۲) خورشید وار ۔ مانند آفتاب ۔ (۳) زیرِ زمیں جانا دفن ہونا

۶۷

کیا کیا مزا نہ تیرے ستم کا اُٹھا لیا	ہم نے بھی لطفِ زندگی اچھا اُٹھا لیا
یوں لائے ڈھو کے ہم دلِ(۱) سیپارہ کرکے جمع	دیکھا جہاں پڑا کوئی ٹکڑا اُٹھا لیا
جو بار(۲) آسمان و زمیں سے نہ اُٹھ سکا	تو نے غضب کیا دلِ شیدا اُٹھا لیا

سر ہم نے جب سے پائے صنم پہ ہے رکھ دیا
دونوں جہاں سے دستِ تمنا اُٹھا لیا

(۱) دلِ سیپارہ ۔ دلِ عاشق جو تیس ٹکڑے ہو چکا تھا ۔ (۲) بار سے مراد ۔ امانت الٰہی کا بوجھ ہے ۔ جس کا ذکر قرآن کریم میں ہے کہ "ہم نے اپنی امانت (خلافتِ الٰہی) کا بوجھ زمین آسمان اور پہاڑوں پر پیش کیا لیکن کسی نے بھی اس بوجھ کے اُٹھانے کی جرأت نہ کی انسان نے اس بوجھ کو اُٹھا لیا جو ظالم اور جاہل تھا"۔ مولانا حافظ نے بھی اپنے دیوان کی ایک غزل میں اسی مضمون کو اس طرح بیان کیا ہے ۔

آسماں بارِ امانت نتوانست کشید
قرعۂ فال بنامِ منِ دیوانہ زدند

شیخ سعدی علیہ الرحمۃ اپنے ایک قصیدہ میں اس مضمون کو یوں ادا کرتے ہیں ۔

مرا تحمل باری چگونہ دست دہد
کہ آسمان و زمیں برنتافتند و جبال

۶۸

کیا کہیں اُس(۱) سے جو ہو ہم سے زیادہ جانتا	وہ ارادہ ہے ہمارا بے ارادہ جانتا
بولتا بڑھ بڑھ کے اتنا کیوں بشر مستِ غرور(۲)	گر بجا بول اپنا قاضیِ عفو(۳) کا پیادہ جانتا
کرتا ہے جب نالہ اپنا عالمِ(۴) بالا کی سیر	ہے فلک پر کہکشاں(۵) کو خطِ جادہ(۶) جانتا

آفتابِ(۷) حسن کو کیا خاکساروں کا ہو درد

پا فتادہ کا ہے دوسرا نہ پا فتادہ جانتا

(۱) اُس سے۔ مراد ذات حق تعالےٰ (۲) قاضی کا پیادہ۔ سرکاری سپاہی۔ کچہری کا سپاہی جو وقتاً فوقتاً حاکم کے سامنے حاضر رہتا ہے (۳) عالم بالا۔ مراد آسمان۔ (۴) کہکشاں کاہ بمعنی گھاس اور کشاں بمعنے کھینچنا۔ آسمان پر رات کو جو لمبی لکیر نظر آتی ہے جیسے زمین پر گھاس گھسیٹنے سے پڑ جاتی ہے۔ دراصل یہ بے شمار ستارے ہیں جو بہت دور ہونے کے سبب اس صورت میں نظر آتے ہیں۔ (۵) خطِ جادہ۔ نشانِ راہ۔ راستہ۔ (۶) پا فتادہ۔ عاجز کمزور۔ مصیبت زدہ۔

۶۹
کروں درد آشنا کیونکر دلِ احباب اپنا سا | بلا سے جیسا میں ہوں ڈھونڈ لو تم اپنا سا
ملک سجدہ کریں آدم کو کیا ذرہ نوازی ہے | دیا بندہ کو اپنے اُس نے خود آداب اپنا سا

(۱) احباب۔ دوست۔ یار (۲) ملک۔ فرشتے۔ (۳) ذرہ نوازی۔ مہربانی۔

۷۰
آنا تو خفا آنا جانا تو رُلا جانا | آنا ہے تو کیا آنا جانا ہے تو کیا جانا
کیا طبع میں جودت ہے چٹ دل کی اڑا جانا | ہونٹوں کا یہاں ملنا وہاں بات کا پا جانا

(۱) جودت۔ خوبی۔ عمدگی۔ تیزی (۲) چٹ دل کی اُڑا جانا۔ فوراً دل کی بات کو سمجھ جانا۔

۷۱
اے دل نہ راہِ عشق کشادہ سمجھ کے جا | یاں اژدہا ہے ہر خطِ جادہ سمجھ کے جا
عیاریوں سے یار کی نالاں ہے کیوں دلا | اُس کو نہ اپنا دوست زیادہ سمجھ کے جا

(۱) عیاری۔ چالاکی۔ (۲) نالاں۔ فریادی۔

۷۲
اگر رقصاں نہ سر اپنا سنانِ یار پر دیکھا | تو سربازی کا اپنے بیا تماشا اپنا سو دیکھا
جہاں باریک بیں و ناتواں میں اسقدر دیکھا | ہلال انتیسویں کا سب کو منظورِ نظر دیکھا

(۱) رقصاں۔ ناچتا ہوا۔ (۲) سربازی۔ بہادری۔ فداکاری۔ (۳) باریک بیں۔ گہری نظر سے دیکھنے والا (۴) ناتواں بیں۔ حسد کرنے والا۔ حاسد۔

۷۳
رہیگا تشنہ لب سیراب یہ بسمل نہ ہوویگا | میسر جب تک آب خنجرِ قاتل نہ ہوویگا

تشنہ لب اے لالہ رو اس حسن کا عاشق ہوگا ‖ اگر سیراب ہی میرا داغِ دل نہ ہوگا

(۱) تشنہ لب۔ پیاسا۔ (۲) سیراب۔ جو پیاسا نہ ہو۔ (۳) لالہ رو۔ مراد معشوق جس کا سرخ رنگ کے لالہ رو کہا۔

۷۴ چاندنی نے رات تجھ بن روپ یہ دکھلایا تھا ‖ تجھ کو مہتابی پہ دھوپ میں بٹھایا تھا

(۱) مہتابی۔ صحنِ مکان یا صحنِ باغ میں بنایا ہوا چبوترہ جس پہ بیٹھ کر چاندنی کی سیر دیکھتے ہیں۔

۷۵ بعد فراق کوئی دن ایسا نہ وصل کا ہوا ‖ وہ کہیں تم کو کیا ہوا ہم کہیں تم کو کیا ہوا

۷۶ آدمی گر ہو مکدر کیا قصورِ ادراک کا ‖ خاک کا پتلا ہے یہ کچھ تو اثر ہو خاک کا

(۱) مکدر۔ کدورت آمیز۔ رنجیدہ۔ ملول۔ (۲) ادراک۔ عقل۔

۷۷ کیوں کہہ کے مکرتا ہے کہ میں کچھ نہیں کہتا ‖ کہہ جو تجھے کہنا ہے کہ میں کچھ نہیں کہتا

۷۸ وہ دیکھیں کس طرح ہے روزِ فرقت دیکھ کر جیتا ‖ کہ جو عاشق ہے تیرا تیری صورت دیکھ کر جیتا

۷۹ جب قیامت قد ترا اے رشکِ گلشن بن گیا ‖ اخترِ صبحِ قیامت خالِ گردن بن گیا

۸۰ نشۂ پندار سے ابلیس رہ گم کردہ تھا ‖ ورنہ آدم میں دھرا کیا تھا وہی در پردہ تھا

(۱) نشۂ پندار۔ نشہ غرور و تکبر۔ (۲) ابلیس۔ شیطان۔ جس کا اصلی نام عزازیل تھا۔ (۳) رہ گم کردہ۔ راستہ کھوئے ہوئے۔ گمراہ۔ (۴) آدم۔ مراد آدم علیہ السلام مسجودِ ملائکہ۔ (۵) وہی سے مراد ذاتِ باری۔

۸۱ بعد قافِ عشق تھا جو درس مکتب خانہ تھا ‖ کافِ کن کے ماسبق کیا جانے کیا تھا کیا نہ تھا

(۱) کُن۔ امر کا صیغہ۔ ہو جا۔ اللہ تعالیٰ کے اس حکم کی طرف اشارہ ہے جو موجودات کے پیدا ہونے کے متعلق روزِ ازل میں ہوا تھا۔ (۲) ماسبق۔ پہلے۔

۸۲ مژہ پیکاں کا ہے ٹکڑا کہ سری کا ٹکڑا ‖ مکھڑا ہے چاند کا ٹکڑا کہ پری کا ٹکڑا

۸۳ بل بے گریہ گل زمین ہو کر قدم گڑنے لگا ‖ اور قدم اکھڑے تو کیا دیکھا بھنور پڑنے لگا

دل کی تپش سے زخمِ جگر کا رات جو ٹانکا ٹوٹ گیا	طائرِ جاں جو رشتہ بپا تھا فرصت پا کر چھوٹ گیا	۸۴

(۱) رشتہ بپا - اسیر، قیدی۔

ضبطِ گریہ نے تماشہ طرفہ تر دکھلا دیا	چشم کے کوزہ میں دریا بند کر دکھلا دیا	۸۵

(۱) طرفہ تر - عجیب تر۔ (۲) دریا - اشارہ بہ گریہ

ہاتھ آ کر دلِ وحشی جو کوئی چھوٹ گیا	ہوسِ صید سے صیاد کا جی چھوٹ گیا	۸۶

(۱) وحشی - جنگلی جانور جو آدمی سے بھاگے (۲) ہوسِ صید - خواہشِ شکار۔ (۳) صیاد - شکاری۔

لگا ہے تیر دل پر آہ کس کافر کی مژگاں کا	نشاں سوفار کا معلوم ہوتا ہے نہ پیکاں کا	۸۷

(۱) سوفار - تیر کا منہ (۲) پیکاں - تیر کا پھل، برچھی کی نی۔

دل کہاں جس پر گماں ہو غنچۂ تصویر کا	ہے کوئی سینہ میں خون آلودہ پیکاں تیر کا	۸۸
چشم و نگہ کو تیرے بدنام کیوں کریگا	مرگ و قضا کو تیرا عاشق نہ لے مریگا	۸۹
عہدِ پیری نے بھلایا دوڑ چلنا کودنا	ہائے طفلی کھیلنا کھانا اچھلنا کودنا	۹۰
مسجد میں اس نے ہم کو آنکھیں دکھا کے مارا	کافر کی دیکھو شوخی گھر میں خدا کے مارا	۹۱
ہوئے انسان ہم دردِ محبت کے لئے پیدا	فرشتے ہوتے گر ہوتے عبادت کیلئے پیدا	۹۲
یارب یہ اس زمانہ کے لوگوں کو کیا ہوا	جس کا برا ہوا اُن کو یہ کہنا بھلا ہوا	۹۳
آج غصے سے ادھر کو دستِ قاتل اٹھ گیا	بس بھروسا زندگی کا ہم کو اے دل اٹھ گیا	۹۴
آخر گل اپنی خاکِ درِ میکدہ ہوئی	پہنچی وہیں یہ خاک جہاں کا خمیر تھا	۹۵

(۱) گل - مٹی۔ (۲) میکدہ - شراب خانہ۔

ہو گیا نامۂ شوق اُن کو سب ازبر میرا	کھا گئے ذبح جو وہ کر کے کبوتر میرا	۹۶

(۱) نامۂ شوق - عاشق کا خط جس میں اظہارِ محبت کیا گیا ہو۔ (۲) ازبر - یاد۔

کچھ رازِ نہاں دل کا بیاں ہو نہیں سکتا	گونگے کا سا ہے خواب بیاں ہو نہیں سکتا	۹۷

مطلب :- دل کی پوشیدہ حالت بیان نہیں ہو سکتی جس طرح کہ ایک گونگا انسان اپنی خواب کسی دوسرے سے بیان نہیں کر سکتا۔

۹۸

سبزۂ خط لے خضرِ طریقت رکھتا ہم الخط ہے جدا	خطِ بتاں ہے خطِ الٰہی لکھے موسیٰ پڑھے خدا

(۱) سبزۂ خط - خطِ رخسارِ معشوق - (۲) خضرِ طریقت - راہبر - مرشد - (۳) خطِ بتاں - سبزۂ خطِ بتاں -

ردیف بائے موحدہ

۹۹

پی بھی جا ذوق نہ کر پیش و پسِ جامِ شراب
لب پہ توبہ ترے دل میں ہوسِ جامِ شراب

لب تک اُس کے جو ہوئی دسترسِ جامِ شراب
بن گیا خالِ لب اُس کا مگسِ جامِ شراب

جھکا مستی میں وہ صاحب ہوسِ جامِ شراب
عکسِ خال اپنا جو سمجھا مگسِ جامِ شراب

بازگشت اپنی ہے یوں جانبِ قسلمِ ازل
جیسے ساقی کی طرف بازپسِ جامِ شراب

دستِ بدمست سے کیا ٹوٹ گئے فریاد رست
نہ ہوا کوئی بھی فریادرسِ جامِ شراب

جوشِ مستی ہے عجب قافلہ جس میں نہیں
بے شکست ایک صدائے جرسِ جامِ شراب

محتسب شعلۂ آواز سے جل جائیگا
ٹوٹ کر ایک دلِ آتش نفسِ جامِ شراب

رات میخانے میں ساقی جو نشے میں بہکا
خسِ شیشہ کو لگا کہنے خسِ جامِ شراب

مرغِ دل نرگسِ میگوں کی مژگاں میں اسیر
تازہ مضموں ہے جو باندھوں قفسِ جامِ شراب

دل شکستہ ہوں وہ میں ٹوٹ کے ہوں سو ٹکڑے
نام رکھ دے جو کوئی میرا پسِ جامِ شراب

ساقی اُس دور میں کب آنکھ چرا سکتا ہے
رات بھر گشت کرے ہے عسسِ جامِ شراب

توشہ دارو سے بھی بہتر ہے دمِ رنجِ خمار
ساقیا شربتِ فریاد رسِ جامِ شراب

بے خبر قافلۂ عیش گذر جاتا ہے
بے زباں ہے جو وہاں جرسِ جامِ شراب

ابلقِ چشمِ سیہ مست کو تیرے دیکھا
ورنہ اب تک نہ سنا تھا فرسِ جامِ شراب

سمجھے میخانے کی عظمت تو نہ بیٹھے ہرگز
سر جمشید پہ اُڑ کر مگس جامِ شراب

نخلِ مینا سے خدا جانے کہ ساقی کس کو
پہلے پہنچے ثمرِ پیشرس جامِ شراب

بادۂ صاف میں آیا ہے کہاں سے تنکا
عکس مژگاں ترا میکش ہے خسِ جامِ شراب

مجھ کو دے بوسۂ دنداں بھی بس اب بعد لب
اچھے لعل نمکیں چند بس جامِ شراب

ذوق جلدی مئے گلرنگ سے بھر ساغرِ گل
لبِ نازک کو ہے اُس کے ہوسِ جامِ شراب

(۱) پیش رس پہنچنا - مراد لیاقت و فعل کرنا - (۲) ہوس - خواہش - (۳) دسترس ہونا - پہنچنا (۴) خالِ لب - مراد خالِ لب معشوق - (۵) مگس - مکھی (۶) بازگشت - لوٹنا - واپس جانا - (۷) قسامِ ازل - مراد ذات باری تعالیٰ (۸) فریادرس - مددگار - فریاد سننے والا - (۹) گھنٹہ (۱۰) محتسب - خلاف شرع باتوں کی ممانعت کرنے والا حاکم (۱۱) آتش نفس - صاحب سوز و گداز - دل جلا مراد عاشق (۱۲) نرگس میگون - معشوق کی مست آنکھیں (۱۳) عسس - کوتوال - شہر کا محافظ - (۱۴) نوشدارو - ایک خوش مزہ اور مفرح و مقوی معدہ معجون کا نام - تریاق جو زہر کے اثر کو زائل کردے مجازاً شراب کے معنے میں استعمال ہوتا ہے - (۱۵) ابلق - چتکبرا - سفید و سیاہ گھوڑا (۱۶) فرس - گھوڑا (۱۷) جمشید - ایران کا مشہور بادشاہ - (۱۸) بادۂ صاف - شرابِ مصفا (۱۹) لعل نمکین - اشارہ بہ دندان معشوق (۲۰) جام شراب اشارہ بہ لب لعلِ معشوق (۲۱) مے گلرنگ - شراب سرخ رنگ (۲۲) گل - شراب -

ہو ہجر مدتوں جو ہو وصل ایکدم نصیب
کم ہوگا کوئی مجھ سا محبت میں کم نصیب

ہوں میری خاک کو جو تمہارے قدم نصیب
کھایا کریں نصیب کی میرے قسم نصیب

بہتر ہیں لاکھ لطف و کرم سے ترے ستم
اپنے زہے نصیب کہ ہوں یہ ستم نصیب

ماہی ہو یا ہو ماہ وہ دے ایک یا ہزار
بے داغ ہوں نہ دستِ فلک سے درم نصیب

ہے خوش نصیب عشق میں اے بوالہوس وہی
جس کو کہ غم پہ غم ہو الم پر الم نصیب

غافل جو دم کی آمد و شُد سے نہ ہووے تو
ہر دم ہے تجھ کو سیرِ وجود و عدم نصیب

سُو بار جوں قلم ہو زبانِ شمع کی قلم
اک حرف ہو نہ مثلِ زبانِ قلم نصیب

مجنوں سیاہ خیمۂ لیلیٰ کے گرد پھر
اے خوش نصیب تجھ کو طوافِ حرم نصیب

دے جس کو اپنے ہاتھ سے تو ایک جام مے
ساقی دے خدا نے اُسے مثلِ جم نصیب

ایماں ہے تیرا شوقِ لقا جس کو یہ نہ ہو
دیدار اُسے خدا کا نہ ہو جائے صنم نصیب

جاتے ہیں کوئے یار اب اس میں جو ہو سو ہو
اے ذوقؔ آزماتے ہیں آج اپنے ہم نصیب

(۱) کم نصیب۔ بد بخت۔ (۲) بوالہوس۔ حریص۔ لالچی۔ مراد عاشقِ کاذب۔ (۳) وجود عالمِ ہستی۔ دنیا۔ (۴) عدم۔ فنا۔ (۵) قلم ہونا۔ کٹ جانا۔ (۶) حرم۔ اشارہ بہ سیاہ خیمۂ لیلیٰ (۷) جم۔ جمشید۔ (۹) شوقِ لقا۔ خواہشِ دیدار۔

۱۰۱

دل عبادت سے چُراتا اور جنت کی طلب
کام چور اس کام پر کس منہ سے اُجرت کی طلب

حشر تک دل میں رہی اس سروِ قامت کی طلب
یہ طلب اپنی تھی یا رب کس قیامت کی طلب

دل سُلگ جائے نہ جب تک اور بھڑک جائے نہ جب
کم نہ ہو قلیاں کش سوزِ محبت کی طلب

واسطے نظارۂ قاتل کے فرصت چاہئے
اور یہاں فرصت کہاں جو کیجے فرصت کی طلب

ہو مبارک خضر کو سرچشمۂ آبِ بقا
ہے ہمیں کب اے سکندر ایسی دولت کی طلب

دور رہ اے خود پرست رہ سامنے مثلِ ہلال
شہر میں تجھ کو اگر ہے اپنی شہرت کی طلب

بڑھ گئی ہے عیش میں حرص اس قدر اپنی کہ ہے
غم پہ غم کی آرزو حسرت پہ حسرت کی طلب

ہو کے دل غمزے کا بسمل ناز پر دیتا ہے دم
کرتا ہے آفت طلب آفت پہ آفت کی طلب

جو حلاوت زندگی کی چاہتا ہے چرخ سے
تو کبھی ہرگز نہ کر تو اس سے راحت کی طلب

بطنِ مادر ہی سے جب پیدا ہوا تکلیف سے
یاں کہاں راحت کہ تو کرتا ہے راحت کی طلب

گر گلستانِ جہاں میں تنگ ہے تو غنچہ وار

کر کشادہ دل سے اپنے ذوق وسعت کی طلب

(۱) طلب۔ خواہش (۲) اجرت۔ صلہ۔ عوض۔ (۳) سرِ قامت۔ مرادِ معشوق بلحاظ درازی قد کے سرو سے تشبیہ دی (۴) قلیان کش۔ حقہ پینے والا (۵) آبِ بقا۔ آبِ حیات (۶) سکندر۔ مشہور بادشاہ جس کے متعلق مشہور ہے کہ خضر اُسے چشمۂ آبِ بقا پر لے گئے لیکن وہ آبِ حیات نہ پی سکا (۷) غمزہ وہ حرکتِ معشوقانہ جو آنکھ سے کی جائے (۸) حلاوت۔ مزا (۹) مانندِ گل۔

۱۰۲

کیسے ہے شرع کا پاس نمک حرام شراب
یہ ایسا ماہِ مبارک یہ ایسا کارِ سعید

حرام ہے نہیں لیکن نمک حرام شراب
شروع دیکھ کے کیجے مہِ صیام شراب

عوض ہے نشۂ دنیا کا ذوقِ عقبےٰ پر
دوام بکتی ہے اس میکدہ میں دائم شراب

(۱) شرع۔ شریعت اسلامی۔ (۲) پاس۔ لحاظ (۳) کارِ سعید۔ اچھا اور نیک کام (۴) مہ صیام۔ رمضان کا مہینہ۔ (۵) عقبیٰ۔ آخرت۔ (۶) دوام۔ ہمیشہ (۷) دائم۔ اُدھار۔

۱۰۳

اس بتِ نامہرباں کو ہے پسند اپنا رقیب
وردِ اسماءِ الٰہی میں بھی ہے تو یا رقیب

(۱) بتِ نامہرباں۔ مرادِ معشوق بے وفا (۲) ورد۔ وہ وظیفہ جو روزانہ پڑھا جائے (۳) حق تعالیٰ کے ننانوے ناموں میں سے ایک نام معنی محافظ۔ نگہبان۔

ردیف تائے مثناۃ

۱۰۴

معلوم جو ہوتا ہمیں انجامِ محبت
لیتے نہ کبھی بھول کے ہم نامِ محبت

ہیں داغِ محبت درم و دامِ محبت
مژدہ تجھے اے خواہشِ انعامِ محبت

ہر روز لگا دیتا ہے وہ کر کے تصدق
دو چار اسیرِ قفس و دامِ محبت

مانندِ کباب آگ پہ گرتے ہیں ہمیشہ
دل سوز ترے بسترِ آرامِ محبت

کاشانہ میں فلک کے نہ رہے نام کو زہراب | دھر کھینچے اگر تشنہ لب جامِ محبت
شوقِ حرم کوچۂ قاتل میں کفن کو | ہم جانتے ہیں جامۂ احرامِ محبت
کی جس سے رہ و رسمِ محبت اُسے ملا | پیغامِ قضا ہے ترا پیغامِ محبت
نے زہد سے ہے کام نہ زاہد سے کہ ہم تو | ہیں بادہ کشِ عشق و مئے جامِ محبت
ایماں کو گرو رکھ کے نہ یوں کفر کو لے مول | کافر نہ ہو گرویدۂ اسلامِ محبت
کہتی تھی وفا نوحہ کناں نعش پہ میری | سونپا کسے تو نے مجھے ناکامِ محبت

معراج سمجھ ذوق تو قاتل کی سناں کو
چڑھ کر کبھی اُس زینے پہ تا بامِ محبت

(۱) انجامِ محبت - انجامِ عشق (۲) مژدہ - خوشخبری (۳) تصدق - صدقہ کرنا - (۴) دل سوز - مراد عاشق (۵) کاسہ - پیالہ - (۶) جامۂ احرام - وہ چادر جو فریضۂ حج کی ادائیگی کے لئے باندھی جاتی ہے - (۷) زہد - پرہیزگاری (۸) زاہد - پرہیزگار (۹) بادہ کشِ عشق - شرابِ عشق و محبت کے پینے والے - مراد عاشق - (۱۰) گرویدہ - فریفتہ - عاشق - (۱۱) نوحہ کناں - ماتم کرتے ہوئے (۱۲) بام - چھت -

۱۰۵

مجنوں نے دی لگا جو سرِ خارزار پشت | پشت اب ہجومِ خار سے ہے پشتِ خار
حوروں کے گر ہو نیچۂ مژگاں سے پشت خار | کھجلائے وہ بھی نہ کبھی زینہار پشت
ماہی سے تا بماہ ہیں دستِ فلک سے داغ | واں داغدار سینہ ہے یاں داغدار پشت
پیدا فلک سے ایک نہ ہو تجھ سا ماہوش | نہ پشت تک تو کیا کہ ہو نہ ہزار پشت
بارِ زمانہ پشت پہ لے کر بشر کی طرح | سیدھی نہ کی فلک نے کبھی ایک بار پشت
ہو جائے ہے زیادہ گراں باریٔ گناہ | پیری میں ہو خمیدہ نہ کیوں زیرِ بار پشت
سینہ سپر جو منہ پہ ہیں تیغِ نگاہ کے | دکھلاتے وہ کبھی نہیں آئینہ وار پشت
ڈر ہے یہی کہ ایسا نہ ہو بعدِ مرگ بھی | لگنے نہ دے زمیں سے دلِ بے قرار پشت

رہتا سخن سے نام قیامت تلک ہے ذوق
اولاد سے تو ہے یہی دو پشت چار پشت

(۱) مجنوں۔ لیلیٰ کا مشہور عاشق جس کا اصلی نام قیس تھا۔ (۲) خارزار۔ اس مقام کو کہتے ہیں جہاں کانٹوں کی کثرت ہو۔ خارستانی۔ (۳) ہجوم خار۔ کثرتِ خار۔ (۴) خارپشت سا ہی۔ جنگلی چوہا۔ جس کی پشت پر کانٹے ہوتے ہیں۔ (۵) پشت خار۔ خرخرا۔ کھریرا۔ [illegible]ی سینگ یا ہاتھی دانت کا پنجہ کھجلانے کا اوزار (۶) گرانباری گناہ۔ گناہ کے بوجھ کی زیادتی (۷) خمیدہ جھکی ہوئی (۸) مانندِ آئینہ۔

ردیف جیم تازی

بیمارِ عشق کا جو نہ تجھ سے ہوا علاج | کہ اے طبیب تو ہی بتا کہ پھر تیرا کیا علاج ۱۰۶

(۱) طبیب۔ معالج۔ علاج کرنے والا۔

ہے وہ آزارِ محبت سے دلِ بذار کو رنج | جس سے خود رنج کو آزار ہے آزار کو رنج
دیدۂ آبلہ پا کا ہے یہی تو رونا | کہ نہ پہنچا ہو کہیں مجھ سے کسی خار کو رنج
جا بجا کوہ کے چشموں سے رواں ہیں آنسو | ہے جو ناکامیٔ فرہاد کا کہسار کو رنج
کبھی کرتی ہے قدم رنجہ جو گلشن میں صبا | اور ہوتا ہے سوا مرغِ گرفتار کو رنج
شربتِ خضر بھی دے ہے روشِ تلخیٔ مرگ | تیری اس زہر بھری آنکھ کے بیمار کو رنج
راحت و رنج زمانہ میں ہیں دونو لیکن | یاں اگر ایک کو راحت ہے تو ہے چار کو رنج
سخت جانی سے ہوں لاچار وگرنہ مجھ سے | نہ تو خنجر کو ہے آزار نہ تلوار کو رنج
سن کے فریاد قفس میں مری خوش ہوں صیاد | یہ نہ پوچھیں کہ ہے کیا مرغِ گرفتار کو رنج

ہوش کو بیچ کے لے دارو ئے بے ہوشی تو
ذوق بے ہوش کو آرام ہے ہشیار کو رنج

(۱) آزارِ محبت - بیماریٔ عشق - (۲) رنج - تکلیف - (۳) آزار - بیماری (۴) آبلہ پاؤں کے چھالے وہ خار - کانٹا (۶) ناکامی - ناکامیابی - (۷) شربت خضر آبِ حیات -

۱۰۸ مرتا ہوں انتظار میں کوئی بشر تو بھیج | خط بھیج یا نہ بھیج زبانی خبر تو بھیج

ردیف جیم فارسی

۱۰۹
اس پری کو تو نے جیت اے دلِ بیتاب کھینچ | اور جیسے آدمی کو چاہ میں سیماب کھینچ
یوں گلوئے تشنہ[۱] میں وہ آبِ خنجر[۲] ہو فرو | جیسے تفتیدہ[۳] زمیں لے ایکدم میں آب کھینچ
عاشقِ رسوا کے خط میں کیا تکلف چاہیئے | چار حرف اک پرچہ پر تو یونہی بے القاب کھینچ
وہ مثل ہے تاؤ یہ کس نے ڈبوئی خضر نے | لے گیا خطِ ذقن[۴] کو دل سوئے گرداب کھینچ

(۱) گلوئے تشنہ - پیاسے انسان کا گلا - مراد عاشق (۲) آبِ خنجر - خنجر کی دھار (۳) خشک و پیاسی زمین - (۴) ذقن - ٹھوڑی -

ردیف حائے حطی

۱۱۰
فرقت کی رات جی چکے ہم تا زمانِ صبح | ہو گی اذانِ گور ہماری اذانِ صبح
پر نور ہے ترا رخِ سیمیں بسانِ صبح | آنکھیں ہیں تری مست صبوحی کشانِ صبح
تارِ شعاعِ مہر بھی رنگِ شفق میں روز | ماتم میں ہے بھرے مژہ خونچکانِ صبح
گم کردہ رہ ازل سے بھٹکتے ہیں رات دن | یہ میرے نالۂ شب و آہ و فغانِ صبح
پیسے یہ دانت رات نے مجھ پر کہ گھس گئے | انجم کے جتنے دانت تھے زیبِ دہانِ صبح
یوں پہنچے اس کی زلف میں عارض سے جانِ دل | منزل پہنچیں رات کو جوں رہروانِ صبح
اب سیکڑوں میں رات کو تا قوس ہو نکلے | مسجد میں مدتوں رہے تسبیح خوانِ صبح
ریشِ سفیدِ شیخ میں ہے ظلمتِ فریب | اس مکر چاندنی پہ نہ کرنا گمانِ صبح

اے ذوق کچھ پایا شب وصل کا مزا
یا آج صبح ہم نہیں یا طائران صبح

(۱) فرقت - جدائی - (۲) دامانِ صبح - وقت صبح (۳) اذانِ گور ہونا - اشارہ بہ مرگِ عاشق (۴) رخِ سیمین - معشوق کا سفید و سرخ چہرہ - (۵) بسانِ صبح - مانندِ صبح - (۶) صبوحی کش - صبح کے وقت شراب پینے والے (۷) شعاعِ مہر - شعاعِ آفتاب (۸) شفق - سرخی جو صبح اور شام آسمان کے کناروں پر نمودار ہوتی ہے - (۹) مژۂ خونچکاں - خون ٹپکنے والی پلکیں (۱۰) ازل - آغازِ آفرینش (۱۱) انجم - ستارے (۱۲) زیبِ دامان - باعثِ آرائش دامن صبح - (۱۳) عارض - رخسار - (۱۴) مکر چاندنی - اشارہ بہ ریشِ سفیدِ شیخ -

111

ٹھہری ہے اُن کے آنے کی یاں کل تلک جا صلاح
اے جان برلب آمدہ اب تیری کیا صلاح

منظورِ چشمِ یار ہے سب میں مصلحت
پوچھے بلاکش ملق سے کسی کی بلا صلاح

سیدھے ہی جائیں کعبہ کو بیت الصنم سے ہم
گر پھیر دے نہ وہ صنم کج ادا صلاح

اُن چشمِ مست کے ہیں خراباتیوں میں ہم
تقویٰ کجا و زہد کجا و کجا صلاح

کیا جان میری جان کے درپے وہ ہو سکے
غمزہ سے تیرے پوچھے نہ جبتک قضا صلاح

اس بدمعاملہ سے ترا کیا معاملہ
کس بدصلاح نے تجھے دی یہ دلا صلاح

رہتا ہے اپنا عشق میں یوں دل سے مشورہ
جس طرح آشنا سے کرے آشنا صلاح

زاہد یہ کیا کہا کہ نہ مل ان بتوں سے تو
دیتا ہے کوئی ایسی بھی مردِ خدا صلاح

کرتی خراب اُسی کو ہے تیری نگاہِ مست
جسکو کہ دیکھتی ہے نکوکار با صلاح

یارب ہو دل کی خیر کہ کچھ کر رہے ہیں آج
چشم و نگاہ و شیوہ و ناز و ادا صلاح

منظور گر ہے قتل مرا غیر سے نہ پوچھ
ہے تو صلاحِ نیک میں کیا پوچھنا صلاح

قلب آسمان و زمیں کے ملا نہ تو
اُس مہروش سے ملنے کی [illegible] بتا صلاح

ہے یہ ہمارا رفیق یہی ہے مرا شفیق
لوں کس سے واں کے جانے کی دل کے سوا صلاح

اے ذوق جا نہ ہوش و خرد کی صلاح پر
دے عشق جو صلاح وہی ہے بجا صلاح

(۱) بلا کش۔ مصیبت اٹھانے والا۔ مراد عاشق (۲) بیت الصنم۔ بتکدہ۔ بت خانہ (۳) صنم۔ بت۔ مراد معشوق (۴) کج ادا۔ بے وفا۔ اشارہ بہ معشوق۔ (۵) خراباتی۔ شراب پینے والا۔ مراد عاشق۔ (۶) تقویٰ و زہد۔ پرہیزگاری۔ (۷) نکوکار و باصلاح۔ پرہیزگار و نیک انسان۔ (۸) قلابے ملانا۔ مبالغہ کرنا۔ (۹) مہروش۔ مراد معشوق۔ (۱۰) ناصح۔ نصیحت کرنیوالا

ردیف خائے معجمہ

۱۱۲

تھی زلف تیری سنبلِ صحن چمن کی شاخ
اُس قد کو کیونکہ کہئے نہالِ چمن کی شاخ

ابرو پہ اُس کے خال ہے کیا زاغ شوخ چشم
دکھلائی اُس کے سرمۂ دنبالہ دار نے

ناف اُس صنم کی ہے کوئی نسترن کا پھول
دل باغ عشق نخل کہ جس میں ہزار ہا

بے بہرہ انفعال سے رہتے ہیں پُر جفا
کھنچی تھی چوب تیشہ مری طرح ایکدن

جب سے پڑا ہے باغ میں جھولا ترے لئے
لچکے ہے یوں کمر تری وقت خرام ناز

حیراں ہوں دیکھ خال کو ابروئے یار پر
ہے جوش پارہ پارۂ دل ہر مژہ پہ یوں

مسواک نے بڑھایا ہے زاہد کا اعتبار

قطروں سے پُر عرق کے بنی یاسمن کی شاخ
لائیگی وہ کہاں سے ادا بانکپن کی شاخ

سمجھا ہے اپنی شاخ نشیمن ہرن کی شاخ
آنکھوں سے ہم کو نرگس ناروت فن کی شاخ

تا ناف سیلی سینہ پہ ہے نسترن کی شاخ
حسرت کے برگ الم کے ثمر ہیں جنن کی شاخ

ممکن نہیں کہ لائے ثمر گرد لعن کی شاخ
سوکھیگی نخل آرزوئے کوہکن کی شاخ

ممنون باغ میں ہے نہایت رسن کی شاخ
جنباں ہو جوں نسیم چمن سے سمن کی شاخ

گل نیلوفر کا لائی ہے کیونکر برق کی شاخ
لائے نکال کونپلیں جس طرح گلبدن کی شاخ

ہے یہ بھی اس کے اک شجر مکروفن کی شاخ

(حاشیہ:) (۱) [illegible]

دیتی ہے سر پہ بلبل آتش نفس کو جا
ہے نعش تیرے کشتۂ بیکس کی دشت میں
جز شمع استخوانِ صفا کیش زیرِ خاک
نے برگ ہے نہ غنچہ نہ گل ہے نہ ہے ثمر
ریشم کا لچھا ہاتھ میں اس کے نہیں ملا
چھوٹے جلانے والوں سے وحشی نہ مر کے بھی
تعجب کیونکہ دوں مژۂ خوں فشاں سے میں
صیاد میں چمن سے ہوں مایوس چاہیئے
باریک بیں بتلاتے ہیں جس کو تری کمر
گل خوردِ تن مرا دمِ روئیدگی ہو[٢١]
دیوے خراشِ[٢٢] دل کو وہ کیونکر وہ نازنیں
دکھلائے باغ میں قدرِ رعنا جو اپنا تو
موذی کو سرکشی سے میسر ہوا اعتبار[٢٥]
ہوتی ہے وحشیوں پہ پس از مرگ بھی شکست
شاخِ نبات کے لئے قلمیاں نمنہ لگائے
ہے فیض سے وقار کہ میری نگاہ میں
آخر یہ دستگیریٔ تیشہ نے پھل دیا
بدخصلتوں کو کرتا ہے بالا نشیں فلک
رہتے ہیں کشمکش میں پس از مرگ پر جفا
بیمارِ چشمِ دلبرِ آہو نگاہ کو
ہر صید کی کمر سی گئی ٹوٹ جس گھڑی

رکھتی ہی کیا چمن میں ہوس سوختن کی شاخ
گویا کہ اک نشیمن زاغ و زغن کی شاخ
دیکھی نہ ہے سنی گلِ صبحِ کفن کی شاخ
میں خشک طالعی سے ہوں گویا ہرن کی شاخ
یہ یاسمن کا سانپ ہے وہ یاسمن کی شاخ
انجن کے کام آئے اگر ہے ہرن کی شاخ
مرجاں کی شاخ کب ہے بھلا اس بدن کی شاخ
چوبِ قفس بھی ہو تو نہال چمن کی شاخ
یا کوئی موئے تن ہے ویا موئے تن کی شاخ
ہے آشیانِ بلبلِ گلشن وطن کی شاخ
رکھتی ہے خار سینکڑوں نازک بدن کی شاخ
قمری کے حق میں دار ہو سروِ چمن کی شاخ
نکلے ہے طولِ عمر سے مارِ کہن کی شاخ
زور آزمائیوں کے لئے ہے ہرن کی شاخ
ایسی مصاحبت سی لگی اس دہن کی شاخ
جس شاخ میں ثمر ہے وہ ہے لاکھ من کی شاخ
کی قطعِ نخلِ آرزوئے کوہکن کی شاخ
اونچی ہے آشیانۂ زاغ و زغن کی شاخ
آخر کو زیرِ آرہ کٹی کرگدن کی شاخ
شاخیں بھی گر لگائیں تو لے کر ہرن کی شاخ
ٹوٹی کمانِ دلبرِ ناوک فگن کی شاخ

تاثیرِ بے کسی سے ہو سارا درخت خشک
ڈالے جو سایہ نعش پہ اس بے کفن کی شاخ

ہے سیبِ باغِ خلد کو کیا کیا نہ سرکشی
جب ہے مشابہت سے لگی اس ذقن کی شاخ

تھی سیبِ باغِ خلد کو کب اتنی اوجِ قدر
لیکن مشابہت سے لگی اس دہن کی شاخ

سوفار کا دہن جو ہوا خونِ دل سے سرخ
تیر اس کا بن گیا ہے گلِ خندہ زن کی شاخ

لکھ ذوق اس کی مدح کہ جس کی ثنا سے ہے
سرسبز تیرے گلشنِ باغِ سخن کی شاخ

(۱) سنبل - بالچھڑ ایک خوشبودار گھاس جو پیچیدہ ہوتی ہے عام طور پر معشوق کی زلفوں کو سنبل سے تشبیہ دیتے ہیں۔ (۲) عرق - پسینہ (۳) یاسمن - چنبیلی کا پھول۔ (۴) زاغ - کوا۔ اشارہ بہ خالِ معشوق۔ (۵) نشیمن گھونسلا (۶) ہرن کی شاخ - ہرن کا سینگ اشارہ بہ ابروئے معشوق۔ (۷) سرمہ دنبالہ دار - اس سرمہ کو کہتے ہیں جس کا خط آنکھ کے کوے سے کنپٹی کی طرف بڑھا ہوا ہوتا ہے (۸) نرگسِ ہاروت فن - مراد چشمِ معشوق اور بلحاظ سحرکار ہونے کے ہاروت فن کہا (۹) صبیح - معشوق سفید رنگ (۱۰) نسترن - سیوتی کا پھول جو نہایت خوشبودار ہوتا ہے (۱۱) سیلی - وہ بالوں کی ڈوری یا سیاہ ریشم کی لڑی جو اکثر ہندو فقیر گلے میں ڈالے رہتے ہیں اور معشوقانِ حسین بھی آرائش کے واسطے گلے میں ڈالتے ہیں۔ انسان کے پیٹ اور سینہ کے بالوں کی سیدھی لکیر جو طول میں ہوتی ہے۔ (آتش) موجِ عنبر ہے کہ سیلی ہے شکم پر یار کے۔ ناف ہے یا چشمۂ کافور پیراہن میں ہے (۱۲) حزن - رنج و غم (۱۳) انتفاع - فائدہ حاصل کرنا۔ نفع اٹھانا۔ (۱۴) کرگدن کی شاخ - گینڈا جو مشہور جانور ہے اس کا سینگ (۱۵) تیشہ۔ اشارہ بہ تیشۂ فرہاد جو شیریں کا عاشق تھا۔ (۱۶) کوہکن۔ لقب فرہاد عاشقِ شیریں (۱۷) خرامِ ناز - نہایت ناز و انداز و غرورِ معشوقانہ سے چلنا۔ (۱۸) جنبان - ہلنے والی۔ (۱۹) گلِ نیلوفر اشارہ بہ خالِ ابروئے معشوق۔ (۲۰) ہرن کی شاخ مراد ابروئے معشوق (۲۱) گلشن گلبن شاخ اور شاخِ سایہ دار درخت (۲۲) آتش نفس - صاحبِ سوز و گداز۔ سوختہ جگر (۲۳) ختن

جلنا۔ (۲۴) زاغ۔ کوا۔ زغن۔ چیل۔ (۲۶) خشک طالعی، بدنصیبی۔ بدبختی (۲۷) ہرن۔ (۲۸) مرجان۔ مونگا۔ (۲۹) پھبن۔ خوبصورتی (۳۰) باریک بیں۔ گہری نظر سے دیکھنے والا۔ نہایت غور و خوض کرنے والا (۳۱) روئیدگی۔ اُگنا (۳۲) خراش۔ چھیلنا (۳۳) نازک بدن۔ ایک قسم کا پیڑ ہوتا ہے اس کے درخت کو بھی نازک بدن کہتے ہیں اشارہ بہ معشوق (۳۴) سولی۔ (۳۵) اعتبار۔ عزت۔ (۳۶) مارِ کہن۔ پرانا اور بوڑھا سانپ۔ (۳۷) شاخِ نبات۔ کوزے کی مصری جو دھاگوں میں لپٹی ہوئی ہوتی ہے۔ مصری کے کوزے کی تیلیاں (۳۸) قلیان۔ حقہ۔ (۳۹) مصاحبت۔ ہم نشینی (۴۰) دستگیری۔ مدد۔ (۴۱) کوہکن۔ لقب فرہاد جو شیریں کا عاشق تھا۔ (۴۲) بالانشین کرنا۔ عزت دینا۔ بلند مرتبہ عطا کرنا (۴۳) زاغ و زغن۔ کوا اور چیل (۴۴) باغِ سخن۔ باغِ شاعری۔

۱۱۳

وہ کون شاہِ اکبرِ ثانی کہ جس کو روز — مجرے[1] کرے ہے جھک کے نہالِ چمن کی شاخ

اس کی دعائے حرز[2] پڑھے جوشِ غنچہ سے — تسبیح ایک دے کے عقیقِ یمن[3] کی شاخ

کردے جو وہ نہال تو لائے ابھی نکال — پروین[4] کا خوشہ گاوِ سپہرِ کہن کی شاخ

بہرِ تصدق آئے زرِ گل کو لے صبا — کرنے لگے نثار گہر یاسمن کی شاخ

پہنچائے اُس کا مژدۂ صحت جو باغ میں — سجدہ میں بہرِ شکر جھکے نارون[5] کی شاخ

ہمسر ہے آج خضرِ ارم سبز سے شجر — ہم قد ہے آج یوسفِ گل پیرہن کی شاخ

گرمیٔ عدل اس کی اگر ہو ستم گداز — پگھلے برنگِ شمع ابھی کرگدن کی شاخ

مطلع وہ پُربہار لکھوں اُس کی مدح میں — مصرع کو جس کے سن کے کٹے نسترن کی شاخ

تیرے بہارِ فیض سے نخلِ کہن کی شاخ
سرسبز یوں ہے جیسے کہ سروِ چمن کی شاخ

(۱) مجرا کرنا۔ آداب بجا لانا (۲) دعائے حرز۔ وہ دعا ہے جسے حفاظتِ جان کے لئے پڑھ کر اپنے تمام جسم پر دم کرتے ہیں (۳) عقیق ایک قیمتی پتھر ہے اور عقیقِ یمن خاص طور پر مشہور ہے یمن عرب میں ایک شہر ہے اور وہاں کا حاکم امامِ یمن کہلاتا ہے (۴) وہ چھ سات یا زیادہ ستارے جو

انگور کی شکل میں آسمان پر ہیں۔ اور جاڑے کے موسم میں سرِ شام ہی دکھائی دیتے ہیں (۵) سپہر کہن۔ آسمان (۶) نارون ایک درخت کا نام جو نہایت سیدھا۔ سایہ دار خوش اندام اور خوبصورت ہوتا ہے۔ اور اسے قدِ معشوق سے بھی تشبیہ دیتے ہیں۔

۱۱۴

تیرے سحابِ لطف سے سیراب ہو اگر
ہمسر ہو شاخِ نخلِ ارم سے سمن کی شاخ

شاہا یہ تیرا دستِ سخا باغِ دہر میں
گویا کہ نکلی ہے کرمِ ذوالمنن کی شاخ

گر تیرا حفظ ہو چمن بندِ روزگار
آبِ شرر سے سبز ہو سرو چمن کی شاخ

صرصر کا سارا خاک میں مل جائے زور شور
چھیڑے گر آشیانۂ مرغِ چمن کی شاخ

دیکھے جو تیرا قوتِ بازو تو ٹوٹ جائے
وقتِ کشش کمانِ سپہرِ کہن کی شاخ

تیرے عصا کو اس سے میں تشبیہ کیونکہ دوں
ہے شاخِ سدرہ ایک کنارِ کہن کی شاخ

تاثیر تیرا زورِ ضعیفوں کو دے اگر
ٹوٹے نہ پیلتن سے بھی نازک بدن کی شاخ

بلکہ ندمار کے ہاتھی کو کھینچ لے
خرطوم سے لپیٹ کے بصورت رسن کی شاخ

منظور گر خزانہ میں ہو تجھ کو شاخِ زر
طیار ہو وہیں زرِ خور سے کرن کی شاخ

ہاتھی کو تیرے چاہیئے لکڑی تو دشت میں
خرطوم سے اکھاڑ لے وہ کرگدن کی شاخ

دانتوں کو اس کے دیکھ کے لرزاں بہ شکلِ بید
صد دیو کو تہ پیکر البرز تن کی شاخ

گلگوں سے تیرے بڑھ نہ سکے یک قدم صبا
سو تازیانے مارے نہالِ چمن کی شاخ

ہو تیرا فیض گر چمن آرائے باغِ دہر
آبِ شرر سے سبز ہو نخلِ کہن کی شاخ

نالاں ہیں تیرے عدل سے خونریز اس قدر
مانندِ نے ہو گرمِ فغاں کرگدن کی شاخ

برسائے جب کہ لعل و گہر تیرا دستِ جود
محتاجِ ابر ہو نہ نہالِ چمن کی شاخ

شاداب آبِ لعلِ یمن سے ہو مثلِ گل
سیراب ہووے آب سے دُرِ عدن کی شاخ

یاں تک ہے پاسِ شرع ترے عہد میں کہ اب
ساغر بکف نہ ہووے گلِ خندہ زن کی شاخ

پیدا ہو بادہ خوار کی تعزیر کے لئے
نخلِ کدو سے تاک میں صورت رسن کی شاخ

یہ ذوق کی دعا ہے کہ تا باغِ دہر میں
سرسبز شعر تیرے ہوں نخلِ سخن کی شاخ

جب تک کہ ہووے گردشِ مینا کی طرح سے
نخلِ نشاطِ[21] ساقیٔ پیماں شکن[22] کی شاخ

نخلِ حیات تیرا تر و تازہ ہو مدام
جوں موسمِ بہار میں نخلِ چمن کی شاخ

(۱) سحاب۔ بادل (۲) ہمسر۔ برابر۔ (۳) ذوالمنن۔ احسان والا۔ مراد حق تعالیٰ (۴) صرصر۔ تیز و تند ہوا (۵) مرغِ چمن۔ مراد بلبل۔ (۶) عصا۔ لاٹھی۔ (۷) سدرہ۔ آسمان پر ایک بیری کا درخت ہے۔ مقام جبرائیل (۸) کنار۔ بیر۔ (۹) پیلتن۔ لقب رستم۔ قوی ہیکل۔ بہادر انسان۔ (۱۰) خرطوم سونڈ۔ (۱۱) خور۔ خورشید۔ آفتاب۔ (۱۲) کوہ پیکر۔ قوی ہیکل۔ جسیم (۱۳) البرز تن۔ مراد۔ قوی جثہ۔ (۱۴) گلگوں۔ گھوڑا (۱۵) چمن آرا — باغبان (۱۶) باغِ دہر۔ جہان۔ دنیا۔ چمن آرائے باغِ دہر سے مراد ذات باری (۱۷) دستِ جود۔ دستِ سخاوت۔ دستِ کرم (۱۸) دُرِ عدن۔ عدن کے موتی۔ عدن موتیوں کے لئے ایک مشہور مقام ہے۔ اور اس جگہ کے موتی نہایت بیش قیمت اور عمدہ خیال کئے جاتے ہیں۔ (۱۹) تعزیر۔ سزا۔ (۲۰) تاک۔ درخت انگور۔ داکھ کی بیل۔ (۲۱) نشاط۔ مسرت۔ خوشی۔ (۲۲) ساقیٔ پیماں شکن۔ وعدہ توڑنے والا ساقی بدعہد و بے وفا معشوق۔

ردیف دال مہملہ

۱۱۵

کیا آئے تم جو آئے گھڑی دو گھڑی کے بعد
سینے میں ہوگی سانس اڑی دو گھڑی کے بعد

کیا روکا اپنے گریہ کو ہم نے کہ لگ گئی
پھر وہ ہی آنسوؤں کی جھڑی دو گھڑی کے بعد

کوئی گھڑی اگر وہ ملائم ہوئے تو کیا
کہہ بیٹھیں گے پھر ایک کڑی دو گھڑی کے بعد

اس لعلِ لب کے ہم نے لئے بوسے اس قدر
سب اڑ گئی مسی کی دھڑی دو گھڑی کے بعد

اللہ رے ضعف سینے سے ہر آہ بے اثر
لب تک جو پہنچی بھی تو گھڑی دو گھڑی کے بعد

کل ہم نے اُس سے ترک ملاقات کی تو کیا
پھر اُس بغیر کل نہ پڑی دو گھڑی کے بعد

کہتا رہا کچھ اُن سے عدو دو گھڑی تلک	غمّاز نے پھر اور جڑی دو گھڑی کے بعد
تھے دو گھڑی سے شیخ جی شیخی بگھارتے	وہ ساری شیخی اُن کی جھڑی دو گھڑی کے بعد
پروانہ گردِ شمع کے شب دو گھڑی رہا	پھر دیکھی اُس کی خاک پڑی دو گھڑی کے بعد
تو دو گھڑی کا وعدہ نہ کر دیکھ جلد آ	آنے میں ہوگی دیر بڑی دو گھڑی کے بعد
گو دو گھڑی تک اُس نے نہ دیکھا ادھر تو کیا	آخر ہمیں سے آنکھ لڑی دو گھڑی کے بعد

کیا جانے دو گھڑی وہ رہے ذوق کس طرح
پھر تو نہ ٹھہرے پاؤں گھڑی دو گھڑی کے بعد

(۱) گریہ ۔ رونا ۔ (۲) نرم ۔ مہربان ۔ (۳) کڑی کہنا ۔ سخت بات کہنا ۔ (۴) لعلِ لب ۔ سرخ ہونٹ ۔ (۵) کل نہ پڑی ۔ آرام حاصل نہ ہوا ۔ بے چین ہونا ۔ (۶) عدو ۔ دشمن ۔ اصطلاحِ شعرا میں رقیب (۷) غماز ۔ چغلخور ۔ اشارہ بہ عدو (۸) آنکھ لڑنا ۔ آنکھ ملانا ۔ (مصحفی) سب آسماں سے تارے آنکھیں لگے ملانے ۔ نرگس کا جب گلے میں اس مہ نے مار ڈالا ۔

۱۱۶

ماتھے پہ ترے چمکے ہے جھومر کا پڑا چاند	لا بوسہ چڑھے چاند کا وعدہ تھا چڑھا چاند
ہے آئینہ خانہ بھی گذرگاہِ بد و نیک	دیکھا نہ کبھی ہم نے درِ اہلِ صفا بند
دم گھٹتا ہے سینے میں دمِ شدتِ گریہ	باراں کی علامت ہے جو ہو جائے ہوا بند

(۱) جھومر ۔ ایک زیور کا نام جو ماتھے پر زینت کے واسطے لٹکایا جاتا ہے اور جھومر کا چاند وہ ہے جو جھومر میں لگا ہوا ہوتا ہے (۲) اہلِ صفا ۔ پاک باطن صاف دل ۔ (۳) شدتِ گریہ ۔ کثرتِ گریہ ۔ (۴) باراں ۔ مینہ ۔

ردیف ذال معجمہ

۱۱۷

مژدۂ قتل سے اُس عہد شکن کا کاغذ	ہے مری روح کو آزادئ تن کا کاغذ
گور میں پیش ہو جب دفترِ تن کا کاغذ	ہو سیاہ کو سفیدئ کفن کا کاغذ

بن گیا عکس سے اُس شوخ گلستاں رو کے
صفحۂ آئینہ تصویرِ چمن کا کاغذ

کیا کرے خانۂ گیتی کا کوئی دعویٔ ملک
نام پر کس کے ہے اس قصرِ کہن کا کاغذ

لکھیں اُس چشم کے وحشی کے لئے گر تعویذ
اہلِ تکسیر کریں پوستِ ہرن کا کاغذ

رقعۂ شادیٔ شہادت کا ہو خوں سے رنگیں
ایسی شادی کو ہو ایسی ہی پھبن کا کاغذ

سینۂ صافوں کو زمانے کے ہے ہاتھوں سے شکست
ہے صفائی سے سزاوارِ شکن کا کاغذ

ورقِ چرخ ہو گر نسخۂ آشوب نہ ہو
سرمۂ چشم سے سیم بدن کا کاغذ

یوں قفس میں کوئی ہم تک ہے پہنچتا گلبرگ
جیسے غربت میں شفیقانِ وطن کا کاغذ

ظاہر آیا لکتا بوں سے ہو ڈرد و رخ سے
کر نہ آتش میں لباس اپنے بدن کا کاغذ

جعلسازی پہ زمانے کی گواہی دی ہے
مہری و سادہ مہ و چرخِ کہن کا کاغذ

مُہر وہ کرتا ہے نامے پہ مجھے آتے ہیں رشک
ہائے یوں چوسے لعاب اُس کے دہن کا کاغذ

ذوقِ دل سوختہ دیوان لکھے اپنا کیا خاک
متحمل نہیں گرمیٔ سخن کا کاغذ

(۱) عہد شکن۔ وعدہ توڑنے والا۔ مرادِ معشوق (۲) کاغذ۔ بمعنی فرمان آزادی استعمال کیا ہے (۳) سیاہہ۔ وہ روزنامچہ جس میں ہر روز کی آمدنی نقد و جنس اجمالاً لکھی جائے (۴) گیتی۔ دنیا۔ (۵) ملک۔ ملکیت۔ (۶) وحشی۔ جنگلی جانور جو آدمی سے بھاگے۔ (۷) اہلِ تکسیر۔ اعداد کو تعویذ کے خانوں میں مقررہ قاعدہ کے مطابق بھرنے والے (۸) پھبن۔ سجاوٹ۔ خوبصورتی (۹) آشوب۔ بیماری۔ مراد بیماریٔ چشم۔ (۱۰) سیم بدن۔ مرادِ معشوق۔ بلحاظ صفائی و سفیدیٔ رنگ کے سیم یعنی چاندی سے تشبیہ دی۔ (۱۱) غربت۔ مسافری۔ (۱۲) شفیقاں۔ دوست۔ مہربان۔ (۱۳) کاغذ۔ خط (۱۴) متحمل نہ ہونا۔ برداشت نہ کرسکنا۔ (۱۵) گرمیٔ سخن۔ گرمیٔ اشعار۔

۱۱۸

ہولِ دل کا مجھے کیا دیتے ہو لا کر تعویذ
اُس کا خط لاؤ کہ رکھوں میں بنا کر تعویذ

جو نرگسِ چشم کے دیوانوں کا کرتے ہیں علاج
لکھتے ہیں پوست کا آہو کے بنا کر تعویذ

تم نے تعویذ نشانی جو دیا تھا اپنی	لے گیا کوئی موکل وہ اُڑا کر تعویذ
اب تلک جوش میں ہے خونِ شہیدِ غمِ عشق	دیکھ لو تم سرِ مرقد سے اُٹھا کر تعویذ
جلتوائی نہ پڑی یار میں اور غیروں میں	سینکڑوں خاک کئے ہم نے جلا کر تعویذ

(۱) ہولِ دل - دل کا ڈر اور خوف -(۲) تعویذ - کسی آسیب یا بیماری سے بچانے کے لئے دعا یا ان کے اعداد مقررہ طریق پر لکھ کر گلے میں ڈالنا -(۳) تعویذ - اس تعویذ سے مراد وہ تعویذ ہے جو سونے کا ہلکا سا بنا کر گلے میں خوبصورتی کے لئے ڈالتے ہیں (۴) موکل - جن کے سپرد کوئی کام کیا جائے - مراد وہ ارواح جو آنکھ سے دکھائی نہ دیں اور خاص خاص کلمات کے ماتحت ہوں -(۵) مرقد - قبر - (۶) تعویذ - اس تعویذ سے مراد قبر کا اوپر کا حصہ جو زمین سے اونچا ہوتا ہے (۷) جلتوائی - مراد دشمنی -

ردیف رائے مہملہ

١١

نگہ نہیں حرفِ دلنشیں تھا دہن کی تنگی سے تنگ ہو کر	نکل کے رستہ سے چشمِ قاتل کے دل میں بیٹھا خدنگ ہو کر
پھر آیا مژگانِ یار خونی ادھر کو سرگرمِ جنگ ہو کر	کہ جس کے ہاتھوں سے آ گئے سر ہزاروں مہندی کا رنگ ہو کر
وہ چشمِ مخمور اک نظر سے جو دیکھے لاکھوں جو نشتر سے	تو ہو رواں ہر رگِ جگر سے لہو مئے لالہ رنگ ہو کر
جو رنگِ الفت سے آشنا ہیں وہ گر رہے بھی ہیں چرخ تمنا ہیں	کہ رنگ ہی گر نہاں ہیں عقیق و یاقوت سنگ ہو کر
جو سمجھیں حسنِ بتاں کو ایماں انہیں کو دیتے ہیں یکساں	پہنچتے کعبے کو ہیں مسلماں ہمیشہ چین و فرنگ ہو کر
صفائے دل کی یہی صورت کہ دل میں آنے نہ دو کدورت	کہ بیٹھ جائیگی بالضرورت اس آئینہ پر یہ زنگ ہو کر
غزالِ صد دیدہ بن گیا ہے جو خواب آنکھوں میں تو بچا ہے	کہ چار کھانے کو دوڑتا ہے پلنگ تجھ بن پلنگ ہو کر
ہمیشہ جو مثلِ رنگ اُن کو زیبا نہیں جہاں میں رعونت اصلا	کہ پایا گل نے ہے نام رعنا کیا چمن میں دو رنگ ہو کر

حلاوت شرم پاس داری جہاں میں ہے ذوق رنج و خواری
مزے سے گذری اگر گذاری کسی نے بے نام و ننگ ہو کر

(۱) چشم فتاں - فتنہ و فساد پیدا کرنے والی آنکھ - عام طور پر معشوق کی آنکھوں کے لئے استعمال ہوتا ہے - (۲) خدنگ - تیر (۳) معشوق - قاتل - (۴) چشم مخمور - اشارہ بہ چشم معشوق مخمور بلحاظ مستی و خوبصورتی (۵) مے لالہ رنگ - شراب سرخ رنگ (۶) گرانبہا - قیمتی - (۷) سنگ - پتھر - (۸) صفائی دل - پاکیزگی دل - (۹) کدورت - دشمنی - تیرگی - گدلا پن - (۱۰) آئینہ - مراد دل - (۱۱) غزال رم دیدہ - بھاگنے والا ہرن - جو مانوس نہ ہو - (۱۲) پلنگ بڑی چار پائی - (۱۳) پلنگ - چیتا - (۱۴) یک رنگ - ایک رنگ والے - (۱۵) زیبا نہیں - مناسب نہیں - (۱۶) رعونت - غرور - (۱۷) رعنا - خوبصورت (۱۸) بے ننگ - بے شرم و بے حیا ہونا -

خوب روئے آج ہم سنسان ہاموں دیکھ کر
یاد آیا ہم کو مجنوں بید مجنوں دیکھ کر

اڑ گئے اک آن میں جادو مئے بابل کے دھوئیں
سرمہ آلودہ تری چشم پر افسوں دیکھ کر

دیکھ کر غیروں میں مہتابی پر اس مہوش کو رات
آہ کی اک دل سے ہم نے سوئے گردوں دیکھ کر

سچ کہا ہے آگے کالے کے نہیں جلتا چراغ
چھپ گیا مہ رخ پہ تیرے زلف شبگوں دیکھ کر

بل بے تیرے ساغر سرشار وحشت کا نشہ
چھپ گیا خم میں مری صورت فلاطوں دیکھ کر

آ گئیں تم کو لگانی انگلیوں میں فندقیں
نوک مژگاں پر مرے اشک جگر گوں دیکھ کر

قتل کو کس کے چڑھائی تیغ تو نے سان پر
اتر آئے آنکھوں میں زخموں کی مرے خوں دیکھ کر

جو ہے نالہ اپنا وہ اک مصرعۂ برجستہ ہے
ہم جو نالاں ہیں کسی کا قد موزوں دیکھ کر

لے گیا دل کون میرا ذوق کس کا نام لوں
سامنے آجائے تو شاید بتا دوں دیکھ کر

(۱) ہاموں - دشت - صحرا - (۲) مجنوں - قیس عاشق لیلیٰ - (۳) بید مجنوں - ایک قسم کا بید کا درخت جس کے پتے باریک اور ٹہنیاں زمین کی طرف جھکی رہتی ہیں۔ اس کی صورت دیوانوں کی سی معلوم ہوتی ہے - (۴) بابل - عراق کے ایک شہر کا نام ہے - یہ شہر ایک زمانے میں سحر اور شراب خواری کے لئے مشہور تھا (ممکن) دور میں جس کے سحر باطل - افسوں ہے اسیر

چاہِ بابل۔ (۵) چشمِ پُر افسوں۔ جادو بھری آنکھ۔ اشارہ بہ چشمِ معشوق۔ (۶) مہتابی۔ صحن میں یا باغ میں وہ چبوترہ جہاں شبِ ماہتاب سے لطف اندوز ہوتے ہیں۔ (۷) مہوش۔ مانندِ ماہ۔ مرادِ معشوق۔ (۸) گردوں۔ آسمان۔ (۹) کالا۔ سانپ۔ (۱۰) زلفِ شبگوں۔ معشوق کی کالی زلفیں۔ (۱۱) خُم۔ مٹکا۔ (۱۲) فلاطوں۔ یونان کا ایک مشہور عالم حکیم جو ارسطو کا استاد اور سقراط کا شاگرد تھا افلاطون اپنی آخری عمر میں ایک خُم میں بیٹھ گیا۔ اور یہ خُم ایک پہاڑ کی غار میں رکھ دیا گیا۔ (۱۳) فندق لگانا انگلیوں کو حنا آلودہ کرنا (۱۴) اشکِ جگر گوں۔ سرخ رنگ آنسو۔ (۱۵) قدِ موزوں۔ خوبصورت قد۔ مرادِ قدِ معشوق۔

۱۲۱

کہا پتنگ[1] نے یہ دار[2] شمع پر چڑھ کر
عجب مزا ہے جو مریے کسی کے سر چڑھ کر

مرے خیال پہ وہ چشمِ فتنہ گر[3] چڑھ کر
یہ خانہ جنگ بنی آئی لڑنے گھر چڑھ کر

دکھا نہ جوش و خروش اپنا زور پر چڑھ کر
گئے جہان میں دریا بہت اُتر چڑھ کر

ستم گروں کی کشاکش میں آبرو ہو سوا
کہ ہوتی سان پہ ہے تیغ تیز تر چڑھ کر

الٰہی خیر ہو مانندِ شعلۂ سرکش
پھر آیا باد کے گھوڑے[4] پہ وہ ادھر چڑھ کر

ہنر شناس کو دکھلا ہنر کہ خوبیٔ زر
اگر کھلے ہے تو صرّاف کی نظر چڑھ کر

کہیں فلک پہ نہ چڑھ جائے چاند جھومر[5] کا
کہ دور آپ کو کھینچے ہے تیرے سر چڑھ کر

ترا مکان تو کیا لامکاں میں کو نہ پڑیں
امیدِ وصل میں ہم بامِ عرش پر چڑھ کر

جو مارے نفس کو اور کرلے اپنے غصے کو زیر
بنائے سانپ کا کوڑا وہ شیر پہ چڑھ کر

ہماری خاک پہ برپا ہے ذوقِ فتنۂ حشر[6]
سمندِ ناز پہ کون آیا فتنہ گر چڑھ کر

(۱) پتنگ۔ پروانہ۔ (۲) دار۔ سولی۔ (۳) چشمِ فتنہ گر۔ مرادِ چشمِ معشوق۔ (۴) باد کے گھوڑے پہ۔ ہوا کے گھوڑے پر۔ (۵) جھومر۔ ایک قسم کا زیور جو ماتھے پہ زینت کے لئے لٹکایا جاتا ہے اور جھومر کا چاند وہ جو جھومر میں بنا ہوا ہوتا ہے۔ (۶) فتنۂ حشر۔ فتنۂ قیامت۔

(۷) سمند۔ گھوڑا۔ (۸) فتنہ گر۔ مراد معشوق۔

۱۲۲

جاں ہوا یوں ہوئی اُس خال کا بوسہ لیکر ۔ جیسے اُڑ جائے دہن میں کوئی گٹکا(۱) لے کر

تیرا بیمار نہ سنبھلا جو سنبھالا(۲) لے کر ۔ چپکے ہی بیٹھ رہے دم کو مسیحا لے کر

شرطِ ہمت نہیں مجرم ہو گرفتارِ عذاب ۔ تو نے کیا چھوڑا اگر چھوڑیگا بدلا لے کر

ذبح کرنے کو مرے پوچھتے ہو کیا تکبیر(۳) ۔ تم چھری پھیر بھی دو نام خدا کا لے کر

کھینچتی روزِ قیامت سے بھی ہے آپ کو دور ۔ تیری زلفوں کی بلائیں شبِ یلدا(۴) لے کر

مجھ سا مشتاقِ جمال ایک نہ پاؤ گے کہیں ۔ گرچہ ڈھونڈو گے چراغِ رخِ زیبا لے کر

تیر قدموں ہی میں جلینگے جائینگے کہاں ۔ دشت میں میرے قدم آبلۂ پا لے کر

جب یہ دیکھا نہ ملا مجھ میں کہیں میرا پتا ۔ پھر گیا نامہ برِ یار خط الٹا لے کر

رہ گیا اپنا سا منہ(۵) لے کے وہ آئینہ رو(۶) ۔ تیری تصویر کو یوسف(۷) نے جو دیکھا لے کر

واں(۸) سے یاں آئے تھے اے ذوق تو کیا لائے تھے
یاں(۹) سے تو جائینگے ہم لاکھ تمنا لے کر

(۱) گٹکا۔ ایک طلسمی گولی۔ کہتے ہیں اس گولی کے منہ میں رکھنے سے اُڑنے کی طاقت پیدا ہو جاتی ہے۔ (۲) سنبھالا لینا۔ بعض دفعہ بیمار مرنے کے قریب ہوتا ہے تو مرنے سے کچھ دن پہلے ایسا سنبھل جاتا ہے گویا اچھا ہوگیا پھر اچانک حالت بگڑ جاتی ہے اور کام تمام ہو جاتا ہے اُس وقت کہتے ہیں جو صحت معلوم ہوئی تھی وہ درحقیقت سنبھالا لینا تھا۔ (۳) تکبیر۔ اللہ اکبر کہنا۔ (۴) شبِ یلدا۔ اندھیری رات جو کاٹے نہ کٹے۔ (۵) اپنا سا مُنہ لے کے رہ جانا۔ شرمندہ ہونا۔ (۶) آئینہ رو۔ حسین۔ اشارہ بہ یوسف (۷) یوسف۔ حضرت یعقوب علیہ السلام کے مشہور عالم حسین و جمیل بیٹے۔ زلیخا جن پر عاشق تھی (۸) واں سے۔ مراد عالمِ عدم سے۔ (۹) یاں۔ اشارہ اِس دنیا کی طرف۔

۱۲۳

کل گئے تھے تم جسے بیمارِ ہجراں چھوڑ کر ۔ چل بسا وہ آج سب ہستی کا ساماں چھوڑ کر

طفلِ اشک[۳] ایسا گرا دامانِ مژگاں چھوڑ کر
کیونکہ نکلے تیر اُس کا دل میں پیکاں[۴] چھوڑ کر

پھر نہ اُٹھا کوچۂ چاکِ گریباں چھوڑ کر
جائے بیضے[۵] کو کہاں یہ مرغِ پرّاں[۶] چھوڑ کر

کام یہ تیرا ہی تھا رحمت ہے اے ابرِ کرم
ورنہ جاتے داغِ عصیاں[۷] میرا داماں چھوڑ کر

جس نے ہو لذت اُٹھائی زخمِ تیغِ عشق کی
کب وہ مرہم داں کو ڈھونڈھے ہے نمکداں چھوڑ کر

صیدِ دل کو کیونکہ چھوڑ کر جب کہ دکھلائے ہے تو
مچھلیاں[۸] دستِ حنائی میں مری جاں چھوڑ کر

سرد مہری[۹] سے کسی کی آگے ہی دل سرد ہے
یاں سے ہٹ جا دھوپ اے ابرِ بہاراں چھوڑ کر

دیکھئے کیا ہو کہ ہے اب جان کے پیچھے پڑی
دل کو اے کافر تری زلفِ پریشاں چھوڑ کر

اے دل اُس کے تیر کے ہمراہ سینے سے نکل
دیکھ پچھتائیگا تو اے ساتھ ناداں چھوڑ کر

کیوں نہ رم[۱۰] کر جائیں آہو ایسے وحشی سے ترے
شیر بھاگیں جس کے نالوں سے نیستاں[۱۱] چھوڑ کر

سرخیٔ پاں دیکھ لے زاہد جو دنداں پر ترے
اٹھ کھڑا ہو ہاتھ سے تسبیحِ مرجاں چھوڑ کر

پیشِ خیمہ سے کے نکلا گردباد[۱۲] و دود[۱۳] آہ
ہے جو سرگرمِ سفر تن کو مری جاں چھوڑ کر

گر خدا دیوے قناعت[۱۴] ماہ یک ہفتہ کی طرح
دوڑے ساری کو کبھی آدھی نہ انساں چھوڑ کر

ساغرِ دل پیچتا آیا ہوں کھوٹ ہاتھ سے
چھوٹتا ہے کیوں یہ جنس دست گیراں چھوڑ کر

پڑھ غزل اے ذوق کوئی گرم سی تو اب نہ جا
عالمِ مضموں میں طرزِ تفتہ[۱۵] جاناں چھوڑ کر

(۱) ہجر۔ فراق۔ جدائی۔ بیمارِ ہجراں مراد عاشق۔ (۲) چل بسا۔ مرگیا۔ (۳) طفلِ اشک۔ مراد آنسو۔ (۴) پیکاں۔ نوکِ تیر (۵) بیضہ۔ انڈا۔ (۶) مرغِ پرّاں۔ اشارہ بہ تیرِ معشوق۔ (۷) داغِ عصیاں۔ داغِ گناہ (۸) مچھلیاں دستِ حنائی میں حنا آلود ہاتھ کی ہتھیلی کا جو اُبھرا ہُوا گوشت ہوتا اُسے مچھلیاں کہا۔ (۹) سرد مہری۔ بے وفائی (۱۰) رم کرنا۔ بھاگنا۔ (۱۱) نیستاں اُس جنگل کو کہتے ہیں جہاں کثرت سے بانس اُگے ہوئے ہوں۔ (۱۲) گردباد۔ بگولا۔ (۱۳) دود۔ دھواں (۱۴) قناعت۔ تھوڑی چیز پہ راضی ہو جانا۔ (۱۵) تفتہ جاں۔ سوختہ جگر۔ آتشِ عشق سے

جلا ہوا۔ مراد عاشق۔

جب چلا وہ مجھ کو بسمل خوں میں غلطاں[1] چھوڑ کر
کیا ہی پچھتایا تھا میں قاتل[2] کا داماں چھوڑ کر

میں وہ مجنوں ہوں جو نکلوں کنج زنداں[3] چھوڑ کر
سیب جنت تک نہ کھاؤں سنگ طفلاں[4] چھوڑ کر

کچھ میرا ہی لہو مانی[5] جو لب اس شوخ کے
کھینچے تو شنگرف[6] سے وہ خون شہیداں چھوڑ کر

میں وہ ہوں گمنام جب دفتر میں نام آیا مرا
رہ گیا بس منشئ قدرت جگہ واں چھوڑ کر

سایہ سرو چمن تجھ بن ڈراتا ہے سب مجھے
سانپ سا پانی میں سرو خراماں[7] چھوڑ کر

ہو گیا طفلی ہی سے دلمیں ترازو تیر عشق
بھاگے ہیں مکتب سے ہم اوراق میزاں[8] چھوڑ کر

اہل جوہر[9] کو وطن میں رہنے دیتا گر فلک
لعل کیوں اس رنگ سے آتا بدخشاں چھوڑ کر

شوق ہے اس کو بھی طرز نالۂ عشاق سے
دمبدم دیکھے ہے منہ سے دود قلیاں[10] چھوڑ کر

دل نو لگتے ہی نکلا حوریان عدن[11] سے
باغ ہستی سے چلا ہوں میں پریاں چھوڑ کر

گھر سے بھی واقف نہیں اسکے کہ جسکے واسطے
بیٹھے ہیں گھر بار سب ہم خانہ ویراں چھوڑ کر

وصل میں گر ہووے مجھ کو رویت[12] ماہ رجب
روئے جاناں ہی کو دیکھوں میں تو قرآں چھوڑ کر

اندنوں گرچہ دکن میں ہے بڑی قدر سخن
کون جائے ذوق پر دلی کی گلیاں چھوڑ کر

(۱) غلطاں۔ لوٹتا ہوا۔ (۲) قاتل۔ قتل کرنے والا۔ مراد معشوق۔ (۳) کنج زنداں۔ گوشہ قید خانہ۔ (۴) سنگ طفلاں۔ وہ پتھر جو لڑکے کسی دیوانے کو کسی گلی یا بازار میں پھرتے ہوئے دیکھ کر اس کو مارتے ہیں۔ (۵) مانی۔ ایک مشہور مصور۔ (۶) شنگرف۔ ایک سرخ رنگ کی چیز جو پارہ اور گندھک سے تیار ہوتی ہے۔ (۷) سرو خراماں۔ اشارہ بہ معشوق۔ (۸) میزان۔ میزان الصرف۔ صرف کی ایک مشہور کتاب جو ابتدا میں بچوں کو پڑھائی جاتی ہے (۹) اہل جوہر۔ مراد صاحبان علم وفن (۱۰) دود قلیاں۔ وہ دھواں جو حقہ پینے کے وقت منہ سے نکلتے ہیں (۱۱) عدن بہشت (۱۲) رویت ماہ رجب۔ ماہ رجب کا چاند نظر آنا۔ رجب اسلامی کیلنڈر

کا گیارھواں مہینہ ہے۔

۱۲

بلبل ہوں صحنِ باغ سے دور اور شکستہ پر — پروانہ ہوں چراغ سے دور اور شکستہ پر

کیا ڈھونڈے دشتِ گم شدگی میں مجھے کوئی — عنقا ہے سراغ سے دور اور شکستہ پر

اس مرغِ ناتواں پہ ہے حسرت جو رہ گیا — مرغانِ کوہ و راغ سے دور اور شکستہ پر

ساقی بطِ شراب ہے تجھ بن پڑی ہوئی — خُم سے الگ ایاغ سے دور اور شکستہ پر

تو دار کے پہنچے نامہ جو ہو مرغِ نامہ بر — اس شوخِ خوش دماغ سے دور اور شکستہ پر

کرتا ہے دل کا قصد کماں دار تیر اتیر — پر ہے نشانِ داغ سے دور اور شکستہ پر

اے ذوق میرے طائرِ دل کو کہاں فراغ
کوسوں ہے وہ فراغ سے دور اور شکستہ پر

(۱) عنقا - موسیقار - ایک مشہور خیالی پرندہ - (۲) سراغ - نشان - (۳) راغ - سبزہ زار - دامنِ کوہ - جنگل (۴) بطِ شراب - شراب کی صراحی جو بط یعنی راج ہنس پرندہ کی صورت کی بنائی جائے - (۵) خُم - مٹکا (۶) ایاغ - پیالہ - (۷) فراغ - فرصت پانا - کام سے فارغ ہونا۔

۱۲۶

بادام جو بھیجے ہیں بٹوے میں ڈال کر — ایما ہے یہ کہ بھیج دے آنکھیں نکال کر

دل سینہ میں کہاں ہے نہ تو دیکھ بھال کر — اے آہ کہہ دے تیر کا نامہ نکال کر

ہوں سرد ہو چکا نہ دوبارہ حلال کر — میں آور دم جلاؤنگا یہ تو خیال کر

عاشق کے خوں سے اپنا پرِ تیر لال کر — دکھلا دے شاخِ خشک میں کونپل نکال کر

تیرے مریض نے کئی نقلِ مکاں کئے — آخر کو روح تن سے گئی انتقال کر

شہ رگ پر اپنی زندگی و موت میں ہے لاگ — آ تیغِ یار قصہ یہ تو انفصال کر

اُترے گا ایک جام بھی پورا نہ چاک سے — خاکِ دلِ شکستہ نہ صرف اے کلال کر

لے کر بتوں نے جان جب ایماں پہ ڈالا ہاتھ — دل کیا کنارے ہو گیا سب کو سنبھال کر

سینہ ہمارا وادیٔ وحشت سے آجنوں — ہر داغ پر تصورِ چشمِ غزال کر

گھٹتا ہے مثلِ مۂ چاردہ فروغ | آپ کے شہر میں کسبِ کمال کر
پوچھتے چلے ہیں کون سے کعبہ کو اہلِ درد | ملکِ فنا ہے جائیں ذرا دل سنبھال کر
تصویریں ان کی حضرتِ دل کھینچ لائے گر | رکھ دینگے ہم بھی پاؤں پہ آنکھیں نکال کر
قاتل ہے کس مزے سے نمک پاشِ زخمِ دل | بسمل ذرا تڑپ کے نمک تو حلال کر

دل کو رفیق حسن میں اپنا سمجھ نہ ذوق
ٹل جائیگا یہ اپنی بلا تجھ پہ ٹال کر

(۱) ایما ۔ اشارہ ۔ (۲) تیر کا نامہ نکال کر ۔ نامہ نکالنا وہی مشہور عمل ہے جسے عام لوگ ناوان نکالنا کہتے ہیں ۔ پہلے جب کوئی چیز گم ہو جاتی تھی تو کسی عامل سے چور کا نام ۔ کبھی صورت کبھی پتہ معلوم کر لیا کرتے تھے ۔ پھر کبھی کاغذ کے پرزوں پہ نام لکھ کر ۔ کبھی پانی میں اور کبھی آئینہ میں صورت دیکھ کر ۔ کبھی تیر کے ذریعہ سے ہوتا تھا وغیرہ وغیرہ ۔ تیر میں بھی یہ اشارہ ہوتا تھا کہ یہ چور کے کلیجہ میں لگیگا ۔ مطلب یہ ہے کہ اے یار ۔ دل سینہ میں کہاں ہے جو تو اُسے یہاں ڈھونڈتا ہے ۔ ہاں اے آہِ دل تو تیر کا ناوان نکال کر بتا دے کہ تیرے ہی تو پاس ہے اے یار ۔ (۳) سرد ہو چکا ۔ ٹھنڈا ہو چکا ۔ بے جان ہو چکا ۔ (۴) شاخِ خشک ۔ اشارہ یہ تیر ۔ (۵) نقل مکان کرنا ۔ مکان تبدیل کرنا ۔ (۶) انفصال ۔ فیصلہ کرنا ۔ (۷) کلال ۔ برتن بنانے والا ۔ کمہار (۸) داغ ۔ زخمِ عشق ۔ (۹) غزال ۔ ہرن ۔ مراد معشوق ۔ (۱۰) مۂ چاردہ ۔ چودھویں کا چاند ۔ (۱۱) فروغ ۔ عزت ۔ شہرت ۔ (۱۲) کسبِ کمال ۔ کمال حاصل کرنا ۔ (۱۳) نمک پاش ۔ نمک چھڑکنے والا ۔

۱۲۷

مزا چکھایا کوہکن کو جو عشق آیا ہے امتحاں پہ | کہ لایا تو جوئے شیر لیکن چھٹی کا دودھ آ گیا زباں پر
خدنگ جو نبا لکھا لیکن لایا شکوہ کبھی زباں پر | کہ بوسہ اس چشمِ سرمہ سا کا ہے مُہر گویا مری زباں پر
لگا کے باتوں میں ان کو کہا جو حرفِ مطلب کا کچھ زباں پر | تو ایسی کہہ دیں ٹھکانا جس کے لگے زمیں نہ آسماں پر
تپِ محبت میں سخت جانی کا یہ اثر ہے دلِ تپاں پر | کہ شکلِ شمعاں پڑ گئے ہیں ہزاروں کانٹے مری زباں پر

اٹھا سوزِ غمِ ہجر تصور میں یہ خوں کے دیکھو کوئی غلطی میں
خلش بچی تھا خارِ غم کا یا تو مرقد پہ میرے سبزہ
کہاں ہمارا دل کو رہ رہ حریف[9] مست ترکِ چشم[10] کو کر
وہ چشمہ ہے تمہارا زیبا کہ قاب قوسین[11] جس بنا دے
کہے ہے باغِ جنوں کے جگنوں جو تیر سینہ پہ بند باہوں
بتا بگولے کو برج آسا قریبِ ناقے[13] کے قیس[14] ٹھہرے

کرشل قط گیر[7] غم ہر خط میں ہنوز باقی ہوا استخواں[8] پر
یقیں ہے مانند برگِ خرما لیے کا نشتر لیے زباں پر
سو آخر اس کو کرے ٹکڑے ہو کے بہار ترکاں کی تیر زن پر
یہ حالِ پیشانی کیوں تمہارا نہ تو تھے یا فرقدان[12] پر
پہلے باغِ وحشت سراے مجنوں کروں میں جس چراغ دل پر
پہ اترے محمل[15] سے کیونکہ لیلی کہ پردہ کھلتا ساربان پر

کہاں رہی مجھ میں جاں ہے باقی کہ ہے دھواں سا جو لب پہ آتی
جو ذوق آنسو کی بوند ٹپکی ہمارے داغِ دلِ تپاں پر

(۱) کوہکن ۔ لقبِ فرہاد ۔ عاشقِ شیریں ۔ (۲) جوئے شیر ۔ وہ نہر جو فرہاد عاشقِ شیریں نے اپنی معشوقہ شیریں کے حکم سے پہاڑ سے شہر تک نکالی تھی ۔ اس میں بکریوں کا دودھ دوہا جاتا تھا جو شیریں کے محل میں ایک حوض میں جمع ہوتا تھا ۔ (۳) چھٹی کا دودھ ۔ مصیبت میں آرام اور عیشِ گذشتہ کا یاد آنا (۴) خدنگِ دنبالہ ۔ وہ سرمہ کی لکیر جو آنکھ کے کونے سے آگے تک بڑھی ہوئی خوبصورتی کے واسطے چھوڑ دیتے ہیں ۔ (۵) سوہان ۔ ریتی لکڑی یا لوہا صاف کرنے کا اوزار آلہ ۔ (۶) ہر نمط ۔ ہر قسم ۔ ہر طور ۔ (۷) قط گیر ۔ جس سے قلم کو قط لگاتے ہیں ۔ (۸) استخوان ہڈی ۔ (۹) حریف ۔ یہاں بمعنی دشمن استعمال ہوا ہے ۔ (۱۰) ترکِ چشم ۔ مراد معشوق کی آنکھ بلحاظ خوبصورتی اور بے رحمی کے ترک سے تشبیہ دی ہے (۱۱) قابِ قوسین ۔ دو کمان کا فاصلہ ۔ مجازاً نہایت نزدیک ۔ سورۂ النجم میں یہ الفاظ اس موقع کے واسطے ہیں جب جبرائیل آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے قریب ہوئے لیکن شعرا نے خدا کے قریب سے مراد لی ہے ۔ (۱۲) فرقدان ۔ اُن دو ستاروں کا نام جو قطبِ شمالی کے پاس ہیں اور شام سے صبح تک ظاہر رہتے ہیں کبھی چھپتے نہیں (۱۳) ناقہ ۔ مراد لیلی کی اونٹنی (۱۴) قیس ۔ مجنوں کا اصلی نام جو لیلی پر عاشق تھا ۔ (۱۵) محمل ۔ کجاوہ ۔

۲۸

جب وہ پوچھے کہ ہے غش کون مری چتون پہ — میں کہوں میں تو کہے میں ہے کہ چھری گردن پہ
جو ترے دوست پہ تجھ بن ہے گذرتی ظالم — وہ مصیبت نہ ہو دنیا میں کسی دشمن پہ
ترے دندان مسّی زیب کی دیکھی جو بہار — پڑ گئی اوس سی گلشن میں گل سوسن پہ

(۱) چتون ۔ نظر نگاہ ۔ انداز نگاہ ۔ (۲) میں ۔ غرور و نخوت کا کلمہ ہے (۳) مسّی ۔ ایک قسم کا منجن جسے عورتیں استعمال کرتی ہیں ۔ اس سے دانت سیاہ اور چمکدار ہو جاتے ہیں (۴) اوس پڑ گئی ۔ افسردگی چھا گئی ۔ بے رونقی ہو گئی ۔ اداسی چھا گئی ۔

۲۹

اے دل وہ سرّ غمزۂ پنہاں عیاں نہ کر — آنکھوں سے دیکھ اور زباں سے بیاں نہ کر
آہوں میں دود دل جو نکالوں تو وہ کہے — او تفتہ جاں ہوا ہو یہاں سے دھواں نہ کر

(۱) سرّ ۔ راز ۔ (۲) تفتہ جاں ۔ جگر سوختہ ۔ مراد عاشق ۔ (۳) ہوا ہو ۔ بھاگ جا ۔ چل بسا ۔

۳۰

نامۂ شوق کو میرے باندھے تو جو بال و پر — کیوں آئے مرغ نامہ بر تجھ کو جو آئے وبال پر
مصحف روئے یار میں دیکھا جو خال پر — لکھتے ہیں قل ہو اللہ ہم ایک چنے کی دال پر

(۱) بال ۔ بازو ۔ (۲) وبال ۔ مصیبت ۔ (۳) مصحف روئے یار ۔ فارسیوں نے عارض ۔ رخ ۔ رخسار وغیرہ کا مصحف سے استعارہ کیا ہے ویسے مصحف کے معنی ہیں قرآن شریف ہے ۔ (۴) قل ہو اللہ ۔ قرآن شریف کی ایک سورۃ ۔

۳۱

ہیں ہما کے سر پہ افسر اُن ہوا گیروں کے پر — مل گئے جن طائروں کو ہیں ترے تیروں کے پر
اُن کو بے پر عرش اعظم پہ اڑاتے ہیں مرید — کیا غضب لائیں خدا جانے جو ہوں پیروں کے پر

(۱) ہوا گیر ۔ پرندے ۔ (۲) مطلب مرید اپنے پیروں کی شان میں ایسی مبالغہ آمیزی سے کام لیتے ہیں جن کی کوئی انتہا نہیں ہوتی اور ایسے عجیب و غریب قصے ان کی ذات کے متعلق مشہور کرتے ہیں جن تک انسانی ذہن کی رسائی نہیں ہو سکتی اگر واقعی کچھ ان میں حقیقت ہوتی تو خدا جانے کیا غضب ڈھاتے ۔

متفرقات

۱۳۲
شرحِ بختِ برگشتہ گر کروں رقم پھر کر | تیرِ بازگشتی ہو ہاتھ میں قلم پھر کر

(۱) بختِ برگشتہ - مراد بدنصیبی (۲) رقم کروں - لکھوں -

۱۳۳
رکھ لیا اُس نے چمن میں گل جو سر پہ توڑ کر | میں بھی حاضر ہوں کہا غنچہ نے یوں منہ پھوڑ کر

(۱) منہ پھوڑ کر کہنا - بے حیائی و بے شرمی سے کہنا - دلیری سے کہنا -

۱۳۴
بعدِ مُردن آ چکے رونے کو سن کر گورِ دور | جیتے جی کتنے ہو چل صورت تری در گور دور

(۱) بعدِ مردن - مرنے کے بعد - (۲) گور - قبر -

۱۳۵
دلِ شوریدہ سر نے خاک اُڑا کر | بیاباں رکھ لیا سر پر اُٹھا کر

(۱) شوریدہ سر - دیوانہ - پاگل -

۱۳۶
خفا تو ہو نہ وقتِ ذبح میرے تلملانے پر | کہوں کیا لوٹتا ہوں میں ترے بازو دبانے پر

(۱) تلملانا - تڑپنا -

ردیف سین مہملہ

۱۳۷
(۱) ہمدم - دوست [illegible]

کونسا ہمدم ہے تیرے عاشقِ بیدم کے پاس
غم ہے جس کے پاس ہمدم اور درد آ دم کے پاس

ہم کو کیا ساقی جو تھا جامِ جہاں بیں جم کے پاس
تیرا جامِ بادہ ہو اور تو ہو اس پُر غم کے پاس

خط کہاں آغاز ہے پشتِ لبِ دلدار پر
ہیں جنابِ خضر آئے عیسیٰ مریم کے پاس

مردمک کے پاس ہے یہ اشکِ خونیں کا ہجوم
یاد ہے یا قوت ہیں یہ دانہ نیلم کے پاس

روح اُس آتش بجاں کی بعدِ مُردن جوں پتنگ
آئیگی اڑ کر چراغِ خانۂ ماتم کے پاس

کس کی قسمت ہے کہ زخمِ تیغِ قاتل ہو نصیب
جان سے جائیں نہ جائینگے مگر مرہم کے پاس

کیا مزے سے لے کے غش کھائیں اگر آ جائے ہاتھ
یہ جو چھلا آپ کی انگلی میں ہے خاتم کے پاس

زلف سے بے وجہ خطِ سبز ہم پہلو نہیں — ہے لپٹتا عشقِ پیچاں سنبلِ پرخم کے پاس

واہ صیادِ اجل اور واہ صیادی کا پیچ — کھینچ کے ہے اسفندیار آیا کہاں رستم کے پاس

دیکھو فیاضِ ازل نے کیا دیا آنکھوں کو فیض — کاسہ در کف ہو کے یم آتے ہیں ان کی نم کے پاس

ہے جو قسمت میں تو دریا بھی کبھی ہو جائیگا — آ نکلے ہے اپنا قطرہ بھی کنارِ یم کے پاس

کرکے بحر و قافیہ تبدیل لکھ اور اک غزل
بیٹھ کوئی دم نوائے ذوق اور اس پرغم کے پاس

(۱) ہمدم - دوست - ہمجولی - (۲) عاشقِ بے دم - عاشقِ بے جان - (۳) جامِ جہاں بین - جمشید کا مشہور عالم پیالہ جس میں گزشتہ و آئندہ واقعات نظر آتے تھے (۴) جامِ بادہ - پیالۂ شراب - (۵) پرغم - اشارہ بہ عاشقِ بے دم - (۶) خضر - مشہور پیغمبر جو بھولے بھٹکوں کو راستہ بتلاتے ہیں - اشارہ بہ خطِ معشوق - (۷) عیسیٰ مریم - حضرت عیسیٰ علیہ السلام اشارہ بہ لبِ معشوق - (۸) مردمک آنکھ کی پتلی - (۹) یاقوت - مشہور قیمتی پتھر - اشارہ بہ اشکِ خونینِ عاشق - (۱۰) دانۂ نیلم - اشارہ آنکھ کی پتلی کی طرف - (۱۱) چھلے کا گل کھانا - معشوق کے چھلے وغیرہ کو آگ میں تپا کر بدن پر عشق جتانے کو داغ دیتے ہیں - اور اس کو گل کھانا کہتے ہیں - (۱۲) خاتم - انگوٹھی - (۱۳) عشقِ پیچاں - مشہور بیل - اشارہ بہ خطِ سبزِ معشوق - (۱۴) سنبلِ پرخم - اشارہ بہ زلفِ پیچیدہ معشوق - (۱۵) اسفندیار - گشتاسپ شاہ ایران کا بیٹا بڑا پہلوان تھا آخر کو رستم کے ہاتھ سے مارا گیا - (۱۶) رستم - ایران کا مشہور عالم پہلوان تھا (۱۷) فیاضِ ازل - مراد ذاتِ باری - (۱۸) کاسہ در کف - ہاتھ میں پیالہ لئے ہوئے - (۱۹) یم - سمندر - (۲۰) نم - اشارہ بہ اشکہائے چشم -

تیر و کماں ہے گر بتِ ناوک فگن کے پاس — آہ قدِ خمیدہ ہے اس خستہ تن کے پاس

شب جانِ زار رک گئی لب پر دہن کے پاس — پھر اٹھ کے رہ گیا یہ مسافر وطن کے پاس

یہ جوشِ غم سے خوں رواں نہیں دیکھو ہے رو رہا — تیشہ سر اپنا رکھ کے سرِ کوہکن کے پاس

١٣٨

اس آرزو میں جان ہوں دیتا کہ جاکے ہم — پہنچوں کبھی لب بتِ پیماں شکن کے پاس

انگشتِ شمع کیوں نہ اٹھے بہر فاتحہ — پڑ ڈھیر ہے پتنگ کا پائے لگن کے پاس

میں تو اسی جھجک پہ فدا ہوں کہ کان کو — شب کیا ہٹا لیا مرے لا کر دہن کے پاس

چمکیگی تا بہ حشر ہماری لحد میں آگ — چاکِ جگر میں دیکھنا چاکِ کفن کے پاس

میں نے کہا کہ بوسہ تم ہی دو ادب سے میں — لا سکتا اپنا منہ نہیں چاہِ ذقن کے پاس

ہنس کر کہا کہ جاتا ہے پیاسا کوئیں پہ آپ — یا جاتا ہے کنواں کسی تشنہ دہن کے پاس

اے ذوق صدقے جائیے پیکِ خیال کے
لیلے گیا اُڑا کے بتِ سیمتن کے پاس

(۱) ناوک فگن - تیر انداز - مراد معشوق - (۲) خستہ تن - زخمی - مراد عاشق - (۳) جوئے خون - خون کی نہر - (۴) کوہکن - فرہاد - عاشقِ شیریں - (۵) بتِ پیماں شکن - مراد معشوق بے وفا - (۶) انگشت - انگلی - (۷) فاتحہ - دعائے مغفرت کرنا - (۸) لگن - تھال جس میں شمع رکھ کر جلاتے ہیں - (۹) چاہِ ذقن - وہ گڑھا جو معشوق کی ٹھوڑی میں ہوتا ہے - (۱۰) تشنہ دہن - پیاسا - مراد عاشق - (۱۱) پیک - قاصد - ہرکارہ -

متفرقات

۱۳۹ مجھ میں کیا باقی ہے جو دیکھے ہے تو آن کے پاس — بدگمان وہم کی دارو نہیں لقمان کے پاس

(۱) لقمان - ایک مشہور حکیم جو حضرت ایوب علیہ السلام کے خالہ زاد بھائی یا بھانجے تھے - بعض نے حضرت داؤد علیہ السلام کے شاگرد دانہ - بنی اسرائیل کے قاضی بھی لکھا ہے - ملک نوبہ حبش کے رہنے والے تھے - شام میں علم حاصل کرکے زبردست حکیم ہوئے - اور انتقال کے بعد فلسطین کے شہر رملہ میں دفن کئے گئے -

۱۴۰ چمن سے بعد ہمیں جیسے سین و قافِ قفس — قفس میں بند ہیں ہم جیسے فائے قفس

(۱) مطلب اہم چھوٹے اس طرح پوشیدہ ہیں جیسے لفظ قفس میں سین و قاف کیونکہ درمیان میں حرف ف موجود ہے جو قاف اور سین کو جدا کئے ہوئے ہے اور ہم قفس میں اس طرح بند ہیں جس طرح حرف ف لفظ قفس کے قاف اور سین کے درمیان ہے۔

لب شیریں کو ترے جان کے رس چشم مگس[۱]	بیٹھی نظروں میں پڑے جاتے ہیں چشم مگس
بوالہوس[۲] جیفۂ[۳] دنیا سے بھرا دل نہ ترا	تو مگس اور تری چشم ہوس چشم مگس

(۱) رس۔ شیرہ (۲) مگس۔ مکھی (۳) بوالہوس۔ حریص۔ لالچی (۴) جیفہ۔ مردہ

ردیف صاد مہملہ

سب مذاہب میں یہی ہے نہیں اسلام[۱] میں خاص	کہ جہاں عام ہے ہوتا ہے وہاں عام میں خاص
ساغر دل[۲] کی تو واقف نہیں کیفیت سے	دیکھ عکس رخ ساقی ہے اسی جام میں خاص
خضر باتیں ہیں کہ ہے چشمۂ حیواں[۳] جاں بخش[۴]	ہے یہ خاصیت اُسی کے لب دشنام[۵] میں خاص
شیخ صاحب کے ہیں نزدیک وہ خاصان خدا	خدمتی ان کے ہیں جو زمرۂ[۶] خدام میں خاص
کام دن رات ہے ہم عاشق کا ترے ناکامی	کہ دیا تو نے لگا اس کو اسی کام میں خاص
عشق کا جوش ہے جب تک کہ جوانی کے ہیں دن	یہ مرض کرتا ہے شدت انہی ایام میں خاص

ذوق اسمائے الٰہی[۷] ہیں سب اسم اعظم
اس کے ہر نام میں عظمت ہے نہ اک نام میں خاص

(۱) ساغر دل۔ دیکھو پیالۂ شراب سے تشبیہ دی او ساقی حقیقی کا عکس جمال اسی ساغر یعنی پیالہ میں ہونا بیان کیا (۲) چشمۂ حیوان۔ چشمۂ آب حیات (۳) جان بخش۔ زندگی عطا کرنے والا (۴) لب دشنام۔ معشوق کے ہونٹ جن سے عاشق کو گالی دیتا ہے ان کو جان بخش کہا ہے۔ (۵) زمرہ۔ گروہ جماعت۔ (۶) خدام۔ جمع خادم۔ (۷) اسماء الٰہی۔ حق تعالیٰ کے نام جن کی تعداد ننانوے بیان کی جاتی ہے۔

ردیف ضاد معجمہ

پر کترنے کو جو صیاد نے چاہی مقراض
ہاتھ ملتی تھی مرے حال پہ کیا ہی مقراض

بحر و بر میں نہیں کس کو ہوسِ قطع و برید
ناخنِ شیر ہے خنجر دُمِ ماہی مقراض

گل کترتی ہیں ہزار مل تری آنکھیں کافر
ہے عجب طرح کی اک تیز نگاہی مقراض

کب زباں چلتی ہے اس بزم میں بدگویوں کی
اُن کے منہ میں یہ زباں ہے کہ الٰہی مقراض

محضرِ خوں جو مرا سارا کتر کر پھینکا
دیگی اس ظلم کی محشر میں گواہی مقراض

پاس کیا قطع تعلق میں کہ یکساں سمجھے
قطع میں کسوتِ درویشی و شاہی مقراض

رشتۂ عمر کیا قطع سراسر اے ذوق
کم ہو سکی شمع کے دل کی نہ سیاہی مقراض

(۱) صیاد - شکاری - (۲) مقراض قینچی - (۳) ہاتھ ملنا - اظہارِ افسوس کا ایک طریقہ - (۴) بحر و بر - تری و خشکی - بحر بمعنی سمندر - بر بمعنی زمین (۵) قطع و برید - کسی شے کے ٹکڑے ٹکڑے کر دینا - کاٹ ڈالنا (۶) ماہی مچھلی - (۷) محضر - کسی حاکمِ مجاز کا تصدیق کیا ہوا کاغذ (۸) کسوتِ درویشی - لباسِ درویشی -

ردیف عین مہملہ حسنِ مطلع

ذوق کیونکر ہو اپنا دیوان جمع
کہ نہیں خاطرِ پریشان جمع

(۱) خاطر - دل - (۲) جمع - مطمئن

ردیف قاف

۱۱ پھر کر ادھر ادھر نہ ہمارا گیا قلق
لفظِ قلق کی طرح سے وہ ہی رہا قلق

(۱) قلق، رنج و غم۔

ردیف کاف تازی

۱۴۶

جو کھل کر ان کا جوڑا بال آئیں سر سے پاؤں تک	بلائیں آ کے لیں سو سو بلائیں سر سے پاؤں تک
ہم اُن کی چال سے پہچان لیں گے ان کو برقع میں	ہزار اپنے کو وہ ہم سے چھپائیں سر سے پاؤں تک
یہ جتنے سرو ہیں سب اُس کے قد پر زہر کھاتے ہیں	چمن میں سبز کیونکر ہو نہ جائیں سر سے پاؤں تک
مرا دل ایک دوں اُس خوش ادا کی کس ادا کو میں	کہ ہیں واں تو ادائیں ہی ادائیں سر سے پاؤں تک
سراپا شوق جائیں ہو کے بل ہم جن کے جلسہ میں	خیالِ مجمع وہ ہم کو جائیں سر سے پاؤں تک
رہے بے پردہ تو بھی وہ کھڑے ہو ہو کے شوخی سے	پھبن چلمن میں در پردہ دکھائیں سر سے پاؤں تک
بنایا اس لئے اس خاک کے پتلے کو تھا انساں	کہ اس کو درد کا پتلا بنائیں سر سے پاؤں تک
سراپا یک ہیں دھوئے جنھوں نے ہاتھ دنیا سے	نہیں حاجت کہ وہ پانی بہائیں سر سے پاؤں تک

مزا اتنا ہی ذوق افزوں ہو جتنے زخم ہوں افزوں
نہ کیوں ہم زخمِ تیغِ عشق کھائیں سر سے پاؤں تک

(۱) بلائیں لینا۔ قربان ہونا۔ (۲) زہر کھانا۔ کنایۃً۔ حسد سے جلنا۔ رشک کرنا (۳) چلمن۔ چک۔ تیلیوں کا بنا ہوا پردہ (۴) دنیا سے ہاتھ دھونا۔ دنیا اور دنیا والوں سے اپنے تعلقات منقطع کر دینا (۵) افزوں۔ زیادہ۔

۱۴۷

صفحۂ دہر پہ یکدل نہ ہوا ایک سے ایک	دل کے دو حرف ہیں سو وہ بھی جدا ایک سے ایک

(۱) صفحۂ دہر۔ روئے زمین۔

۱۴۸

پھر تو آئے تیر سے ہم جا کے اُس مغرور تک	پر اچھلتا ہی رہا اپنا کلیجہ دور تک

(۱) مغرور۔ مراد معشوق جو اپنے حسن و جمال کی وجہ سے مغرور ہے۔

ردیف کاف فارسی

بینی و عارض و ابرو سے ہیں شاخ و گل و برگ
یوں عیاں ہُن چمن روسے ہے شاخ و گل و برگ

بینی او دہن خندہ زن اور نازک لب
لکھے گویا قلمِ موسے ہیں شاخ و گل و برگ

(۱) بینی ۔ ناک ۔ (۲) عارض ۔ رخسار ۔

ردیف لام

پھنسے نہ حلقۂ گیسوئے تابدار میں دل
بلا سے گر ہو توالہ دامانِ مار میں دل

بغل میں جیسے مرا دل بغل کا دشمن ہے
نہ ایسا ہو کسی دشمن کا بھی کنار میں دل

نکل دجائے دمِ اضطراب سینے سے
برنگِ شعلہ کہیں آہِ شعلہ بار میں دل

ہمیشہ روزنِ سینہ سے کیوں ہے چشم براہ
اگر نہیں کسی مہوش کے انتظار میں دل

ترا ستمگار بھی ہے وہ بلا کہ جائے گھر
پروئے زلفِ مسلسل کے تار تار میں دل

خدا بچائے مجھے اس بغل کے دشمن سے
کہ میرا دشمن جان ہے مری کنار میں دل

بغیر مارے نہ چھوڑیگی دل کو کاکلِ زلف
کھو یہ دل سے کہ جائے نہ مار مار میں دل

اگر نہ جبر کروں اختیار اے ناصح
تو کیا کروں کہ نہیں میرے اختیار میں دل

اڑیگا مثلِ شرر ٹکڑے ہو کے سنگِ مزار
رہا اگر یونہی گرمِ تپش مزار میں دل

بہ رنگ غنچۂ پیکان و غنچۂ تصویر
نہ دیکھا اپنا شگفتہ کسی بہار میں دل

فلک کے رنگ سے ظاہر ہیں ماتمی آثار
تو خوش اپنا کیونکہ ہو اس نیلگوں حصار میں دل

برنگِ بیضۂ نوروز توڑے دل اس نے
ہزاروں ایک ہمارا ہے کس قطار میں دل

ہزاروں دشمن جاں ہے ایک دوست بڑا
جو پوچھو کون ہے سو میں کہوں ہزار میں دل

نہ ہوتیں خلد میں حوریں تو ہوتا خلد میں کون
لگے ہے صحبتِ خوبانِ گلعذار میں دل

یہ جسمِ زار ہے یا میرے پیرہن میں دل (۱۶)	اگر ہے تار نہیں یا میرے جسمِ زار میں دل

اٹھا تو لائے مجھے میرے ہمنشیں اے ذوق
رہیگا میرے عوض میرا کوئے یار میں دل

(۱) حلقہ۔ پیچ (۲) تابدار۔ چمکدار۔ (۳) نوالۂ دہانِ مار۔ سانپ کے منہ کا لقمہ (۴) کنار۔ بغل (۵) دمِ اضطراب۔ بوقتِ بے قراری (۶) برنگِ شعلہ۔ مانندِ شعلہ۔ (۷) آہِ شعلہ بار۔ ایسی آہ جس میں شعلے ہوں جو شعلے برساتی ہو۔ (۸) چشم براہ۔ منتظر۔ (۹) پیکاں۔ نوکِ تیر۔ (۱۰) غنچۂ تصویر۔ اس کلی کو کہتے ہیں جو کسی مصور نے تصویر پر بنائی ہو (۱۱) فلک۔ آسمان (۱۲) نیلگوں حصار۔ مراد آسمان۔ (۱۳) قطار۔ بہار نوروز میں لوگ ہار جیت پر انڈے لڑایا کرتے تھے اور اس کے کئی طریقے تھے۔ ایک یہی تھا کہ دو آدمی بیس بیس تیس تیس انڈے لے کر اپنی اپنی قطار باندھتے تھے اور ہر ایک اپنی قطار سے ایک ایک انڈا لیتا تھا اور حریف یعنی اپنے مقابل سے لڑائے جاتا تھا۔ جس کا انڈا آخر کو ٹوٹتا اس کی ہار ہوتی تھی حریف ٹوٹے ثابت تمام انڈے لے لیتا تھا۔ اور اسے قطار لڑانا کہتے تھے۔ یہ رسم ایران۔ توران و افغانستان سے ہوکر ہندوستان میں آئی تھی۔ (۱۴) دل کو دشمن اس لئے کہا کہ وہ وجہ عشق و محبت تھا اور عاشق کے لئے تکالیف کا سبب ہوا۔ (۱۵) گلعذار۔ معشوقان سرخ رنگ۔ (۱۶) زار۔ ضعیف۔ عاجز۔

۱۵۱

ازل سے یوں دلِ عاشق ہے نور کی قندیل	کہ جیسے عرشِ خدائے غفور کی قندیل
سمجھ وہ دودِ بناگوش نور کی قندیل	تجلی ہے اخترِ صبحِ نشور کی قندیل
ہمارے کعبۂ دل میں ہمیشہ روشن ہے	کسی کے تابِ کمالِ ظہور کی قندیل
جہاں ہے خانۂ عشرت جبھی ہو اس کا فروغ	لٹکے اس میں سرِ پُرغرور کی قندیل
رہے ہے جوں قمرِ منخسف سدا بے نور	سیاہ بختوں کے بالینِ گور کی قندیل
پڑے جو عکس ترا جام میں تو ہو روشن	حبابِ بادہ تجلی سے طور کی قندیل
عیاں ہے یوں مرے روزِ سیاہ میں خورشید	کہ جیسے شب کو نظر آئے دور کی قندیل

سوائے دل کے ہونا سنج باغِ خلد سے بھی ۔۔۔ کبھی پسند نہ اس رشکِ حور کی قندیل

اڑے جو آہ کے ہمرہ فلک کے پارۂ دل ۔۔۔ ہوئے ہوا میں وہ صورت طیور کی قندیل

وہ تیر ہیں یہ مرے نالۂ قیامت زا ۔۔۔ کہ ان کے رکھنے کو لازم ہے صور کی قندیل

نسیم کیا ہے کہ روضہ میں نغمہ جانوں کے ۔۔۔ نہ گل ہو باد سے آوازِ صور کی قندیل

سمجھتا قدر ہے ناقص کب اس غزل کی ذوق
یہ روشن آپ نے کیوں پیشِ کور کی قندیل

(۱) قندیل۔ فانوس۔ شمع جلانے کا شیشہ۔ (۲) غفور۔ بخشنے والا۔ اللہ تعالیٰ کا صفاتی نام۔ (۳) دُرِ بنا گوش۔ وہ موتی جو کان کی لو یعنی زیرِ گوش میں پہنا جاتا ہے۔ (۴) خجل۔ شرمندہ (۵) اخترِ صبحِ نشور۔ ستارۂ صبحِ قیامت (۶) فروغ۔ رونق (۷) قمرِ منخسف۔ گہنایا ہوا چاند۔ (۸) سیاہ بخت۔ مراد بدنصیب عشاق (۹) بالینِ گور۔ سرہانہ قبر۔ (۱۰) حبابِ بادہ۔ بلبلہ شراب۔ (۱۱) تجلی۔ نور۔ (۱۲) طور کی قندیل۔ وہ نور جو حضرت موسیٰ کلیم اللہ کو کوہِ طور کا نظر آیا تھا (۱۳) رشکِ حور مراد معشوق بلحاظ حسن و جمال کے رشکِ حور کہا (۱۴) پارۂ دل۔ دل کا ٹکڑا (۱۵) طیور۔ پرندے (۱۶) قیامت زا۔ قیامت پیدا کرنے والی۔ (۱۷) صور۔ وہ نرسنگھا جسے قیامت کے دن اسرافیل فرشتہ پھونکیگا۔ (۱۸) روضہ۔ باغ۔ (۱۹) ناقص۔ کم علم۔ بے ذوق۔ (۲۰) کور۔ اندھا۔

دیوانہ ہوں تیرا مجھے کیا کام لہ لوں گل ۔۔۔ زیبا نہیں سر کو ہے مرے داغِ جنوں گل

ہوں زیرِ قدم خار بہ سر داغِ جنوں گل ۔۔۔ چپلے ہے جنوں بوٹوں سیہ خارِ جنوں گل

سو ٹکڑے ہیں ایڑی کے برنگِ گلِ صد برگ ۔۔۔ کیا دشت نوردی میں کترتے ہیں جنوں گل

ہیں کشتہ ہوں لعلِ لبِ پاں خوردہ کا کس کے ۔۔۔ نکلے مری خاک سے آغشتہ بخوں گل

اُس گل میں نہ پایا اثرِ بوئے محبت ۔۔۔ سو بار سونگھائے اُسے پڑھ پڑھ کے فسوں گل

ہے روشنیٔ خانۂ دل۔ سوزِ محبت ۔۔۔ کافر ہو بنا شمعِ حرم کیونکہ کروں گل

پیکان تو دلدوز ہے سوفار ہے باہر ۔۔۔ اس تیر سے ہے دل میں درون غنچہ برون گل

اے ذوق محبت میں کسی غنچہ دہن کی
گلدستے بھی ہیں کر ہاتھوں پہ فزوں گل

(۱) گل۔ گلاب کا پھول (۲) زیبائش سر۔ سر کی آرائش کے لئے (۳) گلِ صد برگ گلاب کا پھول۔ گیندے کا پھول (۴) دشت نوردی۔ صحرا گردی (۵) جنوں۔ مراد دیوانگی عشق (۶) لعل لب پان خوردہ۔ معشوق کے سرخ ہونٹوں کی طرف اشارہ (۷) آغشتہ۔ آلودہ۔ لتھڑا ہوا۔ (۸) اثر۔ نشان (۹) فسوں۔ منتر۔ سحر۔ (۱۰) شمع اشارہ بہ سوزِ محبت حرم مراد دلِ عاشق۔ (۱۱) دلدوز۔ دل میں پیوست ہونے والا۔ (۱۲) فزوں۔ زیادہ۔

ردیف میم

۵۳

پابند جوں دخان پریشانیوں میں ہم
یارب ہیں کس کی زلف کے زندانیوں میں ہم

ہوتی نہ یادِ زلف تو خطِ شکستہ میں
لکھتے الف خطوں کی نہ پیشانیوں میں ہم

زنجیر میں بھی نالۂ زنجیر کی طرح
جوشِ جنوں میں رہتے ہیں جولانیوں میں ہم

پائی نہ تیغِ عشق سے ہم نے کبھی پناہ
تربِ حرم میں بھی ہیں تو قربانیوں میں ہم

دوزخ بھی جائے نعرۂ ہل من مزید بھول
لائیں جو آہ کو شررافشانیوں میں ہم

پاکوبیوں کو مژدہ ہو زنداں کو نوید
پھر ہیں جنوں کے سلسلہ جنبانیوں میں ہم

تم بھی نہیں جگہ پہ رہی اس قدر رہے
سرگرم سوزِ عشق کی مہمانیوں میں ہم

مطلب سے اپنے کون ہے آگاہ جز خدا
جوں خطِ سرنوشت ہیں پیشانیوں میں ہم

ہیں آئینہ میں صورتِ تصویرِ آئینہ
آئینہ رو کے سامنے حیرانیوں میں ہم

ہو وہ عزیز سورۂ یوسف سے بھی سوا
رکھ دیں تری شبیہ جو کنعانیوں میں ہم

کیا جانیں ہم زمانہ کو حادث ہے یا قدیم
کچھ بھولا سے اپنی کہ ہیں فانیوں میں ہم

کیوں بتی کے ہجر میں ہوئے شرمندہ یارے	اب مر رہے ہیں اس کی پشیمانیوں میں ہم
پردہ میں چشمِ مست کے سرخوش[17] ہیں جو مدام	شرب الیہود[18] کرتے ہیں نصرانیوں[19] میں ہم
اس خالِ رخ پہ جمع ہوئے قطرۂ عرق[20]	ہندو[21] اسیر دیکھیں ہیں دربانیوں میں ہم
سینے کا چاک[22] سینے کی فرصت نہیں کہ ہیں	مصروف زخمِ دل کی نمکسرانیوں[23] میں ہم
ہم کہ قدرتِ[24] دلِ صیاد گر نہ ہو	کیا کیا اڑائیں خاک پر افشانیوں[26] میں ہم
دکھلائیں روزِ حشر کو بین السطور[27] سے	اپنے سیاہ[28] نامہ کو طولانیوں[29] میں ہم

جا سکتے ضعف سے نہیں کوچے میں اس کے ذوق
ہو جائیں کاش گریہ کی طغیانیوں میں ہم

(۱) دُخان - دھواں (۲) زندانی - قیدی - گرفتار (۳) جولانی - دوڑنا - گرد پھرنا - (۴) قرب - نزدیکی (۵) ہل من مزید - اور زیادہ - کہا جاتا ہے کہ جب دوزخ میں دوزخیوں کو ڈالا جائیگا تو وہ "ہل من مزید" کا نعرہ لگائیگا یعنی زیادہ گنہگار بطور ایندھن طلب کریگا (۶) پاکوبی - ناچنے والا (۷) نوید - خوشخبری - (۸) سلسلہ جنباں - تحریک کرنے والا (۹) سرگرم ہونا - نہایت ذوق وشوق کے ساتھ مشغول ہونا (۱۰) خطِ سرنوشت - خط تقدیر - (۱۱) آئینہ رو - مراد معشوق - بلحاظ خوبصورتی وحسن وجمال کے آئینہ رو کہا - (۱۲) شبیہ - تصویر - (۱۳) کنعانی - کنعان کے رہنے والے (۱۴) حادث - قدیم کی ضد - نیا - نو پید (۱۵) قدیم - ہمیشہ سے (۱۶) فانی - فنا ہونے والا (۱۷) سرخوش - تر دماغ - وہ شخص جو شراب کے سرور میں خوشحال ہو اور بدمست نہ ہو - (۱۸) شرب الیہود - یہودی لوگ صدیوں سے ایسی حالت میں ہیں کہ جس ملک میں ہوں کمزور رہتے ہیں - عیسائیوں سے زیادہ تر دبے رہتے ہیں - شراب بھی کم پیتے ہیں اور چھپ کر پیتے ہیں اہل ایران نے شرب الیہود کی اصطلاح کو وضع کیا - یعنی کم پینا اور چھپ کر پینا - شعر کا مطلب یہ ہے کہ ہم شراب نہیں پیا کرتے - چشم مست کی یاد میں درپردہ سرخوش رہتے ہیں - گویا ہماری شراب خوری یہودیوں کی شراب خواری ہے - (۱۹) نصرانی - مسیحی - (۲۰) قطرۂ عرق - پسینہ کے قطرے

(۲۱) ہندو۔ لغوی معنی کالا۔ اشارہ بہ خالِ معشوق۔ (۲۲) دُرانی۔ افغانوں کی ایک قوم اشارہ بہ قطرۂ عرق۔ (۲۳) چاک۔ زخم۔
(۲۴) مگس رانی۔ مورچھل کرنا۔ چنوری ہلانا۔ (۲۵) بیم کدورت۔ خوفِ دشمنی۔ (۲۶) پر افشانی۔ اڑنا۔ (۲۷) بین السطور۔ وہ فاصلہ جو سطروں کے درمیان ہوتا ہے (۲۸) سیاہ نامہ۔ نامۂ اعمال بلحاظ گنہگاری کے سیاہ نامہ کہا (۲۹) طولانی۔ طوالت۔ لمبائی۔

شمعِ نازاں[1] نہ ہو اک بات بہا آنسو گرم
برسوں یاں آنکھ سے ٹپکا ہے مری لہو گرم

اے جنوں ہے خبرِ موسمِ گل[2] ہر سو گرم
دم تو لے لینے دے مجھ کو نہ کر اتنا تو گرم[3]

آتشِ رشک سے اس کاکلِ مشکیں کے صبا
جل گیا نافہ میں اس درجہ ہوا لہو گرم

آبلے سینۂ دریا میں ہوئے جل کے حباب
دیدۂ تر نے بہائے یہ غضب آنسو گرم

اے صبا نکہتِ گل لے کے چمن کو پھر جا
کیا کروں سر کو مرے کرتی ہے یہ خوشبو گرم

آتشِ حسن کا پتلا ہے تو اے رشکِ پری
تابِ رخ تیری بھبھوکا ہے بلا ہے تو گرم

توسنِ ناز ترا ہر قدم اے رشکِ غزال
کیوں نہ ہو تیز کہ رکھتا ہے مزاج آہو گرم

فاختہ سوزِ محبت سے ہوئی جلکے ہے خاک
کھینچے ہے دل سے پر اب تا نفسِ کوکو گرم

مشعل افروزِ جنوں کون ہو مجنوں کیلئے
گر نہ ہو گرمیٔ وحشت سے دلِ آہو گرم

سرد مہری کا تری ہو جو خنک دل کشتہ
ہووے گلگشت سے کیا اس کا دلِ گلرو گرم

تابشِ نارِ جہنم سے سوا اس کو لگے
ہمرہِ بادِ سحر بوئے گلِ شب بو گرم

سرد مہری سے رکھا اپنی خنک دل تو نے
گرچہ گرمی سے کیا تو نے بتِ دلجو گرم

اپنے کشتہ کی کرامت کو ذرا دیکھ آکر
ایک پہلو ہے اگر سرد تو اک پہلو گرم

ذوق دل میں یہ تپِ عشق۔ کلام ایسا خنک
عاشقانہ سی غزل اور کوئی پڑھ دو تو گرم

(۱) نازاں۔ مغرور و متکبر (۲) موسمِ گل۔ موسمِ بہار۔ (۳) گرم کرنا۔ جوش میں

ملتا۔ (۴) کاکلِ مشکین معشوق کی سیاہ و خوشبودار زلفیں۔ (۵) نافہ۔ مشک یعنی کستوری کی تھیلی جو پوٹلی سی ہوتی ہے اور ہرن کی ناف سے نکلتی ہے (۶) آبلے۔ چھالے (۷) حباب بلبلے۔ (۸) دیدۂ تر۔ آنسو بہانے والی آنکھیں۔ (۹) نکہتِ گل۔ بوئے گل (۱۰) سرگرم کرتی ہے۔ مراد جنون پیدا کرتی ہے۔ (۱۱) تابِ رخ۔ چہرہ کی چمک (۱۲) کعبہ کا زیادہ سرخ نہایت روشن۔ (۱۳) توسن۔ گھوڑا۔ اشارہ بہ نازہائے معشوق۔ (۱۴) رشکِ غزال۔ غزال بمعنی ہرن۔ بلحاظ حسن و جمال کے معشوق کو رشکِ غزال کیا۔ (۱۵) مزاج گرم رکھنا۔ غصیلا ہونا۔ (۱۶) فاختہ۔ قمری۔ (۱۷) کوکو۔ آوازِ قمری۔ (۱۸) مشعل افروزِ جنوں۔ دیوانگی و وحشت کی مشعل جلانے والا۔ (۱۹) سرد مہری۔ بے وفائی معشوق۔ (۲۰) خنک دل۔ ٹھنڈے دل والا۔ اشارہ بہ عاشق۔ (۲۱) گلگشت۔ سیرِ چمن۔ (۲۲) گلرو۔ گلاب کے پھول جیسے چہرے والا مراد معشوق (۲۳) تابش۔ گرمی۔ (۲۴) خنک دل۔ سرد دل۔ مراد ناامید۔ (۲۵) گرمجوشی۔ اظہارِ محبت و دوستی۔ (۲۶) بتِ دلجو۔ اشارہ بہ معشوق۔ دلجو بمعنی غمخوار۔ تسلی دینے والا۔

۱۷

بل بے اے آتشِ غم دلکو کرے ہے تو گرم — کہ زمیں پشتِ سمک تک ہو نئے پہلو گرم

لطفِ بوسہ نہ رہا ہم پہ ہُوا حیب[۳] تو گرم — شربتِ قند دیا کر کے پہ آتشِ خو گرم

تن رہا یوں ہی تبِ غم سے اگر گرم مرا — سیخِ آہن کی طرح ہونگے بدن پہ مو گرم

نیشترِ جل کے وہیں کشتۂ فولاد ہُوا — نکلا یہ آتشِ سودا سے مرا لہو گرم

کٹ سکا صیدِ محبت کا نہ قاتل سے گلا — اُس نے پتھر پہ یہ رگڑا کہ ہُوا چاقو گرم

آتشِ دل سے پس از مرگ برنگِ شعلہ — خاکِ عاشق سے نکلتا ہے گلِ خودرو گرم

مہر وش بل بے ترے حسنِ جہاں تاب کی تاب — رخ سے گرم آئینہ ہوا آئینہ سے زانو گرم

کیا لکھوں نامۂ جانسوز کی اپنے تاثیر — جل گیا بس یہ کبوتر کا ہُوا بازو گرم

سرِ مجروح کو ٹھکرا کے گیا وہ سادے میں — چونکا اُس وقت کہ جب منہ پہ بہا لہو گرم

دستِ خورشید کی رعشہ سے سپر جا چھوٹے — کھینچ کر تیغ کو جب ہو وہ ہلالِ ابرو گرم

دلِ عاشق ہے کہ جیسا ہے کباب سامانا
کونسا سوختہ جاں جسم سے ہے کم غمناک

جبیں شعلہ ہے تری رنگ بھبوکا رو گرم
کہ ہوا آتی ہے کوچے سے ترے گلو گرم

ہم تو سوختہ ہیں سا گُل حموض ہے بارد
ذوق ہوتا ہے وہ کیوں ہوکے ترش ابرو گرم

(۱) آتشِ غم۔ عشق و محبت کی آگ۔ (۲) سمک۔ مچھلی۔ مراد وہ مچھلی جس کے متعلق کہا جاتا ہے کہ اس کی پیٹھ پر ایک بیل ہے اور اس کے سینگ پر زمین (۳) گرم ہونا۔ غصہ ہونا (۴) شربتِ قند۔ شربتِ مصری (۵) آتش خو۔ اشارہ بہ معشوق بلحاظ تیزی طبیعت کے آتش خو کہا۔ (۶) میخِ آہن۔ لوہے کی میخ۔ (۷) مو۔ بال۔ (۸) آتشِ سودا اشارہ بہ آتشِ عشق۔ (۹) برنگِ شعلہ۔ مانندِ شعلۂ آگ۔ (۱۰) گلِ خودرو۔ ایسا پھول جو جنگل وغیرہ میں بغیر بوئے اُگے۔ (۱۱) حسنِ جہاں تاب۔ جہان کو روشن کرنے والا حسن (۱۲) تاب۔ چمک۔ (۱۳) جانسوز۔ جان کو جلانے والا۔ (۱۴) مجروح۔ زخمی۔ (۱۵) رعشہ۔ کانپنا۔ (۱۶) سپر۔ ڈھال۔ (۱۷) ہلال۔ پہلی دوسری اور تیسری رات کا چاند کیونکہ تیسری رات کے بعد قمر کہلاتا ہے۔ بلحاظ ابروؤں کی کجی کے معشوق کو ہلال ابرو کہا۔ (۱۸) بینی۔ ناک۔ (۱۹) بھبوکا رو۔ نہایت چمکدار چہرے والا (۲۰) سوختہ جان۔ دل جلا۔ مراد عاشق۔ (۲۱) گُلِ حموض بارد۔ تمام مٹی چیزیں ٹھنڈی ہوتی ہیں۔

ردیف نون

۱۵۶

بے یار روزِ عید شبِ غم سے کم نہیں
دیتا ہے دورِ چرخ کسے فرصت تماشا

جامِ شراب دیدۂ پُرنم سے کم نہیں
ہو جس کے پاس جامِ وہ اب جمِ سے کم نہیں

اُس زلفِ فتنہ زا کیلئے اے مسیح دم
پنجہ دستِ شانہ پنجۂ مریم سے کم نہیں

دیتا ہے روئے زرد پہ کیا اشک لالہ گوں
اپنی خزاں بہار کے موسم سے کم نہیں

سر گشتہ ہے جنوں کی رگِ سنگِ مزار میں
دل کی تپش بجھا اب بھی تپِ غم سے کم نہیں

وحشی کو تیری چشم کے مژگانِ ہر غزال
صحرا میں تیز ناخنِ ضیغم[11] سے کم نہیں

حاصل ہے جمعِ زر سے پریشانی آخرش
درہم[12] کی شکل صورتِ درہم[13] سے کم نہیں

ساقی ملے ہزار فلاطوں[14] ہیں خاک میں
جو خُم بنے ہے قالبِ آدم سے کم نہیں

اُس حور وش[15] کا گھر مجھے جنت سے ہے سوا
لیکن رقیب ہو تو جہنم سے کم نہیں

شورابۂ[16] سرشک میں دھوتا ہے زخمِ دل
تیزاب میرے حق میں یہ مرہم سے کم نہیں

ہاتھوں سے تیرے پارۂ الماس[17] زخمِ دل
مجھ کو تو جلوۂ گل و شبنم سے کم نہیں

اے ذوق کس کو چشمِ حقارت سے دیکھئے
سب ہم سے ہیں زیادہ کوئی ہم سے کم نہیں

(۱) روزِ عید۔ مشہور اسلامی تیوہار جو رمضان کے خاتمہ پر منایا جاتا ہے (۲) دیدۂ پرنم۔ اشک آلود آنکھیں۔ (۳) دورِ چرخ۔ گردشِ آسمان۔ (۴) فرصتِ نشاط۔ مہلتِ عیش و خوشی (۵) جم۔ ایران کا مشہور بادشاہ جمشید (۶) فتنہ زا۔ فتنہ پیدا کرنے والی۔ (۷) مسیح دم۔ اشارہ بہ معشوق (۸) دستِ شانہ۔ کنگھی کے دندانے (۹) پنجۂ مریم۔ ایک گھاس کا نام جس پر حضرت مریم نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے جننے کے وقت پنجہ مارا تھا۔ یہ گھاس پانی میں بھگو کر حاملہ عورت کے قریب رکھتے ہیں جس سے بچہ جننے میں آسانی ہوتی ہے (۱۰) سرعت۔ تیزی (۱۱) ضیغم۔ شیر۔ (۱۲) درہم۔ چاندی کے ایک سکے کا نام۔ دو ماشے ڈیڑھ رتی کا وزن۔ (۱۳) درہم۔ پریشانی۔ تہ و بالا۔ (۱۴) فلاطوں۔ مشہور حکیم و فلاسفر۔ جسے فلاطون خُم نشین کہتے ہیں (۱۵) حور وش۔ مانندِ حور بلحاظ حسن و جمال (۱۶) شورابۂ سرشک۔ آنسوؤں کا کھاری پانی۔

"دیا جو عشق نے شورابۂ سرشک ہمیں
تو نوشِ جاں اسے ہم نے مثالِ دوغ کیا" (ظفرؔ)

(۱۷) پارۂ الماس۔ ہیرے کے ٹکڑے۔

ہاں تامّل دمِ ناوک فگنی خوب نہیں
ابھی چھاتی مری تیروں سے چھنی خوب نہیں

تشنۂ دشتِ محبت کے لئے اس لب سے
کوئی دنیا میں عقیقِ یمنی(۳) خوب نہیں

گل پریشاں(۴) ہُوا ہنس ہنس کے چمن میں آخر
دیکھ اے غنچہ یہاں خندہ زنی(۵) خوب نہیں

خوبیاں یوں تو ہیں اس عالمِ تصویر(۶) میں
اک مگر ناز ہے یہ کم سخنی(۷) خوب نہیں

چشم کہتی ہے تری جنبشِ مژگاں سے کہ دیکھ
سرِ بیمار(۸) کے یہ سینہ زنی(۹) خوب نہیں

یہ نہیں شیشہ ہے کسی مئے خوار کا دل
محتسب(۱۰) دیکھ نہ کر دل شکنی(۱۱) خوب نہیں

تابِ دنداں(۱۲) نہ دکھا بزم میں تو ہنس ہنس کر
کوئی کھا جائے جو ہیرے(۱۳) کی کنی خوب نہیں

بات تو ہم نے بنائی تھی وہاں خوب مگر
تھی جو بگڑی ہوئی قسمت تو بنی خوب نہیں

خلشِ(۱۴) خار کا کھٹکا ہے بغل میں موجود
دیکھ گل دعوئ نازک بدنی خوب نہیں

اٹھتے ہی جائیگا اس دل سے دھواں آہ کیساتھ
جب تلک جلنے کا یہ سوختنی(۱۵) خوب نہیں

کوئی آتش نفس(۱۶) اے ذوق چمن سے گذرا
آج جو سرد نسیمِ چمنی(۱۷) خوب نہیں

(۱) تامل۔ غور و فکر کرنا۔ سوچنا۔ (۲) دمِ ناوک فگنی۔ وقتِ تیر اندازی۔ (۳) عقیقِ یمنی۔ عقیق مشہور پتھر یمن کا عقیق زیادہ دلپسند ہے (۴) پریشان ہُوا۔ پراگندہ ہُوا۔ متفرق۔ (۵) خندہ زنی۔ ہنسنا۔ غنچہ سے مراد معشوق ہے۔ (۶) عالمِ تصویر۔ اشارہ بہ معشوق۔ اور بلحاظ کم سخنی کے اُسے عالمِ تصویر کہا۔ (۷) کم سخنی۔ کم گفتگو کرنا۔ (۸) بیمار۔ مراد چشم معشوق (۹) سینہ زنی۔ اشارہ بہ جنبشِ مژگانِ محبوب۔ (۱۰) محتسب اسلامی اصطلاح میں وہ حاکم جو غیر شرعی امور سے روکے اور سزا دے۔ (۱۱) دل شکنی۔ دل توڑنا۔ (۱۲) تابِ دنداں۔ معشوق کے دانتوں کی چمک دمک (۱۳) ہیرے کی کنی کھانے سے انسان مر جاتا ہے (۱۴) خلش۔ چبھن۔ (۱۵) سوختنی جلنے والا۔ اشارہ بہ دلِ عاشق۔ (۱۶) آتش نفس۔ مرادِ عاشق۔ بلحاظ سوز و گداز عشق کے آتش نفس کہا۔ (۱۷) نسیمِ چمنی۔ ہوائے چمن۔

ہفتاد و دو فرق حسد کے حلقے میں
لکھا ہے یہ طرفہ کہ باہر حسد سے ہیں

مردود ہیں وہ طائرِ سدرہ جو کھل رہے ہوں
تیرِ نگاہِ یار کی جو دور زد سے ہیں

خورشید وار دیکھتے ہیں سب کو ایک آنکھ
روشن ضمیر ملتے ہر اک نیک و بد سے ہیں

وہ مست ہوں کہ رکھے قدح کش تیمناً
بنیادِ میکدہ مری خشتِ لحد سے ہیں

جاں دادگانِ عشق سے پوچھو رہِ فنا
اس میں جنابِ خضر ابھی نابلد سے ہیں

چشمِ ثمر ہے سرو سے اُن کو جو بیوقوف
رکھتے امیدِ دوستی اُس سرو قد سے ہیں

دشنام دو کہ بوسہ خوشی پہ ہے آپ کی
رکھتے فقیر کام نہیں رد و کد سے ہیں

برگِ خشک دلوں کے ہو گر خرقۂ فقیر
سمجھو کہ کرتے برف کی پوشش نمد سے ہیں

وہ ایک دم کہ جس میں میسر ہو وصلِ یار
بہتر سمجھتے ہم اُسے عمرِ ابد سے ہیں

جتنے ہیں یاں مزے روشِ نشۂ شراب
ہو جاتے بے مزہ ہیں جو بڑھ جاتے حد سے ہیں

ہر چند ناتواں ہیں مگر رکھتے دل قوی
ہم عشق کی کمک سے جنوں کی مدد سے ہیں

جاں لباسیوں کے نہ ظاہر لباس پر
عاری عبائے ہوش قبائے خرد سے ہیں

دل کے ورق پہ ثبت ہیں صد مہرِ داغِ عشق
ہم کرتے ذوقِ عشق کا دعویٰ سند سے ہیں

(۱) ہفتاد و دو فریق۔ ایک اسلامی روایت کے مطابق کہا جاتا ہے کہ حضور بانی اسلام کی ایک حدیث ہے کہ مسلمانوں میں بہتر (۷۲) فرقے ہونگے جن میں سے ناجی یعنی نجات پائے ہوئے اور صراطِ مستقیم پر صرف ایک فرقہ ہوگا۔ باقی غیر ناجی ہونگے۔ مطلب یہ ہے کہ تمام فرقہ بندی حسد کی وجہ سے پیدا ہو گئی ہے اور دلیل یہ لاتے ہیں کہ لفظِ حسد کے عدد جفر کی رو سے بہتر ہیں۔ لہٰذا یہ بہتر فرقے حسد کی بنا پر ہیں۔ (۲) سدرہ۔ آسمان پر ایک بیری کا درخت ہے جسے مقامِ جبرائیل بھی کہتے ہیں (۳) زد۔ نشانہ (۴) روشن ضمیر۔ صاف دل والے لوگ۔
(۵) قدح کش۔ شراب پینے والا۔ میکش۔ (۶) تیمناً۔ حصولِ برکت کے لئے (۷) خشتِ لحد۔ قبر کی اینٹ۔ (۸) جاں دادگاں۔ جنھوں نے اپنی جان عشق و محبت کی راہ میں قربان

کردی ہو۔ مراد عاشق۔ (۹) خضر۔ مشہور پیغمبر (۱۰) نابلد۔ ناواقف۔ (۱۱) چشم ثمر ہے سرو سے۔
سرو سے پھل حاصل کرنے کی امید رکھنا حالانکہ سرو کے ساتھ پھل نہیں لگتا۔ مراد ایک ناممکن
شے کے حصول کی تمنا۔ (۱۲) سرو قد۔ مراد معشوق۔ بلحاظ خوبیٔ قد کے سرو کے ساتھ تشبیہ
دی (۱۳) دشنام۔ گالی۔ (۱۴) ردوکد۔ تُوتُو۔ مَیں مَیں۔ (۱۵) بر۔ بغل۔ پہلو۔ (۱۶)
نمد۔ وہ نمدہ جس میں برف لپیٹتے ہیں تاکہ زیادہ پگھلنے سے محفوظ رہے (۱۷) روشِ
نشۂ شراب۔ مانندِ نشۂ شراب۔ (۱۸) عاری۔ خالی۔ (۱۹) عبا۔ کملی۔ ایک قسم کا لباس جو
درویش پہنتے ہیں (۲۰) قبا۔ ایک قسم کا لباس جو امرا پہنتے ہیں۔ (۲۱) ثبت۔ لکھا ہُوا۔

۱۵۹

بلائیں آنکھوں سے اُن کی مدام لیتے ہیں
ہم اپنے ہاتھوں کا مژگاں سے کام لیتے ہیں

ہم اُن کی زلف سے سودا جو دام لیتے ہیں
تو اصل و سود وہ سب دام دام لیتے ہیں

شبِ وصال کے بعدِ فراق میں کیا کیا
نصیب مجھ سے مرے انتقام لیتے ہیں

ترے اسیر جو صیاد کرتے ہیں فریاد
تو پھر وہ دام نہیں زیرِ دام لیتے ہیں

جھکائے ہے سرِ تسلیم ماہِ نو پر وہ
غرورِ حسن سے کس کا سلام لیتے ہیں

ترے قتیل بتاتے نہیں تجھے قاتل
جب اُن سے پوچھو اجل ہی کا نام لیتے ہیں

ترے خرام کے پیرو ہیں جتنے فتنے ہیں
قدم سب آن کے وقتِ خرام لیتے ہیں

ہم ان کے زور کے قائل ہیں زورِ بازو میں
جو عشق میں دلِ مضطر کو تھام لیتے ہیں

ذکا دماغ بھلا آئے کس حساب میں واں
وہ مول ایسے ہزاروں غلام لیتے ہیں

ہمارے ہاتھ سے لے ذوقِ وقتِ مے نوشی
ہزار ناز سے وہ ایک جام لیتے ہیں

(۱) بلائیں لینا۔ قربان ہونا۔ (۲) دام لینا۔ قرض لینا (۳) انتقام۔ بدلہ (۴)
دام۔ جال۔ (۵) قتیل جو قتل ہو جو قتل ہو جائے۔ (۶) اجل۔ موت۔ (۷) قدم لینا
لیتا پاؤں چھونا۔ تعظیم کرنا۔ (۸) وقتِ مے نوشی۔ شراب پینے کے وقت۔

۱۶

دودِ دل سے ہے یہ تاریکی مرے غم خانے میں
شمع ہے اک سوزنِ گم گشتہ اس کاشانے میں

میں ہوں وہ خشتِ کہن مدت تک اس دیرِ حرم میں
برسوں کعبہ میں رہا برسوں رہا بت خانے میں

مستی و نا آشنائی وحشت و بیگانگی
یا تری آنکھوں میں تھی یا تیرے دیوانے میں

میں وہ کیفی ہوں کہ پانی ہو کے جائے شراب
جوشِ کیفیت سے میری خاک کے پیمانے میں

عشق کو دے حسن اگر نشو و نما منظور ہو
سبز نخلِ شمع ہو خاکستری پروانے میں

پتھروں میں ٹھوکریں کھاتی ہے ناحق سیلِ آب
پوچھ کیا لے جائیگی آ کر مرے ویرانے میں

عشق کی نشو و نما منظور کب ہے ورنہ سبز
تخمِ اشکِ شمع ہو خاکستری پروانے میں

برقِ خرمن سوز ہے عالم میں نافہمی تری
ورنہ کیا کیا لہلہاتے کھیت ہیں ہر دانے میں

کس نزاکت سے ہے دیکھو اتحادِ حسن و عشق
زلف واں شانے میں کھینچی ہے دل یاں شانے میں

ایک پتھر چومنے کو شیخ جی کعبے گئے
ذوق ہر بت قابلِ بوسہ ہے اس بت خانے میں

(۱) دودِ دل - دل کا دھواں - مراد آہِ عاشق - (۲) تاریکی - اندھیرا (۳) سوزن - سوئی - (۴) کاشانہ - چھوٹا سا گھر - جھونپڑا - (۵) کیفی - مست نشہ شراب - (۶) پیمانہ - پیالہ (۷) برقِ خرمن سوز - وہ بجلی جو کھلیان کو جلا ڈالے - (۸) شانہ - کنگھی (۹) شانہ مراد کندھا

۱۶۱

گئیں یاروں سے وہ اگلی ملاقاتوں کی سب رسمیں
پڑا جس دن سے دل بس میں ترا اور دل کے ہم بس میں

کبھی ملنا کبھی رہنا الگ مانند مژگاں کے
تماشہ کج سرشتوں کا ہے کچھ اخلاص پس میں

توقع کیا ہو جینے کی ترے بیمارِ ہجراں کی
نہ جنبش نبض میں جسکے نہ گرمی جسکے ملمس میں

دکھائے چیرہ دستی آہِ بالا دست گر اپنی
تو مارے ہاتھ دامانِ قبائے چرخِ اطلس میں

جو ہے گوشہ نشیں تیرے خیالِ بیتِ ابرو میں
وہی بیت الصنم میں بھی تو ہے بیت المقدس میں

کرے لب آشنا حرفِ شکایت سے کہاں یہ دم
تھے محزونِ جفا دم میں ترے مفتونِ ہیں کس میں

ہوا کوئے جاناں سے اٹھے اس کو تعجب کیا
ترا لاغر ہے یہ جاں اس طرح جس طرح ہو خس میں

مجھے ہو کس طرح قول و قسم کا اعتبار ان کے	ہزاروں دیکھ چکے وہ قول الٹے کھا چکے قسمیں

جو مضمون ذوق ایوانِ دو عالم میں ہوئے منقول
حواسِ خمسۂ انساں کے وہ بندِ مخمس ہیں

(۱) رسم۔ طریقہ۔ قاعدہ (۲) کج سرشت۔ بدبخت و بدنصیب۔ (۳) ملمس۔ بدن کا اوپکا حصہ۔ جلدِ بدن (۴) چیرہ دستی۔ غلبہ۔ قوت۔ (۵) چرخِ اطلس۔ مراد آسمان (۶) بیت الصنم بت خانہ (۷) بیت المقدس۔ ملکِ شام میں ایک مسجد کا نام جس کی بنا حضرت داؤد نے رکھی تھی اور تکمیل ان کے بیٹے حضرت سلیمان نے کی مسلمان اور عیسیٰ دونوں اسے عزت کی نظروں سے دیکھتے ہیں۔ بخت نصر بادشاہ نے چھ سو سال قبل مسیح اس کے زر و جواہر اتار کر اسے تباہ کیا پہلی صدی ہجری میں حضرت فاروقِ اعظم نے اسے پھر تعمیر کیا۔ مراد ابروئے معشوق۔ (۸) محزون مغموم۔ رنجیدہ۔ مراد عاشق (۹) مفتوں۔ شیدائی۔ عاشق (۱۰) خس۔ ایک خوشبودار گھاس کا نام۔ (۱۱) حواسِ خمسہ۔ پانچ قوتیں۔ (۱) قوتِ باصرہ۔ دیکھنے کی قوت (۲) قوتِ شامہ۔ سونگھنے کی قوت (۳) قوتِ ذائقہ۔ چکھنے کی قوت۔ (۴) قوتِ سامعہ سننے کی قوت (۵) قوتِ لامسہ چھونے کی قوت۔ (۱۲) مخمس۔ وہ نظم جس کے ہر ایک بند میں پانچ پانچ مصرعے ہوں۔

۱۶۲

ہے چشم میری مستِ قدح گیر باغِ حسن	نارنج پہ خط ہے طوطیٔ تصویر باغِ حسن
ہو جاتا دل ہے بیٹھ کے خود گلرخوں میں گل	تاثیرِ باغِ خلد ہے تاثیرِ باغِ حسن
تحریرِ سرمہ ہے تری آنکھوں میں وقتِ خواب	اے غیرتِ چمن در و زنجیرِ باغِ حسن
پانی مسی و سرمہ و رخ ہونگے لالہ زار	مشاطہ باغباں ہے یہ تدبیرِ باغِ حسن
بت خانہ لب پہ گرمیٔ بوسہ سے ہے کہاں	ہے گلرخو یہ غنچۂ دل گیر باغِ حسن
اے رشکِ بلع طاقِ دو ابرو کا تیرِ عکس	دنیا آئینہ میں ہے تعمیرِ باغِ حسن

سیرِ خزاں جو چاہے تو اے ذوق دیکھ لے
اُس نازنیں کا جادۂ تغییرِ باغِ حسن

(۱) تمت گیر رہا او مشرب نے ہوئے۔ (۲) عارض۔ رخسار (۳) غیرتِ چمن۔ مراد معشوق بلحاظ حسن و جمال کے غیرتِ چمن کہا (۴) مشاطہ۔ سنگار کرانے والی عورت (۵) بت خانہ۔ چھالا۔ (۶) مشتِ دلگیر۔ اشارہ بہ بت خانۂ لب۔

اِس گلستانِ جہاں میں کیا گلِ عشرت نہیں
سیر کے قابل ہے یہ پر سیر کی فرصت نہیں

عالمِ حیرت کا عشق اور حیرت کا عمل وحشت نہیں
وہ فلاطوں ہے تو اپنے قابلِ صحبت نہیں

خواہ پھرتا ہے فلک اور خواہ پھرتی ہے زمیں
پر ہمیں زیرِ فلک سر منزلِ راحت نہیں

بسملِ تیغِ محبت کا لبِ ہر زخمِ دل
ہوتا وہ لبِ شورِ واویلا و واحسرت نہیں

منہ میں گر پانی چواوے یار اپنے ہاتھ سے
مرگ کی تلخی سے شیریں تر کوئی شربت نہیں

دل وہ کیا جس کو نہیں تیری تمنائے وصال
چشم وہ کیا جس کو تیری دید کی حسرت نہیں

کہتے ہیں مر جائیں گر چھٹ جائیں غم کے ہاتھ سے
پر ترے غم سے ہمیں مرنے کی بھی فرصت نہیں

ایک حسرت تو برستی ہے کبھی برسی کے دن
ورنہ روتا ابر بھی اپنی سرِ تربت نہیں

ہے نوشتے میں ترے بیمار کے صحت کہاں
اُس کے نسخہ میں دوا کے لفظ کو صحت نہیں

کھا کے زخمِ تیغِ قاتل جو بجا لائے نہ شکر
کوئی بھی اُس سے زیادہ کافرِ نعمت نہیں

خاک ہو کر بھی فلک کے ہاتھ سے ہم کو قرار
ایک ساعت مثلِ ریگِ شیشۂ ساعت نہیں

خانۂ ہستی کا اپنے صحن ہے دشتِ عدم
روز کر لیجے چہل قدمی مگر وسعت نہیں

میری وحشت پاؤں پھیلائے تو پھر دونوں جہاں
ہوں اگر اک عرصۂ میداں تو کچھ وسعت نہیں

ایک دل اور اُس پہ اتنے بارِ غم اللہ رے دل
اور اس طاقت پہ ایسا کوئی بے طاقت نہیں

ذوق اس صورت کدہ میں ہیں ہزاروں صورتیں
کوئی صورت اپنے صورت گر کی بے صورت نہیں

(۱) گلستانِ جہاں۔ مراد دنیا۔ عالم۔ (۲) گلِ عشرت۔ مراد خوشی۔ عیش۔ مسرت۔ (۳) وحشت۔ دیوانگی۔ (۴) تلخی۔ کڑواہٹ۔ (۵) تمنائے وصال۔ خواہشِ وصل

آرزو کے ملاقات۔ (۶) حسرت۔ ارمان۔ (۷) نوشتہ۔ قسمت۔ تقدیر۔ (۸) کافر نعمت۔ نعمت کا چھپانے والا۔ ناشکرا۔ (۹) شیشۂ ساعت۔ شیشہ کے دو چھوٹے کوزوں کے منہ باہم ملا کر باریک سوراخ رکھ کر ایک میں ریت بھر دیتے ہیں۔ وہ ریت ایک گھنٹہ میں نچلے کوزہ میں آجاتی ہے پھر اسے الٹا کر دیتے ہیں اور اس طرح وقت معلوم کرتے ہیں۔ (۱۰) وسعت۔ کشادگی۔ (۱۱) صورت کدہ۔ مراد دنیا (۱۲) صورت گر۔ مراد صانعِ حقیقی۔ ذاتِ باری۔

۴

وقتِ پیری[1] شباب[2] کی باتیں
ایسی ہیں جیسے خواب کی باتیں

پھر مجھے لے چلا اُدھر دیکھو!
دلِ خانہ خراب کی باتیں

واعظا چھوڑ ذکرِ نعمتِ خلد[3]
کر شراب و کباب کی باتیں

حرف آیا جو آبرو[4] پہ مری
ہیں یہ چشمِ پُر آب کی باتیں

مہ جبیں یاد ہیں کہ بھول گئے؟
وہ شبِ ماہتاب کی باتیں

مجھ کو رسوا[5] کرینگی خوب اے دل
تیری یہ اضطراب کی باتیں

جاؤ ہوتا ہے اور بھی خفقان[6]
سن کے ناصح جناب کی باتیں

جام کو لب سے لے لگا اپنے
چھوڑ شرم و حجاب کی باتیں

سنتے ہیں اُن کو چھیڑ چھیڑ کے ہم
کس مزے سے عتاب کی باتیں

دیکھ لے دل نہ چھیڑ قصۂ زلف
کہ یہ ہیں پیچ و تاب کی باتیں

ذکر کیا جوشِ عشق میں اے ذوق
ہم سے ہوں صبر و تاب کی باتیں

(۱) پیری۔ بڑھاپا۔ (۲) شباب جوانی۔ (۳) نعمتِ خلد۔ بہشت کی نعمتیں (۴) آبرو۔ عزت۔ (۵) رسوا۔ بدنام۔ (۶) خفقان۔ دحشت۔ دل دھڑکنا۔

۵

ہے جی میں اپنے غرۂ[1] جوہر کو توڑ دوں
آئینۂ خیالِ کلفت[2] کو توڑ دوں

میں کاٹ دوں پہاڑ کو پتھر کو توڑ دوں
پر کیوں نہ غیر سے بت کافر کو توڑ دوں

دنیا ہے میں اگر دلِ مضطر کو توڑ دوں — سارے طلسمِ وہمِ مکدّر کو توڑ دوں

کیا دورِ جام ہو جو کبھی سر پہ کو دورِ چرخ — گر چاک پہ پھرے تو میں ساغر کو توڑ دوں

دشتِ جنوں میں میں جو اٹھایا ذرا قدم — پائے رفیق و ہمتِ رہبر کو توڑ دوں

کیا قسمتی ہے اہلِ کرم سے کہے یہ چرخ — یاں تک جھکاؤں شاخِ ثمرور کو توڑ دوں

ساقی لڑائیوں سے تری چاہتا ہے جی — باہم لڑا کے شیشہ و ساغر کو توڑ دوں

احسان ناخدا کے اٹھائے مری بلا — کشتی خدا پہ چھوڑ دوں لنگر کو توڑ دوں

اے آشنا نہ پوچھ گراں باریِ گناہ — کشتی میں ہوں تو بوجھ سے لنگر کو توڑ دوں

ہر موجِ بحرِ عشق کو یہ بل ہے۔ بابے زور — کہتی ہے دست و پائے شناور کو توڑ دوں

نازک خیالیاں مری توڑیں عدو کا دل — میں وہ بلا ہوں شیشے سے پتھر کو توڑ دوں

پھر اس مژہ کو یاد کرے تو تو دل میں ذوق
نشتر چبھو کے میں سرِ نشتر کو توڑ دوں

(۱) غرّہ۔ گھمنڈ۔ (۲) جوہر۔ خوبی۔ ہنر۔ کمال (۳) مکدّر۔ دھندلا (۴) طلسمِ وہمی خیالات۔ تعجب خیز و حیرت انگیز امور۔ (۵) دورِ چرخ۔ گردشِ آسمان (۶) شاخِ ثمرور۔ پھل دار ٹہنی۔ (۷) لنگر۔ بہت وزنی لوہا جسے پانی میں گرا کر جہاز اور کشتی کو چلنے سے روک دیتے ہیں (۸) شیشہ۔ اشارہ بہ نازک خیالی (۹) پتھر۔ اشارہ بہ دلِ دشمن (محمد)

۱۴۶

عنقا کی طرح خلق سے عزلت گزیں ہوں میں — ہوں اس طرح جہاں میں کہ گویا نہیں ہوں میں

میں وہ نہیں کہ تم ہو کہیں اور کہیں ہوں میں — میں ہوں تمہارا سایہ جہاں تم وہیں ہوں میں

اس در پہ شوقِ سجدہ سے فرشِ زمیں ہوں میں — مانندِ سایہ سر سے قدم تک جبیں ہوں میں

سرگشتگیِ بخت نہ دے مجھ کو اے تنے پیچ — کچھ چینِ زلف کچھ شکنِ آستیں ہوں میں

تارا سا آئنہ پہ ہوں میں کنوئیں میں ہے نگاہ — تا آسماں پہ میرا ہے پیر زمیں ہوں میں

ہوں طائرِ خیال نہ پر ہیں نہ میرے بال — پر اڑ کے پہنچتا کہیں سے کہیں ہوں میں

(۱) عنقا یا سیمرغ۔ ایک لمبی گردن والے بڑے قد و قامت اور قوی ہیکل پرندہ کا نام جو اب ناپید ہے۔ اس کی خوراک انسان کا بچہ تھی۔ حنظلہ بن صفوان پیغمبر کی دعا سے ناپید ہوا۔ (۲) عزلت گزیں۔ گوشہ نشیں (۳) جبیں۔ پیشانی۔ (۴) سرگشتگی بخت۔ بدبختی و بدنصیبی۔ (۵) طائرِ خیال۔ خیالی پرندہ۔

گذرتی عمر ہے یوں دورِ آسمانی[۱] میں
کہ جیسے جائے کوئی کشتیِ دخانی[۲] میں

رکاؤ خوب نہیں طبع کی روانی میں
کہ بو فساد کی آتی ہے بند پانی میں

وفورِ اشک[۳] اگر سر بہ اوج[۴] ہو اپنا
فلک برنگِ گلِ نیلوفر ہو پانی میں

کہانیاں ہیں حکایاتِ خضر و آبِ بقا[۵]
بقا کا ذکر ہے کیا اس جہانِ فانی میں

نہیں خضاب سے مطلب ہمیں یہ سمجھو سفید
سیاہ پوش ہوئے ماتمِ جوانی میں

وہ سیدھے گھر کو سدھارے اور ان کے کھوج میں ہم
پھرے بھٹکتے ہوئے کوئے بدگمانی میں

مبصروں[۸] سے کہو دیکھیں جبینِ ابروئے یار
کہ جوہر ایسے کہاں تیغِ اصفہانی[۹] میں

ہمیشہ ہے مجھے سرمایۂ فنا میں بقا
حباب وار[۱۰] ہوں میں آبِ زندگانی میں

لگاتے تہمتِ گریہ ہیں دل جلوں کو ترے
یہ ہیں وہی جو لگاتے ہیں آگ پانی میں

کہوں میں اپنی کہانی تو وہ یہ کہتے ہیں
بغیر جھوٹ نہیں اور کچھ کہانی میں

نگاہ کس کی چڑھا دل کہ خوف سے دن رات
گذرتی ہے مجھے دل کی نگاہبانی میں

مزا ہے تیغِ محبت کے زخم کھانے کا
کرے جو صرفہ نہ قاتل نمک فشانی[۱۲] میں

نہیں جو ضعف سے دم دل میں بیچ کے ہے آہ
کہ بس نہ دے مجھے تکلیف ناتوانی میں

بجز نشاط علی کون جانے ذوق
تری زبان کا مزہ تیری شعرخوانی میں

(۱) دورِ آسمانی۔ گردشِ آسمان (۲) کشتیِ دخانی۔ سٹیمر۔ وہ جہاز یا کشتی جو بھاپ کی مدد سے چلے۔ (۳) وفورِ اشک۔ کثرتِ گریہ۔ (۴) سر بہ اوج۔ سر کا اونچا اٹھنا۔ (۵) خضر

مشہور صوفیوں کے متعلق کہا جاتا ہے کہ سکندر کو بھی ظلمات میں کرکے چشمۂ آب حیات پہنچے تھے۔ آب بقا سے مراد آب حیات ہے۔ (۶) بقا۔ باقی رہنا۔ ہمیشہ کی زندگی۔ (۷) جہانِ فانی۔ یہ دنیا جو فنا ہو جانے والی ہے۔ (۸) خضاب۔ وہ سرمہ سی جو بالوں کو سیاہ کرنے کے لئے لگایا جائے۔ (۹) مبتصر پہچاننے والا۔ (۱۰) صفہان۔ ایران کا مشہور شہر جس میں نہایت اچھی تلواریں بنتی ہیں۔ (۱۱) حباب وار۔ مانند بلبلہ۔ (۱۲) نمک فشانی۔ نمک چھڑکنا۔ (۱۳) نثار علی شاہ۔ ان کا نام حافظ علی شاہ تھا۔ اور یہ ۱۲۴۵ھ میں اورنگ آباد دکن سے دہلی تشریف لائے اور قلعہ میں آبدار شاہی کے ہاں فروکش ہوئے۔ وہاں حضرت ذوق سے ملاقات ہوئی۔ یہ نہایت صاحب دل اور صوفی منش شخص تھے۔ طرزِ معاشرت خاندانی رئیس ہونے پر گواہی دے رہا تھا۔ امیری چھوڑ کر فقیری اختیار کر لی تھی۔ علوم رسمی سے واقف تھے۔ شعر و سخن کا مذاق خوب تھا۔ طبیعت کے لحاظ سے نہایت آزاد تھے کئی مہینے کے بعد دفعتاً غائب ہو گئے۔ بستر بچھا اور جزدان سرہانے رکھا رہ گیا۔ ۱۲۶۰ھ میں دفعتاً پھر دلی میں نمودار ہوئے۔ کہا ہمیں نثار علی شاہ کا خطاب ملا ہے یہ وہ زمانہ تھا جب کہ بہادر شاہ دلی کے ٹوٹے پھوٹے تخت پر بیٹھے تھے۔ حضرت ذوق کی شاعری عروج پر تھی اور شاہ صاحب کے ساتھ ان کے تعلقات نہایت مخلصانہ تھے۔

۱۶

تو کہے غنچہ کہ اُس لب پہ دھڑی^(۱) خوب نہیں — چپ کہ منہ چھوٹا سا اور بات بڑی خوب نہیں

سامنے سے مرے ٹلتا نہیں ناصح^(۲) جب تک — مغز کھاتا مرا دو چار گھڑی خوب نہیں

فتنہ سرکش ہے جبھی تک کہ تری آنکھوں نے — دستِ مژگاں سے کوئی دھول جڑی خوب نہیں

سینہ چھلنے تیغِ غمِ عشق کے کیا منہ ہے ترا — بوالہوس^(۳) تجھ پہ کوئی ضرب^(۴) پڑی خوب نہیں

خوب رو دلوں سے بہت آنکھ لڑی پر افسوس
قسمت اے ذوق کہیں اپنی لڑی خوب نہیں

(۱) دھڑی۔ مسی کی تہ جو عورتیں ہونٹوں پر جماتی ہیں (۲) ناصح۔ نصیحت کرنے والا (۳) بوالہوس۔ لالچی۔ حریص مراد جھوٹا عاشق۔ (۴) ضرب۔ چوٹ۔

۱۹

ہیں نہاں محو خود نمائی(۱) میں — غیر ہے پر خودی خدائی میں

ہو کے اک بوسے پہ ترش ابرو(۲) — بات کو ڈالتے کھٹائی(۳) میں

نہیں بچتی میاں فرنگی زاد(۴) — ماہ ہے منزل ہوائی میں

ذوق ہے ایک رند شاہد باز(۵)
اس کو کیا دخل پارسائی میں

(۱) خود نمائی۔ خود ستائی۔ غرور۔ (۲) ترش ابرو ہونا۔ خفا ہونا۔ (۳) بات کھٹائی میں ڈالنا۔ ٹال مٹول کرنا۔ (۴) فرنگی زاد۔ فرنگی بچہ۔ (۵) شاہد باز۔ نوجوان لڑکوں یا حسین عورتوں سے زیادہ محبت کرنے والا۔

۱۷۰

سلام کرتے ہیں اُن کو جدھر کو دیکھتے ہیں — اور ان کو دیکھو خدا وہ کدھر کو دیکھتے ہیں

وہ دیکھیں بزم میں پہلے کدھر کو دیکھتے ہیں — محبت آج کر کے ہم اثر کو دیکھتے ہیں

یہ لوگ کیوں مرے عیب و ہنر کو دیکھتے ہیں — انہیں تو دیکھیں خدا وہ کدھر کو دیکھتے ہیں

وہ اپنی برش تیغ نظر کو دیکھتے ہیں — ہم ان کو دیکھتے ہیں اور جگر کو دیکھتے ہیں

یہ خیر و شر کو نہ عیب و ہنر کو دیکھتے ہیں — جدھر کو آپ نہ ہوں ہم ادھر کو دیکھتے ہیں

میں چپکا دیکھ رہا ہوں جگر کے داغوں کو — کہ چارہ گر انہیں وہ چارہ گر کو دیکھتے ہیں

اُن آہوؤں سے کہو دیکھیں میری آنکھوں کو — جو آب جو میں گل نیلوفر کو دیکھتے ہیں

ہے اُن کی چشم کی گردش پہ گردش عالم — جدھر ہو ان کی نظر سب اُدھر کو دیکھتے ہیں

ہمارے وصل کی شب ہے وہ یا شب محشر — کہ اُٹھ کے صبح قیامت سحر کو دیکھتے ہیں

ہوا کے گھوڑے پہ کس برق وش کو دیکھا تھا — کہ اس طراق پہ ہم کرّ و فر کو دیکھتے ہیں

پڑا کیا سایۂ زلف اُس پہ بھی ضرور کبھی — کہ پیچ و تاب تمہاری کمر کو دیکھتے ہیں

ہم اُن کے کوٹھے پہ چڑھ کر ہیں [illegible] — کدھر کو چاند ہے اور ہم کدھر کو دیکھتے ہیں

خدا کا بندہ ہے زاہد خدا کو دیکھے ذرا — کہ زر کے بندے زمانہ میں زر کو دیکھتے ہیں

اُدھر وہ شوخی میں ہے شام اعدا اِدھر ہیں دیکھیں
ابھی سے دم صبح انتظار سحر کو دیکھتے ہیں

نہ پوچھ حسرت فصلِ بہاری میں ہم غریبوں کا
کبھی قفس کو کبھی بال و پر کو دیکھتے ہیں

وہ دن تو عید کا ہوتا ہے دن ہمارے لئے
تمہارا اٹھ کے جو منہ ہم سحر کو دیکھتے ہیں

یہ کس کو دیکھ فلک سے گرا ہے غش کھا کر
پڑا زمیں پہ جو نور قمر کو دیکھتے ہیں

سوال جوہرِ آئینہ ہے یہ چشم پُر آب
کہ منہ پہ خاک ملے کیوں ہنر کو دیکھتے ہیں

بہار کو ہیں دکھاتے ستارۂ سحری
تمہارے کان میں جب ہم گہر کو دیکھتے ہیں

قضا کی راہ میں تھم کر جو بن کے بیٹھے ہیں
انہی کو دیکھ کے ہنستے خضر کو دیکھتے ہیں

وہ خاک اڑائیں گے بازارِ عشق میں آ کر
کہ پہلے اُن کے سود و ضرر کو دیکھتے ہیں

بنا کے چشم کے دنبالہ پر وہ خالِ سیاہ
سنانِ ترکِ نظر پر سپر کو دیکھتے ہیں

عرق کے قطرے نہیں دیکھتے ہیں اُس رُخ پر
ستارے دھوپ میں ہم دوپہر کو دیکھتے ہیں

الٰہی آگ یہ سینے میں ہے کہ آفت ہے
عرق کی جا پہ نکلتے شرر کو دیکھتے ہیں

بنا کے آئینہ ہیں دیکھتے جو آئینہ گر
ہنرور اپنے بھی عیب و ہنر کو دیکھتے ہیں

زیادہ سر ہو جو دشمن تو ہم سمجھتے ہیں
تڑپتا خاک پہ بارِ دو سر کو دیکھتے ہیں

تجلی کو دیکھ لیں چاہیں جو نام عالم میں
کہ سینہ کاوی میں یاں ظہور کو دیکھتے ہیں

خراشِ ناخنِ وحشت سے چارہ گر میرے
شکستہ بخیۂ زخمِ جگر کو دیکھتے ہیں

اٹھا کے آتے ہیں تو ٹولے کس پہ آج ہے تسبیح
سفر ہے جاں کا جو فالِ سفر کو دیکھتے ہیں

کسی کی کاوشِ مژگاں سے بر سرِ مژگاں
ٹپکتا قطرۂ خونِ جگر کو دیکھتے ہیں

جہاں کے آئینہ سے دل کا آئینہ ہے جدا
اس آئینہ میں ہم آئینہ گر کو دیکھتے ہیں

دکھا دو تم لبِ میگوں پہ خندۂ نمکیں
کہاں تو ساغرِ مے میں شکر کو دیکھتے ہیں

عیارِ نقدِ محبت کا دیکھ سختی پر
لگا کے ذوق کسوٹی پہ زر کو دیکھتے ہیں

(۱) بُرش۔ کاٹ۔ (۲) خیر و شر۔ نیکی اور بدی۔ (۳) چارہ گر۔ معالج۔ حکیم۔ (۴) آہوے چین مرادِ معشوق کی آنکھیں۔ (۵) آبِ جُو۔ نہر کا پانی۔ (۶) شبِ محشر۔ شبِ قیامت۔ (۷) ہمتِ عالی۔ استیکی۔ (۸) طمطراق۔ دھوم دھام۔ (۹) کرّ و فر۔ شان و تجمل (۱۰) شفق۔ سرخی جو صبح اور شام آسمان کے کناروں پر ظاہر ہوتی ہے (۱۱) جوہرِ آئینہ۔ آئینہ کی آب و تاب (۱۲) سود و ضرر۔ نفع و نقصان (۱۳) دنبالہ۔ وہ سرمہ کی لکیر جو آنکھ کے گوشہ سے آگے تک بڑھی ہوئی خوبصورتی کے واسطے چھوڑ دیتے ہیں۔ (۱۴) نگین۔ نگ۔ وہ پتھر جس پر نام وغیرہ کھدا ہوا ہوتا ہے (۱۵) سینہ کاوی۔ سخت کوشش۔ نہایت مشقت۔ سینہ کھودنا۔ (۱۶) خراش۔ چھیلن۔ (۱۷) شکستہ بخیۂ زخمِ جگر۔ زخمِ جگر کے ٹوٹے ہوئے ٹانکے (۱۸) کاوش۔ کھودنا۔ (۱۹) آئینہ۔ مرادِ دل۔ (۲۰) آئینہ گر۔ ذاتِ باری تعالےٰ۔ (۲۱) لبِ میگوں۔ سرخ ہونٹ۔ (۲۲) خندۂ نمکین۔ تبسم۔ مسکراہٹ۔ (۲۳) عیار کسوٹی پر سونے چاندی کا کھرا پن دیکھنا۔

۱۷۱

مے ملا کر ساقیانِ سامری فن آب میں / کرتے ہیں جادو سے پیدا آگ روشن آب میں

زلفِ افعی وش کو دھوئے گر وہ پُرفن آب میں / ہوں بجائے موج پیدا مارِ رہزن آب میں

چشمۂ آئینہ میں کب تر ہوا پائے نگاہ / اس طرح جاتے ہیں دیکھا پاک دامن آب میں

پھر تلے ہے سیلِ حوادث سے کوئی مردوں کا سر / شیر سیدھا تیرتا ہے وقتِ رفتن آب میں

صحبتِ اہلِ صفا سے تیرہ دل کب صاف ہوں / زنگ سے آلودہ ہو جاتا ہے آہن آب میں

اب بھی گریہ سے مجھے فرصت نہیں فوارہ وار / گور میں ڈوبا کھڑا ہوں تا بگردن آب میں

طاسِ تاباں میں دکھلاتے اُسے ابرِ مژدہ کو / ڈوب مر رو رو کے تو اے ابرِ بہمن آب میں

دیکھنا آئی نہ دوپٹہ منہ پہ اُس کے وقتِ خواب / برجِ آبی میں ہے گویا مہرِ روشن آب میں

میں ہوں وہ تفسیدہ دل کر جائے اک صحرا کو آب / گر بہے گر ذرہ میری خاکِ مدفن آب میں

یوں رہا میں زندگی بھر تشنۂ دیدارِ یار / جیسے مستسقی کا دم ہوتا ہے مردن آب میں

سایۂ سروِ چمن نے کیا دکھایا ہے مجھے / اژدہا بن بن کے ڈوبے رنگِ گلشن آب میں

وہ ... [illegible] ... تو آتش
[illegible] ... کے آگے ... [illegible]
ہوا ... [illegible] ... اشک کے مدفن آب میں
ہر گیا خط کھینچتے کھینچتے مستسقی آب میں

ذوق تو اس بحر میں ہے گل مضموں بہا
جا بجا لگ جائے اک پھولوں کا خرمن آب میں

(۱) سامری۔ اس شخص کا نام جس نے حضرت موسیٰ کے زمانے میں بچھڑا بنا کر بنی اسرائیل سے اس کی پرستش کرائی مگر اس موقع پر سامری فن کنایۃً جادوگر کے معنوں میں استعمال ہوا ہے۔ مراد معشوق ۔ (۲) آگ۔ کنایۃً شراب۔ (۳) افعی وش۔ جو سانپ کی طرح ہے۔ (۴) پُر فن۔ چالاک۔ مراد معشوق۔ (۵) مار۔ سانپ۔ (۶) پائے نگاہ۔ تابِ نظر۔ (۷) پاک دامن۔ نیک۔ صالح۔ (۸) سیلِ حوادث۔ زمانہ کے حادثات کی طغیانی۔ کثرتِ مصائب۔ (۹) اہلِ صفا۔ پاک باطن۔ تیرہ دل۔ سیاہ دل۔ گنہگار۔ (۱۰) ابرِ بہمن۔ بہمن ایک ماہ شمسی کا نام ہے۔ اس مہینہ میں جو ابر آتا ہے اسے ابر بہمن کہتے ہیں۔ (۱۱) برج آبی۔ تین برجوں سے مراد ہوتی ہے یعنی برج سرطانی۔ برج عقرب۔ برج حوت۔ (۱۲) تفسیدہ دل۔ دل جلا۔ جگر سوختہ۔ (۱۳) مدفن۔ قبر (۱۴) مستسقی۔ وہ جسے استسقا کی بیماری ہو۔ اس بیماری میں پیاس بہت لگتی ہے۔ (۱۵) پھولوں کا خرمن۔ پھولوں کا انبار۔ ڈھیر۔

ہووے تو اے مہر وش جب تو انجمن آب میں
ہو سراپا فلس ماہی ماہ روشن آب میں

عکس لعلِ یار اور آئینۂ رخسارِ یار
کھینچتے ہیں شام و سحر تصویرِ سوسن آب میں

تو جو دریا میں لگا چھینٹے تو نیساں شرم سے
پانی پانی ہو گیا اے شوخِ پرفن آب میں

مردمِ دیدہ ہیں اپنے نندہ آبِ اشک سے
مردمِ آبی ہیں ان کا ہے نشیمن آب میں

مت علم کرتا ہی پر کہ آخر کب تلک
ناؤ کاغذ کی بہے لے طفل کو دامن آب میں

تو لبِ دریا پہ آکر جو اے رشکِ بہار
کھلتے ... صبا پھولوں کے خرمن آب میں

۱۷

لے لوا اپنے روئے سیمیں پر ذرا آبی نقاب
نیلوفر دکھلا رہے اپنا جو بن آب میں

کیا ہوا کیا سبزہ ہے کیا کاٹ ہے کیا ابھار
لطف سے گر ہو نہ فیضِ ربِ ذوالمنن آب میں

مدح گر اس شاہِ دریا دل کی ہے دل زبن تیغ
لعل و گوہر ہے بہاتا وقتِ گفتن آب میں

شاہِ اکبر خسروِ غازی کہ آب تیغ سے
رکھے حاسد کو ہمیشہ بگرداب آب میں

پڑھ کے بسم اللہ مجریہا و مرسٰہا دلا
جوں شناور کہہ رہا ہیں دست و پا زن آب میں

مطلع روشن لکھا جیسے کہ بحر نظم میں
صورتِ اخترِ زمینی ہے روشن آب میں

ڈالے جوں روح القدس توجہ کہ توسن آب میں
نور حق ہوا اہل برہاں پہ مبرہن آب میں

(۱) رہبر وفن۔ مانندِ آفتاب مراد معشوق۔ (۲) پرتو افگن ہونا۔ سایہ ڈالنا۔ (۳) فلس ماہی۔ مچھلی کا کھپرا۔ (۴) سوسن۔ ایک نیلے رنگ کے پھول کا نام جس کی پتی کو زبان سے تشبیہ دیتے ہیں۔ (۵) نیساں۔ ساتویں رومی مہینے کا نام جو ہندی کے ماہ چیت اور عیسوی کے ماہ اپریل سے ملتا ہے اس مہینہ میں سورج برج حمل میں ہوتا ہے اور یہ بہار کا مہینہ ہے۔ اس مہینہ کے مینہ کو بھی نیساں کہتے ہیں بعض لوگوں کا خیال ہے کہ اس مہینہ کی بارش کے قطروں سے سیپوں میں موتی بنتے ہیں (۶) مردمِ دیدہ۔ آنکھوں کی پتلیاں (۷) طفلِ کودن۔ کند ذہن لڑکا (۸) روئے سیمیں۔ روشن و چمکدار چہرہ (۹) رب ذوالمن۔ احسانوں والا رب۔ (۱۰) دریا دل سخی۔ (۱۱) وقت گفتن۔ ہنگام کلام۔ (۱۲) آیۂ قرآنی۔ اللہ کے نام اس (کشتی) کا چلنا اور ٹھہرنا ہے (۱۳) شناور۔ تیراک۔ (۱۴) روح القدس۔ وہ روح جو مسیح پر نازل ہوئی۔ (۱۵) توسن۔ گھوڑا۔ (۱۶) اہل برہان۔ صاحبان علم و معرفت (۱۷) مبرہن۔ وہ مسئلہ جس پہ دلیل قائم کی گئی ہو۔ روشن۔ ظاہر۔

اے شہ الیاس ہیبت اے شہ خضر احترام
خشک و تر ہو ہے سہارا تیرا دامن آب میں

نام حق لے کر جو مارے تیغ راہِ حق میں تو
غرق جوں فرعونیاں ہو فوج دشمن آب میں

(۷) ابراہیم ادھم - یہ بخارا کے بادشاہ تھے اور بادشاہی چھوڑکر فقیری اختیار کر لی تھی بڑے زبردست صاحبِ تصرف صوفی ہوئے ہیں - (۸) نطقِ فصیح - کلام فصیح - (۹) نوازن - نغمہ زن - چہچہانا - (۱۰) اعدا - دشمن (۱۱) نوح - مشہور پیغمبر جن کے زمانہ میں ایک زبردست طوفان آیا جو طوفان نوح کے نام سے مشہور ہے - (۱۲) کرم آب - وہ کیڑے اور جاندار مخلوق جو پانی میں موجود ہیں - (۱۳) تہمتن - لقب رستم - (۱۴) سرباز - سپاہی - (۱۵) خود - فولاد کی ٹوپی جو جنگ کے موقع پر سر کی حفاظت کے لئے پہنی جاتی ہے (۱۶) جوشن - ایک قسم کا جنگی لباس جس میں لوہے کی کڑیاں یعنی حلقے اور پٹڑیاں ہوتی ہیں - (۱۷) بادپا - تیز رفتار گھوڑا - (۱۸) برقِ درخشاں - چمکتی ہوئی بجلی (۱۹) فیلِ کوہ پیکر - ہاتھی جو بلحاظ جسم کے پہاڑ جیسا ہے - (۲۰) سرعتِ رفتار - تیزئی رفتار (۲۱) نسرِ طائر - منطقۃ البروج سے شمال کی طرف ایک ستارہ ہے - جو ایسا معلوم ہوتا ہے جیسے گدھ پر پھیلا کر اوپر کو اڑ رہا ہو - (۲۲) نسرِ واقع - قطب جنوبی کی طرف ایک روشن ستارہ ہے اس کی شکل دو ستاروں سے ملکر ایسی معلوم ہوتی ہے جیسے گدھ اوپر سے نیچے کو اتر رہا ہو -

غم نامۂ اپنا صفحۂ محشر سے کم نہیں — ہے شورِ الغیاث صریرِ قلم نہیں
وہ دن ہے کونسا کہ ستم پر ستم نہیں — گریہ ستم ہیں روز تو اک روز ہم نہیں
مضموں سے پیچ و تاب ہے تا خطِ رقم نہیں — ہے زلفِ یار ہاتھ میں میرے قلم نہیں
بعد از فنا بھی جوشِ جنوں میرا کم نہیں — کس وقت زلزلہ سرِ دشتِ عدم نہیں
گو اضطرابِ دل کو عیاں کرتے ہم نہیں — پر جو نگاہ ہے رگِ بسمل سے کم نہیں
جوشِ شگفتگی ہے محبت کا غم نہیں — یہ خونِ خراشِ دل میں تبسم سے کم نہیں
آتش میں آ پڑا تو ہے میری طرح سپند — لیکن نکل بھی جائیگا ثابت قدم نہیں
یہ دل مجھے ڈبو کے رہیگا کہ سینہ میں — وہ کونسا ہے داغ جو گردابِ غم نہیں
منظور دل کو کاوشِ غم کی ہے مشق اگر — بہتر مژہ سے یار کی کوئی قلم نہیں

ہیں آمدِ بہار سے بھر لائے منہ میں خوں
یہ زخمِ دل تبسّمِ غنچہ سے کم نہیں

ہم کافرانِ عشق کو ہے یہ بڑا عذاب
دوزخ میں آتشِ سنگِ صنم نہیں

مجھ روسیہ سے کب نہ ہوا سجدہ سرفرو
کب گردنِ خجالتِ محرابِ خم نہیں

مشکل ہے میرے عہدِ محبت کا ٹوٹنا
اے بے وفا یہ تیری خدا کی قسم نہیں

اہلِ صفا کا دیکھا نہ دامن کسی نے تر
گوہر ہے اپنی آب میں غرق اور نم نہیں

وحشی کو تیرے دشت بھی ہے عرصۂ بہشت
آہو کی شاخ شاخ سے طوبےٰ کی کم نہیں

اللہ رے ضبطِ دل کہ مرے بر سرِ مزار
گیسوئے دودِ شمع میں بھی پیچ و خم نہیں

اے عہدِ یار ہے تو زمیں پر کہ اٹھ گیا
ڈھونڈھوں کدھر سراغ کہ نقشِ قدم نہیں

منصوبہ مانے کا مرے کرتے ہیں حریف
اور مجھ میں مثلِ بازیٔ شطرنج دم نہیں

تُو نے جو ہاتھ قتل سے کھینچا تو کیا ہوا
رکتی کسی طرح تری تیغِ ستم نہیں

ہے میکشوں کے واسطے میخانہ تختِ جم
یاں جامِ مے ہے سامنے گو جامِ جم نہیں

چمکا یہ آتشِ دلِ پروانہ کا ہے رنگ
اے شمع رو عیاں شفقِ صبحدم نہیں

ہے نوتِ حبِّ زر سے یہ دامن ہمارا ایک
گر چھینٹ بھی پڑے تو بجز درم نہیں

گر آب و دیدہ شربتِ کوثر بھی ہے تو کیا
جب تک کہ اس میں چاشنیٔ دردِ غم نہیں

حالت ہے اب یہ زار ترے دلفگار کی
ہے چشمِ زخم منہ پہ کہ جو چشم نم نہیں

ہاتھ آئے کس طرح سے دلِ گم شدہ کا کھوج
ہے چور وہ کہ جس پہ کسی کا بھرم نہیں

ہاتھوں سے چرخِ تفرقہ پیدا نہ کرے کبھی
کر سکتے آہ دستِ تاسف بہم نہیں

سر بریدۂ عشق کے لئے دارالاماں کہاں
محفوظ قطع سے سرِ شمعِ حرم نہیں

جاتا ہے آنکھیں بند کئے ذوق تو کہاں
یہ راہ کوئے یار ہے راہِ عدم نہیں

(۱) غم نامہ۔ کتابِ غمِ عشق و محبت (۲) الغیاث۔ فریاد۔ دہائی۔ (۳) ضربِ قلم

وہ آواز جو لکھنے کے وقت قلم سے نکلتی ہے (۴) تابِ رقم۔ طاقتِ تحریر۔ (۵) عیاں ظاہر۔ (۶) جوشِ شگفتگی۔ جوشِ مسرت۔ (۷) خراش۔ چھیلن۔ (۸) تبسم۔ مسکراہٹ۔ (۹) سپند۔ حرمل۔ کالا دانہ جسے چشم زخم کے دفعیہ کے لئے جلاتے ہیں۔ (۱۰) ثابت قدم۔ مستقل مزاج (۱۱) تبسمِ غنچہ۔ کلی کا کھلنا۔ (۱۲) روسیاہ۔ گنہگار۔ (۱۳) اہلِ صفا۔ پاک باطن۔ (۱۴) دامن تر ہونا۔ گنہگار ہونا۔ (۱۵) عرصۂ بہشت۔ میدانِ بہشت (۱۶) آہو کی شاخ۔ ہرن کا سینگ (۱۷) طوبیٰ۔ بہشت میں ایک درخت ہے (۱۸) دودِ شمع۔ وہ دھواں جو شمع سے نکلتا ہے۔ (۱۹) نقشِ قدم۔ نشانِ قدم (۲۰) منصوبہ۔ تدبیر (۲۱) حریف۔ دشمن۔ (۲۲) میکش۔ شراب پینے والے (۲۳) شراب خانہ۔ (۲۴) جم۔ ایران کا مشہور عالم بادشاہ جسے جمشید کہتے ہیں۔ (۲۵) جامِ جم۔ جمشید کا مشہور جہاں نما پیالہ۔ (۲۶) لوث۔ آلودگی۔ آلائش (۲۷) حبِ زر۔ دولت کی محبت (۲۸) دلفگار۔ زخمی دل والا۔ (۲۹) چرخِ تفرقہ پرداز۔ آسمان جدائی ڈالنے والا (۳۰) سرباز عشق۔ جاں نثارِ عشق (۳۱) دار الامان۔ جائے پناہ۔ (۳۲) قطع۔ کاٹنا۔

۱۷۵

ہم سے ظاہر و پنہاں جو اُس غارت گر کے جھگڑے ہیں
دل سے دل کے جھگڑے ہیں نظروں سے نظر کے جھگڑے ہیں

جیتے ہی جی کیا ملاپ فنا میں ساتھ بشر کے جھگڑے ہیں
منہ کے ادھر سے جب کبھی چھٹے تو جا کے ادھر جھگڑے ہیں

کیسا مومن کیسا کافر کون ہے صوفی کیسا رند
سارے بشر ہیں بندے حق کے سارے خرخشے جھگڑے ہیں

ایک ایک جور و ستم پر اُس کے سو سو داغ دل ہے گواہ
ہم جو اس سے جھگڑے ہیں حق ثابت کر کے جھگڑے ہیں

غم کہتا ہے دل میں ہوں میں جلوۂ جاناں کہتا ہے میں
کس کو نکالوں کس کو رکھوں یہ تو گھر کے جھگڑے ہیں

بحر میں موتی پانی پانی لعل کا دل خوں پتھر میں
دیکھو لبِ دنداں سے تمہارے لعل و گہر کے جھگڑے ہیں

دوست کے گھر تک دشمن ہے جب سنگ ہما سینہ پر
دل کا ذکر رہا کیا باقی پھر تو سر کے جھگڑے ہیں

حضرتِ دل کا دیکھنا عالم ہاتھ اٹھائے دنیا سے
پاؤں پسارے بیٹھے ہیں اور سر پہ سفر کے جھگڑے ہیں

ذوقِ مرتبہ کیونکر نہ ہو بخل ہنسا وہ فرصت کس سے کریں ہم
باندھے گلے میں ہم نے اپنے آپ ظفر کے جھگڑے ہیں

(۱) غارت گر - لوٹنے والا - تباہ و برباد کرنے والا - مراد معشوق - (۲) قشر بدا ثی - بدنی -

۱۷۶

آفت جاں دلکو ہیں تن کے قفس کی تیلیاں ‏ ورنہ ہیں یاں بال و پر تارِ نفس کی تیلیاں

استخواں ہیں اس تنِ لاغر میں خس کی تیلیاں ‏ تیلیاں بھی وہ کہ جو ستر برس کی تیلیاں

رخصت پرواز گر دیویں قفس کی تیلیاں ‏ جا کے دیکھ آئیں جو کچھ رکھی تھیں خس کی تیلیاں

دل کے شعلوں سے قفس کے پیش و پس کی تیلیاں ‏ یاں جلیں اٹھ جائیں جیسے خار و خس کی تیلیاں

گر شعلے بھی رکھتے ہو خس کی تیلیاں ‏ لیجئے مژگاں کی مجھ بے دسترس کی تیلیاں

گر رگِ گل سے ہوں بلبل کے قفس کی تیلیاں ‏ کانٹے آنکھوں میں چبھوئیں آ کے خس کی تیلیاں

طائرانِ رنگِ گل کا فکر کیا اے باغباں ‏ ہیں یہی رگہائے گل اس کے قفس کی تیلیاں

اے مہندس مرغِ ساعت کو اگر کرتا ہے بند ‏ لے ہوا میں اڑ کے آوازِ جرس کی تیلیاں

میں ہوں دیوانہ کسی کے سبزۂ رخسار کا ‏ خار و پھولوں کی جگہ تم مجھ کو خس کی تیلیاں

سوزِ غم سے ہیں سلگتے جسم و جانِ ناتواں ‏ کب کا یہ کوڑا اٹھا یا اب برس کی تیلیاں

کشتۂ مژگاں کے گنبد کا ہے مرقد اے صبا ‏ جا لگا اس پر عوض زریں کلس کی تیلیاں

طائرِ رنگِ حنا کا شوق اگر ہو اے پری ‏ تیرے ہاتھوں کی لکیریں ہوں قفس کی تیلیاں

پنجۂ مژگاں جو پارۂ ب سمندِ ناز ہے ‏ تاب کب لائیں لگد کوبِ فرس کی تیلیاں

لے چلا دنیا سے دل یا کاسۂ روغن حریص ‏ اس میں کیوں کھتا ہے جا رہو ہوس کی تیلیاں

چشمِ گریاں اگر کی اس برس برسات خوب ‏ سبز ہو جائینگی سب تیرے قفس کی تیلیاں

شیخ کی ڈاڑھی تو حاضر ہے لگا دے ساقیا ‏ گر نہیں شیشہ کو ہیں درکار خس کی تیلیاں

ہے دوائی اس شجر کے واسطے تازہ خزاں ‏ پتے جھڑ کر رہ گئیں خالی ثمر کی تیلیاں

موئے مژگاں ہیں کر رکھتے ہیں گر شہبازِ چشم ‏ آشیاں کے واسطے چن چن کے خس کی تیلیاں

ہے پئے مرغِ دلِ بلبل رگِ گل کا قفس ‏ ایسی نازک اور کیا ہونگی قفس کی تیلیاں

گر ہے اے صیادِ ناداں تجھ کو آرائش کا شوق ‏ ق ‏ مت بنا بہشتی کے تمر و ل سے قفس کی تیلیاں

جو ہیں مرغِ تردماغ اُن کے قفس کے واسطے
چاہئیں صندل کی چوبیں اور خس کی تیلیاں

اُڑ کے جا پہنچے ہوائے شوق میں تنکے کی طرح
تھیں جو ٹانگیں قاصدانِ زود رس کی تیلیاں

طرزِ نالہ مجھ سے گر سیکھیں بجا دیویں ابھی
صوتِ ققنس بن کے آوازِ جرس کی تیلیاں

شیخ تل شکری جو لائے لعلِ لب کے سامنے
گل کا دونا تھا مگر شاخِ عدس کی تیلیاں

آگے ان نالوں کے ہیں یوں خار و خس ہوتے قریب
جس ہوں دلکشِ آتشِ اندر نفس کی تیلیاں

کارواں حیرت کا تھا شب تکا تکا دشت میں
رہ گئیں بن بن کے آوازِ جرس کی تیلیاں

سلسلہ وابستہ تھا کچھ عالمِ معنی سے ذوق
ورنہ تھیں یہ تیلیاں کب اپنے بس کی تیلیاں

(۱) تارِ نفس۔ سانس کا آنا جانا۔ (۲) استخواں۔ ہڈی۔ (۳) رخصتِ پرواز مانگنے کی اجازت (۴) پیش و پس۔ مرادِ قفس کے اگلے اور پچھلے حصہ کی تیلیاں (۵) سیلابچی۔ ہاتھ منہ دھونے کا طشت (ناسخ) ماہِ کامل تیرے منہ دھونے کی ہے سیلابچی۔ آفتاب اے ماہِ تاباں آفتابہ ہو گیا۔ (۶) مہندس۔ ہندسہ داں۔ انجینئر۔ علم ہندسہ کا ماہر۔ (۷) مرغِ ساعت۔ وقت کا پرند۔ ساعت بمعنی وقت استعمال ہوا ہے۔ (۸) جرس۔ گھنٹہ۔ گھڑیال۔ (۹) کلس۔ گنبد کے اوپر کی کلغی (۱۰) طائرِ رنگِ حنا۔ طائر بمعنی پرندہ یہاں رنگِ حنا کو طائر کہا۔ (۱۱) پاردب۔ پاؤں صاف کرنے والا۔ (۱۲) سمندِ ناز۔ سمند بمعنی گھوڑا یہاں نازِ معشوق کو سمند کہا۔ (۱۳) لگدکوب۔ لات مارنا۔ چوٹ۔ (۱۴) فرس۔ گھوڑا۔ (۱۵) کاسہ۔ پیالہ۔ کٹورا۔ (۱۶) خسِ شیشہ۔ وہ سوکھی گھاس جو شیشۂ شراب کے گرد حفاظت کے لئے لپیٹ دیتے ہیں (۱۷) سرس۔ ایک درخت کا نام (۱۸) شہباز۔ بڑا باز۔ یہاں چشمِ معشوق کو شہباز کہا۔ (۱۹) تردماغ۔ عقلمند۔ مسرور۔ (۲۰) زود رس۔ جلدی پہنچنے والے۔ تیز رفتار (۲۱ و ۲۲) صوتِ ققنس۔ آوازِ موسیقار۔ (۲۳) تل شکری۔ ایک قسم کی شیرینی کا نام جو تل اور شکر کی آمیزش سے بنائی جاتی ہے عوام اسے گزک کہتے ہیں (۲۴) عدس۔ مسور جو مشہور دال ہے (۲۵) زورکش۔ مقابل۔ حریف۔ (۲۶) اژدر۔ بہت بڑا اور موٹا سانپ۔ اکثر پہاڑوں اور بڑے بڑے غاروں میں ہوتا ہے۔

۱۷۷

آج اُن سے مدعیؔ کچھ مدعا کہنے کو ہیں
پر نہیں معلوم کیا کہہ چکے کیا کہنے کو ہیں

وصفِ چشم و وصفِ لب اِس یار کا کہنے کو ہیں
آج ہم درسِ اشاراتؔ و شفا کہنے کو ہیں

ہیں دہن غنچوں کے وا کیا جانے کیا کہنے کو ہیں
شاید اِس کو دیکھ کر صلِ علے کہنے کو ہیں

کہدے شبنم سے نہ بھر سیمابؔ گل کے کان ہیں
بلبلیں احوالِ دل کچھ اے صبا کہنے کو ہیں

دیکھیے آئینے بہت بن خاک ہیں ناصاف سب
ہیں کہاں اہلِ صفا اہلِ صفا کہنے کو ہیں

دمبدم رک رک کے ہے منہ سے نکل پڑتی زباں
وصف اُس کا کہہ چکے تو اب کیا کہنے کو ہیں

اب تو رات آخر ہوئی میری طرف دیکھو ذرا
سبحہ میں لوگ افغاں اے مہ لقاؔ کہنے کو ہیں

میں ترے ہاتھوں کے قرباں واہ کیا مارا ہے تیر
سب دہانِ زخم منہ سے مرحبا کہنے کو ہیں

میرے دل کے آبلے دیکھے تو منہ فقؔ ہو گئے
زرد یوں ہی دانہائے کہرباؔ کہنے کو ہیں

دیکھ تو ہم پہنچے کس عالم سے کس عالم میں ہیں
نالہائے دل ہمارے نارساؔ کہنے کو ہیں

گاہ دامنگیر باد و گہ بیاباں گرد خاک
اب تو تیرے عاشقوں کے دست و پا کہنے کو ہیں

وہ جنازہ پر مرے کس وقت آئے دیکھنا
جب کہ اذنِ عامؔ میرے اقرباؔ کہنے کو ہیں

ہے جہاں مانندِ مجمرؔ اور ہم مثلِ سپندؔ
اب چلے جائینگے آئے اک صدا کہنے کو ہیں

پوچھو قاتل سے کریگا قتل آخر کب تلک
اپنی تاریخ آج ہم پیش از قضا کہنے کو ہیں

میرے سودا کا اطبا کر نہیں سکتے علاج
یوں ہی خبطی خبط و مالیخولیاؔ کہنے کو ہیں

مٹ گئے جوہر وفا کے اُٹھ گئے سب اہلِ دل
اب وفا ہے نام کو اور با وفا کہنے کو ہیں

اے صفائے دل وہی جس میں عیاں ہے شکلِ یار
یوں تو آئینوں کے دل بھی با صفا کہنے کو ہیں

کیا تماشا ہے کہ اُن کے کان میں اُٹھا ہے درد
ہم جو آئے دردِ دل اپنا ذرا کہنے کو ہیں

بے سبب سوفارؔ اُن کے منہ نہیں کھولے ہیں ذوقؔ
آئے پیکِ مرگؔ پیغامِ قضا کہنے کو ہیں

(۱) مدعی ۔ دعوے دار ۔ مراد مدعیٔ محبت ۔ عاشق ۔ (۲) اشارات و شفا ۔ علمِ حکمت

کی ایک کتاب کا جو بوعلی سینا کی تصنیف ہے۔ اور شفا بھی ایک کتاب کا نام ہے جو بوعلی سینا کی تصنیف ہے (۳) صلّ علیٰ۔ مسلمان جب کوئی خوبصورت چیز دیکھتے یا خوشبو سونگھتے یا کوئی بات قابل تعریف ہوتی ہے اُس وقت درود بھیجتے ہیں۔ واہ واہ۔ سبحان اللہ کیا کہنا۔ شاباش وغیرہ کی جگہ مستعمل ہے۔ زیادہ ثنا خوانی کے موقع پر صلّ علیٰ کا کلمہ استعمال کیا جاتا ہے (۴) سیماب۔ پارہ۔ مگر یہاں مراد خود شبنم ہے۔ (۵) مہ لقا۔ مراد معشوق (۶) منہ فق ہونا۔ چہرہ کی رنگت کا تغیر۔ چہرے کے رنگ کا اڑ جانا۔ (۷) کہربا۔ گھاس کو لے جانے والا یہ ایک زرد رنگ مہرہ ہوتا ہے اگر اسے چھیچھڑے وغیرہ پر خوب گھس کر گھاس کے تنکے کے نزدیک کریں تو تنکا اس سے آکر چمٹ جاتا ہے جیسے مقناطیس سے لوہا۔ (۸) نارسا۔ نہ پہنچنے والا۔ بے اثر۔ (۹) اذنِ عام۔ مسلمان جب نمازِ جنازہ سے فراغت حاصل کر لیتے ہیں تو میت کے وارث اذنِ عام کا لفظ کہہ دیتے ہیں۔ جس کا مطلب یہ ہوتا ہے کہ وہ لوگ جو میت کی تدفین سے پہلے اپنے گھروں کو واپس جانا چاہیں وہ جا سکتے ہیں۔ (۱۰) اقربا۔ رشتہ دار عزیز خویش۔ (۱۱) مجمر۔ انگیٹھی (۱۲) سپند۔ کالا دانہ۔ حرمل۔ (۱۳) اطبا۔ طبیب (۱۴) خبطی۔ سودائی۔ مجنوں۔ (۱۵) خبط۔ جنوں۔ دیوانگی اور مالیخولیا۔ سودا۔ خللِ دماغ (۱۶) سوفار۔ تیر کا منہ۔ (۱۷) پیکِ مرگ۔ قاصدِ موت۔

۷۸

گر ترا نور نہیں چشم میں کیا ہے اس میں
دل کو کیا دیکھیگا تو چیر کے کیا ہے اس میں

رسن انداز ہے چاہِ ذقنِ یار میں زلف
عشق کی تلخیِ حسرت کے جو لے لے کے مزے

تو نگیں توڑ نہ دل کا کہ بڑی کاوش سے
کبھی کرتا ہوں فغاں اور کبھی ضبط فغاں

خضر ساقی ہو تو میں جام نہ لوں گر جانوں
دیکھے عشق میں جاں عاشق و قیس و فرہاد

کہنا فیہِ نظرٌ عین خطا ہے اس میں
اب تو قطرہ بھی نہیں خوں کا رہا ہے اس میں

نہیں معلوم کہ دل کس کا گرا ہے اس میں
بے مزہ رہتے ہیں ہم کچھ تو مزا ہے اس میں

اسم کو میں نے ترے کندہ کیا ہے اس میں
نہیں معلوم وہ خوش اُس میں ہے یا ہے اس میں

کہ نہیں جام میں مے آبِ بقا ہے اس میں
اور ابھی دیکھئے کس کس کی قضا ہے اس میں

اُس جفا کیش کے نامہ کو پڑھے کیا ہمدم | جو قسمت کا لکھا تھا سو لکھا ہے اس میں
شیشۂ سبز فلک سے نہ طلب کر مئے عیش | ہے کہاں بادۂ عشرت زہرابِ بھرا اس میں
جا بجا ہاؤں پہ قاتل کے تڑپ کر کشتہ | سمجھے مجھ کو بھی گر جی دفا ہے اس میں

کیا بگولے کی طرح خاک کا پتلا ہے ذوق
اُڑتا پھرتا ہے بھری جب سے ہوا ہے اس میں

(۱) فیہ نظر - "اس میں کلام ہے"۔ (۲) خطا۔ غلطی۔ مطلب۔ شاعر کہتا ہے کہ آنکھ ذاتِ باری کا نور ہے جس کے ذریعے انسان دیکھتا ہے اور اس بات کے قبول کرنے میں کسی قسم کا شک و شبہ رکھنا عین غلطی ہے اور یہ کہنا "فیہ نظر" یعنی اس بات کے قبول کرنے میں کلام ہے عین خطا ہے اور دوسرے معنی اس شعر کے یہ بھی ہو سکتے ہیں کہ اس میں بینائی کا ہونا سمجھنا غلطی ہے بلکہ جسے ہم بینائی کہتے ہیں وہ نورِ ذاتِ باری ہے۔ (۳) چاہِ ذقن - اُس گڑھے کو کہتے ہیں جو بعض اشخاص کی ٹھوڑی پر ہوتا ہے (۴) کندہ کرنا۔ کھودنا۔ (۵) خضر۔ مشہور و معروف پیغمبر (۶) آبِ بقا۔ آبِ حیات۔ (۷) وامق - عرب کے مشہور عاشق کا نام جس کی معشوقہ عذرا تھی۔ (۸) قیس۔ مجنوں عاشقِ لیلیٰ کا اصلی نام۔ (۹) فرہاد۔ شیریں کا عاشق (۱۰) جفا کش۔ ظالم مراد معشوق۔ (۱۱) ہما اس جگہ غرور کے معنوں میں استعمال ہوا ہے۔

۱۷۱

کمرِ حسنت بیانِ چشمِ سخن گو اس کو کہتے ہیں | یہ سچ کہتے ہیں سر چڑھ کر بولے جادو اس کو کہتے ہیں
سوالِ بوسہ کو ٹالا جواب چینِ ابرو سے | براتِ عاشقاں بر شاخِ آہو اس کو کہتے ہیں
جگر اور دل کا جتنا حوصلہ تھا تُل گیا سارا | نگہ کے تیر کا ہونا ترازو اس کو کہتے ہیں
حد سے نیش زنی ہر دم ہے میرے در پئے ایذا | یہ موذی زہر کی ہے گانٹھ بچھو اس کو کہتے ہیں
گوارا تلخی مے کیوں نہ ہو ہم خستہ جانوں کو | کہ دارو تلخ ہی بہتر ہے دارو اس کو کہتے ہیں
گرہ کھولی ذرا اس نے جو اپنی زلفِ مشکیں کی | معطر ہو گیا آفاق خوشبو اس کو کہتے ہیں
جو پوچھے عقل یہ دل سے بتا کیا نام ہے تیرا | کہوں دیوانۂ چشمِ پری رو اس کو کہتے ہیں

کبھی شیریں نہ ملے کوہکن نے کوہ کاٹا ۔ محبت یہ نہیں ہے ندرِ بازہ اس کو کہتے ہیں

اجل سو بار آئی ذوقِ بے جب تک نہ وہ آئے
نہ پایا دم نکلنے میرا قابو اس کو کہتے ہیں

(۱) وحشت بیاں ۔ اظہارِ جنونِ عشق و محبت ۔ (۲) چشمِ سخن گو ۔ وہ آنکھ جس سے اصلی اندرونی حالت کا پتہ چلے ۔ (۳) چینِ ابرو ۔ ترش رو ہونا ۔ تھوڑی بہت بل ڈالنا ۔ (۴) براتِ عاشقاں بر شاخِ آہو ۔ جو کام ٹل گیا وہ پھر کیا ہوگا ۔ (۵) نیش زن ۔ ڈنک مارنے والا مراد نقصان پہنچانے والا ۔ (۶) آفاق آسمان کے کنارے ۔ مراد تمام عالم ۔ (۷) شیریں معشوقہ فرہاد ۔ (۸) کوہکن ۔ لقب فرہاد ۔

۱۸۰

قصد جب تیری زیارت کا کبھو کرتے ہیں ۔ چشمِ پُر آب سے آئینے وضو کرتے ہیں
کرتے اظہار ہیں در پردہ عداوت اپنی ۔ کیوں مرے آگے جو تعریف عدو کرتے ہیں
دل کا یہ حال ہے پھٹ جائے ہے سو جائے اور ۔ اگر اک جا سے ہم اس کو رفو کرتے ہیں
توڑیں اک نالہ سے اس کاسۂ گردوں کو مگر ۔ نوش ہم اس میں کبھی دل کا لہو کرتے ہیں

قدِ دلجو کو تمہارے نہیں دیکھا شاید
سرکشی اتنی جو سروِ لبِ جو کرتے ہیں

(۱) رفو کرنا ۔ سینا ۔ (۲) کاسۂ گردوں ۔ مراد آسمان ۔ (۳) قدِ دلجو ۔ دلجو بمعنی تسلی دینے والا ۔ غمخوار مراد قدِ موزونِ معشوق ۔

۱۸۱

رکھتا ہوں بس کہ جیتے جی دنیا سے تنگ ہوں ۔ پارس کبھی ہو تو بجاتا مردار سنگ ہوں
ہوں وہ شگفتہ دل کہ نہ دوزخ میں تنگ ہوں ۔ آہن تو آگ میں ہوں مگر لالہ رنگ ہوں
میں سب سے پہلے میرے اٹھانے کی فکر میں ۔ محفل میں ان کی میں کسی ہیچ سر کا رنگ ہوں
دل بیٹھا محوِ ضبط ہے اور مجھ کو اضطراب ۔ دل میرا مجھ سے تنگ ہے میں دل سے تنگ ہوں
پروانہ گر نہیں تو نہیں پر ہوں شعلہ دوست ۔ مکھی کبھی ہوں تو خالِ دہانِ تفنگ ہوں

(۱) جیفہ ۔ مُردار ۔ (حدیث نبوی) "الدنیا جیفۃ وطالبہا کلاب" "دنیا مردار ہے اور اُس کا طالب کتّا ہے" (۲) پارس ۔ ایک پتھر کا نام جس کی نسبت مشہور ہے کہ لوہے کو چھو کر سونا بنا دیتا ہے ۔ (۳) چوسر کا رنگ ۔ نردیں جن سے کہ چوسر میں کھیلی جاتی ہیں ۔ (۴) تفنگ ۔ بندوق ۔

۱۸۲

مرے نالے کہیں اس گنبدِ بے در سے اوپر ہیں
ہوا کیوں باندھتے بادل یونہی اوپر اوپر ہیں

گذر جاتے ہمارے نالے اُن کے سر سے اوپر ہیں
وہ اک سنتے نہیں دیتے اڑا اوپر ہی اوپر ہیں

عجب عالم ہے اب دل کا کہ اُن کے اک اشارہ پر
کھٹک جاتے ہمارے دل میں سو نشتر سے اوپر ہیں

پسِ دیوارِ گلشن ہم پڑے ہیں ناتوانی سے
ابھی طاقت کرے یاری تو اڑ کر فر سے اوپر ہیں

(۱) گنبدِ بے در ۔ آسمان ۔ (۲) ناتوانی ۔ کمزوری ۔ (۳) فر ۔ آواز جو اڑنے کے وقت کسی پرندے کے پروں سے نکلتی ہے ۔ "فر سے" پھُر سے ۔ جلدی سے ۔

۱۸۳

تم وہ غضب کہ ہوتے بھی کم ایسے شخص ہیں
اور ہم تمہیں پہ مرتے ہیں ہم ایسے شخص ہیں

صاحب دلوں نے کعبۂ دل پر کیا مقام
کب کرتے قصدِ دیر و حرم ایسے شخص ہیں

دیوانے تیرے دشت میں رکھیں گے جب قدم
مجنوں بھی لیگا آ کے قدم ایسے شخص ہیں

دیں کیا ہے بلکہ دیجئے ایمان بھی اُنہیں
زاہد یہ بت خدا کی قسم ایسے شخص ہیں

(۱) صاحب دل ۔ صاحبانِ حال ۔ صوفی ۔ (۲) دیر ۔ بت کدہ ۔ حرم ۔ کعبہ ۔ (۳) قدم لینا ۔ تعظیماً پاؤں چھونا ۔ تعظیم کرنا ۔

۱۸۴

یاں لب پہ لاکھ لاکھ سخن اضطراب میں
واں ایک خامشی تری سب کے جواب میں

خط دیکھ کر وہ آئے بہت پیچ و تاب میں
کیا جانے لکھ دیا انہیں کیا اضطراب میں

بے بادہ خوردگی میں ہوا ذوق جوں مویز
کی توبہ بے وقوف نے ناحق شباب میں

(۱) اضطراب ۔ گھبراہٹ ۔ بے قراری (۲) پیچ و تاب میں آنا ۔ غصہ میں آنا ۔ (۳) بادہ

شراب۔ (۴) خورمی۔ کچا انگور۔ (۵) مویز۔ ایک قسم کا خشک انگور جو بطور دوا استعمال ہوتا ہے اور جسے غلطی سے منقی کہا جاتا ہے۔

۱۸۵

نے رنگِ کفک[1] ہوں نہ ترا فندقِ[2] پا ہوں | میں کچھ نہیں لیکن ترے قدموں سے لگا ہوں
مجنوں نے مجھے سمجھا چراغ رہِ مقصود | میں ناقۂ لیلیٰ کا سراغِ کفِ پا[3] ہوں

وہ مہر[4] تو میں تاب[5] وہ گوہر[6] ہے تو میں آب[7]
مجھ سے نہ جدا وہ ہے نہ میں اُس سے جدا ہوں

(۱) کفک۔ ہتھیلی۔ تلوا۔ (مصحفی)

سہ کفکِ پائے نگاریں نے تری اے گُلِ تر
باغ میں آتے ہی لالے کا چمن پھونک دیا

(۲) فندق۔ مہندی لگی ہوئی انگلیوں کا سرا۔ (۳) سراغِ کفِ پا۔ پاؤں کے تلوے کا نشان (۴) مہر۔ سورج۔ (۵) تاب۔ روشنی۔ چمک۔ (۶) گوہر۔ موتی۔ (۷) آب۔ چمک۔

۱۸۶

کھائے پیہم[1] یہ ترے ناوکِ مژگاں[2] دل میں | اتنے مو[3] تن پہ نہیں جتنے ہیں پیکاں دل میں
گھر ہی کر بیٹھا ہمارے غمِ ہجراں دل میں | ہم نے جانا تھا کوئی دن ہے یہ مہماں دل میں

خانقاہ[4] میں بھی وہی ہے جو خرابات[5] میں ہے
فرق پر یہ ہے یہاں منہ پہ ہے اور واں دل میں

(۱) پیہم۔ لگاتار۔ (۲) ناوکِ مژگاں۔ پلکوں کے تیر۔ (۳) مو۔ بال۔ (۴) خانقاہ۔ مشائخ اور درویشوں کے رہنے کی جگہ۔ (۵) خرابات۔ شراب خانہ۔

۱۸۷

تیرے آفت زدہ[1] جن دشتوں میں اڑ جاتے ہیں | صبر و طاقت کے وہاں پاؤں اُکھڑ جاتے ہیں
اتنے بگڑے ہیں وہ مجھ سے کہ اگر نام اُن کا | خط میں لکھتا ہوں تو سب حرف بگڑ جاتے ہیں

کیوں نہ لڑوائیں انہیں غیر کہ کرتے ہیں یہی
ہمنشیں جن کے نصیبے کہیں لڑ جاتے ہیں

(۱) آفت زدہ۔ مصیبت زدہ۔ مراد عاشق (۲) نصیب لڑنا۔ اقبال مند ہونا۔ تقدیر کا یاور ہونا۔

۱۸۸
مر گیا ہوں بس کہ وصلِ سیمتن[1] کی فکر میں — چادرِ مہتاب[2] ہے میرے کفن کی فکر میں
ہائے کل سب آشنا تیرے مریضِ عشق کے (ق) — تھے علاجِ ضعفِ دل اور ضعفِ تن کی فکر میں

آج گھبرائے ہوئے پھرتے ہیں باچشمِ پُر آب
گاہ تدبیرِ لحد[3] میں گہ کفن کی فکر میں

(۱) سیمتن۔ گورا۔ چٹا۔ حسین (مراد معشوق) (۲) چادرِ مہتاب۔ چاندنی۔ (۳) لحد۔ قبر۔

متفرقات

۱۸۹
اب کی دل لے لوں تو پھر اس بتِ قاتل[1] کو نہ دوں — جان دوں مال دوں ایماں دوں پہ دل کو نہ دوں
چار ٹکڑے کرو دل کے کہ نہیں ہو سکتا — لب کو دوں رخ کو نہ دوں زلف کو دوں تل کو نہ دوں

(۱) بتِ قاتل۔ مراد معشوق۔

۱۹۰
نہ ڈال آبلے اے گرمیٔ فغاں منہ میں — کہ چپکا بیٹھ رہوں بھر کے گھنگنیاں[1] منہ میں
ہمارا پانی کے لہو تیرے تیر کا سوفار[2] — یہ چپ ہوا ہے کہ گویا نہیں زباں منہ میں

(۱) گھنگنیاں منہ میں بھر کر بیٹھنا۔ خاموشی اختیار کرنا۔ چپ سادھنا۔ (۲) سوفار۔ نوک تیر۔

۱۹۱
اسیرِ رنج و غم میں ہوں مریضِ جاں بلب[1] ہوں میں — اور اس پر اب تلک جیتا ہوں میں کوئی عجب ہوں میں
جو مانگوں موت دردِ ہجر سے مجھ کو نہیں زیبا[2] — کہ نامِ عشق لوں اور اس قدر راحت طلب[3] ہوں میں

(۱) مریضِ جاں بلب۔ وہ بیمار جو مرنے کے قریب ہو۔ (۲) زیبا۔ مناسب۔ (۳) راحت طلب۔ آرام طلب۔

۱۹۲
ہر بُنِ مو سے نکلتے ہیں شرارِ آتشیں — بن گیا ہوں میں سراپا اک انارِ آتشیں
داغ کے سوزِ جگر اٹھتے ہیں میری خاک سے — دودِ گلخن کی طرح اب تک غبارِ آتشیں

(۱) دودہ - دھواں - (۲) گلخن - آگ گھر - بھٹی - آتش دان - انگیٹھی -

سینہ و دل بیچارے زخم جگر ہنستے ہیں
ہوتے پابندِ علائق نہیں وارستے ہیں

ہنسنے دو چارہ گرو ہنستے ہی گھر بستے ہیں
نکہتِ گل کے نکل جانے کو ترستے ہیں ۱۹۳

(۱) چارہ گر - معالج - (۲) علائق - تعلقات - لگاؤ - (۳) وارستہ - آزاد - فارغ البال -
(۴) نکہتِ گل - پھول کی خوشبو -

میں ہوں وہ جگر خوں کہ مسامات بدن سے
ہے جی میں کہ غنچہ کو کروں تنگ چمن میں

جوں اشک عرق بھی شفقی رنگ نکالوں
پھر یار کا ذکر دہنِ تنگ نکالوں ۱۹۴

(۱) جگر خون - وہ شخص جس کا جگر خون ہو چکا ہو اور صدمہ روحی پہنچا ہو - (۲) مسامات - بدن کے باریک سوراخ جن سے پسینہ نکلتا ہے - (۳) جوں اشک - آنسوؤں کی طرح - (۴) عرق - پسینہ - (۵) شفقی رنگ - سرخ -

دنبالہ سے سرمہ کے دھواں ہیں تری آنکھیں
کہہ بیٹھیں نہ کچھ سیفِ زباں ہیں تری آنکھیں ۱۹۵

(۱) سیفِ زباں - تیز زباں -

مرے نالوں سے چپ ہیں مرغِ خوش الحان زمانہ میں
صدا طوطی کی سنتا کون ہے نقار خانہ میں ۱۹۶

اٹھا ہے اور نہ ہوویگا کوئی پیدا اخلاقی میں
وفا میں کوئی مجھ سا اور تم سا بے وفائی میں ۱۹۷

اسیری عشق کو منظور تھی میری لڑکپن میں
بہانہ کر کے منت کا پہنایا طوق گردن میں ۱۹۸

(۱) منت - مانی ہوئی کوئی بات کسی مراد کے واسطے -

ہیں وہ دیوانے کہ جن کو بیڑیاں درکار ہیں
ہم اسیر زلف ہیں کافی ہمیں دو تار ہیں ۱۹۹

کمندیں اور بھی یوں تو کمند انداز رکھتے ہیں
تری زلفوں کے خم کچھ اور ہی انداز رکھتے ہیں ۲۰۰

کیا صوفی و کیا میکش قائل ترے دونو ہیں
پر مذہب و مشرب سے غافل ترے دونو ہیں ۲۰۱

مرنے پہ بھی تغافل ہی رہا آتے ہیں
بے وفا پوچھے ہے کیا دیر ہے لے جانے میں ۲۰۲

(۱) تغافل - جان بوجھ کر غفلت کرنا - بے التفاتی - کم توجہی -

۲۰۳ — جس جگہ بیٹھے ہیں با دیدۂ نم اٹھے ہیں ‖ آج کس شخص کا منہ دیکھ کے ہم اٹھے ہیں

(۱) دیدہ نم۔ اشک آلود آنکھیں۔

۲۰۴ — کہتے تھے آنے کو خاطر سے ہماری برسوں ‖ ہو گئے برسوں ہوئی پردہ تمہاری برسوں

۲۰۵ — یہ طوق اس واسطے چھوٹا ہوا تھا قمری کی گردن میں ‖ کہ تھا بلبل کی گردن کا پڑا قمری کی گردن میں

(۱) قمری۔ فاختہ۔

۲۰۶ — رخصت جو ہو کے ہم سے جاتے وہ اپنے گھر میں ‖ گھبرا کے پہنچتے واں ہم ان سے پیشتر ہیں

۲۰۷ — زاہد گمراہ کے میں کس طرح ہمراہ ہوں ‖ وہ کہے اللہ ہو اور میں کہوں اللہ ہوں

۲۰۸ — کرتے اپنے سر کو جو نوک سناں پر تاج ہیں ‖ عشق میں وہ کرتے حاصل رتبۂ معراج ہیں

(۱) نوک سناں۔ نیزہ کی انی (۲) رتبۂ معراج۔ مجازاً انتہائی عروج۔ انتہائی ترقی۔

۲۰۹ — سمجھو نہ سہل تم خفقان کو حکیم جی ‖ حضرت اسے بھی جانئے ہمزادۂ جنوں

(۱) خفقان۔ دل کا دھڑکنا۔ (۲) ہمزادۂ جنوں۔ جو جنون کے ساتھ پیدا ہوا ہو۔

۲۱۰ — کٹا کر اپنا سر نوک سناں پر تاج کرتے ہیں ‖ حصول اس طرح عاشق رتبۂ معراج کرتے ہیں

۲۱۱ — کہتی ہے ماہی بریاں کہ دبیران قضا ‖ داغ دیتے ہیں اسے جس کو وہ دم دیتے ہیں

(۱) ماہی بریاں۔ بھنی ہوئی مچھلی۔ (۲) دبیران قضا۔ دبیر بمعنی منشی۔ محرر۔ کاتب۔

۲۱۲ — آپ آئے ہے عیادت کو نہ تو آتی ہے ‖ یاد میں تیری اجل سے بھی فراموش ہیں

(۱) عیادت۔ بیمار پرسی۔

ردیف واؤ

۲۱۳ — ذات خرسن ہے ہمیں قطرہ ہے دریا ہم کو ‖ آئے ہے جز میں نظر کل کا تماشا ہم کو
اس بلندی پہ دیا عشق نے پہنچا ہم کو ‖ کہ فلک آیا نظر خال سے چھوٹا ہم کو
ہم وہ مجنوں ہیں کہ دل اپنا ہے صحرا ہم کو ‖ اور جوں خیمۂ لیلیٰ ہے سویدا ہم کو

اُس نے خط جو قلمِ سرمہ سے لکھا ہم کو
لکھا ایمائے خموشی ہے یہ گویا ہم کو

کیجو مکدر بس اب اے چرخ نہ اتنا ہم کو
ہم نے جانا کہ کیا خاک سے پیدا ہم کو

شوقِ مستی میں ہے گلگشتِ چمن کا ہم کو
چاہئے جائے عصا گردنِ مینا ہم کو

ہوئیگا کشتیٔ طوفاں زدہ تابوت اپنا
آگیا اپنے اگر مرنے پہ رونا ہم کو

بستگی دل کو ہے کیوں اس گرہِ زلف کے ساتھ
کیا سبب کچھ نہیں کھلتا یہ معما ہم کو

ہم وہ مجنوں ہیں کہ گر رم کریں آہو کی طرح
بھاگے ہے دور ہی سے دیکھ کے صحرا ہم کو

کس سے تدبیرِ درستی ہو ہماری جوں زلف
کہ شکستوں نے بنایا ہے سراپا ہم کو

جا بجا نام تو جوں نقشِ قدم چھوڑ گیا
خاک گم ہو کے گیا ڈھونڈنے عنقا ہم کو

اور ہمدرد کہاں ہو نہ ہوا سے حضرتِ دل
درد اب تم کو ہمارا تو تمہارا ہم کو

پھینک کر شیشۂ دل ہاتھ سے کہتا ہے وہ مست
کیا بنایا تھا ہتھیلی کا پھپھولا ہم کو

اثرِ کفر ہے طاعت سے بھی اپنی پیدا
نقش سجدے کا ہے پیشانی پہ ٹیکا ہم کو

نخلِ خرما کی طرح باغِ محبت میں ملا
کثرتِ زخم سے اک خلعتِ زیبا ہم کو

ایک دم تنگ وہ آئے تھے بغل میں اس پہ
غمِ دوری سے کیا تنگ ہے کیا کیا ہم کو

دم میں اب دم نہ رہا اپنے جو ٹھہریں کوئی دم
ہاں مگر ہو تیرے آنے کا بھروسا ہم کو

آن پہنچی سرِ گردابِ فنا کشتیٔ عمر
ہر نفس بادِ مخالف کا ہے جھونکا ہم کو

ہو سکے لاغری و ضعف کہاں مانعِ شوق
تیری جانب پر پرواز ہیں اعضا ہم کو

ہم گئے جس کی طرف جوں گلِ بازی اُس نے
پاس آنے نہ دیا دور سے پھینکا ہم کو

رشک تھا اپنے نوشتے میں کہ اُس نوخط نے
خط لکھا غیر کو اور بھول کے بھیجا ہم کو

ہر قدم پاؤں میں سر کھتے ہیں خارِ سرِ دشت
اے جنوں تو نے تو کانٹوں میں گھسیٹا ہم کو

کرتے جوں کوہ نہیں ہم تو سخن میں سبقت
پھر وہ کچھ ہم سے سنیگا جو کہیگا ہم کو

اپنا ہے کعبۂ مقصود فقط گوہرِ دل
طوقِ گرداب صفت چاہئے اپنا ہم کو

لگ گئی آنکھ جو سودے میں تری زلفوں کے
شب سیاہی نے کئی بار دبایا ہم کو

حرفِ تلخ اُس لبِ شیریں سے ہر اک بات پہ
ناصحا سنتے ہیں ہم کچھ تو ہے میٹھا ہم کو

خاک سے کیونکہ ہمارے گلِ رعنا نہ اُگے
کہ کسی گل کی دورنگی نے ہے مارا ہم کو

ایک دم عمرِ طبیعی ہے یہاں مثلِ حباب
فکرِ امروز ہے نے کچھ غمِ فردا ہم کو

جتنے عاشق ہیں ہم ایک کا ہے ایک عزیز
شمع سے چاہیئے ہے خون کا دعویٰ ہم کو

کیا ستم ہے کہ پئے قطعِ رہِ عشق فلک
آرہ ساں دیتا ہے دنداں عوضِ پا ہم کو

دل میں جیسے قطرۂ خون چند سوِ مانندِ انار
نہ رہے وہ بھی جب الفت نے نچوڑا ہم کو

مل گئیں خاک میں جو صورتیں ہے اُن کا خیال
کیوں نہ فانوسِ خیالی ہو بگولا ہم کو

ہم وہ ہیں وحشی لاغر کہ چھپا لیتے ہیں
زیرِ دامن نگہ آہوئے صحرا ہم کو

ہم نہ کہتے تھے کہ ذوق اُس کی تو نالوں کو نہ چھیڑ
اب وہ برہم ہے تو ہے تجھ کو قلق یا ہم کو

(۱) خرمن - کھلیان - ڈھیر - (۲) جزو - حصہ - ٹکڑا - (۳) کُل - تمام - پورا - صوفیا کی اصطلاح میں خدائے تعالیٰ جو واحدِ مطلق ہے ۔ (۴) سویدا - وہ سیاہ نقطہ جو قلب پر ہوتا ہے (۵) ایما - اشارہ - (۶) گلگشتِ چمن - سیرِ چمن - (۷) عصا - چوب دستی - لاٹھی - (۸) مینا - صراحی - (۹) معما - پوشیدہ چیز - راز - (۱۰) رم کرنا - بھاگ جانا - (۱۱) اثرِ کفر - نشانِ کفر - (۱۲) خلعتِ زیبا - وہ خوبصورت اور عمدہ لباس جو بادشاہ یا وزیر کی طرف سے کسی کو ملے (۱۳) غمِ دوری - غمِ جدائی (۱۴) گُل بازی - وہ پھول جس کو ایک دوسرے کی طرف اُچھالا جائے - (۱۵) نوخط - مراد معشوقِ نوخیز جس کے ابھی سبزہ نکلا ہو - (۱۶) طوف - کسی چیز کے گرد پھرنا - (۱۷) حرفِ تلخ - معشوق کی وہ باتیں جو اسنے عاشق سے غصہ کی حالت میں کہی ہوں (۱۸) گُلِ رعنا - ایک قسم کا سرخ اور زرد پھول - (۱۹) دورنگی - دوئی - مغائرت - دورُوئی - (۲۰) عمرِ طبیعی - عمرِ اصلی بعض کے نزدیک ایک سو سال تک زندہ رہنا انسان کی عمرِ طبیعی ہے - (۲۱) امروز - آج - (۲۲) فردا -

کل (۲۲۳) فانوسِ خیال - ایک قسم کا کاغذی فانوس جس میں ہاتھی گھوڑے وغیرہ کاغذ کے بناکر اس طرح رکھ دیتے ہیں کہ وہ ہوا سے خود بخود گردش کرتے ہیں۔ (۲۲۴) قلق شیخ

۲۱۴

آسماں اور وہ انسان بنانا ہم کو
خاک میں تھا مگر اس ڈھب سے ملانا ہم کو

ذبح کیوں کرتے ہیں فتراک سے باندھا ہم کو
چھوڑ ہونے دے تڑپ کر ابھی ٹھنڈا ہم کو

دل شکستہ مگر اس یار نے سمجھا ہم کو
خط بھی جو خطِ شکستہ سے ہے لکھا ہم کو

باعثِ رشک ہوا عشق ہمارا ہم کو
تجھ پہ بن دیکھے ہے غش جس نے ہے دیکھا ہم کو

کر دیا گریہ نے آخر سبک ایسا ہم کو
لے گئے اشک بہا جوں کفِ دریا ہم کو

اس پہ مرتے ہیں کہ کیوں غیر کو تو نے مارا
وہ نصیب اس کو ہوئی تھی جو تمنا ہم کو

ہے وہی جنبشِ لب ہائے جراحت پس قتل
کس لبِ تیغ کے بوسے کا ہے لپکا ہم کو

ہم وہ ہیں گرم روِ راہِ وفا جوں خورشید
سایہ تک بھاگ گیا دیکھ کے تنہا ہم کو

خال سرمہ کا نہیں چاہئے زیبائش کو
اخترِ سوختہ ہے اپنا ہی زیبا ہم کو

یہ تو یوں مضطرب اب سینے میں لاکھوں غش
دل کا رہنا نظر آتا نہیں اصلا ہم کو

ٹپکا مژگاں سے لہو ہو کے جگر آخر کو
ایک مدت سے اسی ٹپکے کا ڈر تھا ہم کو

خطِ توام سے لکھو گور پہ تاریخِ وفات
کہ رہی وصل کی تا مرگ تمنا ہم کو

کون غلطیدہ تھا خاکِ سر کو پر تیری
خواب شب بسترِ مخمل پہ نہ آیا ہم کو

جس کی آواز سے ہوں رونگٹے سوتے کھڑے
وہ محبت نے دیا سلسلہ پا ہم کو

اک حلاوت ہے عداوت میں بھی اُس ظالم کی
کہ دیا زہر بھی گر اُس نے تو میٹھا ہم کو

دیکھا آخر کو نہ پھوڑے کی طرح پھوٹ بہے
ہم بھرے یہ بیٹھے تھے کیوں آپ نے چھیڑا ہم کو

ٹپکے ہے جائے عرق ہر بنِ مو سے پیکاں
یہ ہدف کس نے کیا تیرِ بلا کا ہم کو

ہم سفر ہو نہ سکا کوئی بھی اپنا لیکن
جادہ پہنچانے لگا تا لبِ دریا ہم کو

ہم وہ ہیں رند کہ اس عالمِ پیری میں بھی
اُنس میخانے سے جوں پنبۂ مینا ہم کو

سنگدل تین دن اب گور میں بھی بھاری ہیں | ہے شکوہ میں ترے تنے کا جو دھڑکا ہم کو
تو ہنسی سے یہ نہ کہہ مرتے ہیں ہم بھی تم پر | مار ہی ڈالیگا بس رشک ہمارا ہم کو
پھرتے ہی آنکھ کے پھیرینگے گلے پر خنجر | ہو چکا آپ کا معلوم ہے ایما ہم کو
گرمی تپ سے ہوا سوزِ دروں جواف | آگیا مارے خجالت کے پسینا ہم کو
حسرت اے خواریٔ وحشت کہ گریباں کا تار | ہوگیا ضعف سے تارِ رگِ خارا ہم کو
کھانے پینے کی قسم کھائی ہے تجھ بن ہم نے | ورنہ ہے زہر تو ہر طرح گوارا ہم کو
تا انھیں شورِ قیامت سے بھی وہ مست ہیں ہم | کہے جب تلک نہ قمِ قمِ لبِ مینا ہم کو
ہم تیرشک ہیں بس اب کرلے زیارت مجنوں | سر پہ پھرتا ہے لئے آبلۂ پا ہم کو
وصل کا اس کے تصور جو بندھا رہتا ہے | تو مزے ہجر میں بھی آتے ہیں کیا کیا ہم کو
واہ قسامِ ازل صدقے ہم اس قسمت کے | جامِ عشرت اُسے اور داغِ تمنا ہم کو
دل میں نشترِ نگہِ یار کا آہی کھٹکا | وہی پیش آیا جو مدت سے تھا کھٹکا ہم کو
کشتہ ہی ہوتا ہے اکسیر کہ مثلِ سیماب | کچھ کشندہ سے نہیں خون کا دعویٰ ہم کو
رہی ہر طرح سے صیدی کی کبوتر کی طرح | ق | ہاتھ سے اس بتِ بے درد کے ایذا ہم کو
صید ہی میں نہ فقط ذبح کا کچھ قصد رہا | صلح بھی ٹھہری تو پھر کا ہی کے چھوڑا ہم کو

ذوق بازیگۂ طفلاں ہے سراسر یہ زمیں
ساتھ لڑکوں کے پڑا کھیلنا گویا ہم کو

(۱) فتراک - فتکار بند - (۲) سبک - ہلکا - (۳) کف - جھاگ (۴) جراحت - زخم - (۵) گرم رو - سرگرم - مستعد - (۶) اختر سوختہ - بدنصیبی - (۷) اصلا - بالکل - (۸) خطِ توام - خط کی ایک قسم جس میں دو ورقوں کے ایک ایک صفحے پر مختلف نقوش کھینچے جاتے ہیں اور ان دونوں ورقوں کے آپس میں ملا دینے سے موٹے موٹے سفید حروف نمایاں ہوتے ہیں - (۹) غلطیدہ - لوٹتا ہوا - تڑپتا ہوا - (۱۰) سوہان - ریتی - لکڑی یا لوہا صاف کرنے کا دھار دار آلہ - (۱۱) سلسلہ - زنجیر -

(۱۱) حلاوت۔ مزہ۔ مٹھاس۔ (۱۳) ہدف۔ نشانہ۔ (۱۴) پنبۂ مینا۔ روئی جو شراب کے شیشہ میں لگاتے ہیں۔ (۱۵) سوم۔ مردے کا تیجا۔ (۱۶) افشا۔ ظاہر۔ (۱۷) خجالت۔ شرمندگی۔ (۱۸) قُم قُم۔ اُٹھ اُٹھ۔ یہاں قُم قُم سے مراد قلقلِ مینا ہے۔ یعنی وہ آواز جو صراحی انڈیلتے وقت نکلتی ہے۔ (۱۹) تبرک۔ وہ چیز جس سے برکت لی جائے (۲۰) قسامِ ازل۔ مراد ذاتِ باری تعالیٰ۔ (۲۰) بازیگہ طفلاں۔ لڑکوں کے کھیلنے کی جگہ۔

۲۱۵

رندِ[1] خراب حال کو زاہد نہ چھیڑ تو — تجھ کو پرائی کیا پڑی اپنی نبیڑ تو

ناخن نہ دے خدا تجھے اے پنجۂ جنوں[2] — دیگا تمام عقل کے بخیئے اُدھیڑ تو

الفت کا گر ہے نخل تو سرسبز ہوئیگا — سو بار جڑ سے پھینک دے اس کو اُکھیڑ تو

عمرِ رواں کا توسنِ[3] چالاک اس لئے — تجھ کو دیا کہ یاں سے کرے جلد ایڑ تو

اے زاہدِ دو رنگ نہ پیر آپ کو بنا — مانندِ صبحِ کاذب[4] ابھی ہے اُدھیڑ تو

اس صیدِ مضطرب کو تامل سے ذبح کر — داماں و آستیں نہ لہو میں لتھیڑ تو

جو سوتی بھڑ اپنے شر و شور سے جگائے — دروازہ گھر کا اُس سگِ دنیا پہ بھیڑ تو

مر جائیگا جو تیرا گرفتارِ دامِ زلف — تربت پہ اُس کی جال کا پائیگا پیڑ تو

یہ تنگنائے دہر[5] نہیں منزلِ فراغ[6] — غافل نہ پاؤں حرص کے پھیلا سکیڑ تو

آوارگی سے کوئے محبت سے کے ہاتھ اُٹھا — اے ذوقؔ یہ اُٹھا نہ سکیگا کھکیڑ[7] تو

(۱) رند۔ بے قید۔ لاابالی۔ وہ شخص جو بظاہر قابلِ ملامت ہو۔ لیکن باطن میں اچھا ہو۔ (۲) جنون۔ دیوانگی۔ (۳) توسن۔ گھوڑا۔ (۴) صبحِ کاذب۔ صبح سے پہلے کی وہ روشنی جس کے بعد پھر اندھیرا ہو جاتا ہے۔ (۵) تنگنائے دہر۔ تنگ دنیا۔ تنگ جگہ (۶) منزلِ فراغ۔ عیش و آرام کا مقام۔ (۷) کھکیڑ۔ آپس کی لڑائی جھگڑا۔

۲۱۶

موت ہی سے کچھ علاجِ دردِ فرقت ہو تو ہو — غسلِ میت ہی ہمارا غسلِ صحت ہو تو ہو

بعدِ مردن ہی مرے زخمی کو راحت ہو تو ہو
یاں کہاں راحت جراحت پر جراحت ہو تو ہو

تلخ کامی ہی میں گذری زندگانی عمر بھر
جانِ شیریں کے دیئے سے کچھ حلاوت ہو تو ہو

ہو تو ہو آباد کیونکر یہ خراب آباد دل
عشق غارت گر اگر دنیا سے غارت ہو تو ہو

کہتے ہیں شورِ قیامت جس کو وہ اے چشمِ یار
تیرے مستوں کی صفیر خوابِ غفلت ہو تو ہو

گر پڑے ہے آگ میں پروانہ سا کرمِ ضعیف
آدمی سے کیا نہ ہو لیکن محبت ہو تو ہو

انتظارِ یار میں جو چشم ہو جائے سفید
مردمک اس میں کہاں ہو داغِ حسرت ہو تو ہو

آدمیت سے ہے بالا آدمی کا مرتبہ
پست ہمت یہ نہ ہووے پست قامت ہو تو ہو

اب زباں پر بھی کبھی آتا نہیں الفت کا نام
اگلے مکتوبوں میں کچھ رسمِ کتابت ہو تو ہو

آج اک پگڑی ہوئی تھی میکدے میں رہنِ مے
ذوق وہ تیری ہی دستارِ فضیلت ہو تو ہو

(۱) دردِ فرقت - دردِ جدائی (۲) جراحت - زخم - (۳) تلخ کامی - مطلب کی بات کا دشوار ہونا - ناکامی - (۴) غارت گر - تباہ و برباد کرنے والا - (۵) صفیر - آواز - (۶) مردمک - آنکھ کی پتلی - (۷) دستارِ فضیلت - تحصیلِ علم سے فراغت کے بعد ایک پگڑی باندھی جاتی ہے جس کو دستارِ فضیلت کہتے ہیں۔

۲۱۷

تمنا نہیں ہے کہ امدادِ دل کو تپش کا صلہ ہو کہ مزدِ قلق ہو
یہی حق ہے قاتل اگر حق دلائے یہ بسمل ترا با مزہ جاں بحق ہو

کتابِ محبت میں اے حضرتِ دل بتاؤ کہ تم لیتے کتنا سبق ہو
کہ جب آن کر تم کو دیکھا تو وہ ہی دستِ افسوس کے دو ورق ہو

چھوئے نوش وہ شوخِ گر رشکِ قمر ہو تو سرخی کیوں اسکے رخسار پر ہو
غروبِ آفتابِ درخشاں اگر ہو تو کس طرح پیدا نہ رنگِ شفق ہو

کرو دو نوا آنکھوں کے طبقے یہ روشن کہ ہو جاؤ رشکِ مہِ چار دہ تم
بنا کہ تم نور سے اک تنے ہو تو ہر یک جلوہ چودہ طبق ہو

یہ کشتوں کا اس مانگ کے بال بال پہ ہے کہ ان تیرہ بختوں کے مرقد یہ کوئی
اگر سنگِ موسیٰ کا تعویذ رکھ دے تو دکھتے ہی ہیں پس [illegible]

مری زندگی تھی ابھی اے ستمگر مسیحائی جو کر گئی تیری ٹھوکر
اگر مسکرایا تو نے تو تھا ہونٹ بھینچ کر نکلا جاں کچھ جو باقی رمق ہو

اگر رشکِ گلشن ہے مجھ سا ہم تو گلشن میں ہو وہ یہ مستی کا عالم
چٹکنا ہو غنچوں کا آوازِ [illegible] چمن مجھ کو اک آدمی تق ہو ذوق

اگر زخمِ سینہ کے پھاہے اٹھاؤں تو خورشیدِ محشر کو میں تپ چڑھاؤں | اگر غنچۂ داغِ دل کو کھلاؤں تو صبحِ قیامت کا منہ دم میں فق ہو

یہ بحر و قوافی عمل کے بدل کر ہے تم اک غزل کہہ کے اے ذوق جس میں
نہ ہو لفظ مغلق نہ تعقید مطلق جو فی الجملہ کچھ ہو مضموں ادق ہو

(۱) عمل۔ عوض۔ بدلہ۔ (۲) فرد۔ مفرد کا (۳) جان بحق ہونا۔ جان دے دینا مر جانا۔ (۴) مے نوش ہونا۔ شراب پینا۔ (۵) رشکِ قمر۔ مراد معشوق بلحاظ حسن و جمال کے رشکِ قمر کہا۔ (۶) آفتابِ درخشاں۔ چمکتا ہوا سورج (۷) شفق۔ وہ سرخی جو صبح و شام آسمان کے کناروں پر نظر آتی ہے (۹) چودہ طبق۔ مراد زمین و آسمان (۱۰) مانگ۔ سر کے بالوں کے بیچ کی سیدھی لکیر۔ (۱۱) تیرہ بخت۔ بدنصیب (۱۲) سنگِ موسیٰ۔ ایک قسم کا سیاہ پتھر (۱۳) شق ہونا۔ پھٹنا۔ (۱۴) سدِ رمق۔ وہ شے جو بقیہ جان کے نکلنے میں رکاوٹ ہو۔ (۱۵) ضیغم۔ شیر (۱۶) لق و دق۔ وہ زمین ہموار اور سخت جس میں درخت اور گھاس مطلق نہ ہو۔ چٹیل میدان (۱۷) پنبہ۔ روئی۔ (۱۸) مغلق۔ پیچیدہ کلام۔ مشکل کلام جس کے معنے سمجھنے دشوار ہوں۔ (۱۹) تعقید۔ گرہ لگانا۔ ایسی بات کہنا جس کا مطلب سمجھ میں نہ آئے۔ (۲۰) ادق۔ بہت دقیق۔ بہت مشکل۔

جس ہاتھ میں خاتمِ لعل کی ہے گر اس میں زلفِ سرکش ہو | پھر زلف بنے وہ دستِ موسیٰ جس میں یدِ خنگِ آتش ہو ۲۱۸
اے قاتل حلق بریدہ سے اک شعلۂ دل جو سرکش ہو | تو روشن حلقۂ جیب کا میری دیکھ تنورِ آتش ہو
ہو تیرا اسیرِ صبحِ ہجراں مجھ سے رخصت مہوش ہو | وہ کھینچوں آہ کہ خورشید بھی پنہاں زیرِ دودِ آتش ہو
لبریز شرابِ ناز دکھا تو ساغرِ چشمِ کافر کو | تا زاہد پاک ملوث ہو تا صوفیِ دلکش میکش ہو
تم وہ وہ زخمِ دل پر پیہم کرتے ہو دکھلانے کو | پر برّشِ تیغِ ناز سے اپنے دل میں کرتے عش عش ہو
در محفل میں قد کے جوں نکریا چھپ کر چشمِ کافر سے | اب از جنبشِ ابرو کیونکر نہ بزیر کشاکش ہو
لبیک اذانِ ناقوس و جرس یا قلقلِ مے یا نالے | دل کھینچنے کو ہم نفسوا کوئی تو نوائے دلکش ہو
بن تیر گھر کی آرائش جب دشمنِ جاں ہو عاشق کی | محرابِ طاق کماں بن جائے دستۂ نرگس ترکش ہو

مانند نگیں اس چرخ پہ انجم حق نے بنائے اس خاطر — تا ہر لبِ زخمِ حسرت اپنا ہجر کی رات نمک چش ہو

گر کلکِ آہ کو گردش دوں تو دودۂ شمع دل سے — ماہوش فلک کا سینہ ابھی جو سیف باز منقش ہو

جب ضعف سے مجھ کو غش آیا تو طنز سے کیا وہ کہتا ہے — بس غش نہ کرو ہم جان گئے تم مرتبہ از حد غش ہو

اک خون مجھے دریا جذب کئے ہیں خاک کو قاتل نے — ہاں دفن کرو ایسے کشتوں کے ایسی ہی زمیں دلکش ہو

بس چھوڑ دو دامن قاتل کا لو ہاتھ بہائے خوں سے اٹھا — جب اپنا بہا خوں ملے ورنہ اسکے دل کیوں اس کا شوش ہو

اس بحر میں کیا برجستہ غزل اے ذوق یہ تم نے لکھی ہے
ہاں وزن کو جس کے سن کر خنداں روحِ خلیل و اخفش ہو

(۱) خاتم۔ انگوٹھی۔ (۲) دستِ موسیٰ۔ اشارہ بہ دستِ حضرت موسیٰ علیہ السلام (۳) حلق بریدہ جس کا حلق کٹا ہوا ہو۔ (۴) ماہوش۔ مراد معشوق۔ بلحاظِ حسن چاند سا کہا (۵) خور۔ خورشید۔ آفتاب (۶) دود۔ دھواں۔ (۷) لبریز۔ بھرا ہوا۔ پُر۔ لبالب۔ (۸) دم کش۔ خاموش۔ چپ۔ صابر۔ متحمل۔ (۹) بُرش۔ کاٹ۔ (۱۰) غش غش۔ کسی چیز پر لوٹ ہوکر بے اختیار تعریف کرنے لگنا۔ بہت پسند آنے کی جگہ بولتے ہیں۔ (۱۱) زکریا۔ ایک مشہور پیغمبر کا نام۔ حضرت مسیح علیہ السلام انہیں کے زمانہ میں پیدا ہوئے تھے۔ (۱۲) لبیک۔ میں آپ کی خدمت میں حاضر ہوں۔ حج کی ایک دعا ہے۔ جسے حاجی عرفات میں اللہ تعالے کو مخاطب کرکے یہ کلمہ بولتے ہیں (۱۳) اذان۔ جو مؤذن کسی مسجد میں نماز سے پہلے بطور اعلانِ نماز و جماعت کے کہتا ہے (۱۴) ناقوس۔ سنکھ (۱۵) جرس۔ گھنٹہ کی آواز۔ (۱۶) ترکش۔ تیر رکھنے کا آلہ۔ (۱۷) نمک چش ہونا۔ نمک چکھنا۔ (۱۸) طاؤس فلک۔ مراد آسمان۔ (۱۹) غش ہونا۔ عاشق ہونا۔ فریفتہ ہونا۔ (۲۰) برجستہ۔ چُست۔ ٹھیک۔ (۲۱) خلیل۔ دوست۔ لقب حضرت ابراہیم علیہ السلام (۲۲) اخفش۔ جس کی آنکھیں سورج کے سامنے نہ کھلیں۔ ایک شخص کا نام جو علم صرف و نحو کا اور علم قرأت کا بہت بڑا فاضل گزرا ہے اور جس کی بکری کا جُزاِ اخفش کہتے ہیں قصہ مشہور ہے چونکہ یہ علمی تحقیقات میں رات بھر جاگا کرتا تھا اس لئے اس لقب سے ملقب ہوا۔

۲۱۹

دن کٹا جائیے اب رات کدھر کاٹنے کو ‖ جب سے وہ گھر میں نہیں دوڑے ہے گھر کاٹنے کو[۱]

ہائے صیاد تو آیا مرے پر کاٹنے کو ‖ میں تو خوش تھا کہ چھری لایا ہے سر کاٹنے کو

اپنے عاشق کو نہ کھلواؤ کنی ہیرے[۲] کی ‖ اس کے آنسو ہی کفایت ہیں جگر کاٹنے کو

دانت انجم سے لگائے ہوئے تجھ بن مجھ کو ‖ منہ فلک کھولے ہے از رشک قمر کاٹنے کو

وہ شجر ہوں نہ گل و بار نہ سایہ مجھ میں ‖ باغباں نے ہے لگا رکھا مگر کاٹنے کو

سر و گردن جگر و دل ہیں یہ چاروں حاضر ‖ چاہیے دل یار کا چورنگ[۳] اگر کاٹنے کو

شام ہی سے دل بیتاب کا ہے ذوق یہ حال
ہے ابھی رات بڑی چار پہر کاٹنے کو

(۱) گھر کاٹنے کو دوڑے - مراد گھر میں جی نہ لگے - گھر میں ایک وحشت سی محسوس ہو - (۲) کہا جاتا ہے کہ انسان ہیرے کی کنی کھانے سے مر جاتا ہے - (۳) چورنگ کاٹنا - چار ٹکڑے کر دینا -

۲۲۰

چرخ ضد ہی سے ہے کوئی ضد نہ دلاؤ اس کو ‖ کہ سنے عود کو غرقی تو جلا دے اس کو

دیکھیں تم کیسے بھلا کر ہو جیسے کرتے ہو نا ‖ بھول تو جاؤ بھلا میرے بھلاؤ اس کو

قالب خاکی انساں کو بنا کر کچا ‖ عشق کی آگ میں ڈالا کہ پکا دے اس کو

آبرو خاک میں دی اس نے ملا آئینہ کی ‖ مجھ سا ہو آئینہ تو منہ نہ دکھا دے اس کو

منہ ہے کیا شمع کا ہو بزم میں تجھ سے روکش ‖ چٹکیوں میں ابھی گلگیر اڑا دے اس کو

آئے تصویر ہی اس کی وہ نہ آئے تو نہ آئے ‖ پر مرے پاس کوئی کھینچ ہی لاوے اس کو

پیار کی بات یہ مجھ سے نہیں اک اور سے ہے ‖ تیری یہ خو ہے کہ مجھ کو سنا دے اس کو

وہ عیادت کو مری آئے تو کیونکر آئے ‖ مر بھی جاؤں تو ذرا رحم نہ آوے اس کو

مشت خاک اپنی ہم اس کوچہ میں کل پھینک آئے
اب وہ ذوق آپ اٹھائے نہ اٹھائے اس کو

(۱) عودِ غرقی - ایک مشہور خوشبودار لکڑی۔ (۲) بھلکڑ۔ اس شخص کو کہتے ہیں جس کا حافظہ کمزور ہو اور وہ عام طور پر بھول جاتا ہو۔ (۳) روکش جاننے۔ (۴) گلگیر۔ شمع کا گل کترنے کے لئے ایک قسم کی قینچی ہوتی ہے۔ (۵) عیادت۔ بیمار پرسی۔ خبرگیری۔

۲۲

سگِ دنیا بس از مردن بھی دامنگیرِ دنیا ہو
کہ اس کتے کی مٹی سے بھی کتا گھاس پیدا ہو

ہجوم آور جو آنکھوں میں تماشوقِ تماشا ہو
تو شاخِ ہر مژہ سے چشمِ نرگس وار پیدا ہو

ترے بیمار کو گر اپنے جینے کی تمنا ہو
فلک پرسُن کے ہنستے ہنستے شادیٔ مرگِ عیسیٰ ہو

نہ ہووے دسترس دامانِ وصلِ یار تک ہرگز
اگرچہ سر سے عاشق پاؤں تک دستِ تمنا ہو

مجھے کیا چاہئے عقدہ کشا سوزِ محبت میں
گرہ میری سپندِ آسا مری فریاد سے وا ہو

درازی میں شبِ غم کی اگر بھلائے دلِ مجنوں
خیالِ زلفِ لیلیٰ اس کے حق میں الفِ لیلیٰ ہو

کرے پرواز مرغِ جاں اگرچہ شاخِ طوبےٰ تک
پر اُس تارِ نظر سے مثلِ مرغِ رشتہ برپا ہو

حلاوت یاں کہاں جب ہووے آبِ شور کا دریا
زلالِ خضر کا اک چشمہ سو بھی سب سے اخفا ہو

تصور یوں کبھی غفلت میں آجاتا ہے کسی کا
کہ جیسے عالمِ رؤیا میں چشمِ کور بینا ہو

مجھے جلوہ میں مارا ہے نگاہ و نازِ مژگاں کے
بتاؤں کس کو قاتل کس سے میرے خوں کا دعویٰ ہو

یہ شہرت نام کی بھی وہ بلا ہے ہیچ ہستی کا
کہ صحرائے عدم میں گردنِ عنقا کا پھندا ہو

مرے صحرا میں وہ وحشت برستی ہے کہ مجنوں کے
گرے گر سر پہ قطرہ آبلہ زیرِ کفِ پا ہو

کہیں کیا دل کی وسعت ہم اللہ رے وسعت
اگر نہ آسماں ہوں جمع اک خالِ سویدا ہو

اکیلا رہ گیا یاروں سے یوں ہوں ناتوانی میں
کہیں شاخِ خزاں دیدہ پہ جیسے زرد پتا ہو

جو ذکر اللہ کو ہو ذوق مانعِ مایۂ عشرت
تو کیوں حق حق کرے وہ شیشہ جس شیشہ میں صہبا ہو

(۱) سگِ دنیا۔ مراد طالبِ دنیا۔ (۲) دامنگیرِ دنیا۔ دنیا کا خواہشمند۔ طالب۔ (۳) کتا گھاس۔ ایک قسم کی گھاس جو اکثر آدمی کے کپڑوں میں چمٹ جاتی ہے (۴) شوقِ تماشا۔ تمنائے

دیدار۔ (۵) شادیٔ مرگ ہونا۔ کوئی خوشخبری سن کر اتنا خوش ہونا کہ وہ خوشی موت کا سبب بن جائے۔
(۶) دسترس۔ رسائی۔ (۷) عقدہ کشا۔ مشکل کام کو حل کرنے والا (۸) سپند۔ کالا دانہ۔ حرمل۔
(۹) الف لیلہ۔ کہانیوں کی مشہور کتاب (لفظی معنی ایک ہزار رات) (۱۰) طوبیٰ۔ کہا جاتا ہے کہ بہشت میں ایک درخت ہے (۱۱) مرغِ رشتہ بپا۔ وہ پرندہ جو اسیرِ دام ہو (۱۲) زلالِ خضر۔ مراد آبِ حیات۔ (۱۳) اخفا۔ پوشیدہ۔ چھپا ہوا۔ (۱۴) عالمِ رؤیا۔ عالمِ خواب۔ (۱۵) کور۔ اندھا (۱۶) آبلہ زیرِ کفِ پا۔ پاؤں کے تلووں میں چھالوں کا ہونا (۱۷) سویدا۔ قلب پر ایک سیاہ نقطہ ہے۔
(۱۸) صہبا۔ شراب۔

۲۲۲

سرد مہری سے تری گر خونِ دل یخ بستہ ہو — پھر نہ ٹپکے کوزۂ دل گرچہ سب بشکستہ ہو
کیونکہ قابو میں فلک کے عاشقِ وارستہ ہو — یہ تو جب ہو گر کماں کے بس میں تیرِ جستہ ہو
ہر قدم پر ہے خراشِ پائے مجنوں گل فشاں — تا کہ اک اک خارِ صحرائے جنوں گلدستہ ہو
کیا ہوا داغِ محبت سے ہوا دل سربمہر — یہ نہیں ممکن کہ میرا رازِ دل سربستہ ہو
کیا نکالے سوزنِ الماس دل سے غم کی پھانس — جتنی یہ کاوش کرے اتنی ہی یہ پیوستہ ہو
منہ سے جو نکلے مزا جب ہو کہ ہووے دل نشیں — آہ موزوں ہے کہ نالہ مصرعۂ برجستہ ہو

جانے کیا بے درد اندازِ کلامِ دردمند
ذوق میرا ہم سخن گر ہو کوئی دل خستہ ہو

(۱) سرد مہری۔ بے وفائی۔ (۲) یخ بستہ۔ برف کی طرح منجمد ہونا۔ (۳) وارستہ۔ آزاد۔
(۴) تیرِ جستہ۔ وہ تیر جو کمان سے نکل چکا ہو۔ (۵) سربستہ۔ پوشیدہ (۶) سوزن۔ سوئی۔
(۷) دل خستہ۔ مراد عاشق۔

۲۲۳

پتھرا دیا جلوے نے ترے چشمِ صنم کو — چکرا دیا غمزہ نے ترے طوفِ حرم کو
جب سے کہ لکھا ہے ترا وصفِ رخِ زیبا — چومے ہے قلم لوح کو اور لوح قلم کو
رونق سے ہے بہارِ گلِ رخسار سے تیری — گلزارِ حدوث و چمنستانِ قدم کو

جائے نہ کبھی طبعِ جفا پیشہ سے ہرگز
کس طرح نکالے کوئی شمشیر کے خم کو

کیا ڈھونڈتا ہے تو مل بغض و محبت
چلتا ہوا تعویذ سمجھ نقشِ درم کو

ہیں اشکِ کباب اشک ترے سوختہ جاں کے
پر کھتے ہیں خونِ شبنمِ گلزارِ ارم کو

دیوانہ ترا قید سے ہستی کے جو چھوٹا
چڑھ جائیگا اک زلزلہ صحرائے عدم کو

جس دن سے زمیں پر ہے فلک خاک ہے اڑتی
دیتے تھے یہاں راہ نہ اس سبز قدم کو

خوبی سے نہیں رونقِ بازار کہ یوسف
اس شکل و شمائل پہ بکا چند درم کو

کیا دیگا دم آکر کسی بے دم کو مسیحا
اللہ سلامت رکھے اس تیغ کے دم کو

دے جام مجھے چشمِ عنایت سے جو ساقی
دکھلاؤں تماشا بھی کے خسرو و جم کو

بد ہو کوئی یا نیک رقم کام ہے اُس کا
اعمالِ بد و نیک سے کیا کام قلم کو

(۱) پتھرا دیا۔ (آنکھ کی نسبت) بینائی چشم زائل ہوجانا۔ پتلی کا بے حس ہو جانا (۲) غمزہ۔ معشوق کا آنکھ یا ابروؤں سے اشارہ کرنا۔ (۳) طوف۔ ارد گرد گھومنا۔ (۴) لوح و قلم اللہ تعالےٰ کے احکام کی تختی اور اُس کے لکھنے کا قلمِ قدرت (۵) گلزارِ حدوث۔ حدوث بمعنی نیا پیدا ہونا۔ عدم سے وجود میں آنا۔ گلزارِ حدوث سے مراد۔ دنیا۔ (۶) چمنستانِ قدم۔ قدم بمعنی ہمیشگی۔ قدامت جو حق تعالیٰ کی صفت ہے۔ چمنستانِ قدم مراد عالمِ ابدیت (۷) جفا پیشہ۔ ظالم۔ (۸) نقشِ درم۔ مراد روپیہ۔ (۹) اشکِ کباب۔ پانی کے وہ قطرے جب کباب آگ پر ہوتا ہے تو اس میں سے نکلتے ہیں۔ (۱۰) قیدِ ہستی سے چھوٹنا۔ مر جانا۔ (۱۱) سبز قدم۔ منحوس۔ (۱۲) خوبی۔ حسن و جمال (۱۳) شکل و شمائل۔ شکل و صورت۔ وضع قطع۔ (۱۴) کیخسرو و جم۔ کیخسرو ایران کا ایک مشہور بادشاہ جو کیانی بادشاہوں میں سب سے بڑا ہوا ہے۔ یہ سیاوش کا بیٹا تھا۔ جب افراسیاب نے اپنے داماد سیاوش کو مروا ڈالا تو فرنگیز جو اس کی والدہ تھی اور افراسیاب کی بیٹی تھی اس کی پرورش کرتی

تھی جب اس کے دادا کیکاؤس کو سیاؤش کے قتل کی خبر ہوئی تو اس نے کیخسرو اور فرنگیز کو اپنے پاس بلا لیا۔ اور کیخسرو کو ولی عہد مقرر کیا۔ اس نے افراسیاب پر فتح پائی اور وہ مارا گیا۔ جم۔ جمشید جو ایران کا مشہور بادشاہ ہوا ہے جو ضحاک کے ہاتھ سے قتل ہوا تھا۔ (۱۵) رقم لکھنا

۲۲۴

منزلِ گم گشتگاں[1] بالکل الگ دنیا سے ہو
سایہ افگن[3] کچھ عجب پہ تو اپنے قدرِ عنا سے ہو

آسماں بھی ہو اگر واں بیضۂ عنقا[2] سے ہو
گردبادِ اس خاک پر ہمسر قدِ طوبیٰ[4] سے ہو

گر کرے معجز نمائی[5] جلوۂ رخسارِ یار
وہ کفِ آئینہ[6] سے ہو جو یدِ بیضا[7] سے ہو

میں وہ مجنونِ بیاباں مرگ ہوں جس کیلئے
جو ہو چادر یا کفن وہ دامنِ صحرا سے ہو

سبحۂ صد دانہ[8] بھی پڑ جائے گر میرے گلے
دانۂ انگورتارِ پنبۂ مینا سے ہو

دشت کو سیراب کر دے آبلہ پائی[9] مری
ہر قدم پر چشمہ جاری چشمِ نقشِ پا[10] سے ہو

ثابت اک ٹانکا نہ چھوڑے دل کا میرے اضطراب
چاکِ سینہ گر رفو تارِ رگِ خارا سے ہو

تشنہ کامی[11] گر مری دیوے چکھا شوراب اشک
ذوق شورِ العطش[12] پیدا لبِ دریا سے ہو

(۱) گم گشتگاں۔ کھوئے ہوئے۔ بے سراغ و بے نشان۔ (۲) بیضۂ عنقا۔ بیضہ۔ انڈا۔ عنقا ایک فرضی و خیالی پرندہ۔ (۳) سایہ افگن۔ سایہ ڈالنے والا۔ (۴) طوبیٰ۔ بہشت میں ایک درخت ہے۔ (۵) معجز نمائی۔ معجزہ دکھانا۔ (۶) کفِ آئینہ۔ مراد آئینہ۔ (۷) یدِ بیضا۔ سفید اور روشن ہاتھ حضرت موسیٰ کا ہاتھ جو بچپن میں جل گیا تھا وہ بطور معجزہ جب اُسے بغل میں چھپا کر نکالتے تھے تو سورج کی مانند روشن نظر آتا تھا۔ (۸) سُبحۂ صد دانہ۔ سو دانوں والی تسبیح۔ (۹) آبلہ پائی۔ پاؤں میں چھالوں کا پڑنا۔ (۱۰) نقشِ پا۔ نشانِ قدم۔ (۱۱) تشنہ کامی۔ پیاس۔ (۱۲) العطش۔ پیاس۔ تشنہ یا پیاسا ہونا۔

۲۲۵

صفا ئیں رخ سے تیرے آئینہ کیا خاک ہمسر ہو
مری تشبیہِ وحشت وہ ہے مضطر جس سے پتھر ہو

نگاہِ چشمِ سرمہ آلود سے بھی جو کدر ہو
نگیں پر نام لکھ دو نقش کا گھستے باہر ہو

ترا دیوانہ دل سوختہ آتش قدم گر ہو
قیامت کو بھی کیا انصاف اپنا سے ستمگر ہو
جو تو دریا میں دھووے ناخنِ پا گلبدن اپنے
ڈبو دیں آشنا کو گر سبک دوش اپنی صحبت میں
کھٹکتے ہی رہیں دل میں ترے مژگانِ برگشتہ
کیا یہ سوختہ جاں تو نے مجھ کو سرد مہری سے
حرم کو جائے زاہد ہم تو میخانہ کو چلتے ہیں
نشہ ٹوٹے ترے ساغر کشِ وحشت کا کیا ممکن
بچائے حق تعالیٰ اس یزیدی شمر مشرب سے
رہائی قتل پر موقوف ہو گر ہم اسیروں کی
مجھے صحنِ چمن بھی عرصہ گاہِ حشر ہو تجھ بن

جلا وے زیبا گر غارِ حر گانِ سمندر ہو
ابھی قصہ نہ ہوا آخر کہ آخر روزِ محشر ہو
تو ہر اک فلسِ ماہی شکل برگِ گل معطر ہو
تو آہن ساتھ کیوں لکڑی کے دریا میں شناور ہو
ہجومِ نیش کژدم سے اگر دل گنجِ نشتر ہو
کہ آہِ سرد میری شمعِ کافوری سے ہمسر ہو
مبارک اُس کو طوفِ کعبہ ہم کو دورِ ساغر ہو
اگر سو ٹکڑے سنگِ کودکاں سے کاسۂ سر ہو
کہ خوں سید کا جس بیرحم کو خونِ کبوتر ہو
روانی تیغ میں وابستۂ زنجیرِ جوہر ہو
گلِ خورشید میرے واسطے خورشیدِ محشر ہو

جو کھو دے آپ کو وہ منزلِ مقصود کو پہنچے
تری گم گشتگی اس راہ میں اے ذوقؔ رہبر ہو

(۱) مطلب شعر۔ آئینہ تیرے چہرے کی صفائی و پاکیزگی کا مقابلہ نہیں کر سکتا۔ کیونکہ تیرا چہرہ اتنا صاف ہے کہ اگر سرمہ والی آنکھ تیرے چہرہ پر نظر ڈالے تو سرمہ جو اُس آنکھ میں موجود ہے غبار بن کر تیرے چہرہ کو مکدر کر دے۔ (۲) گلبدن۔ معشوق بلحاظ نزاکتِ جسمانی و صفائی رنگ کے گلبدن کہا۔ (۳) فلسِ ماہی۔ مچھلی کا کھپرا۔ (۴) سبکدوش۔ فارغ۔ (۵) شناور۔ تیراک (۶) کژدم۔ بچھو۔ (۷) سنگِ کودکاں۔ وہ پتھر جو لڑکے کسی دیوانہ کو دیکھ کر اس کو مارتے ہیں (۸) کاسۂ سر۔ کھوپری۔ (۹) یزید امیر معاویہؓ کا لڑکا تھا۔ کہا جاتا ہے کہ اس کے حکم سے امام حسینؓ کو میدانِ کربلا میں شہید کیا گیا تھا۔ (۱۰) شمر۔ قاتلِ امام حسین علیہ السلام (۱۱) سید۔ مراد امام حسین علیہ السلام (۱۲) مطلب شعر۔ جو شخص حق تعالیٰ کی راہ میں اپنے آپ کو کھو دے

یعنی اپنی ہستی کو مٹا ڈالے وہی اپنے مقصد یعنی تجلیاتِ ذات الٰہی کو حاصل کرتا ہے اے ذوق اس راہ میں تیری گم گشتگی یعنی اپنے آپ کو کھو دینا ہی تیرا رہبر ہے جو تجھے تیرے مقصد تک لے جائیگا۔

بجا کہے جسے عالم اُسے بجا سمجھو
زبانِ خلق کو نقارۂ خدا سمجھو

عزیزو اس کو نہ گھڑیال کی صدا سمجھو
یہ عمرِ رفتہ[1] کی اپنی صدائے[2] پا سمجھو

سمجھ تو کور سوادوں[3] کو ہو جو علم نہ ہو
اگر سمجھ بھی نہ ہو کورِ بے عصا[4] سمجھو

نہ سمجھو دشتِ شفاخانۂ جنوں ہے یہ
جو خاک سی بھی پڑے پھانکنی دوا سمجھو

پڑے کتاب کے قصوں میں کیا کرو دل صاف
صفا ہو دل تو یہ[5] از روضۃ الصفا[6] سمجھو

نہ ہے نصیب کہ ہنگامِ مشقِ تیرِ ستم
ہمارے ڈھیر[7] کو تم تودہ خاک کا سمجھو

ہنسے وہ رونے پہ میرے تو پھر صفِ مژگاں
نہ سمجھو چشم یہ دیوارِ قہقہہ[8] سمجھو

نفس کی آمد و شد ہے نمازِ اہلِ حیات
جو یہ قضا ہو تو اے غافلو قضا سمجھو

تمہاری راہ میں ملتے ہیں خاک میں لاکھوں
اس آرزو میں کہ تم اپنا خاکِ پا سمجھو

دعائیں دیتے ہیں ہم دل سے تیغِ قاتل کو
لبِ جراحتِ دل کو لبِ دعا سمجھو

بہا دیا مرا خون اُس نے اپنے کوچے میں
اسی کو یارو دیت سمجھو خوں بہا سمجھو

سمجھ ہے اور تمہاری کہوں میں تم سے کیا
تم اپنے دل میں خدا جانے سُنکے کیا سمجھو

تمہیں ہے نام سے کیا کام مثلِ آئینہ
جو روبرو ہو اُسے صورت آشنا سمجھو

نہیں ہے کم زرِ خالص سے زردیٔ رخسار
تم اپنے عشق کو اے ذوق کیمیا سمجھو

(۱) عمرِ رفتہ۔ گذری ہوئی عمر۔ (۲) صدائے پا۔ پاؤں کی آواز جو چلنے میں پیدا ہوتی ہے۔ (۳) کور سواد۔ بے علم۔ جاہل۔ (۴) کورِ بے عصا۔ وہ اندھا جو لاٹھی کا سہارا بھی نہ رکھتا ہو۔ (۵) یہ۔ بہتر۔ (۶) روضۃ الصفا۔ ایک کتاب کا نام ہے اور اس شعر میں اشارہ اُسی کتاب کی طرف ہے۔ (۷) ڈھیر۔ مراد قبرِ عاشق (۸) دیوارِ قہقہہ۔ ایک دیوار جو چین کی سرحد پر بنی ہوئی

ہے کہتے ہیں جو اُس کے اوپر سے نیچے کی طرف دیکھتا ہے بے اختیار ہنستا ہے۔ (۹) آمد و شدِ نفس۔ سانس کی آمد و رفت (۱۰) اہلِ حیات۔ صوفی۔ صاحبِ دل (۱۱) جراحتِ دل۔ دل کے زخم۔ (۱۲) دیت۔ خوں بہا جس کی مقدار شرع میں دس ہزار ہے۔ فارسیوں نے اس لفظ بمعنی مطلق جرمانہ استعمال کیا ہے۔ (۱۳) خوں بہا دیکھو نمبر ۱۲ ۔

۲۲۷

ہاتھ سینہ پہ مگر رکھ کے کدھر دیکھتے ہو
اک نظر دل سے ادھر دیکھ لو گر دیکھتے ہو

ہے دمِ باز پسیں دیکھ لو گر دیکھتے ہو
آئینہ منہ پہ مگر رکھ کے کدھر دیکھتے ہو

ناتوانی کا مری مجھ سے نہ پوچھو احوال
ہو مجھے دیکھتے یا اپنی کمر دیکھتے ہو

پھر پروانہ مرے ہیں شجرِ شمع کے گرد
برگ ریزئ محبت کا ثمر دیکھتے ہو

بیدِ مجنوں کو ہو جب دیکھتے اے اہلِ نظر
کسی مجنوں کو بھی آشفتہ بسر دیکھتے ہو

شوقِ دیدار مری نعش پہ آ کر بولا
کس کی ہو دیکھتے راہ اور کدھر دیکھتے ہو

لذتِ ناوکِ غم ذوق سے ہو پوچھتے کیا
لب پڑے چاٹتے ہیں زخمِ جگر دیکھتے ہو

(۱) دمِ باز پسیں۔ دمِ آخری (۲) برگ ریزی۔ موسمِ خزاں۔ پت جھڑ۔ (۳) بیدِ مجنوں ایک قسم کا درخت جس کے پتے باریک اور شاخیں نازک ہوتی ہیں (۴) آشفتہ بسر۔ پریشاں۔ (۵) ناوک۔ تیر۔

۲۲۸

عبث تم اپنی رکاوٹ سے منہ بناتے ہو
وہ آئی لب پہ ہنسی دیکھو مسکراتے ہو

لگا کے سرمہ تم آنسو نہیں بہاتے ہو
یہ ہم کو جلوۂ شق القمر دکھاتے ہو

چھپا کے پان یہ کس کے لئے بناتے ہو
ہمارے قتل کا بیڑا کہاں اٹھاتے ہو

تم اپنے رخ پہ یہ کاجل کا تل بناتے ہو
کہ میرا اخترِ بخت سیہ دکھاتے ہو

اگر دباؤ کسی کا تمہارے دل پہ نہیں
تو ہم کو دیکھ کے تم کان کیوں دباتے ہو

ملاپ جانیں جبھی ہم کہ دے کے تم بوسہ
کہو کہ آؤ زباں سے زباں ملاتے ہو

مریضِ عشق کو تم پوچھ کر طبیبوں سے
مدام شربتِ عنّاب کیا پلاتے ہو

ہوں خاک چاٹ کے کتنا ابھی خفا ہو جائے
جو شربتِ لبِ میگوں ذرا چٹاتے ہو

جگر کے آبلے جو پھوٹتے ہیں حضرتِ عشق
ہماری چٹکیوں میں ہم کو تم اڑاتے ہو

گلو یہ کہہ گئی کان میں تمہارے صبا
کہ لوٹے جاتے ہو بھولے نہیں سماتے ہو

جلن سے رشک کے ہیں ہڈیاں جلی جاتیں
کہ لائے تم نئے قلیاں کو منہ لگاتے ہو

ق
ہماری لاش پہ آوازِ قُم باذنِ اللہ
تم آکے حضرتِ عیسیٰ عبث سناتے ہو

اُٹھینگے یار کی ٹھوکر سے لے چلو تشریف
نہیں تو پھر کوئی صلواتیں سن کے جاتے ہو

جلا رہے ہیں سویدائے دل کو ہم اپنے
نظر اندر کو تم اسپند کیا جلاتے ہو

ہو کرتے سبزۂ خط کی جو سیر آئینہ میں
نگہ کی تیغ کو کیوں زہر میں بجھاتے ہو

نمک چھڑکتی ہے شبنم گلوں کے زخموں پر
دکھا کے تم لب و دنداں جو کھلکھلاتے ہو

ق
ہمیشہ صدقہ اس ابرو کے ہو کے حضرتِ دل
یہ لب پہ نالۂ جانکاہ اپنے لاتے ہو

دیا طوافِ حرم میں ہے سامنے محراب
اور اس میں نالۂ لبیک تم سناتے ہو

نہ آئے بام پہ ہیں ہمدمو نہ بیٹھو اب
اُٹھاؤ میرا جنازہ اگر اُٹھاتے ہو

یہ صبرِ بستہ غنچہ اک کھل پڑے نہ کہیں
سمندِ ناز کو تیز اتنا کیوں اڑاتے ہو

ق
مرے لئے تو ہر اک طرح سے قباحت ہے
یہ تم جو دشمنوں کو دردِ سر بتاتے ہو

لگاؤں گھس کے جو صندل تو کہتے ہو کہ مجھے
لگاوٹ اتنی بھلا کس لئے دکھاتے ہو

جو پڑھ کے سورۂ اخلاص دم کروں تو کہو
کہ دم کے دم مجھے اخلاص کیا جتاتے ہو

یہ ایسا کونسا اندازِ گفتگو ہے ذوق
کہ جس پہ زورِ طبیعت تم آزماتے ہو

(۱) شق القمر - پیغمبرِ اسلام کا مشہور معجزہ (۲) کاجل - سرمہ (۳) اختر - ستارہ (۴) لبِ میگوں - معشوق کے سرخ ہونٹ (۵) قلیاں - حقّہ (۶) قم باذنِ اللہ - اٹھ خدا

کے حکم سے کہا جاتا ہے کہ مسیح علیہ السلام مُردوں کو زندہ کرتے وقت کلمات کہتے تھے اور مُردہ زندہ ہو جاتا تھا (۷) صلوات سنتا۔ گالی سننا۔ بُرا بھلا سننا۔ (۸) سویدا۔ قلب پر ایک سیاہ نقطہ۔ (۹) اسپند۔ حرمل۔ کالا دانہ۔ (۱۰) جانکاہ۔ جان کو گھلانے والا۔ جانگداز (۱۱) لبیک۔ میں آپ کی خدمت میں حاضر ہوں۔ حج کی ایک دعا ہے جسے حاجی عرفات میں اللہ تعالیٰ کو مخاطب کر کے یہ کلمہ بولتے ہیں۔ (۱۲) صید بستۂ فتراک۔ وہ شکار جو شکار بند سے بندھا ہُوا ہو۔ (۱۳) قناعت۔ صبر۔ (۱۴) سورہ اخلاص۔ قرآن مجید کی مشہور سورۃ (قل ہو اللہ احد) (۱۵) دم دینا۔ جھوٹا دلاسا دینا (۱۶) اخلاص۔ پاک اور خالص دوستی۔

۲۲۹ [illegible]

جو لکھو سے قدِ یار کی تصویر دکھا دو
تم لکھو الف[1] اور وہی تحریر دکھا دو

دیکھو نہ مرِ مقتل نہ کہیں چھوڑ دے بسمل
پہلے مجھے تم یار کی شمشیر دکھا دو

حالت تپشِ دل کی مرے پوچھیں اگر وہ
تم ان کو تڑپتا ہُوا نخچیر[2] دکھا دو

گر دیکھ چلے زاہد تو پھر ایمان ہی لائے
تم مصحفِ[3] رخ اُس کو بہ تدبیر دکھا دو

گرچہ ہو ثریا ہو نہاں پردۂ شب میں
جھمکوں[4] کو تہِ زلفِ گرہ گیر دکھا دو

اس چشم کو ہے ناز بڑا تیرِ نگہ پر
اے حضرتِ دل آہ کی تاثیر دکھا دو

وہ ترچھی نگہ اپنا ہے دکھلا رہی عالم
اس نالۂ جاں سوز کا اک تیر دکھا دو

گر وہ نہیں آسکتے یہاں تک تو بلا سے
لا کر کوئی اُن کی مجھے تصویر دکھا دو

دیتے خبر غیب کی گر شیخ جی صاحب
کہہ دو کہ ہمیں تم خطِ تقدیر[5] دکھا دو

اک جان ہے اک دل ہے سو ہیں یکرخ و یکرنگ
تم چاہو تو ہر رنگ میں تاثیر دکھا دو

لطف و کرمِ یار کے تم پر جو ہیں منکر
ذوق آج انہیں تم یار کی تحریر دکھا دو

(۱) الف۔ مراد قدِ یار۔ بلحاظ سیدھا ہونے کے قد یار سے تشبیہ دیتے ہیں (۲) نخچیر۔ شکار (۳) مصحف۔ مراد قرآن مجید عام طور پر شعرا معشوق کے رخ کو مصحف کہتے ہیں۔ (۴)

پروین یا ثریا وہ سات یا چھ ستارے جو انگور کی شکل میں آسمان پر ہوتے ہیں۔ (۵) جھمکا ایک قسم کا زیور جو کانوں میں لٹکتے ہیں۔ (۶) زلف کی گیر۔ پیچدار زلفیں۔ (۷) برق نگہ۔ نگہ کی بجلی (۸) خط تقدیر۔ نوشتہ قسمت۔

۲۲۰

دم ذبح تیغ جفا میں جو بندھی بستاب حیات
تو شہید ناز کو کیونکر ہو د حیات بعد ممات ہو

جو مذاق شعر ترا ہمی میں چکھاؤں تیری شکر لبی
قلم انگلیوں میں جو تھامے کبھی رشک شاخ نبات ہو

جو ہیں کہتے تیرے لئے دعا کہ ہو دام عشق میں دل رہا
تو ہے دل کہتا کہ احد انہیں پاس خضر بجا ہو

مجھے کہتے سب ہیں کہ صبر کر جو نہیں ہے تو صبر درگذر
سر حسن عشق پری ہی کہ وہ بات ہو دیابت ہو

سر راہ کشتۂ ناز کا وہ مزار ہے نظر آ رہا
پڑھو آج اس پہ بھی فاتحہ چلو داخل حسنات ہو

ترا حسن وہ بت جس کے بے حد وہ جس نمایاں نہیں
جو دکھائے رخ تو ہو دن ہی جو چھپائے منہ ابھی رات ہو

جو ہیں مرتے حسن صفات میں وہ رہیں گے اپنی ہی بات میں
تو فنا ہو ذوق اسی ذات میں کہ جو ذات جملہ صفات ہو

(۱) حیات بعد ممات۔ مرنے کے بعد زندہ ہونا۔ (۲) مذاق۔ قوت ذائقہ۔ چکھنا (۳) شکر لبی معشوق کے لبوں کی مٹھاس۔ (۴) شاخ نبات۔ کوزہ کی مصری جو دھاگوں میں لپٹی ہوتی ہے (۵) کشتہ ناز۔ قتیل ناز معشوق۔ (۶) داخل حسنات۔ ثواب میں داخل ہونا۔ (۷) ذات جملہ صفات مراد ذات باری تعالیٰ۔

۲۲۱

کو سوں کیا تنگی زمانے کو
کہ نہیں جائے سر اٹھانے کو

قصد کعبہ کا تھا پھرے اُلٹے
چوم کر اُس کے آستانے کو

تو مکدر نہ ہو تو عشق میں ہم
ایک آندھی ہیں خاک اڑانے کو

(۱) قصد کعبہ۔ کعبہ جانے کا ارادہ۔ (۲) مکدر ہونا۔ خفا ہونا۔ آزردہ ہونا۔

۱۲۲

یہاں تک لاغری ہے اس ترے بیمار کے تن کو
عجب کیا ہے جو سمجھے طوق گردن چشم سوزن کو

زیادہ ہوتا ہے پیری میں فربہ نفس امارہ
یہ بالوں کی سفیدی شیر ہے اس مار رہزن کو

کمندِ نام و شہرت کھینچ لاتی ہے عدم ہی سے ‌ ‌ ‌ ‌ لپیٹ کر مثلِ طوق ناخنِ حنا کی گردن کو

تصوّر کس طرح مجھ سے ترا اس چشمِ گریاں کو ‌ ‌ ‌ ‌ نکالے مینہ برستے میں کوئی کیا گھر سے مہماں کو

نکالوں کس طرح سینہ سے اپنے تیرِ جاناں کو ‌ ‌ ‌ ‌ نہ پیکاں دل کو چھوڑے ہے نہ دل چھوڑے ہے پیکاں کو

رکھا عصیاں بہانے ترے اس ماہِ تاباں کو ‌ ‌ ‌ ‌ بڑے ہی وقت کام آیا مرے عصیاں کے باراں کو

(۱) لاغری - دبلاپن - (۲) پیری - ضعیفی - (۳) فربہ - موٹا - (۴) نفسِ امّارہ - نفسانی خواہشوں کا حکم کرنے والا نفس - انسان کی طبیعت کی خواہش جو دنیا کی لذتوں کی طرف ہو - (۵) ملودِ رہزن - اشارہ بہ نفسِ امّارہ - (۶) ماہِ تاباں - چمکتا ہوا چاند - (۷) باراں - بارش -

متفرقات

۲۳۳ دیکھا دمِ نزع دلِ آرام کو ‌ ‌ ‌ ‌ عید ہوئی ذوق ولے شام کو

(۱) دمِ نزع - جانکنی کا وقت - دم ٹوٹنے کا وقت - (۲) دل آرام - مراد معشوق -

۲۳۴ تم مسی مل کر نہ غرفہ سے نکالا منہ کرو ‌ ‌ ‌ ‌ اور نہیں گر مانتے تو جاؤ کالا منہ کرو

(۱) غرفہ کھڑکی - دریچہ -

۲۳۵ اشکباری مری مژگاں کی ذرا دیکھیں تو ‌ ‌ ‌ ‌ کتنے پانی میں ہیں فوارے بھلا دیکھیں تو

۲۳۶ یا تو یا بس دوستی تجھ کو بت بے باک ہو ‌ ‌ ‌ ‌ یا مجھی کو موت آجائے کہ قصہ پاک ہو

۲۳۷ غیر نے ایسا پڑھایا تجھ مرے محبوب کو ‌ ‌ ‌ ‌ لاکھ ہجوں سے پڑھا اس نے مرے مکتوب کو

(۱) مکتوب - خط -

۲۳۸ جتنا ہے نمک سب مرے زخموں میں کھپاؤ ‌ ‌ ‌ ‌ پلکوں سے اٹھاؤ گے نہ ہاتھوں سے گراؤ

(۱) ایک بات لوگوں میں عام زبان زد ہے کہ نمک پھینکنا یا بے پروائی سے گرانا منع ہے -
مطلب یہ ہے کہ جتنا نمک ہے سب میرے زخموں میں کھپاؤ - گراؤ گے تو آنکھوں سے اٹھانا پڑیگا -

۲۳۹ پوشاکِ آبی آپ کو گر دل پسند ہو ‌ ‌ ‌ ‌ دریا پری حباب کے شیشہ میں بند ہو

ن پوشاک آبی اگر آپ کو اگر دل پسند ہو -

نمک چھکھوائیں لذت پیکاں کے اثر کو / جنبش مرے اب تک ہے لب زخم جگر کو ۲۴۰

خبر کر جنگ بے گل کی تو مجنوں اہل تمکیں کو / کیا تازہ تا صبا نے پھر اٹھائے شاخ بید مجنوں کو ۲۴۱

(۱) نول۔ ایک بادشاہ کا نام ہے (۲) اہل تمکین۔ صحرائی لوگ (۳) کیادہ۔ کمان۔

دریا میں ترے حسن کے بلبلے ہیں بھنور / اور اس پہ غضب یہ کہ پڑے ہیں ہیں گرد ۲۴۲

جلتے ہیں اب تو ٹوٹے بت لالہ فام کو / اپنا تو بس سلام ہے دارالسلام[1] کو ۲۴۳

(۱) دارالسلام۔ سلامتی کا گھر بہشت۔

حق نے تجھ کو اک زباں دی اور دیے ہیں کان دو / اس کے یہ معنے کہے اک اور سنے انسان دو ۲۴۴

سنے ایک جب سن لے انساں دو / کہ حق نے زباں ایک دی کان دو ۲۴۵

نہ شبنم کو کہو بلبل کے آنسو / یہ ہنستے ہنستے نکلے گل کے آنسو ۲۴۶

ردیف ہائے ہوز

مرتے ہیں ترے پیار سے ہم اور زیادہ / تو لطف میں کرتا ہے ستم اور زیادہ ۲۴۷

دیں کیونکہ نہ وہ داغ الم اور زیادہ / قیمت میں بڑھے دل کے درم اور زیادہ

ساتھ اپنے ہے اب فوج الم اور زیادہ / کر تو بھی بلند آہ علم اور زیادہ

تیز اس نے جو کی تیغ ستم اور زیادہ / مشتاق شہادت ہوئے ہم اور زیادہ

سرکش کے سرافراز ہیں ہم اور زیادہ / جوں شاخ بڑھے ہو کے قلم اور زیادہ

گر شرح جنوں کیجے رقم اور زیادہ / ہو چاک ابھی جیب قلم اور زیادہ

دیتا ہے وہ دم ہم کو جو دم اور زیادہ / شیشے کی طرح پھولے ہیں ہم اور زیادہ

گھبراتا جو یاد آیا ترا ہو کے ہم آغوش / گھبرانے لگا سینے میں دم اور زیادہ

کچھ کی رقم شوق نے تاثیر جو پیدا / اٹھنے لگا قاصد کا قدم اور زیادہ

لذت کی محبت سے ہے ہر زخم جگر کو / ذوق نمک درد و الم اور زیادہ

(١) لطف سہار۔ مہربانی۔ (٢) آہِ علم ساہ کو علم کہا۔ (٣) سرفراز۔ سربلند۔ باعزت۔
(٤) قلم ہونا۔ کٹ جانا۔ (٥) رقم کرنا۔ لکھنا۔ (٦) جیب۔ گریباں۔ سینہ۔ (٧) دم باز
دھوکا باز۔ دم دینا۔ دھوکا دینا۔

٢٢٣

کرنے کو سیہ نہ ورقِ چرخ کو اے دل ‌ ‌ نالے سے نہیں کوئی قلم اور زیادہ
کیا ہو ویگا دو چار قدح سے مجھے ساقی ‌ ‌ میں لونگا ترے سر کی قسم اور زیادہ
گر میری طرح دوش پہ ہو بارِ محبت ‌ ‌ ہو پشتِ فلک میں ابھی خم اور زیادہ
دشمن کی نہ جا سیدھی نگاہوں پہ کہ جوں تیغ ‌ ‌ سیدھی تو ہے لیک اس میں ہے خم اور زیادہ
ہو جس کو پسِ مرگ بھی یادِ دہنِ تنگ ‌ ‌ تنگ اس کو کرے کنجِ عدم اور زیادہ
اس زلف کے مارے کی اگر خاک کو چاٹے ‌ ‌ پیدا دمِ افعی میں ہو سم اور زیادہ
اس شوخ ستمگر کو مری مرگ ہے منظور ‌ ‌ ہے زہر نہ کھانا مجھے سم اور زیادہ
ہستیٔ تنک مایہ تے کچھ پھونکا ہے ایسا ‌ ‌ اپھریگا حبابِ لبِ یم اور زیادہ
وہ دل کو چرا کر جو لگے آنکھ چرانے ‌ ‌ یاروں کا گیا ان پہ بھرم اور زیادہ
ہے سوزِ محبت سے مری خاک میں گرمی ‌ ‌ کیونکر نہ اٹھاوے وہ قدم اور زیادہ
دکھلائے جو وہ صید فگن چشم کی شوخی ‌ ‌ ہو آہوئے رم دیدہ کو رم اور زیادہ
ہے روغنِ نفط ابرِ گریہ میں کہ اے چشم ‌ ‌ بھڑکے ہے جو یوں آتشِ غم اور زیادہ
ہے نکہتِ ریحاں کا دماغ اب کسے تجھ بن ‌ ‌ آتا ہے مرا ناک میں دم اور زیادہ
جو پیٹ کے ہلکے ہیں پچے بات کب ان سے ‌ ‌ روکیں تو ابھر جائے شکم اور زیادہ
مجنوں سرِ خار سے نکلا سرِ صحرا ‌ ‌ کچھ توسنِ وحشت کا قدم اور زیادہ
صیدِ دلِ عاشق میں ہے مصروف وہ کافر ‌ ‌ بے خوف ہیں اب صیدِ حرم اور زیادہ
گو سرمہ کرے خاکِ خرابات کو صوفی ‌ ‌ سوجھیں اسے پھر لوح و قلم اور زیادہ
اے خنجرِ خونخوار نہ پرسش میں کمی کر ‌ ‌ ہاں تجھ کو مرے سر کی قسم اور زیادہ

کیا تو ہے جتنا کہ وہ چاہت سے رکے ہے
اتنا ہی اسے چاہیں گے ہم اور زیادہ

چالیس قدم ساتھ وہ تابوت کے آئے
کیا ہو جو بڑھیں چند قدم اور زیادہ

سرعت ہے ابھی نبض میں جوں نبض رمِ برق
کیا ہوگا جو ہوگی تپِ ہجر اور زیادہ

کہتا ہے مرا شوقِ جراحت کہ صد افسوس
اس تیغِ دو دم میں نہیں دم اور زیادہ

کیوں بیٹھے کہا تجھ سا خدائی میں نہیں اور
مغرور ہوا اب وہ صنم اور زیادہ

کہتا ہے مجھے لگ کے مرے وہ دمِ خنجر
ہے عشق کا جبر اُس کے تو دم اور زیادہ

قطعہ

اس عاشقِ بیچارہ کا ہے اور برا حال
گریے سے ہے آنکھوں پہ ورم اور زیادہ

پھیلے سرِ بستر پہ پڑا پاؤں کہاں تک
بس پاؤں نہ پھیلا شبِ غم اور زیادہ

قطعہ

ہے باغِ جہاں میں تجھے گر ہمتِ عالی
کر گردنِ تسلیم کو خم اور زیادہ

لیتے ہیں ثمر شاخِ ثمر ور کو جھکا کر
جھکتے ہیں سخی وقتِ کرم اور زیادہ

جو کنجِ قناعت میں ہیں تقدیر پہ شاکر
ہے ذوقؔ برابر انہیں کم اور زیادہ

(۱) نُہ ورقِ چرخ - مراد نو آسمان - (۲) قلم - مراد نالۂ عاشق - (۳) قدح - پیالہ - (۴) دوش - کندھا - (۵) کنجِ عدم گوشۂ عدم - (۶) افعی - سانپ - (۷) سم - زہر (۸) تنک مایہ - مفلس - کنگال (۹) آنکھ چرانا - نگاہ بچانا - کترانا - بے رخی کرنا - پہلو بچانا (۱۰) صیدفگنی - شکاری - (۱۱) آہوئے رم دیدہ - بھاگا ہوا ہرن (۱۲) روغن نفط (نفت) ایک قسم کا روغن جو ملک سروان کی زمین سے نکلتا ہے اور یہ دو قسم کا ہوتا ہے ایک سیاہ جو جلانے کے کام آتا ہے - اور دوسرا سفید جو عمدہ ہوتا ہے اور دواؤں میں استعمال کیا جاتا ہے (۱۳) نکہت - خوشبو - (۱۴) مہمیز - لوہے کا کانٹا - جو سواروں کی ایڑی پر لگا ہوتا ہے اور اس سے گھوڑے کو ایڑ دیتے ہیں (۱۵) توسن - گھوڑا - (۱۶) خاکِ خرابات - خاکِ شراب خانہ (۱۷) چاہت سے رکنا - اظہار محبت سے باز رہنا (۱۸) شوقِ جراحت - معشوق کے

اٹھتوں زخم کھانے کا شوق۔ (۱۹) دودم۔ دودھاری تلوار۔ (۲۰) پاؤں پھیلانا۔ کاہل ہونا۔ اکڑنا۔ (۲۱) شاخ ثمرور۔ پھلدار شاخ (۲۲) کنج قناعت۔ کنج گوشہ۔ قناعت تھوڑی چیز پر راضی ہوجانا۔

۲۴۹

اے ذوق وقت نالے کے رکھ لے جگر پہ ہاتھ
ورنہ جگر کو روئیگا تو دھر کے سر پہ ہاتھ

میں ناتواں ہوں خاک کا پروانے کی غبار
اٹھتا ہوں رکھ کے دوش[1] نسیم سحر پہ ہاتھ

خط دے کے دل میں تھا کہ نہ باقی بھی کچھ رہے
پر اُس نے رکھ دیا دہن نامہ بر[2] پہ ہاتھ

کھاتا ہے اس طرح سے غم عشق میرا دل
جیسے گرسنہ[3] مارے ہے حلوا شکر پہ ہاتھ

جوں پنج شاخہ[4] تو نہ جلا انگلیاں طبیب
رکھ رکھ کے نبض عاشق تفتہ جگر[5] پہ ہاتھ

اے شمع دیکھ بزم فنا میں سنبھل کے بیٹھ
ماریگی دم میں صبح کے تاج زر پہ ہاتھ

چھوڑا نہ دل میں صبر نہ آرام نے شکیب[6]
تیری نگہ نے صاف کیا گھر کے گھر پہ ہاتھ

قاتل کبھی نہ تو نے اٹھائے ہزار حیف
آگر مزار کشتہ تیغ نظر پہ ہاتھ

جو دیکھے اُس کو تھام کے دل بیٹھ جائے ذوق
جب ناز سے کھڑا ہو وہ رکھ کر کمر پہ ہاتھ

(۱) دوش۔ کندھا۔ نسیم سحر۔ صبح کی ہوا۔ (۲) نامہ بر۔ قاصد۔ پیغام لے جانے والا (۳) گرسنہ۔ بھوکا۔ (۴) پنج شاخہ۔ لوہے کا بنا ہوا پانچ بتیوں والا فانوس۔ (۵) تفتہ جگر۔ دل جلا۔ مراد عاشق۔ (۶) شکیب۔ آرام۔ صبر۔

۲۵۰

ہوش و خرد گئے نگہ سحر فن کے ساتھ
اب جو ہے اپنی بات سو دیوانے پن کے ساتھ

ہے ان کا سادہ پن بھی تو کس پھبن کے ساتھ
سیدھی سی بات بھی ہے تو اک بانکپن کے ساتھ

روز آفتیں نئی ہیں دل پُر محن[1] کے ساتھ
اک زخم تازہ روز ہے زخم کہن کے ساتھ

یاد آگیا ترا قد رعنا جو باغ میں
کیا کیا لپٹ کے روئے ہیں سرو چمن کے ساتھ

وحشی کو ہم نے دیکھا اُس آہو نگاہ کے
جنگل میں پھر رہا تھا لگائے[2] ہرن کے ساتھ

ناخن دیے خدا نے تجھے اے پنجۂ جنوں
ٹکڑے اڑا دے جسم کے تو پیرہن کے ساتھ

افسردہ دل کے واسطے کیا چاندنی کا لطف
لپٹا پڑا ہے مردہ سا گویا کفن کے ساتھ

پایا درا اگر نہ کہیں شب کو آہ نے
سر مارتی پھری ہے سپہر کہن کے ساتھ

اللہ ری لاغری کہ ترے ناتواں کی تن
اڑتی پھرے ہے بوئے عبیر کفن کے ساتھ

دوزخ میں بھی لپٹ نہ سکے ہول کنج قبر
آتش میں پیچ و خم ہیں رسن کے رسن کے ساتھ

بزم صنم میں حضرت دل ذکر کعبہ کیا
تھی جس چمن کی بات گئی اس چمن کے ساتھ

ان ناتوانیوں میں بھی یاں تک ہے شوق دل
گویا چمن میں آ لگے نسیم چمن کے ساتھ

ہوں زلف عنبریں کا جو کشتہ تو کیا ہوا
لکھ دو کفن سیاہی مشک ختن کے ساتھ

منظور تجھ کو کب تک یہ اے میرے آفتاب
ہو کوئی تیرہ بخت ترا سایہ بن کے ساتھ

گندم ہے سینہ چاک فراق بہشت میں
آدم کو کیا نہ ہو گی محبت وطن کے ساتھ

لب پر ترے پسینہ کی بوندا ہے عقیق لب
چشمک زنی کرے ہے سہیل یمن کے ساتھ

چشم و دہان حرص سے کون غیر مرگ
بخیہ کا تار ان کے ہے تار کفن کے ساتھ

آخر چمن سے نکہت گل کر گئی سفر
خانہ بدوش کو نہیں الفت وطن کے ساتھ

اللہ رے تاب حسن کہ اس کا در بناگوش
چشمک زنی کرے ہے سہیل یمن کے ساتھ

داغ دل فسردہ پہ بھایا نہ ہو نہ ہو
کام اس چراغ مردہ کو کیا ہے لگن کے ساتھ

وحشت تو دیکھو۔ بعد فنا بھی مرا غبار
باتیں کرے ہے سقف سپہر کہن کے ساتھ

جلد آ کے مر نہ جائے کوئی خانماں خراب
ٹکرا کے اپنا سر در بیت الحزن کے ساتھ

تیرے بلاکش اژدر دوزخ کو کھینچ لیں
اک آتشیں کمند دل شعلہ زن کے ساتھ

ممکن نہیں ہے ذوق علائق سے چھوٹنا
جب تک کہ روح کو ہے تعلق بدن کے ساتھ

(۱) نگہ سحر فن۔ مراد نگہ معشوق بہ ما تا کشش ادا با فریب حسن کے سحر فن یعنی

جادوگر کنا۔ (۲) پُرغمن۔ سرخ و غم سے بھرا ہوا۔ (۳) قلانچیں بھرنا۔ چوکڑی۔ ہرن کی مانند بستہ چھلانگ دنا۔ (۴) پیرہن۔ لباس۔ کرتہ۔ قمیص۔ (۵) افسردہ دل۔ مغموم۔ (۶) سپہر کہن۔ آسمان۔ (۷) عبیر۔ ایک خشک خوشبو کا نام جو زعفران۔ صندل اور گلاب کی ملاوٹ سے تیار کر کے کپڑوں پر چھڑکتے ہیں (۸) کج سرشت۔ کج طبع۔ کج مزاج۔ بدطینت۔ بدخو۔ (۹) زلفِ عنبریں۔ معشوق کی سیاہ و خوشبودار زلفیں۔ (۱۰) تیرہ بخت۔ بدنصیب۔ (۱۱) عقیق لب۔ سرخ ہونٹ۔ (۱۲) چشمک زنی کرنا۔ طعنہ زنی کرنا۔ طنز کرنا۔ آنکھ سے اشارہ کرنا۔ (۱۳) سہیل یمن۔ مشہور ستارہ جس کی تاثیر سے یمن میں پیدا عقیق عمدہ تیار ہوتا ہے (۱۴) خانہ بدوش آوارہ پریشان بے ٹھکانہ (۱۵) دُربلاق۔ دُرمعلق۔ بلاق۔ مشہور زیور جو ناک میں پہنتے ہیں (۱۶) داغ ترحم۔ (۱۷) سقف۔ چھت (۱۸) بیت الحزن۔ غمکدہ۔ عاشق کے رہنے کا گھر۔ (۱۹) علائق۔ مراد تعلقات دُنیوی۔

۲۵

جنوں[1] کے جیب[2] دری پر ہیں خوب چلتے ہاتھ
سلوک سینے سے کبھی کچھ تو کر لے چلتے ہاتھ

ملا جو غیر نے عطر اُس کو واں تو یاں میری
لکیریں مٹ گئیں ہاتھوں کی ملتے ملتے ہاتھ

نہ آیا گور پہ میری وہ بے وفا ورنہ
گلے لگانے کو تربت سے بھی نکلتے ہاتھ

جو چھیڑے برق کو یہ تفتہ جاں[3] تو کہتی ہے
کہ دیکھو مجھ کو لگانا نہ جلتے جلتے ہاتھ

اُٹھائے وجد[4] میں جب ہاتھ ہم نے عالم سے
تو پہنچے عرش پہ وہ کودتے اُچھلتے ہاتھ

مریض سوزِ محبت کی دیکھتا گر نبض
تو پھر طبیب کے بھی آبلوں سے پھلتے ہاتھ

کوئی جو کام ہو پیری میں کس طرح ہو ذوق
نہ اب ہیں پاؤں سنبھلتے نہ ہیں سنبھلتے ہاتھ

(۱) جنون۔ مراد دیوانگیِ عشق۔ (۲) جیب دری۔ گریباں پھاڑنا۔ (۳) تفتہ جان۔ سوختہ جگر۔ دل جلا۔ (۴) وجد۔ شوق و ذوق کی حالت جو گانا سننے سے صوفیوں پر طاری ہوتی ہے۔ وہ کیفیت جو یادِ الٰہی میں دل پر طاری ہو کر انسان کو بے خود کر دیتی ہے۔

متفرقات ردیف ہائے ہوز

رقعہ چوری سے لئے بیٹھے انجان⁽¹⁾ کے ہاتھ | کیسی رسوائی ہے پکڑے جاؤ جو وہاں کے ہاتھ ۲۵۲

(۱) انجان = ناواقف۔ جو معشوق کو نہیں جانتا۔

کرد عا میرے لئے تسبیح مناجات میں | کہ خراب اور زیادہ ہو خرابات⁽¹⁾ میں یہ ۲۵۳

(۱) خرابات = خراب خانہ۔ میکدہ۔

تو جان ہے ہماری اور جان ہی ہے سب کچھ | ایمان کی کہینگے ایمان ہی ہے سب کچھ ۲۵۴

لے نگاہِ مہر سے دل مت بچشمِ قہر⁽¹⁾ دیکھ | گر دیئے سے جو مر تو دے نہ اس کو زہر دیکھ ۲۵۵

(۱) بچشم قہر = غصہ بھری آنکھوں سے۔

نگر وہ ترک کہ جس کی نہیں جفا کی پناہ | اور اس کی آنکھ وہ کافر کہ بس خدا کی پناہ ۲۵۶

زیادہ ہوگا توکل سے بھی کہیں روزہ | کہ اس میں آیا تو روزی ہے اور نہیں روزہ ۲۵۷

ردیف یائے تحتانی

ہے ترے رشکِ خطِ رخسار سے | دل میں آئینہ کے جوہر خار سے ۲۵۸

شرح فرطِ حسرتِ دیدار سے | جو نگہ ہے کم نہیں طومار سے

کھائے داغِ آتشِ رخسار سے | کم نہیں دل مرغِ آتش خوار سے

ہاتھ اٹھاؤ عشق کے بیمار سے | کوئی بچتا بھی ہے اس آزار سے

انس ہے کیا دل میں تیرِ یار سے | ہے مشابہ زخم بھی سوفار سے

میرے طرزِ نالہ ہائے زار سے | ٹپکے بلبل کے لہو منقار سے

یوں نگہ نکلے ہے چشمِ یار سے | مست جیسے خانۂ خمار سے

فرشِ گل ہے مجھ کو ہجرِ یار سے | کم نہیں تارِ رگِ گل خار سے

آئینہ اُس شعلۂ رخسار سے
گرم ہے دُکانِ آتش کار سے

بے نصیب اُس کے ہیں گردیدار سے
سی دو آنکھوں کو نظر کے تار سے

مارے گر سیلی وہ زلفِ پُر عرق
جھڑ پڑیں دنداں دہانِ مار سے

خنجرِ موجِ تبسم سے ترے
گل چمن میں ہیں جگر افگار سے

وائے قسمت تلخ کامی ہو نصیب
ہم کو اُس کے لعلِ شکر بار سے

کرتا ہے دستِ جنوں جب کش مکش
جی الجھتا ہے نفس کے تار سے

سُن کے میری جاں کنی کو کوہ کن
جل صدا اُلٹا پھرا کُہسار سے

یہ بھی اُس نازک بدن کو بار ہو
گر کمر باندھے نظر کے تار سے

نقطۂ خال اُس کا سودا خیز ہے
پھرتے ہیں اک پاؤں ہم پرکار سے

اُٹھ چکا وہ ناتواں جو رہ گیا
دب کے تیرے سایۂ دیوار سے

توبہ توبہ کہتی استغفار ہے
وقتِ توبہ میری استغفار سے

اپنے دامن کو بچا کر جائیو
برق میری وادیِ پُرخار سے

چاہیے بحرِ محبت میں ہمیں
کشتی اس کی تیغِ لنگر دار سے

اب وہ آئے جب نگہ کو ضعف سے
کم نہیں مژگاں کی صفِ دیوار سے

تیرے ہی پاؤں پہ اے قاتل گرا
سر مرا اُڑ کر تری تلوار سے

اس دہن کا نکتۂ موزوں عجب
منتخب ہے مخزنِ اسرار سے

ابر ہے لیکن شفق آلودہ ہے
زلف اُس کی سرخیِ رخسار سے

خاکِ عاشق پر اُٹھے جائے غبار
فتنۂ محشر تری رفتار سے

ناکسوں سے کیا رکیں وارستگاں
اُلجھے کیا دامنِ صبا کا خار سے

زلف کی قیمچی سے دل ڈرتا نہیں
بھوت بھاگے ہے گرزِ مار سے

دل کو آئینہ کے گر کر دے گداز
تا یار اپنی گرمیِ رخسار سے

جوہر اُس سے یعنی اشالیتی ہے طرح
بے تمیزوں کی ہے الفت نقشِ قلم

حرفِ قرطاسِ غلط بردار سے
لیس ہیں نامِ طفل آدھا پیار سے

دل کو ہر دم عالمِ معنی سے ذوق
بے خبر آتی نفس کے تار سے

(۱) خطِ رخسار - نیا سبزہ جو لبوں سے شروع ہو کر رخساروں کے گرد ظاہر ہوتا ہے (۲) جوہرِ آئینہ - آئینہ کی چمک اور آب و تاب (۳) خار - کانٹا - (۴) فرط - زیادتی - زیادہ ہونا - (۵) طومار - دفتر - صحیفہ - لمبا چوڑا لکھا ہوا خط - (۶) مرغِ آتشخوار - سمندر جو آگ میں پیدا ہوتا ہے اور جسم میں چوہے کے برابر ہوتا ہے جب آتشکدہ سے باہر آتا ہے تو مر جاتا ہے - سیکھ ہار کیڑا جو آگ میں نہیں جلتا (۷) اُنس - محبت - (۸) سوفار - تیر کا منہ - (۹) منقار - چونچ - (۱۰) خانۂ خمار - شراب خانہ - (۱۱) سیلی مارنا - ضرب لگانا - (۱۲) مار - سانپ - (۱۳) جگر افگار - زخمی جگر (۱۴) لعلِ شکر بار - مراد معشوق کے ہونٹ - بلحاظ رنگت کے لعل سے تشبیہ دی اور مٹھاس کے شکر سے (۱۵) کوہکن - لقب فرہاد جو شیریں پر عاشق تھا - (۱۶) سودا خیز - دیوانگی پیدا کرنے والا - (۱۷) استغفار - توبہ کرنا - گناہوں کی معافی مانگنا - (۱۸) تیغِ لنگردار - وزنی اور بھاری تلوار - (۱۹) مخزنِ اسرار - مولانا نظامی کی مشہور مثنوی - (۲۰) وارستگاں - آزادگاں - (۲۱) قرطاسِ غلط بردار - وہ کاغذ جس پر کوئی لفظ غلط لکھ دیا گیا ہو -

ترے کوچے کو وہ بیمارِ غم دار الشفا سمجھے
اجل کو جو طبیب اور مرگ کو اپنی دوا سمجھے

نگہ کیا اور غمزہ کیا ہم تو دونوں کو بلا سمجھے
لگے تیرِ قضا اس کو بجز تیرِ قضا سمجھے

شہیدانِ محبت خوب آئینِ وفا سمجھے
بہا خوں کوئے قاتل میں کسی کو خوں بہا سمجھے

غلط فہمی ہماری تھی جو اُن کو آشنا سمجھے
ہم اُن کو دیکھ کر کیا سمجھے تھے اور وہ ہم کو کیا سمجھے

وہی کچھ تلخ کامِ غم اس زندگانی کا مزا سمجھے
جو زہرِ آبِ تیغِ یار کو آبِ بقا سمجھے

ہر اک گردش میں سو اندازِ نازِ فتنہ زا سمجھے
فلک کو ہم کسی کافر کی چشمِ سرمہ سا سمجھے

ستم کو ہم کرم سمجھے جفا کو ہم وفا سمجھے ۔ اور اس پر بھی نہ سمجھے وہ تو اس بت کو خدا سمجھے

برائی میں ہماری گر وہ اپنا کچھ بھلا سمجھے ۔ برا سمجھے برا سمجھے برا سمجھے برا سمجھے

تجھے اے سنگدل آرامِ جانِ مبتلا سمجھے ۔ پڑیں پتھر سمجھ پر اپنی ہم سمجھے تو کیا سمجھے

وہ ہم سے خاکساروں کو جب اپنا خاکِ پا سمجھے ۔ ہم اپنی خاکساری اپنے حق میں کیمیا سمجھے

ترے کشتے جو یوں خوابِ عدم سے یک بیک چونکے ۔ مگر شورِ قیامت کو تری آوازِ پا سمجھے

نسیمِ صبح گلشن میں اگرچہ ہو دمِ عیسیٰ ۔ ترا بیمارِ غم تجھ بن سمومِ جاں گزا سمجھے

رواں ہوتا ہے اس بستان سرا سے کاروانِ گل ۔ چٹکنے کو صبا غنچے کی آوازِ درا سمجھے

نگاہِ لطف ان کی جب نہ آئی تغافل سے ۔ ہم اس کی نارسائی اپنا بختِ نارسا سمجھے

حساب اصلا نہ پوچھے مجھ سے کوئی دل کے زخموں کا ۔ حسابِ دوستاں در دل اگر وہ دلربا سمجھے

حکایت دل کی کہتا ہوں سمجھتے ہو شکایت ہے ۔ تمھی سمجھو ذرا دل میں کہ سمجھے بھی تو کیا سمجھے

اگر دل کو نکالا چیر کر پیکاں تو رہنے دے ۔ کہ عاشق اپنے پہلو میں اسی کو دل کی جا سمجھے

کرے آہِ رسا میری جو سیرِ عالمِ بالا ۔ فلک کو بھی یونہی اک آبلہ سازِ ریا سمجھے

ہنسے ہے زخمِ دل تدبیرِ جراح کو کہہ دو ۔ انھیں ٹانکے نہ سمجھے خندۂ دنداں نما سمجھے

محبت سے ذرا گر موم ہو اس دل شکن کا دل ۔ تو اس کے دل شکستہ اپنے حق میں مومیا سمجھے

عدو آیا ہے بن کر نامہ بر لکھا نصیبوں کا ۔ کریں گے لے کے کیا خط مدعی سے مدعا سمجھے

مجھے آتا ہے رشک اس رندِ مے آشام پر ساقی ۔ نہ جو دع ما کدر جانے نہ جو خذ ما صفا سمجھے

ذرا یا خاک بھی رہتے ہیں نقشِ عمرِ رفتہ کا ۔ اگر سمجھے تو داغِ معصیت کو نقشِ پا سمجھے

خبر سنتے ہی قاتل سے ہوئے ہم بے خبر بالکل ۔ ترے پیغام کو گویا کہ پیغامِ قضا سمجھے

نحوست بھی سعادت ہو گئی سودے میں زلفوں کے ۔ گلیمِ تیرہ بختی سر پہ ہم ظلِ ہما سمجھے

کشادِ کار ہم نے پنجۂ تقدیر کو سونپا ۔ خرد کے تیز ناخن ناخنِ انگشتِ پا سمجھے

بلا اس زلف کی مصرع میں ہے مضمونِ پیچیدہ ۔ اسی سے یہ کھلے جو معنیِ تازہ ادا سمجھے

ہمارے زلف کو چھیڑا اور اپنا دل الجھا	کہیں ایسا نہ ہوئے ہم سے وہ کلام کیجے

سمجھ ہی میں نہیں آتی ہے کوئی بات ذوقؔ اس کی
کوئی جانے تو کیا جانے کوئی سمجھے تو کیا سمجھے

(۱) بیمارِ غم۔ مراد بیمارِ غمِ عشق (۲) دار الشفا۔ شفاخانہ۔ ہسپتال (۳) اجل۔ موت۔ (۴) آئینِ وفا۔ رسمِ وفا۔ (۵) خوں بہا۔ قیمتِ خون۔ (۶) تلخ کام۔ مصیبت زدہ۔ رنج دیدہ۔ (۷) آبِ بقا۔ آبِ حیات۔ (۸) فتنہ زا۔ فتنہ پیدا کرنے والا (۹) چشمِ سرمہ سا۔ چشمِ سرمہ آلود (۱۰) دمِ عیسےٰ۔ اشارہ بہ دمِ عیسیٰ علیہ السلام مراد یہ ہے کہ اگرچہ نسیمِ صبح باغ میں دمِ عیسیٰ کی خاصیت ہی کیوں نہ رکھے لیکن تیرے عشق کا بیمار تیرے بغیر اُسے ہلاکت آفریں لُو (گرم ہوا) سمجھتا ہے۔ (۱۱) سموم۔ لُو۔ گرم ہوا (۱۲) دَرا۔ جرس۔ گھنٹہ (۱۳) بختِ نارسا۔ بدنصیبی۔ بدبختی (۱۴) آہِ رسا۔ پہنچنے والی آہ۔ موثر آہ (۱۵) عالمِ بالا۔ مراد آسمان۔ (۱۶) جراح۔ سرجن جو جراحی کا کام کرے۔ (۱۷) خندۂ دنداں نما۔ ہنسی جس میں استہزا پایا جائے۔ (۱۸) شکستہ۔ ٹوٹا ہوا۔ (۱۹) مومیا۔ سلاجیت ایک سیاہ رنگ شے کا نام جو بطورِ دوا استعمال ہوتی ہے اور ٹوٹے ہوئے عضو کو مفید پڑتی ہے۔ (۲۰) مے آشام۔ شرابی۔ (۲۱) دع ما کدر۔ بُری شے کو چھوڑ دے۔ (۲۲) خذ ما صفا۔ اچھی شے کو لے لے۔ (۲۳) داغِ معصیت۔ داغِ گناہ (۲۴) تیرہ بختی۔ بدنصیبی۔ (۲۵) ظلِ ہما۔ ہما کا سایہ ہما ایک خیالی اور فرضی پرندہ ہے جس کی خوراک ہڈیاں بیان کی جاتی ہیں۔ (۲۶) کشادِ کار۔ مقصد برآنا۔ مشکل حل ہونا۔

کہاں تلک کہوں ساقی کہ لا شراب تو دے	نہ دے شراب ڈبو کر کوئی کباب تو دے
بجھا نہ آگ ہے گر سوزِ دل کو آب تو دے	اور آگ میں یونہی دیتا ہے گر عذاب تو دے
الٰہی خشم کے چشمہ کو آتش آب تو دے	کہ سر پہ چرخ بھی دکھلائی جوں حباب تو دے
کھلے ہے تا نہ گلشن میں غنچۂ نرگس	ذرا دکھا اسے تو چشمِ نیم خواب تو دے

۲۶۰

بلا سے آپ نہ آئیں پر آدمی اُن کا
تسلی آکے مجھے وقتِ اضطراب تو دے

صبا بگولا بنے اس اسیرِ زلف کی خاک
کہ بعدِ مرگ بھی معلوم پیچ و تاب تو دے

بلا سے کم نہ ہو گریہ سے میرا سوزِ جگر
بجھا کچھ اُن کی ذرا آتشِ عتاب تو دے

شکار بستۂ فتراک کو ترے مقدور
ہٹا نہ یہ بھی کہ بوسہ سرِ رکاب تو دے

نشے میں ہوش کسے جو گنے حساب کرے
جو تجھ کو دینے ہیں بوسے بلا حساب تو دے

جوابِ نامہ نہیں گر تو رکھ دو نامۂ یار
جو پوچھیں قبر میں عاشق سے کچھ جواب تو دے

رکھے ہے حوصلہ دریا کب اہلِ ہمت کا
نہیں ہے اتنا کہ بھر کاسۂ حباب تو دے

خنک دلوں کی اگر مشتِ خاک دوزخ میں
پڑے تو واقعی اک بار آگ داب تو دے

پہنچ رہونگا سرِ منزلِ فنا اے ذوق
مثالِ نقشِ قدم کرنے پا تراب تو دے

(۱) چشمِ نیم خواب۔ نیچی اور جھکی ہوئی نگاہ (۲) اضطراب۔ بے قراری۔ (۳) عتاب۔ غصہ۔ (۴) بستۂ فتراک۔ شکار بندے بندھا ہُوا۔ (۵) اہلِ ہمت۔ سخی (۶) خنک دل۔ سرد دل۔ ناامید۔

الٰہی چشم کے چشمہ کو اتنا آب تو دے
کہ سر پہ چرخ بھی دکھلائی جوں حباب تو دے

دلِ برشتہ کو میرے نہ چھوڑ اے میخوار
جو لذت اس میں ہے ایسا مزا شراب تو دے

کہاں بجھی ہے تہِ خاک میری آتشِ دل
لہو بہا ہے ہلا دامنِ سحاب تو دے

تمہارے مطلعِ ابرو پہ خال کہتا ہے
کہ ایسا نقطہ کوئی وقتِ انتخاب تو دے

درِ قبول ہے درباں نہ بند کر درِ یار
دعائے خیرِ ذرا ہونے مستجاب تو دے

ٹھہر کر تا ہے قاتل تو پھر ہے جلدی کیا
ذرا ٹھہرنے تہِ تیغ اضطراب تو دے

زبانِ خنجرِ قاتل نے کیا کہا تجھ سے
دلِ شہید تو چپ کیوں ہے کچھ جواب تو دے

کریگا قتل وہ اے ذوق تجھ کو سر سے
نگہ کی تیغ کو ہونے سیاہ تاب تو دے

(۱) حباب۔ بلبلہ (۲) برشتہ۔ بھنا ہوا (۳) سحاب۔ بادل (۴) مستجاب ہونا۔ قبول ہونا (۵) نرگس کی طرح کا سیاہ داغ ہونا۔ مراد سرمہ لگانا۔ اور آنکھ کی سیاہی کو چھپانا۔

۶۲

کب حق پرست زاہد جنت پرست ہے — حوروں پہ مر رہا ہے یہ شہوت پرست ہے
دل صاف ہو تو چاہیے معنی پرست ہو — آئینہ خاک صاف ہے صورت پرست ہے
درویش ہے وہی جو ریاضت میں مست ہو — تارک نہیں فقیر بھی راحت پرست ہے
جز زلف سوجھتا نہیں اے مرغ دل تجھے — خفاش تو نہیں ہے کہ ظلمت پرست ہے
دولت کی رکھ نہ مار سر گنج سے امید — موذی وہ دیگا کیا جو دولت پرست ہے
حقا نے گم کیا ہے تخلص نام کے لئے — گم گشتہ کون کتنا ہے شہرت پرست ہے

اے ذوق مے پرست ہے یا ہے صنم پرست
کچھ ہے بلا سے لیک محبت پرست ہے

(۱) حق پرست۔ خدا پرست (۲) شہوت پرست۔ خواہش نفسانی کی پرستش کرنے والا۔ (۳) معنی پرست۔ حقیقت پرست۔ طالب حق۔ (۴) تارک۔ وہ شخص جو دنیا ترک کر دے۔ (۵) خفاش۔ چمگادڑ۔ (۶) ظلمت۔ سیاہی۔

۲۶۴

زخم دل پر کیوں مرے مرہم کا استعمال ہے — اشک گر ڈھلکا ہے تو کیا خون کا بھی کال ہے
قبر میں عاشق جو تیرا مضطرب احوال ہے — لوح تربت پر بھی لکھا سورۂ زلزال ہے
عشق کو گر امتحاں پر میرے قصد فال ہے — جوش داغ دل ہجوم نقطۂ رمال ہے
اب تو جانِ ناتواں کا ضعف سے یہ حال ہے — لب تلک بھی اس کو آجانا رہ صد سال ہے
ہم نے جانا تھا کف پا میں تمہارے خال ہے — لیکن اب دیکھا سویدائے دل پامال ہے
ابر برسوں رو چکا پر سوز غم سے اب تلک — خاک میرے ڈھیر کی اُڑتے ہیں جیسے رال ہے
میرے دودِ آہ سے یاں تک زمانہ ہے سیاہ — آفتاب آسماں زنگی کے منہ کا خال ہے
پوچھتے کیا ہو شکستِ دل کی صورت دیکھ لو — نامہ ہے پر چین پر جبیں قاصد شکستہ حال ہے

میں وہ مجنوں ہوں کہ میرا عقدِ تصویر بھی
قتلِ شہیدی باعثِ شورِ وحشیِ اطفال ہے

بارِ عشق اُس بُت کا سر پر رکھ لیا جو مو بمو
اب کسے پروا ہے سو من ہے کہ کاہِ شال ہے

جب سے ہے دل میں کسی کی نوکِ مژگاں کا خیال
نشترِ زنبور ہے تن پر مرے جو بال ہے

غم نہیں صیاد کو ورنہ مری فریاد سے
ہے قفس تو سینہ چاک اور دلِ شبکہ جال ہے

جوشِ گریہ کا مرے تم کچھ نہ پوچھو ماجرا
بہا دریائے آبِ رواں منہ پھیر کر رومال ہے

دل پہ ہیں گردشِ سوزانِ عشق میں اے گلبدن
پھر تو خسرو کا بھی گنجِ سوختہ کیا مال ہے

کھاؤں میں بیڑا جو اُس بن کیونکہ دل آزردہ ہو
جو رگِ پاں ہے وہ مجھ کو شیر کا سا بال ہے

ہیں جہاں مدفن تمہارے کشتگانِ زلف کے
سنبل کی جا بیدِ مجنوں بھی وہاں پامال ہے

شوخِ قاتل کو مرے کیا چاہئے ہے رنگِ پان
خونِ اعجازِ مسیحا سے لبِ اُس کا لال ہے

فندقِ پیچش کی دل مجنوں نفا کہ میری نماک
نوکِ برگِ سبزہ جوں منقارِ طوطی لال ہے

اُس کی ٹھوکر کا ہوں دیوانہ کہ جس کے پاؤں میں
گردشِ رنگِ پری سے حلقۂ خلخال ہے

آئے وہ شاید عیادت کو کہ با صد ضعفِ حال
آ گئی مژگاں پہ نظر بہرِ استقبال ہے

وادیِ وحشت میں بھی جا کر نہ اپنا دل کھلا
پنجۂ مژگانِ آہو شیر کا چنگال ہے

دل میں شکلِ یار کب آئے نظر بے اضطراب
دیکھ لو سیماب بن آئینہ بے تمثال ہے

بس کہ ہے نوروز اپنا آفتابِ بادہ سے
دورِ ساغر ہم کو ساقی گردشِ یکسال ہے

کھل گیا مضمونِ شکستِ دل کا بن خط کے کھلے
نامہ بر کا اِس قدر پہنچے شکستہ حال ہے

ہے اسیرانِ محبت کی بلا سینے میں آگ
شعلۂ جوالہ ساں طوقِ گلو تک لال ہے

ہوتے ہیں اعضائے بوسیدہ مرے تن سے جدا
کھینچنی تصویرِ مجنوں کی ترے مشکل ہے

روزِ محشر سے کئی دن دیکھنے کو چاہئیں
گو ہی اے ذوق طولِ نامۂ اعمال ہے

(۱) مضطرب احوال۔ بیقرار۔ (۲) لوحِ تربت۔ وہ تختی جو قبر کے سرہانے بنائی جاتی

ہے اور اس پر کچھ آیات قرآنی اور متوفی کا نام وغیرہ لکھا ہوا ہوتا ہے۔ (۳) سورۂ زلزال قرآن مجید کے تیسویں پارہ کی ایک مشہور سورۃ ہے جس میں قیامت کے زلزلہ کا ذکر ہے (۴) رمال۔ علم رمل کا ماہر (۵) سویدا۔ سیاہ نقطہ جو قلب پر ہوتا ہے (۶) رال اڑانا۔ رال کو آگ کے ذریعہ سے مثل بارود اڑانا۔ (۷) دود آہ۔ آہوں کا دھواں۔ (۸) عیدی۔ وہ نظم جو بچوں کو ایک خوشنما کاغذ پر لکھ کر عید کی مبارکباد میں استاد عید سے ایک روز پہلے دیتا ہے اور ان سے حق استادی لیتا ہے (۹) اطفال۔ جمع طفل۔ لڑکے۔ (۱۰) مثقال۔ ساڑھے چار ماشہ کا وزن۔ (۱۱) مشبک۔ جالی۔ وہ شے جس میں چھید ہی چھید ہوں (۱۲) کوہکن۔ لقب فرہاد جو شیریں کا عاشق تھا۔ (۱۳) خسرو۔ شیریں کا شوہر اور ایران کا مشہور بادشاہ (۱۴) بیڑا۔ پتا بنایا پان۔ پان کی گلوری۔ (۱۵) فندقی۔ معشوق کی حنا آلودہ انگلیاں (۱۶) مسطر۔ سیدھی (۱۷) خلخال۔ پازیب۔ (۱۸) چنگال۔ پنجہ۔ (۱۹) بے تمثال۔ بے شکل۔ (۲۰) جوالہ۔ بہت گھومنے والا۔ (۲۱) مشکل

موئے سپید ان شیب کا ایک سراسر شکر ہے	مانگ جو ہے اک ما سفید اس فلک کا سر شکر ہے
آبلہ ہائے سینہ جو خیمے سے دکھائی دیتے ہیں	زخم دل پر پیر گرتا غم کا آکر شکر ہے
ہووے دل مظلوم ہمارا کیوں شہید دشت بلا	دیپ اس کے شاہیوں کا وہ زلف عنبر شکر ہے
دیویں موذی زحمت کس کو کیونکہ ایذا جمع ضعیف	دشمن مار زخم رسیدہ مور کا اکثر لشکر ہے
کعبہ تو یہ خدا ہی رکھے آج کہ جوش بہ نہیں	ایک اصحاب فیل کا سایہ دوش ہوا پر لشکر ہے
میں وہ شاہ کشور غم ہوں بار وجس کیشا سا	تو جیں اشک کی موجیں ہیں ہتا سمند لشکر ہے
نگاہ ہجوم ہاں میں ہے دل گاہ ہجوم حشر	ہے یہ مرد سپاہی پیشہ پھرتا لشکر لشکر ہے
خال چشم جاناں کا خرگاہ ہے مجمع جمل دیکھو تو	اترا پشت پہ ماہی کی کیا لے کے سکندر لشکر ہے

ہوئے امام برحق پیسا ذوق اگر تو دیکھا بھی
ہوتا گروہ اسلامیوں کا جوں سبحۂ گوہر لشکر ہے

(۱) میرے سر۔ معشوق کے سر کے بال۔ (۲) ثعبان سیاہ۔ سیاہ سانپ۔ (۳) سر لشکر۔ فوج افسر۔ (۴) مزارعہ۔ کھیتی۔ (۵) موذی پر زحمت کش۔ وہ ایذا دینے والا جو خود کسی مصیبت میں گرفتار ہو۔ (۶) اصحابِ فیل۔ ہاتھیوں والے لوگ۔ وہ لوگ جنہوں نے یمن کے حاکم ابرہہ کے حکم سے بہت سے ہاتھی لے کر مکہ معظمہ پر حملہ کیا تھا۔ (۷) حنا۔ مہندی (۸) خال۔ تل۔ (۹) تجمل۔ شان و شوکت۔ جمال کی آرائش۔ (۱۰) سبحہ۔ تسبیح۔

۲

میری خاکستر اڑی تھی اُس سے گردوں[1] جب بنے — اُس میں کچھ اخگر[2] جو باقی تھے سو کوکب[3] بنے

دل کو رکھ دوں اُس دم شمشیر پر گر ڈھب بنے — تا یہ قربانی صراطِ عشق[4] پر مرکب[5] بنے

خال اے خورشید رو رخ پر تمہارے کب بنے — تیرہ روز آ کر افق پر سوختہ[6] کوکب بنے

کیونکہ تعلیمِ نیاز و ناز ہو یک جا بہم — گر نہ مجنوں آ کر لیلیٰ کا ہم مکتب بنے

غنچۂ تصویر بھی کھل کر جو عقدہ وا نہ ہوں — ہائے قسمت وہ ہمارے عقدۂ مطلب بنے

ہے سیہ کاری[7] سے نامہ یاں تلک اپنا سیاہ — روزِ محشر پہ پڑے گر سایہ اُس کا شب بنے

سرمۂ چشم کواکب کیوں بنا اے دودِ آہ[8] — ایسا کاجل بن کہ جس سے اُس کا خالِ لب بنے

صحبتِ عیسیٰ بنائے خر کو انساں کس طرح[9] — جس کے جوہر میں ہو نادانی وہ انساں کب بنے

موذیوں کو حق نے دیں آنکھیں کہ تا لاویں بلا — عین حکمت تھی کہ معدوم البصر عقرب بنے

عشق ہے اک ذوق وہ کافر کہ جس کے ہاتھ سے
شیخ صنعاں سا مسلماں رندِ بد مشرب بنے

(۱) گردوں۔ آسمان (۲) اخگر۔ چنگاری (۳) کوکب۔ ستارے۔ (۴) صراطِ عشق۔ راہِ عشق۔ (۵) مرکب۔ سواری۔ سوار ہونے کی کوئی شے جیسے اونٹ۔ گھوڑا۔ کشتی۔ جہاز۔ (۶) سوختہ۔ جلا ہوا۔ (۷) سیہ کاری۔ بداعمالی۔ (۸) دودِ آہ۔ آہ کا دھواں۔ (۹) مطلب حضرت عیسیٰ کی صحبت بھی خر (بے وقوف) کو انسان نہیں بنا سکتی جس کی فطرت میں نادانی ہو وہ انسان کیسے بن سکتا ہے۔ مفہوم یہ ہے کہ جو شخص فطرتاً نادان ہے وہ کسی دانا کی

صحبت میں رہ کر جو انہیں بن سکتا۔ (۱۰) معدوم البصر۔ جو بینائی سے محروم ہو۔ (۱۱) عقرب۔ بچھو۔ (۱۲) شیخ صنعان۔ ایک مشہور بزرگ کا نام جن کے سات سو مرید تھے کہا جاتا ہے کہ شیخ عطار نے بھی ان کی بیعت کی تھی۔ یہ درمیان میں ایک عیسائی لڑکی پر عاشق ہو کر ان کے سؤر چراتے رہے۔ لیکن آخر ہدایت غیبی سے پھر راہ راست پر آگئے۔

۲۶۶

کچھ نہیں چاہیے تجہیز کا اسباب مجھے
عشق نے کشتہ کیا صورتِ سیماب مجھے

اُس نے مارا سخنِ روشن کی دکھا تاب مجھے
چاہیے بہرِ کفن چادرِ مہتاب مجھے

کل جہاں سے کہ اٹھا لائے تھے احباب مجھے
لے چلا آج وہیں پھر دلِ بیتاب مجھے

چمنِ دہر میں جوں سبزۂ شمشیر ہوں میں
آب کے جائے دیا کرتی ہے زہراب مجھے

میں وہ مجنوں ہوں کہ مجنوں کبھی ہیش خط میں
قبلہ و کعبہ لکھا کرتا تھا القاب مجھے

جوں گہر واقفِ جوہر ہیں وہ رکھتے ہیں عزیز
تیرہ بختی میں بھی جوں تیغِ سیہ تاب مجھے

کنجِ تنہائی میں دیتا ہوں دلاسے کیا کیا
دلِ بے تاب کو میں اور دلِ بیتاب مجھے

میں نہ تڑپا جو دمِ ذبح تو باعث یہ تھا
کہ رہا مدِ نظر عشق کا آداب مجھے

ورنہ وہ شوخ کہ جو گل سے بھی نازک [illegible]
لیوے اس طرح سے زانو کے تلے داب مجھے

ہو گیا جلوۂ انجم مری آنکھوں میں نمک
کیونکہ آئے شبِ ہجراں میں کہو خواب مجھے

(۱) تجہیز۔ سامانِ جنازہ۔ مردہ کا اسباب تیار کرنا (۲) صورتِ سیماب۔ پارہ کی مانند۔ (۳) تاب۔ چمک۔ (۴) انجم۔ ستارے۔

۲۶۷

لیتے ہی دل جو عاشقِ دل سوز کا چلے
تم آگ لینے آئے تھے کیا آئے کیا چلے

تم چشمِ سرمہ گیں کو جو اپنی دکھا چلے
بیٹھے بٹھائے خاک میں ہم کو ملا چلے

دنیا فنا کے اور بھی دل کو بنا چلے
اک دم تو ٹھہرو اور کہ کیا آئے کیا چلے

بے لطف سیرِ باغِ جہاں خاک ہو گئے [illegible]
شوقِ وصال دل میں لئے یار کا چلے

تیروں کے ساتھ چھوڑ کے ہم نقشِ پا[۲] چلے
کیا خوب پھول گور پہ پیری چڑھا چلے

دکھلا کے مجھ کو نرگسِ[۳] بیمار کیا چلے
آوارہ مثلِ آہوئے صحرا بنا چلے

اے غم مجھے تمام شبِ ہجر میں نہ کھا
رہنے دے کچھ کہ صبح کا بھی ناشتا چلے

بل بے غرورِ حسن زمیں پر نہ رکھے پاؤں
مانندِ آفتاب وہ بے نقشِ پا چلے

کیا لے چلے گلی سے تری ہم کہ جوں نسیم
آئے تھے سر پہ خاک اڑانے اڑا چلے

افسوس ہے کہ سایۂ مرغِ ہوا کی طرح
ہم جس کے ساتھ ساتھ چلے وہ جدا چلے

قاتل جو تیرے دل میں کاوش نہ ہو تو کیوں
رک رک کے میرے حلق پہ خنجر ترا چلے

ہے گل کا دل تو سنبلِ پیچاں کے دام میں
کیا اٹھ کے تجھ سے طائرِ نکہت بھلا چلے

ہو کر سوار توسنِ عمرِ رواں پہ آہ
ہم اس سرائے دہر میں کیا آئے کیا چلے

لبریز ہو گیا مرا شاید کہ جامِ عمر
تم وقتِ نزع ہی کے جو مجھ سے خفا چلے

سلجھائیں زلفیں کیا لبِ دریا پہ آپ نے
ہر موج مثلِ مارِ سیہ تم بنا چلے

دنیا میں جب سے آئے رہا عشقِ گلرخاں
ہم اس جہاں میں مثلِ صبا خاک اڑا چلے

قاتل سے دخل کیا ہے کہ جاں بر ہوا پنا ہوش
گر اٹھ کے مثلِ طائرِ رنگِ حنا چلے

فکرِ قناعت ان کو میسر ہوئی کہاں
دنیا سے دل میں لے کے جو حرص و ہوا چلے

آلودہ سرمے سے نہ ہوئی چشم میں نگاہ
دیکھا جہاں سے صاف ہی اہلِ صفا چلے

کیا دیکھتا ہے ہاتھ مرا چھوڑ دے طبیب
یاں جان ہی بدن میں نہیں نبض کیا چلے

لے جائیں تیرے کشتہ کو جنت میں بھی اگر
پھر پھر کے تیرے گھر کی طرف دیکھتا چلے

اس روئے آتشیں کے تصور میں یا زلف
ہے کیا غضب کہ آگ لگے اور ہوا چلے

اے ذوق ہے غضب نگہِ یار الحفیظ
وہ کیا بچے کہ جس پہ یہ تیرِ قضا چلے

(۱) چشمِ سرگیں۔ سرمہ آلود آنکھیں۔ (۲) نقشِ پا۔ پاؤں کے نشان۔ (۳) نرگس

بیمار۔ مراد معشوق کی آنکھیں۔ (۴) طائرِ نکہت۔ مراد خوشبو۔ (۵) توسن گھوڑا۔ (۶) مار سیاہ۔ سیاہ سانپ (۷) گلرخاں۔ معشوقاں۔ بلحاظ حسن و جمال کے گل رخ کہا۔ (۸) روئے آتشیں۔ اشارہ بہ چہرۂ معشوق۔ بلحاظ حسن و جمال کے آتشیں رخ کہا۔ (۹) الحفیظ۔ خدا کی پناہ

۲۶۸

پاک رکھو اپنا دہاں ذکرِ خدائے پاک سے
کم نہیں ہرگز زباں منہ میں ترے مسواک سے

جب بنی تیرِ حوادث کی کماں افلاک سے
خاک کا تودہ بنا انساں کی مشتِ خاک[1] سے

جس طرح دیکھے قفس سے باغ کو مرغِ اسیر[2]
جھانکتا ہے دل تجھے یوں سینۂ صد چاک سے

تیرے صیدِ نیم جاں کی جان نکلے کس طرح
یہ تو وابستہ ہے تیرے دامنِ فتراک[3] سے

بیٹھا دوزخ میں بہاریں خلد کی دیکھا کریں
وں کی آتش ہو جواں جن کے روئے آتشناک سے

آفتابِ حشر ہے یا رب نہ نکلا گرم گرم
اشکِ خونیں دل جلوں کے دیدۂ نمناک[4] سے

چشم کو بے پردہ ہو کس طرح نظارہ نصیب
گر تا وہ پردہ نشیں پردۂ فہم و ادراک[5] سے

بیت ساقی نامہ کی لکھو کوئی جلائے دعا
مے پرستوں کے کفن پر کلکِ چوبِ تاک[6] سے

عیب ذاتی کو چھپا دیگا حسنِ عارضی
زیب[7] بد اندام[8] کو ہو ذوق کیا پوشاک سے

(۱) مشتِ خاک۔ مٹھی بھر مٹی۔ (۲) مرغِ اسیر۔ وہ پرندہ جو قید میں ہو (۳) فتراک۔ شکار بند۔ (۴) دیدۂ نمناک۔ چشمِ اشک آلود۔ (۵) ادراک۔ عقل فہم۔ (۶) کلکِ چوبِ تاک۔ وہ قلم جو انگور کی شاخ کی لکڑی سے بنایا جائے۔ (۷) زیب۔ سجاوٹ۔ خوبصورتی۔ (۸) بد اندام۔ وہ شخص جس کے اعضائے جسم نہایت بھدے اور بے ڈول ہوں۔

۲۶۹

الگ تا ہو سکے کھینچ کر مرا ہر تارِ دامن سے
نہ دامن تھامتے چھوٹے نہ چھوٹے خار دامن سے

خبر لوں جیب کی یا میں رہوں ہشیار دامن سے
جنوں الجھے ہیں ناخن جیب اور خار دامن سے

لگے ہے اس تمنا میں کہ ہر خار دامن سے
کروں دستار میں گر ہو عطا اک گل دامن سے

تجھ بن جھلکی ہے آنسو بھی ہو بھی
کبھی تو آستیں سے اور کبھی یار دامن سے

کہاں وہ دور طفلی کہ جب دامن کھاروں میں
تھے ہم تیار کرتے تو سہی رہوار دامن سے

مراد گریۂ غم غنچۂ عشرت سے بہتر ہو
اگر آنسو مرے پونچھے وہ گل رخسار دامن سے

میں وہ آلودہ دامن ہوں بنائیں تار سبحہ کا
فرشتے پاک دامن رکھ کے میرے تار دامن سے

یہ صید ناتواں محفل پر افتادہ اڑ جائے
لگائے گر نسیم دامن کہسار دامن سے

ہوا پنکھے کی خواب آور ہے پھولک جنبش میں
کرے سو فتنۂ خوابیدہ کو بیدار دامن سے

نگاہ بوالہوس اندھی ہے تیری نرمی کے
چھپا لے اے پری رو شعلۂ رخسار دامن سے

نہ ہو کو دل جلوں کی ذوق ہمسایوں سے دلداری
کہ کب فانوس پونچھے شمع کا رخسار دامن سے

(۱) خار - کانٹا - (۲) جیب - گریبان - (۳) شعلہ خو - مراد معشوق بلحاظ تیزی و تندیٔ طبع کے شعلہ خو کہا - (۴) برق - بجلی - (۵) خونخوار - ظالم - مراد معشوق (۶) ہم کنار ہونا - گلے ملنا - (۷) پری رخسار - مراد معشوق بلحاظ حسن و جمال کے پری رخسار کہا (۸) حور عین - سفید رنگ سیاہ بالوں اور سیاہ بڑی بڑی آنکھوں والی عورت (۹) شش جہت - دنیا کی چھ طرفیں - شمال - جنوب - مشرق - مغرب - نیچے اور اوپر - (۱۰) ہفت دریا - سات سمندر - یعنی بحر اوقیانوس - بحر الکاہل - بحر ہند - بحیرہ روم - بحیرہ قلزم - بحر شمالی - بحر جنوبی - بعض نے یہ لکھے ہیں - دریائے مغرب - دریائے چین - دریائے روم - دریائے قسطنطنیہ - بحر طبریہ - بحر جرجان - بحر خوارزم - بعض نے یہ لکھے ہیں - بحیرہ قلزم - بحیرہ خضر - دریائے عمان - بحیرہ روم - دریائے بربر - بحیرہ اسود - بحر اوقیانوس - (۱۱) ہمت - سخاوت - (۱۲) گوہر شہوار - نہایت قیمتی موتی جو بادشاہوں کے قابل ہو - (۱۳) مربی - پرورش کرنے والا - (۱۴) سرایت کرنا - اثر کرنا - گھس جانا (۱۵) کوہ کن - پہاڑ کھودنے والا - لقب فرہاد - (۱۶) پندار - غرور - نخوت - خود بینی - (۱۷) عریاں - ننگی

بیٹھنا۔ ٹکا رہنا۔ (۱۸) صرصر۔ آندھی۔ تند ہوا۔ (۱۹) توسن۔ گھوڑا۔ پچھاڑی گھوڑے کو کہتے ہیں (۲۰) خندۂ عشرت۔ وہ ہنسی جو خوشی اور عیش کے سبب سے ہو۔ (۲۱) آلودہ دامن۔ گنہگار۔ (۲۲) تارِ سبحہ۔ وہ دھاگا جو تسبیح میں ہوتا ہے (۲۳) خواب آور۔ نیند لانے والی۔

ہوں میں لاغر جھک کے قامت ایک خم کے بوجھ سے
ہے کبادہ جو لچک جائے مگس کے بوجھ سے

تھا قدِ رعنا کبھی پر اب ہوس کے بوجھ سے
جھلملاتا سا ہے شعلہ اک نفس کے بوجھ سے

بدنصیبی سے مری اس بام پر ٹوٹی کمند
ورنہ میں کیا وہ نہ ٹوٹے مجھ سے بیکس بوجھ سے

یہ اسیری میں گراں خاطر ہوں میں جاتا ہے ٹوٹ
آہنی قلاب بھی میرے قفس کے بوجھ سے

زندہ تو ڈوبے ہے اور تیرے ہے مُردہ آب میں
بوجھ شاید جسم کا کم ہے نفس کے بوجھ سے

باندھے ناقہ کی گردن میں دلِ نالانِ قیس
لیلیٰ سا اس کا بوجھ ہلکا ہے جرس کے بوجھ سے

نکلے دنیا سے کہاں احمق اٹھا کر بارِ حرص
یہ گدھا تو رہ گیا دلدل میں پھنس کے بوجھ سے

شاخِ گل کیا مال ہے گر ہم گراں جانی پہ آئیں
توڑ دے لوہے کے حلقے کو قفس کے بوجھ سے

مت لگا اے عشق دل کے آبلہ پر نقشِ غم
ٹوٹ جائیگا یہ گنبد اس کلس کے بوجھ سے

سر جھکاتے ہیں وہ آزاد اپنا کب مانندِ سرو
ہے سبکباری جنہیں بارِ ہوس کے بوجھ سے

اپنے دامن میں نہ لے میرے گلِ لختِ جگر
جی دھڑکتا ہے کہیں چولی نہ مسکے بوجھ سے

کیا ہوا دل نے لیا گر ایک کوہِ غم اٹھا
یہ نہیں اسے ذوقؔ دبتا ایسے دس کے بوجھ سے

(۱) لاغر۔ دُبلا۔ کمزور۔ (۲) قامت۔ قد۔ (۳) کبادہ۔ نرم کمان (۴) مگس۔ مکھی۔ (۵) رعنا۔ خوبصورت۔ (۶) ہوس۔ خواہشِ دنیا۔ (۷) بام۔ چھت۔ (۸) قلاب۔ آنکڑا۔ حلقہ۔ مچھلی پکڑنے کا کانٹا۔ (۹) ناقہ۔ اونٹنی۔ مراد لیلیٰ کی اونٹنی۔ (۱۰) قیس مجنوں کا اصلی نام جو لیلیٰ کا عاشق تھا۔ (۱۱) جرس۔ گھنٹہ۔ گھڑیال۔ (۱۲) کلس۔ گنبد کے اوپر کی کلغی۔ سنہری کلغی جو مسجدوں، مندروں یا گنبدوں پر لگی ہوتی ہے (۱۳) ہوس۔

خواہش و [illegible]۔

۱

رخصت اے زنداں جنوں زنجیرِ در کھڑکائے ہے
مژدہ خارِ دشت پھر تلوا مرا کھجلائے ہے

سر بوقتِ ذبح اپنا اس کے زیرِ پائے ہے
یہ نصیب اللہ اکبر لوٹنے کی جائے ہے

واہ وا شورِ محبت خوب ہی چھڑکا نمک
استخواں میرے ہما کس کس مزے سے کھائے ہے

ہاں مدد طاقت کہ اے ضعف سینے میں واہ
دیکھئے کب تک خدا کیونکر مجھے پہنچائے ہے

بس کر اے سوزِ دروں یہ جل گئے دل اور جگر
زخم جوشِ گریہ چھاتی پھر ابھی بھر آئے ہے

بل بے استغنا کہ وہ یاں آتے آتے رہ گئے
اُف ری بیتابی کہ یاں تو دم ہی نکلا جائے ہے

نزع میں بھی ذوق کو تیرا ہی بس ہے انتظار
جانبِ در دیکھ لے ہے جب کہ ہوش آجائے ہے

(۱) مژدہ - خوشخبری۔ (۲) خارِ دشت - کانٹے جو صحرا میں ہوں۔ (۳) ہما ایک فرضی و خیالی پرندہ ہے جس کے متعلق کہا جاتا ہے کہ وہ ہڈیاں کھاتا ہے (۴) استغنا - بے پروائی۔

۲

زخمی ہوں میں اس ناوکِ دزدیدہ نظر سے
جانے کا نہیں چور مرے زخمِ جگر سے

ہم خوب ہیں واقف ترے اندازِ کمر سے
یہ تار نکلتا ہے کہیں دل کے گہر سے

گرداب کی پھرے جیتے وہ کعبے کے سفر سے
تو جانو پھرے شیخ جی اللہ کے گھر سے

لبریز مئے صاف سے ہو جامِ بلوریں
نذرِ عجم سے ہے مطلبِ صفا سے نہ حجر سے

سرمایۂ امید ہے کیا پاس ہمارے
اک آہ بھی سینے میں سو نومیدِ اثر سے

وہ خلق سے پیش آتے ہیں جو فیض رساں ہیں
ہے شاخِ ثمردار میں گل پہلے ثمر سے

حاضر ہیں مگر توسنِ وحشت کے جلو میں
باندھے ہوئے کہسار بھی دامن کو کمر سے

فریادِ ستم کش ہے وہ شمشیرِ کشیدہ
جس کا نہ رکے وار فلک کی بھی سپر سے

اشکوں میں جو ہیں ہنسکے چلے آب بجو دوست
مقصود رو کعبہ ہے دریا کے سفر سے

اُف گرمیِ وحشت کہ مری ٹھوکروں ہی میں
پتھریں پہاڑوں کے اُڑے جاتے شرر سے

کچھ حاجتِ یاری سے نہیں مُڈ کر ساقی
روویں جو فنا مست تو مٹے ابر کے سے

گشتہ ہوں میں کس چشمِ سیہ مست کا یارب
ٹپکے ہے جو مستی مرے تربت کے شجر سے

کھلتا نہیں دل غنچہ بھی دبتا ہے ہمیشہ
کیا جانئے کہ آجائے ہے تو اس میں کدھر سے

نالوں کے اثر سے ترے پھوڑا سا ہے پکتا
کیوں ریم سدا نکلے نہ آہن کے جگر سے

اے ذوق کسی ہمدمِ دیرینہ کا ملنا
بہتر ہے ملاقاتِ مسیحا و خضر سے

(۱) ناوک۔ تیر۔ (۲) دُزدیدہ نظر۔ چوری دیکھنے والا۔ (۳) زمزم۔ مکہ معظمہ کے اُس کنوئیں کا نام جو حضرت اسمٰعیل کے پاؤں کی رگڑ سے ظاہر ہوا تھا۔ (۴) صفا۔ مکہ معظمہ کے قریب ایک پہاڑی کا نام۔ (۵) حجر۔ مراد حجرِ اسود۔ وہ سیاہ پتھر جو خانہ کعبہ کے درمیان نصب کیا ہوا ہے اور جسے حضرت آدم اپنے ساتھ بہشت سے لائے تھے۔ (۶) توسن۔ گھوڑا۔ (۷) ستم کش۔ وہ شخص جو ظلم و ستم برداشت کرے۔ مراد عاشق۔ (۸) شمشیرِ کشیدہ۔ کھینچی ہوئی تلوار۔ (۹) سپر۔ ڈھال۔ (۱۰) ریم۔ پیپ۔ کثافت۔

۲۴۳

کیڑا ذرا سا اور وہ پتھر میں گھر کرے
انسان وہ کیا نہ جو دلِ دلبر میں گھر کرے

تیر اُس نگہ کا گر دلِ مضطر میں گھر کرے
تا شورِ عشق زخم کے پیکر میں گھر کرے

چشمِ سیہ تمہاری نظر بھر کے دیکھے جب
لالہ میں داغ دے گُلِ عنبر میں گھر کرے

پُتلی سیاہ دیکھیو اُس چشمِ مست کی
سیموزا عجب ہے یوں گُلِ جوہر میں گھر کرے

یوں تیر دل میں چبھتی ہے دندی کی آن کے
ہیرے کی جوں کنی کوئی گوہر میں گھر کرے

بلبل کا آشیانہ ہے گلشن میں کیا عجب
اُس رُخ پہ دل جو زلفِ معنبر میں گھر کرے

دکھلائے جو نہ گریہ اگر میری چشمِ تر
مردم سے غرق سیکڑوں پل بھر میں گھر کرے

گنبد میں گرد باد کے مجنوں نے گھر کیا
سرگشتہ ایسا کون کہ چکر میں گھر کرے

گلشن میں نہیں کہ گئی صبح شام آئے ... دل ہو کہ اس کی زلفِ معنبر میں گھر کرے
آنکھ اپنی اس کے لب پہ مجب گھر کر گئی ... جوں عنکبوت برگِ گلِ تر میں گھر کرے
قاتل مرے لہو کو شتابی سے دھو کہیں ... جوں مورچہ نہ یہ ترے خنجر میں گھر کرے

دزدِ نگہ تو آنکھوں میں گھر کر رہے ہیں ذوق
دل جس کا گم ہوا کہو کس گھر میں گھر کرے

(۱) ناسور- ہمیشہ بہنے والا زخم جو کبھی اچھا نہ ہو۔ (۲) لالہ - ایک سرخ رنگ کا پھول (۳) عبہر- نرگس- چنبیلی- (۴) بھونرا- ایک قسم کا سیاہ پھدار کیڑا جو کنول کے پھول پر عاشق سمجھا جاتا ہے۔ (۵) عنکبوت- مکڑی- (۶) مورچہ - زنگ جو لوہے کو لگ جاتا ہے۔

۲۷۴

یا نہ وہ مہ طلعت کیا دیر لگائی ہے ... کھینچ اے کششِ الفت کیا دیر لگائی ہے
قاتل تو کب آتا ہے پر پیکِ اجل سے بھی ... یاں آنے میں یا قسمت کیا دیر لگائی ہے
آنکھوں میں ہے دم تیرے بیمارِ محبت کا ... دکھلا دے نہیں صورت کیا دیر لگائی ہے
نا بھی کہیں تیرا آنا ہے قیامت کا ... اے دلبرِ خوش قامت کیا دیر لگائی ہے
پروانے سے لگتی ہے یہ شمع کہیں جل چک ... ہے تجھ میں اگر جرأت کیا دیر لگائی ہے
اس فکر میں ہے ساقی دے بادہ جو باقی ... تھوڑی ہے یہاں فرصت کیا دیر لگائی ہے
ہے تیغ بکف قاتل تم مرنے پہ جاں بازو ... باندھو کمرِ ہمت کیا دیر لگائی ہے
گر قتل ہی کرنا ہے قاتل کہیں جلدی ہو ... لاحول ولا قوت کیا دیر لگائی ہے
پل وعدہ کبھی آ پہنچا تو اب تلک آتا ہے ... اللہ ری تری غفلت کیا دیر لگائی ہے
ہے بادہ گلستاں میں پیتے ہیں لہو میکش ... ساقی نے دمِ عشرت کیا دیر لگائی ہے
اے پھونک کہیں دل کو مدت سے سلگتا ہے ... اے سوزِ غمِ فرقت کیا دیر لگائی ہے
لیں پہ کہا میری ہنگامۂ محشر نے ... لو اٹھو کہیں حضرت کیا دیر لگائی ہے
اس کے لبِ خنجر کا لیتا ہے اگر بوسہ ... تو اے دلِ پر حسرت کیا دیر لگائی ہے

بشر جو اس تیرہ خاکداں میں پڑا یہ اس کی فروتنی ہے
وگرنہ قندیلِ عرش میں بھی اسی کے جلوے کی روشنی ہے

ہوئے ہیں گریہ سے صاف اس قدر آستین و دامن
کہ میری تر دامنی کے آگے عرق عرق پاک دامنی ہے

ہوئے مرے ہم جو آشنا جان کر آشتی
اگر نہ ہو تو پھر کسی سے نہ دوستی ہے نہ دشمنی ہے

لگا نہ اس بتکدے میں ٹوٹا ہے جس سے شیشۂ دل
کہ کیسا ہی کوئی خوش شمائل صنم ہو آخر شکستنی ہے

نہیں ہے قانع کو خواہشِ زر وہ مفلسی میں بھی ہے تونگر
جہاں میں مانند کیمیا گر ہوس کا محتاج دل غنی ہے

کوئی ہے کافر کوئی مسلماں جدا ہر اک کی ہے راہ ہر
جو اس کے نزدیک رہبری ہے وہ اس کے نزدیک رہزنی ہے

تکلفِ منزلِ محبت نکر چلا چل تو بے تکلف
کہ جا بجا خار زارِ وحشت سے بھرا دامنِ خار ہے

خدنگِ مژگاں سے ذوقؔ اس کے دل اپنا سینہ بچے جب
مثالِ آئینہ سخت جانی سے سینہ دیوارِ آہنی ہے

(۱) کشتنی - جس کا قتل کرنا واجب ہو (۲) کس گناہ کے بدلے تو نے مجھے قتل کیا ہے (۳) جگر گدازی - جگر کا پگھلنا (۴) سینہ کاوی - سینہ کھودنا (۵) دل خراشی - دل کا چھلنا - (۶) جانکنی - موت کا وقت - (۷) روشن ضمیر - روشن دل - صاحبِ کشف - (۸) فروغ - روشنی - تابش ترقی - (۹) فروتنی - عاجزی - (۱۰) خاکداں - مراد دنیا - (۱۱) تردامنی - گنہگاری - (۱۲) عرق عرق ہونا - شرمندہ ہونا (۱۳) پاک دامنی - نیک ہونا - (۱۴) آشتی - صلح - دوستی - (۱۵) خوش شمائل - خوبصورت - (۱۶) صنم - بت - مراد معشوق (۱۷) شکستنی - ٹوٹنے والا - فانی - (۱۸) کیمیاگر - مہوس - کیمیا بنانے والا - (۱۹) خدنگِ مژگاں - پلکوں کے تیر -

آنکھ اس پُر جفا سے لڑتی ہے
جان کشتی قضا سے لڑتی ہے

شعلہ بھڑکیگا کیا بھلا سرِ بزم
شمع تجھ بن ہوا سے لڑتی ہے

قسمت اس بت سے جا لڑی اپنی
دیکھو احمق خدا سے لڑتی ہے

صفِ مژگاں تری خدا کی پناہ
اک بلا اک بلا سے لڑتی ہے

شورِ قلقل یہ کیوں ہے دخترِ رز — کیا کسی آشنا سے لڑتی ہے

نگہِ ناز اُس کی عاشق سے — چھوٹ کس کس ادا سے لڑتی ہے

تیرے بیمار کے سرِ بالیں — موت کیا کیا شفا سے لڑتی ہے

آج کہتے ہیں کیا طبیعت کو — عشق میں ابتدا سے لڑتی ہے

زالِ دنیا نے صلح کی کس دن — یہ لڑاکا سدا سے لڑتی ہے

تیری شمشیرِ خوں کے چھینٹوں سے — چھینٹے آبِ بقا سے لڑتی ہے

دیکھ اُس چشمِ مست کی شوخی — جب کسی پارسا سے لڑتی ہے

ذوق دنیا ہے مکر کا میداں — نگہ اُس کی دغا سے لڑتی ہے

(۱) پُرجفا۔ ظالم۔ (۲) دخترِ رز۔ شراب۔ (۳) زالِ دنیا۔ زال سفید بالوں والی عورت۔ بڑھیا۔ سفید بالوں والا مرد۔ رستم کے باپ یعنی سام کے بیٹے اور نریمان کے پوتے کا نام جو سفید بالوں سے پیدا ہوا تھا۔ مگر زالِ دنیا سے مراد یہ جہان ہے بلحاظ قدامت اور کہنگی کے زال کہا۔ (۴) آبِ بقا۔ آبِ حیات۔

دل کی معاش غم اسے غم کی تلاش ہے — ڈرتا ہوں دل سے میں کہ بُرا بدمعاش ہے

اس بتکدہ میں کون ہے کافر ترے سوا — تو بت پرست بت بھی ہے اور بت تراش ہے

لبریزِ صد نشاط ہے مثلِ ہلالِ عید — سینہ میں وہ جو ناخنِ غم کی خراش ہے

ہوتی وبالِ دوش نہیں عاشقوں کی خاک — اڑ جاتی ٹھوکروں میں ترے ان کی لاش ہے

کرتے یہ اشک و آہ ہیں تکلیف کیوں عبث — ہو جاتا رازِ دل جو نگاہوں میں فاش ہے

دنبالے پہ جو سرمہ کے دانہ ہے خال کا — دیکھو وہ دستِ چشمِ فسوں گر میں ماش ہے

کیا شاد کو خفیف کرے ہے زبانِ خلق — شاباش جس کو کہتے ہیں وہ شاد باش ہے

دنیا سے بھی اُٹھے تو نہ بستر سے اُٹھ سکے — تیرا مریضِ عشق جو صاحبِ فراش ہے

[illegible] سے بھی تیز | اس شوخ کی ادا سے نکالی تراش ہے
مسکن [illegible] دل میں نہیں ہے غم | روزِ ازل سے اس کی یہی بود و باش ہے

اے ذوق جانتا ہے وہ ہمدم میرا درد
دل جس کا پارہ پارہ جگر پاش پاش ہے

(۱) معاش۔ وہ چیز جس سے زندگانی کی جائے (۲) صد نشاط۔ سو خوشیاں۔ (۳) وبالِ دوش۔ عذابِ جان۔ ناگوارِ طبع۔ (۴) فاش ہونا۔ ظاہر ہونا۔ (۵) تراش۔ کاٹ۔ (۶) روزِ ازل۔ ابتدائے آفرینش۔ (۷) بود و باش۔ مقام رہائش۔

۷۹

ہے تیرے کان زلفِ معنبر لگی ہوئی | رکھیگی یہ نہ بال برابر لگی ہوئی
مژگاں سے تیری لاگ ہے دل پر لگی ہوئی | اک پھانس ہے کلیجے کے اندر لگی ہوئی
بیٹھے بھرے ہوئے ہیں خُمِ مے کی طرح ہم | پر کیا کریں کہ مُہر ہے منہ پر لگی ہوئی
چاٹے بغیر خوں کو نہیں رہتی ہے تیری تیغ | ہے یہ تو اس کو چاٹ ستمگر لگی ہوئی
میت کو غسل دیجو نہ اس خاکسار کی | ہے تن پہ خاکِ کوچۂ دلبر لگی ہوئی
بیٹھے بھی پاس ہے نہیں ممکن مگر شفا | خورشید کو وہ تپ ہے فلک پر لگی ہوئی
کرتی ہے زیرِ برقعِ فانوس تاک جھانک | پروانے سے ہے شمع مقرر لگی ہوئی
گل مہندی کیوں نہ باغ میں ہو پائمالِ رشک | پاؤں میں تیرے دیکھے حنا گر لگی ہوئی
رہ جاتا ہے شوق کہ قاصد بجائے مُہر | آنکھ اپنی ہو لفافۂ خط پر لگی ہوئی
منہ سے لگا ہوا ہے اگر جامِ مے تو کیا | ہے دل سے یادِ ساقیِ کوثر لگی ہوئی

اے ذوق دیکھ دخترِ رز کو نہ منہ لگا
چھٹتی نہیں ہے منہ سے یہ کافر لگی ہوئی

(۱) زلفِ معنبر۔ مشک کی خوشبو دار سیاہ زلفیں۔ (۲) چاٹ لگنا۔ مزہ پڑنا۔ (۳) [illegible] [illegible] (۴) گل مہندی۔ ایک مشہور پھول اسا سی کے [illegible]

کا نام (۵) ساقیِ کوثر حضرت رسالت پناہ صلعم سے مراد ہے اور اہلِ تشیع حضرت علی سے مراد لیتے ہیں۔ (۶) دخترِ رز - شراب۔

۲۱

مجھ سے کچھ پوچھو نہ تو تنہا پہ حسرت کے مزے
زہر کے گھونٹ ہیں پر لگتے ہیں شربت کے مزے

تجھ کو کچھ یاد بھی ہیں پہلے وہ الفت کے مزے
بے مزہ ہونے کے لطف اور شکایت کے مزے

بے محبت نہیں اے ذوق شکایت کے مزے
بے شکایت نہیں اے ذوق محبت کے مزے

کھائے کوچے میں ترے آ کے جو سنگِ طفلاں
آئے مجنوں کو ترے میوۂ جنت کے مزے

گلتی ہے جیسی کبابوں کو ہیں کبابی سن کر
دلِ بریاں سے مرے سوزِ محبت کے مزے

صرف ہر زخمِ جگر تا نہ ہو صد کانِ نمک
تو نے کیا عشق میں اُس کانِ ملاحت کے مزے

مکتبِ عشق میں ہو کاش تناسخ ہی سہی
کر اٹھائیں ترے سرباز شہادت کے مزے

دیکھ کر اُس کو گیا عالمِ حیرت میں تو میں
پھر بیاں کیا کروں اُس عالمِ حیرت کے مزے

سجدے میں پائے صنم پہ ہے کس لطف سے مست
یوں عبادت ہو تو عابد ہیں عبادت کے مزے

پھول گلشن میں ہنسے کر کے ذرا اپنا برباد
کہ اڑا اپنے ہی میں دولت کے بے دولت مزے

جانِ شیریں بھی گئی اور نہ ملی شیر طیس بھی
پوچھو فرہاد سے اس تلخیِ حسرت کے مزے

ابرِ باراں کے نہ کیوں لطف اٹھائیں میخوار
کہ اُڑاتے ہیں گنہگار ہی رحمت کے مزے

بے نمک پاتی جو ہنس ہنس کے وہ لعلِ نمکیں
لے رہا ہے دلِ مجروح جراحت کے مزے

کچھ جتاؤ جو محبت تو کہے ہے کہ تجھے
دیکھ تو کیسے چکھاتا ہوں محبت کے مزے

ذائقہ چاشنیِ عشق کا کامل ہو تو دیں
شادیِ وصل کی لذت غمِ فرقت کے مزے

نہیں جز بے مزگی کوئی مزہ دنیا میں
بے مزے دار بنا دیتے ہیں غفلت کے مزے

خنجرِ ناز نے کیا چاٹ لگائی دل کو
چاٹتا ہونٹ ہے لے لے کے جراحت کے مزے

بے مزاجی کو کریں لاکھ ترے ظلم و ستم
بھولنے کے نہیں پہلی وہ عنایت کے مزے

پھر پھٹا زخم کا انگور مبارک اے ذوق
دلِ زخمی کو ترے بادۂ عشرت کے مزے

(۱) خون ناب۔ خون آب۔ آب کا ہم معنی۔ خون خالص بمعنی اشک خونیں۔ خون کے آنسو۔ وہ خون جو حالت رنج و غم یا محنت و مشقت میں آنکھوں سے ٹپکنے لگتا ہے۔ (۲) سنگ طفلاں۔ وہ پتھر، گلیاں اور بانڈ روں کے چھوٹے چھوٹے لڑکے کسی دیوانے کو مارتے ہیں۔ (۳) مجنوں۔ لقب قیس جو لیلیٰ کا عاشق تھا۔ یہاں مراد عاشق سے ہے (۴) ملاحت۔ نمکینی۔ حسن کی نمکینی۔ سانولے رنگ کی خوبصورتی۔ سانولا رنگ جس میں تناسب اعضا شرط ہے۔ (۵) تناسخ۔ آواگون۔ ایک صورت سے دوسری صورت میں جانا۔ روح کا ایک قالب سے نکل کر دوسرے قالب میں آنا۔ (۶) عابد۔ عبادت کرنے والا۔ (۷) شیریں۔ ایران کی مشہور حسینہ جو خسرو پرویز کی بیوی تھی اور فرہاد کوہکن کی معشوقہ تھی (۸) فرہاد۔ عاشق شیریں۔ (۹) لعل نمکیں۔ مراد معشوق کے سرخ ہونٹ۔ (۱۰) دل مجروح۔ زخمی دل۔ (۱۱) جراحت۔ زخم۔ (۱۲) چاشنی شیرینی۔ (۱۳) بادۂ عشرت۔ شراب عیش و مسرت۔

اول ہی سے بشر کو ہے رغبت خلاف سے ۔۔۔ لیتا تھا کام منہ کا شکم میں یہ ناف سے

کب وہ گذرتے ہیں سر لاف و گزاف سے ۔۔۔ جن کی کہ آشنا ہے زباں لام و کاف سے

چل میکدے میں شیخ بسر کر مہ صیام ۔۔۔ مسجد میں تنگ بیٹھا ہے کیوں اعتکاف سے

نالوں نے دی چڑھا جو تپ لرزہ مہر کو ۔۔۔ کھلی نہ آنکھ ابر سیہ کے لحاف سے

پھینکے ہے ایک جنبش مژگاں میں صف پری ۔۔۔ اس اپنے ناتواں کو پرے کوہ قاف سے

ہو جوہر کمال یہ ننگا ہو خاکسار ۔۔۔ اک تیغ ہے کہ تنگ ہے اس کو غلاف سے

گذری ہے مشق سینہ شگافی میں اے قلم ۔۔۔ عاشق کی عمر نالۂ گردوں شگاف سے

گردش ہے اس کی چشم کی کیوں گیر دل کے گرد ۔۔۔ کافر کو کام کعبے کے ہے کیا طواف سے

لٹتے ہیں گر نصیب کا ہے فلک سے ہم ۔۔۔ فرقت کی رات کم نہیں روز مصاف سے

طوق سیاہ خیمۂ لیلیٰ ہوا نصیب ۔۔۔ مجنوں سمجھیو کعبے سے بہتر طواف سے

جل تجھ سے عشق ملاف تو گر تیری سپری ۔۔۔ ہے دم بدم اکل کے چمکتی تلاف سے

کھلتا ہے شیخ مسئلۂ وحدتِ وجود	لیکن دوئی یہاں سے ہے عقل کے شگاف

گلہائے رنگ رنگ سے ہے رونقِ چمن
اے ذوقؔ اس جہاں کو ہے زیب اختلاف سے

(۱) رغبت ہونا۔ خواہش ہونا۔ (۲) خلاف۔ وہ امور جن کے کرنے سے روکا گیا ہو۔ امورِ غیر شرعی بھی مراد ہو سکتے ہیں۔ یہاں اشارہ آدم علیہ السلام کی طرف ہے کہ انہوں نے شجرِ ممنوعہ کا پھل کھایا۔ اور بہشت سے نکالے گئے۔ (۳) لاف و گزاف۔ شیخی۔ گپ۔ ڈینگ۔ (۴) ماہِ صیام۔ رمضان کا مہینہ جس میں اہلِ اسلام روزے رکھتے ہیں۔ (۵) اعتکاف۔ چند دنوں کے لئے مسجد میں الگ بیٹھ کر عبادت کرنا۔ (۶) تپِ لرزہ اس تپ کو کہتے ہیں جو کپکپی پیدا کرے۔ (۸) گردوں شگاف۔ آسمان میں شگاف پیدا کرنے والا۔ (۹) روزِ مصاف۔ روزِ جنگ (۱۰) وحدتِ وجود۔ تمام موجودات کو اللہ تعالیٰ کا وجود خیال کرنا اور وجودِ ماسوا کو محض اعتباری سمجھنا۔ (۱۱) دوئی۔ دو ہونا۔ (۱۲) زیب۔ آرائش۔ خوبصورتی۔ زینت

۲۲

کیا غرض لاکھ خدائی میں ہوں دولت والے
ان کا بندہ ہوں جو بندے ہیں محبت والے

چاہیں گر چارۂ جاں جنت کا محبت والے
بیچیں الماس و نمک سنگِ جراحت والے

گئے جنت میں اگر سوزِ محبت والے
تو یہ جانو رہے دوزخ میں یہ جنت والے

ساقیا ہوں جو صبوحی کی نہ عادت والے
صبحِ محشر کو بھی اٹھیں نہ ترے متوالے

ہے جوں شیشۂ ساعت وہ مکدر دونوں
کبھی مل بھی گئے دو دل جو کدورت والے

کس مرض کی ہیں دوا یہ لبِ جاں بخش ترے
جاں بلب ہیں ترے آزارِ محبت والے

حرص کے پھیلتے ہیں پاؤں بقدرِ وسعت
تنگ ہی رہتے ہیں دنیا میں فراغت والے

مٹ گئے پر نہ مٹی حسرتِ دیدار مری مٹنے کو بھی
لکھتے ہیں حلقۂ دو چشمی سے کتابت والے

نہیں جز شمع مہ و دری بالینِ مزار
نہیں جز کثرتِ پروانہ زیارت والے

نہ ستم کا کبھی شکوہ نہ کرم کی خواہش
دیکھ تو ہم بھی ہیں کیا صبر و قناعت والے

کیا تعجب ہے کہ شکلِ مہِ نو دے کے فروغ
خود نمائی کو ہیں چمکاتے شہرت والے

دل سے کچھ کہتا ہوں میں مجھ سے دل کچھ کہتا
دونوں اک حال میں ہیں رنج و مصیبت والے

بے نصیبوں کے نصیبوں میں کہاں یار کا وصل
ان کی قسمت ہے جو لوگ ہیں قسمت والے

تو جو آ جائے تو ہے دردِ محبت کی دوا
میرے ہمدرد ہوں بیہودہ نصیحت والے

چھوڑ دیتے ہیں قلم جوں قلمِ آتشباز
لکھ کے میری تپشِ دل کو کتابت والے

کبھی افسوس ہے آتا کبھی رونا آتا
دلِ بیمار کے ہیں دو ہی عیادت والے

تو مرے حال سے غافل ہے پر اے غفلت کیش
تیرے اندازِ تغافل نہیں غفلت والے

ناز ہے گل کو نزاکت پہ چمن میں اے ذوق
اس نے دیکھے ہی نہیں ناز و نزاکت والے

(۱) بندہ - غلام - (۲) چارہ - علاج - (۳) جراحت والے - زخمی (مراد عاشق) (۴) الماس - ہیرا - (۵) نمک - لون - (۶) سنگِ جراحت - ایک قسم کا پتھر جسے پیس کر زخم پر چھڑکنے سے خون بند ہو جاتا ہے (۷) صبوحی کی عادت والے - وہ لوگ جو صبح کے وقت شراب پیتے ہیں (۸) شیشۂ ساعت - شیشہ کے دو چھوٹے کوزوں کے باہم منہ ملا کر اور ایک سوراخ رکھ کر ایک میں ریت بھر دیتے ہیں وہ ریت ایک گھنٹہ میں نچلے کوزہ میں آ جاتی ہے۔ پھر اسے اٹھا کر رکھ دیتے ہیں اور اس طرح وقت معلوم کرتے ہیں - (۹) کدورت والے - جن کے دل صاف نہیں (۱۰) جان بخش - زندگی بخشنے والے - (۱۱) فروغ - چمک - (۱۲) عیادت - بیمار پرسی - خبر گیری -

۸۳

کیا غمزہ ترا بر سرِ بیداد غضب ہے
جلاد فلک سے بھی یہ جلاد غضب ہے

ہر ناز میں کرتا ستم ایجاد غضب ہے
سر تا بقدم وہ بتِ بیداد غضب ہے

ناز آفت و چشم ستم ایجاد غضب ہے
شاگرد بھی ہے قہر جو استاد غضب ہے

اے بلبلِ نالاں تری فریاد غضب ہے
کر بات کبھی آہستہ کہ صیاد غضب ہے

نکلے ہے سدا کوہ سے ہمراہ آتش ہم آب
کیا سوز نگیا از دل فرہاد غضب ہے

خاکستر پروانہ پہ روتی ہے بجا شمع
ہو خاک جگر سوختہ برباد غضب ہے

ہم چاہتے ہی تم کو گرے سب کی نظر سے
پہلے ہی سے اس چاہ کی افتاد غضب ہے

کیوں غنچہ پریشاں ہو نہ ہوتے ہی شگفتہ
اس باغ میں ہوتا ہی دل شاد غضب ہے

اس بت کا سمجھ حسن خداداد نہ اس کو
یہ تجھ پہ خدا کا دل ناشاد غضب ہے

ہوتا ہے سپند یک ہی آواز میں آخر
کیا سوختہ جانوں کی بھی فریاد غضب ہے

توڑا کمر شاخ کو کثرت نے ثمر کی
دنیا میں گرانباری اولاد غضب ہے

اے شوخ تری چشم غضبناک کے ہوتے
ہم چاہیں قضا سے اگر امداد غضب ہے

اللہ کرے خیر مرے شیشۂ دل کی
پھر آج وہ مست مئے بیداد غضب ہے

بھولا نہ مجھے قتل گہ عام میں قاتل
اللہ رے ترا حافظ کیا یاد غضب ہے

شیطاں بھی اماں مانگتا ہے ان کے عمل سے
کیا حضرت آدم کی بھی اولاد غضب ہے

مرتے نہیں حوروں پہ تری طرح سے واعظ
ہم جس پہ ہیں عاشق وہ پریزاد غضب ہے

تارے یہ فلک پر ہیں کہ اڑتے ہیں شرارے
عاشق کی ترے گرمی فریاد غضب ہے

ہے سرو تو پابند غم بے ثمری میں
کہتے ہیں گرفتار کو آزاد غضب ہے

غصہ ہے ترا قہر ترا قہر قیامت
رنجش تری بے داد ہے بیداد غضب ہے

ہے غم سے ہنوز آئینہ یا دیدۂ پر آب
اسکندر رومی کی بھی روداد غضب ہے

وہ کونسا ہے غم کہ جو دنیا میں نہیں ہے
اوباق بھی دلکش یہ غم آباد غضب ہے

قامت تو ترا سرو کے سر پہ تھا قیامت
ہے طرہ سر طرۂ شمشاد غضب ہے

دیں ہوش بھلا مردم ہشیار کے پل میں
آنکھوں کو تمہاری وہ فسوں یاد غضب ہے

سو فتنے ہیں پنہاں نظر لطف میں اس کی
یہ لطف نہیں اے دل ناشاد غضب ہے

یہ خانۂ ہستی ہے عجب خانۂ رنگیں
اے ذوق مگر ہستی بنیاد غضب ہے

(۱) [illegible] فلک۔ مریخ ستارہ۔ (۲) ستم ایجاد۔ ظالم۔ مراد معشوق۔ (۳) بت بے داد۔ مراد معشوق۔ (۴) صیاد۔ شکاری۔ (۵) جگر سوختہ۔ مراد عاشق۔ دل جلا۔ (۶) چشم غضبناک۔ قہر اور غصے سے بھری ہوئی آنکھ۔ (۷) حضرت آدم ابوالبشر۔ جن سے تمام انسان پیدا ہوئے۔ اس مصرعہ میں اولاد سے مراد تمام انسان ہیں۔ (۸) نخل بے ثمری۔ پھل نہ پھلنے کے غم میں۔ (۹) اسکندر رومی۔ مشہور و معروف بادشاہ (۱۰) روداد۔ حال۔ کیفیت۔ (۱۱) ناشاد۔ مغموم۔ (۱۲) خانۂ رنگین۔ یہ دنیا دلچسپ اور دلپسند مقام ہے (۱۳) سستی بنیاد۔ بنیاد کی کمزوری

جو وہ کب قابل قیامت جو تیرا قامت دیکھ لینگے
رہینگے رُدیت سے بلکہ منکر جو تیری صورت دیکھ لینگے

بہیں غرض کیا کہ جائینگے ہم حرم کو یا شیخ بتکدے
یہیں بتوں میں خدا کا اپنے ظہور قدرت نہ دیکھ لینگے

نہ دیکھی کیسی کیسی آفت جہاں میں ہم نے تمہارے باعث
اور آگے کیا کیا غم و الم ہم تمہاری دولت دیکھ لینگے

دکھانا حوال ان کو اپنا یہ انکی الفت کا امتحاں ہے
کہ ہوگی الفت تو دیکھ لینگے نہ ہوگی نفرت دیکھ لینگے

کھوچ کیوں میں کہ حضرت دل شکر لبوں سے نہ زہر کھاؤ
کہ آپ ہی تلخی محبت کی وہ حلاوت نہ دیکھ لینگے

اگرچہ ذکر محبت اپنا کہا نہ ہم نے زباں سے اپنی
وہ میری صورت تو دیکھ لینگے میری حالت دیکھ لینگے

بلا سے گر دانیال کا سا نہیں ہے پاس اپنے فال نامہ
ہم اپنے معشوق کی زلف دل ہی فال دولت دیکھ لینگے

ہلال کو دیکھیں کیوں فلک پر اگر ہے منظور عید تم کو
تو اس کی تیغ ستم کے دل میں اب جراحت دیکھ لینگے

بہار باراں کو کون دیکھے بغیر یاراں تیر باراں
ہم اس کے بدلے شباب مژگاں کی نت شدت دیکھ لینگے

گذر بھی جاؤں گر اپنے جی سے کہینگے جیتا جی چرایا
وہ جب تلک اپنے آستانے پہ میری تربت نہ دیکھ لینگے

مجھے یقیں ہے نہیں کہ اٹھیگے اپنے رخسار لالہ گوں کو
نہ ان میری چشم تر سے جب وہ خون حسرت نہ دیکھ لینگے

تہہ محبت کبھی دل کی تقسیم نہ آئیگا ہرگز ان کو
تپاں وہ رگ رگ میں میری جب تک برق سرعت دیکھ لینگے

خطا اس کو کبھی دیا جو قاصد کے ذوق دے کر کسی کا دھوکا
وہ خط نہ پہچان لینگے میرا مری عبارت نہ دیکھ لینگے

(۱) قائل کہنے والا، اقرار ماننے والا (۲) ردیف - دیکھنا - گر یہاں مراد دیکھنا الٹی ہے۔ (۳) منکر - انکاری - (۴) حرم - کعبہ - (۵) تمہاری دولت - تمہاری وجہ سے - (۶) شکر لب - مراد معشوق - (۷) زہر کھانا مرنا - عاشق ہونا - (۸) حلاوت - مزا - (۹) دانیال مشہور پیغمبر کا نام جن کی طرف فالنامہ منسوب ہے - (۱۰) جراحت - زخم - (۱۱) آستانہ - دہلیز - بادشاہوں کی بارگاہ - (۱۲) رخسارِ لالہ گوں - سرخ رنگ رخسارے - (۱۳) "تپاں" تڑپتا ہوا - بے قرار -

۲۸

کیا مدِ نظر[1] تم کو ہے یاروں سے تو کہیے
گر منہ سے نہیں کہتے اشاروں سے تو کہیے

حالِ دلِ بیتاب کہا جائے تو ہم سے
گر کہیے نہ لاکھوں سے ہزاروں سے تو کہیے

کیا کہتے ہو آئینگے سرِ خاکِ شہیداں[2]
کچھ فتنے اٹھاتے ہو مزاروں سے تو کہیے

پھر قُم[3] نہ کہیں حضرتِ عیسےٰ اگر ان سے
کہیے کہ یہ قُم عشق کے ماروں سے تو کہیے

کہہ سوزِ دل اپنا کسی دلسوز[4] کے آگے
فرصت ہو تپِ غم کے حراروں[5] سے تو کہیے

موقوف ہے گر دل کا شکار ان کی ادا پر
تو پہلے کچھ ان تیر شکاروں[6] سے تو کہیے

اُس گوہرِ دنداں پہ اگر سوجھے کوئی بات
موتی تو ہیں کیا مال ستاروں سے تو کہیے

جس راہ سے شانہ ہے گیا زلفِ رسا میں
اُس رستہ کو ان سینہ فگاروں سے تو کہیے

کہیے نہ تنک ظرف سے اے ذوقؔ کبھی راز
کہہ کر اُسے سننا ہو ہزاروں سے تو کہیے

(۱) مدِ نظر - وہ چیز جو آنکھ کے سامنے ہو - (۲) خاکِ شہیداں - عاشقوں کی قبریں - (۳) قُم - اٹھ کھڑا ہو - امر کا صیغہ ہے - کہا جاتا ہے کہ جب مسیح مُردوں کو زندہ کرتے تھے تو کہتے تھے قُم باذنی (میرے حکم سے اٹھ کھڑا ہو) (۴) دل سوز - غمخوار، ہمدرد، دوست - (۵) حرارہ - حرارت - بمعنی گرمی - فارسیوں کے یہاں حرارہ وہ حرارت ہے جو غلبہ شوق میں ہوتی ہے اور جس میں آدمی ہاتھ پاؤں زمین پر دے ملتا ہے - جوش - گرمی (۶)

میر شکار ۔ شکاریوں کا سردار ۔ (۷) شانہ ۔ کنگھی ۔ (۸) سینہ فگار ۔ زخمی دل سے مراد عاشق۔

یہ اقامت[1] ہمیں پیغامِ سفر دیتی ہے
زندگی موت کے آنے کی خبر دیتی ہے

زالِ دنیا ہے عجب طرح کی علامۂ دہر[2]
مردِ دیندار کو بھی دہریہ[3] کر دیتی ہے

تیرہ بختی[4] مری کرتی ہے پریشاں مجھ کو
تہمت اُس زلفِ سیہ فام پہ دھر دیتی ہے

رات بھاری تھی سرِ شمع پہ سو ہو گذری
کیا طباشیرِ[5] سفیدیٔ سحر دیتی ہے

فائدہ دے ترے بیمار کو کیا خاک دوا
اب تو اکسیر بھی دیجے تو ضرر دیتی ہے

تازہ انداز تو ہیں کر چکے سب مشقِ ستم
کچھ محبت مری اصلاح مگر دیتی ہے

دیتی شربت ہے کسے زہر بھری آنکھ تری
عین احساں ہے وہ زہر بھی گر دیتی ہے

کیا کرے حسرتِ دیدار کہ دم لینے کی
دل کو فرصت نہیں وہ تیغِ نظر دیتی ہے

غنچہ ہنستا ترے آگے ہے جو گستاخی سے
چٹخنا منہ پہ وہیں بادِ سحر دیتی ہے

شمع بھی کم نہیں کچھ عشق میں پروانے سے
جان دیتا ہے اگر وہ تو یہ سر دیتی ہے

نخلِ مژگاں سے ہے کیا جانئے کیا چشمِ ثمر[6]
چشم پانی کی جگہ خونِ جگر دیتی ہے

کہتے سنتے نہیں کچھ ہم تو شبِ ہجر میں پر
نالۂ دل کا جواب آہِ جگر دیتی ہے

شمع گھبرا نہ تپِ غم سے کہ اک دم میں ابھی
آ کے کافورِ[7] سفیدیٔ سحر دیتی ہے

کوئی غماز نہیں میری طرف سے اے ذوق
کان اُس کے مری فریاد ہی بھر دیتی ہے

(۱) اقامت ۔ قیام کرنا ۔ ٹھہرنا ۔ (۲) علامۂ دہر ۔ مشہور فاضلِ زمانہ ۔ (۳) دہریہ ۔ اُس فرقہ کا آدمی جو زمانہ کو قدیم خیال کرتا ہے اور خدا کو نہیں مانتا بلکہ مخلوقات کو خود بخود پیدا ہونے والا کہتا ہے اور قیامت کا قائل نہیں ۔ (۴) تیرہ بختی ۔ بد نصیبی ۔ (۵) طباشیر ۔ مشہور دوائی جسے بنسلوچن کہتے ہیں ۔ طباشیرِ صبح سے مراد صبح صادق کی سفیدی ۔ (۶) چشمِ ثمر ۔ پھل حاصل کرنے کی توقع ۔ (۷) کافور ۔ مشہور سفید چیز ہے ۔

۲۸۰

مزے جو موت کے عاشق بیاں کبھو کرتے	مسیحؔ و خضرؔ بھی مرنے کی آرزو کرتے
مزا تھا ہم کو جو بلبل سے دو بدو کرتے	کہ گل تمہارے بہاروں میں آبرو کرتے
غرض تھی کیا ترے تیروں کی آبِ پیکاں سے	مگر زیارتِ دل کیونکہ بے وضو کرتے
اگر یہ جانتے چن چن کے ہم کو توڑیں گے	تو گل کبھی نہ تمنائے رنگ و بو کرتے
تمہیں ہے صبح قیامت کو بھی صبوحی کش	اٹھیں گے خواب سے ساقی سبو سبو کرتے
نہ رہتی یوسفِ کنعاں کی خوبیٔ بازار	مقابلہ میں جو ہم تجھ کو روبرو کرتے
چمن میں دیکھتے گلزارِ آبرو کی بہار	تمہاری بادِ بہاری میں آرزو کرتے
سمجھ یہ دار و رسن تار و سوزن اے منصورؔ	کہ چاک پردۂ حقیقت کا ہیں رفو کرتے
عجب نہ تھا کہ زمانے کے انقلاب سے ہم	تیمم آب سے اور خاک سے وضو کرتے

سراغ عمرِ گذشتہ کا کیجئے گر ذوقؔ
تمام عمر گذر جائے جستجو کرتے

(۱) مسیح ۔ عیسیٰ علیہ السلام ۔ (۲) خضر ۔ مشہور پیغمبر جن کے متعلق کہا جاتا ہے کہ زندہ ہیں اور جو رستہ بھول جائے اُنہیں راہ بتاتے ہیں ۔ (۳) پیکاں ۔ تیر کا پھل ۔ (۴) بے وضو ۔ بے طہارت ۔ (۵) صبوحی کش ۔ صبح کے وقت شراب پینے والے ۔ (۶) سبو ۔ گھڑا ۔ ٹھلیا جس میں شراب ہو ۔ (۷) یوسف کنعان ۔ مشہور حسین پیغمبر جو مصر بازار میں بکے (۸) بادِ بہاری ۔ موسم بہار کی ہوا ۔ (۹) منصور ۔ جسے منصور بن حلاج کہتے ہیں اور جو ایک مشہور صوفی تھا ۔ جسے ۳۰۹ھ میں انا الحق کہنے پر سولی دیا گیا اور اس کی لاش کو جلا کر دریائے دجلہ میں بہا دیا گیا ۔ (۱۰) تیمم ۔ اصطلاح شرع میں پانی نہ ملنے یا کسی اور عذر کے باعث خشک مٹی پر ہاتھ مار کر ہاتھ منہ پاک کرنا ۔

۲۸۸

ناساز ہم سے جو ہے اُسی سے یہ ساز ہے	کیا خوب دل ہے واہ ہمہ حق نیاز ہے
اُس سنگِ آستاں پہ جبینِ نیاز ہے	وہ اپنی جا نماز ہے اور یہ نماز ہے

دروازہ میکدے کا نہ کر بند محتسب ۔ ظالم خدا سے ڈر کہ درِ توبہ باز ہے

خانہ خرابیاں دلِ بیمارِ غم کی ہائے ۔ ہے وہ دوا خراب کہ جو خانہ ساز ہے

خنجر کہیں نہ یار کا پہ جائے ہو کے آب ۔ تیرے گلے میں نالۂ آہن گداز ہے

پہنچا ہے شب کمند لگا کر وہاں رقیب ۔ سچ ہے حرام زادے کی رسّی دراز ہے

اُس بت پہ گر خدا بھی ہو عاشق تو رکھ لے ۔ ہرچند جانتا ہوں کہ وہ پاکباز ہے

مداحِ خالِ روئے بتاں ہوں مجھے خدا ۔ بخشے تو کیا عجب کہ وہ نکتہ نواز ہے

ہر برگِ گل کے لب سے ٹپکتا ہے خوں [illegible] ۔ گلشن میں کس کی خاک شہیدانِ ناز ہے

اے ذوق اپنا سب پہ کھلے کیوں رازِ عشق
ہر نالہ اک کلیدِ درِ گنجِ راز ہے

(۱) ناساز - مخالف - ناموافق (۲) ساز - موافق (۳) آستاں - دہلیز (۴) جبینِ نیاز - پیشانیٔ عجز (۵) محتسب - خلافِ شرع باتوں کی ممانعت کرنے والا حاکم - (۶) باز - کھلا - (۷) آہن گداز - لوہا پگھلا دینے والا - (۸) پاکباز - نیک - صالح - (۹) [illegible] - تِل - (۱۰) نکتہ نواز - لطیف بات پر مہربانی کرنے والا (۱۱) کلید - کنجی -

۲۸۹

ساقیا عید ہے لا بادے سے مینا بھر کے ۔ کہ مے آشام پیاسے ہیں مہینا بھر کے

آشناؤں سے اگر ایسے ہی بیزار ہو تم ۔ تو ڈبو دو انہیں دریا میں سفینا بھر کے

عقدِ پرویں یہ نہیں، جتنے پروئیں ہیں ملک ۔ لائے ہیں اُس رُخِ روشن کا پسینا بھر کے

دل ہے آئینہ صفا چاہیے رکھنا اس کا ۔ زنگ سے بھرتا ہے کیوں [illegible] کینہ بھر کے

روز اُس گلشنِ رخسار سے لیجاتے ہیں گل ۔ اپنے دامانِ نظر مردمِ بینا بھر کے

خُمِ پُر جوش کے مانند چھلکتا ہے مدام ۔ خونِ حسرت سے لبوں تک مرا سینہ بھر کے

جامِ خالی بھی لگا منہ سے نہ کم ظرف کے ساتھ
ذوق کے ساتھ قدح ذوق سے پینا بھر کے

(۱) بادہ۔ شراب (۲) مینا۔ شراب کا شیشہ۔ صراحی۔ آبگینۂ رنگین۔ (۳) مے آشام۔ شراب پینے والے (۴) عید۔ مراد رمضان کا مہینہ جس کے بعد عید آتی ہے (۵) سفینہ کشتی۔ (۶) عقدِ پروین۔ ثریا۔ سات سہیلیوں کا جھمکا۔ (۷) حقہ۔ ڈبیہ۔ (۸) مردمِ بینا آنکھوں والا۔ دیکھنے والا۔ صاحبِ بصیرت۔ دانا۔ (۹) کم ظرف۔ اوچھا۔ کم حوصلہ۔ کمینہ۔ سفلہ۔
(۱۰) قدح۔ پیالہ۔ مراد پیالۂ شراب۔

جو تھے مژگانِ محبوب و خارِ دلنشیں نکلے
جنوں پہ کیسے نشتر تھے کہیں ڈوبے کہیں نکلے

عدوئے بیش زن کے گھر سے میرا مہ جبیں نکلے
الٰہی بہجِ عقرب سے قمر جلدی کہیں نکلے

چھٹے کیا ہم سے شوقِ حسنِ گندم گوں کہ گندم سے
ہمارے جدِّ امجد چھوڑ کر خلدِ بریں نکلے

ترے انداز سے سو سو طرح کے ناز ہوں پیدا
ترے ہر ناز پر سو سو کا دم انداز ہیں نکلے

جو جا کر نئی دنیا سے بھی گر ڈھونڈھ دنیا میں
تو خالی خاکِ آدم سے نہ چھپا پھر زمیں نکلے

خدا دے وعدہ بینی اور اس چشمِ تصور کو
کہ لاکھوں کام اس دور کے بے دوربیں نکلے

قلم کی دیکھو گلکاری دمِ تحریرِ حالِ دل
کہ جائے حرف گلہائے انارِ آتشیں نکلے

زیادہ جان کے جلنے سے غم ہے تیرے جانے کا
الٰہی جانے سے پہلے مری جانِ حزیں نکلے

نہ غربت میں ہو گر قدرِ صفا پاکیزہ گوہر کی
تو کیوں دریا سے یکتا ہو کے بہرِ زمیں نکلے

تباہی میں ہے موذی کی حلاوت اہلِ عالم کی
کہ ویراں خانۂ زنبور ہو جب انگبیں نکلے

ہوئے تم جیسے برابرو ہو گئے تیرِ قتل کے ذبیحے
چمکنے لگے تمہارے جوہرِ شمشیرِ کیں نکلے

سراپا روسیاہی کر دیے ان نام داروں کو
ہوس دل سے نہ ان کے نام کی مثلِ نگیں نکلے

فلک بھی خانۂ زنبور ہے کثرت سے انجم کی
مگر کیا دخل جز زہراب اس میں انگبیں نکلے

دلِ زخمی کی حالت پر دہانِ زخم کیا بولیں
زبانِ تیغ سے نکلے تو شاید آفریں نکلے

رکانے گر تصور اس لبِ شیریں کا آنکھوں کو
تو آنسو ہو کے شربت خون ہو کر انگبیں نکلے

جو حسرت تیرے دل میں ہے نکالوں پر کہاں اس کو
نہ وہ زیرِ فلک نکلے نہ وہ زیرِ زمیں نکلے

سنا کرتے تھے شہرہ ذوق جن کی پارسائی کا
وہ سب یارِ خرابات اپنے نکلے ہم نشیں نکلے

(۱) عدو۔ دشمن۔ اشارہ ہو رقیب۔ (۲) نیش زن۔ ڈنک دینے والا (۳) برجِ عقرب۔ علم ہیئت والوں نے ستاروں کی رفتار اور ان کے مقامات سمجھنے کے لئے آسمان کے بارہ حصے کئے ہیں۔ ہر حصہ میں جو ستارے واقع ہیں ان کی کوئی شکل فرضی قائم کر کے اُس حصہ کا وہی نام رکھ لیا ہے اسی طرح برج عقرب بھی منجملہ اُن بارہ برجوں کے ہے۔ (۴) قمر چاند۔ (۵) گندم گوں۔ گندمی رنگ۔ (۶) جدِ امجد۔ مراد آدم علیہ السلام۔ (۷) خاکِ آدم۔ خاک انسانی۔ (۸) دُور بینی۔ انجام بینی۔ (۹) گل کاری۔ نقاشی۔ کسی چیز پر پھول وغیرہ بنانا (۱۰) حزیں۔ مغموم۔ (۱۱) غربت۔ مسافری۔ (۱۲) دُرِ ثمین۔ بیش قیمت موتی۔ (۱۳) خانۂ زنبور۔ بھڑوں کا چھتہ۔ (۱۴) انگبیں۔ شہد۔ (۱۵) چمکنا۔ غصہ میں آنا۔ (۱۶) انجم۔ ستارے۔ (۱۷) یارِ خرابات۔ شراب نوش۔ میکش۔

ہم تم سا عدو اور کسی کو نہیں پاتے
تم پاتے ہو ہم کو تو چھری کو نہیں پاتے

ہے تری غنچہ دہنی کو نہیں پاتے
ہنستے ہیں مگر تیری ہنسی کو نہیں پاتے

کیا وقت تھا وہ تجھ کو دیا دل تھا جو ہم نے
اے سنگدل اُس سخت گھڑی کو نہیں پاتے

وہ کونسی شے ہے جسے پاتے نہیں دل میں
لیکن نہیں پاتے تو خوشی کو نہیں پاتے

لیتے ہیں شبِ وصل میں ہم اُن کے جو بوسے
وہ لب پہ سحر رنگِ مسی کو نہیں پاتے

میں ایسا ہوا گم کہ عزیزانِ عدم بھی
گم ہو کے مری گم شدگی کو نہیں پاتے

رکھتے ہیں دمِ شعلہ فشاں اژدرِ دوزخ
لیکن مری آتش نفسی کو نہیں پاتے

وہ دن ہیں کہاں بہتے تھے جو چشم سے چشمے
اب نام کو بھی اُس میں نمی کو نہیں پاتے

معلوم نہیں اُس کے دہن ہے کہ نہیں ہے
اے ذوق ہم اس تنگ دہنی کو نہیں پاتے

(۱) عدو - دشمن - اشارہ بہ معشوق (۲) تیری ہنسی کو نہیں پاسکتے - تیری طرح ہنس نہیں سکتے - (۳) عزیزانِ عدم - مراد وہ لوگ جو اس دنیا سے جا چکے ہیں - (۴) اژدر - بڑا سانپ - (۵) آتش نفسی - سوختہ جگری - صاحبِ سوز و گداز ہونا - (۶) چشم سے چشمے بہانا - اشارہ بہ کثرتِ گریہ - (۷) نمی - تری - (۸) سرِ خفی - پوشیدہ راز اور بھید۔

۲۹۲

نبضِ نملی[1] سے ہے کہاں میری فلاطوں[2] چلتی
ہے یہ ضعف اب تو کہ چیونٹی بھی نہیں یوں چلتی

پہنچے کیونکر جرسِ[3] ناقۂ لیلیٰ کی صدا
آج آندھی تری قسمت سے ہے مجنوں چلتی

کھول دو آنکھوں سے پٹی نہیں دیکھوں گا تمہیں
پر چھری اپنی تو گردن پہ میں دیکھوں چلتی

جب میں دنیا سے چلا سر پہ یہ بولی حسرت
تو اکیلا نہیں میں ساتھ ترے ہوں چلتی

دور کر بالوں کو سر سے یہ ہے کہتی لیلیٰ
پر نہیں کان پہ مجنوں کے ذرا جوں چلتی

میں تو اُن آنکھوں کی گردش کا بلاگرداں[4] ہوں
کہ نہیں تیری بھی واں گردشِ گردوں چلتی

عمر طے کرتی ہے ہر دم سفرِ بحرِ فنا
جس کو تو سانس کہے ہے دلِ محزوں[5] چلتی

چلتے کو دیکھے ہے ساحل کو سوارِ کشتی
پر حقیقت میں ہے کشتی سرِ جیحوں[6] چلتی

ذوقؔ گل اور کوئی تازہ کھلا چاہتا ہے
کہ ہوا باغِ جہاں میں ہے دگرگوں چلتی

(۱) نبض نملی - نمل عربی زبان میں چیونٹی کو کہتے ہیں۔ نبض نملی سے مراد وہ نبض جو نہایت کم چلتی ہو - (۲) فلاطون - مشہورِ زمانہ حکیم جسے افلاطونِ خم نشیں بھی کہتے ہیں (۳) جرس - گھنٹہ - (۴) بلاگرداں - وہ شخص جو دوسرے کی بلا اپنے سر لے - صدقے ہونے والا - قربان ہونے والا - (۵) محزوں - غمگین - رنجیدہ - (۶) جیحوں - ملک تاتار کے ایک مشہور دریا کا نام جو جھیل ارال میں گرتا ہے۔

۲۹۱

مزے یہ دل کے لئے تھے نہ تھے زباں کیلئے
سو ہم نے دل میں مزے سوزِ عشقِ نہاں کیلئے

نہیں ثبات بلندیِ عز و شاں کے لئے
کہ ساتھ اوج کے پستی ہے آسماں کے لئے

ہزار لطف ہیں گو ہر ستم میں جان کے لئے
ستم شریک ہوا کون آسمان کے لئے

فروغ عشق سے ہے روشنی جہاں کیلئے
یہی چراغ ہے اس تیرہ خاکداں کے لئے

دم عروج ہے کیا فکر نردباں کے لئے
کمند آہ تو ہے بام آسماں کے لئے

صبا ہے آئی خس و خار گلستاں کے لئے
قفس میں لوٹ رہا ہے دل آشیاں کے لئے

صدا تپش پہ تپش ہے دل تپاں کے لئے
ہمیشہ غم یہ ہے غم جان ناتواں کے لئے

نگاہ ناز نے کی ذرہ ذرہ میں تبدیل
ہوں کب سے بیٹھا ہوا مرگ ناگہاں کیلئے

جو سنگ کعبہ کے بوسہ میں حج کعبہ سے ہیچ
تو بوسے ہم نے بھی اس سنگ آستاں کیلئے

نہ دینا ہاتھ سے تم راستی کے عالم میں
عصا ہے پیر کو اور سیف ہے جواں کے لئے

دکان حسن میں رکھتے نہیں متاع وفا
وگرنہ لیتے ہم اک مہرباں کے لئے

خلش سے عشق کے ہے خار پیرہن لیلا
یہ جان اس تن مجنون ناتواں کے لئے

الٰہی سوز محبت سے اڑتا ہے تن زار
کہ لایا عشق ہے سیماب استخواں کے لئے

مرے مزار پہ کس طرح سے نہ برسے نور
کہ جان دی ہے تری روئے عرق فشاں کیلئے

الٰہی کان میں ہے کیا صنم نے پھونک دیا
کہ ہاتھ رکھتے ہیں کانوں پہ سب اذاں کیلئے

قد خمیدہ پر اپنے ہیں بال زہ سب وبال
اٹھا نہ کچھ تو ہے خانۂ کماں کے لئے

نہ دل رہا نہ جگر دونوں جل کے خاک ہوئے
رہا ہے سینہ میں کیا چشم خوں فشاں کیلئے

مری تو گور پہ جام و سبو کی ہو تصویر
کہ یادگار زمانہ رہے نشاں کے لئے

امید ہوگئی ہمسایہ ورنہ خانۂ یاس
بہشت تھا ہمیں آرام جاوداں کے لئے

وہ مول لیتے ہیں جب دم کوئی نئی تلوار
لگاتے پہلے مجھی پہ ہیں امتحاں کے لئے

تمہاری نرگس بیمار نے جو کی تھی نگاہ
وہی جواب ہوا طاقت و تواں کیلئے

نہیں ہیں ہل سکتے مگر اتنا مجھے بھی ہے معلوم
فغاں سے ہے جگر اٹھے اور میں فغاں کیلئے

اٹھا کے آہ کا شعلہ کبھی بتا دیجئے ہم
شب فراق میں خورشید آسماں کے لئے

جو دل قمارخانہ[1] میں بت سے لگا چکے — وہ کعبتین[2] چھوڑ کے کعبہ کو جا چکے

کیا خط لکھوں انہیں کہ جو لکھنے کی بات تھی — پہلے ہی تیوروں میں انہیں سب پڑھا چکے

آنا بلا سے اُن کا قیامت سے کم نہیں — ہیں ہم تو مر چکے اسے آنا ہو آ چکے

زہراب[3] یا شراب یہاں سب کے نوشِ جاں — ساقی پیالہ منہ سے ہم اب تو لگا چکے

اچھا کیا وفا کی عوض تو نے کی جفا — جانے دو تم بھی اب کیا اپنا پا چکے

یاد آیا یاں کے آنے کا وعدہ نہیں تو کب — جب رات کو وہ پاؤں میں مہندی لگا چکے

جب تک کہ سر ہے ساتھ ہے یہ سر کے ہوا و ہو — اب ہم تو سر پہ بارِ محبت اٹھا چکے

کیا دیکھتا ہے تیغ نگہ ایسی اک لگا — قصہ تمام عمر کا اے پُرجفا[4] چکے

اب ڈھیر گر خرابۂ دنیا میں ہیں تو کیا — پہلے تو ہم بھی خاک بہت سی اڑا چکے

باز آیا دیکھنے سے نہ آتش رخوں کے دل — سو بار آبلے اسے آنکھیں دکھا چکے

حاجت نہیں ہے تیرے شہیدوں کو غسل کی — ہیں تیغِ آبدار سے خوں میں نہا چکے

کیا مجھ سے قیمتِ دل و جاں پوچھتا ہے تو — دونوں ہیں اک نگاہ پہ اے دلربا چکے

تم بھول کر بھی یاد نہیں کرتے ہو کبھی — ہم تو تمہاری یاد میں سب کچھ بھلا چکے

دیکھو خدا کے نام نے روشن کیا نشاں — دشمن ہمارے نام کو کیا کیا مٹا چکے

ہو معرکہ میں عشق کے قاضی نہ کیونکہ موت — جھگڑا یہ وہ نہیں ہے کہ جو بے قضا چکے

اپنا ہی دل نہ پھیر سکے رخ سے یار کی — سر اپنا خوب حضرتِ ناصح پھرا چکے

مسجد میں بیٹھے کیا ہو چلو میکدے کو ذوقؔ
اٹھو کہیں وظیفہ بہت بڑھ بڑھا چکے

(۱) قمارخانہ۔ جوئے خانہ (۲) کعبتین۔ قمار بازی کے وہ پانسے جو چوکور ہڈی کے شش پہلو ہوتے ہیں ہر ایک پہلو پر ایک سے چھ تک عدد لکھے ہوتے ہیں (۳) زہراب۔ وہ پانی جس میں دوا میں ڈال کر شوربت اور تلخی پیدا کی گئی ہو کنایۃً غم و غصہ (۴) پُرجفا ظالم

مشرق - (۵) غزالہ - [illegible] - (۶) [illegible] - (۷) قضا - موت

۲۹۰

چلتے پھرتے غم کا کھانا کوئی ہم سے سیکھ جائے / جی ہی جی میں تلملانا کوئی ہم سے سیکھ جائے

ذکرِ حسن شمع لانا کوئی ہم سے سیکھ جائے / ان کو دَرپردہ جلانا کوئی ہم سے سیکھ جائے

جھوٹ سچ ملا کہنا کوئی ہم سے سیکھ جائے / اُن کو کف الکر ملانا کوئی ہم سے سیکھ جائے

ہر گیا آنسو بہانا کوئی ہم سے سیکھ جائے / برق کیا سے تلملانا کوئی ہم سے سیکھ جائے

تیر پیکاں جتنے تھے دل سے دئیے ہم نے نکال / اپنے ہاتھوں گھر لٹانا کوئی ہم سے سیکھ جائے

دیکھ کر قاتل کو پھر لائے خراشِ دل میں ہم / سچ تو ہے یوں مسکرانا کوئی ہم سے سیکھ جائے

خط میں لکھ کر انہیں بھیجا تو مطلع درد کا / دردِ دل اپنا جتانا کوئی ہم سے سیکھ جائے

تیغ تو اوچھی پڑی تھی گر پڑے ہم آپ سے / دل کو قاتل کے بڑھانا کوئی ہم سے سیکھ جائے

جب کہا مرتا ہوں وہ بولے مرا سر کاٹ کر / جھوٹ کو سچ کر دکھانا کوئی ہم سے سیکھ جائے

واں ملے ابرو یہاں پھیری گلے پہ ہم نے تیغ / بات کا ایما بھی پانا کوئی ہم سے سیکھ جائے

سن کے آمد ان کی از خود رفتہ ہو جاتے ہیں ہم / پیشوا لینے کو جانا کوئی ہم سے سیکھ جائے

ہم نے پہلے ہی کہا تھا تو کریگا ہم کو قتل / تیوروں کا تاڑ جانا کوئی ہم سے سیکھ جائے

جو سکھایا اپنی قسمت نے وگرنہ اس کو غیر / کیا سکھائیگا سکھانا کوئی ہم سے سیکھ جائے

لطف اٹھاتا ہے اگر منظور اس کے ناز کا / پہلے اس کے ناز اٹھانا کوئی ہم سے سیکھ جائے

کہدو قاصد سے کہ جا کے کچھ بہانے سے ٹل / گر نہیں آنا بہانا کوئی ہم سے سیکھ جائے

زخم تو سیتے ہیں سب پر سوزنِ الماس سے / چاک سینے کا سلانا کوئی ہم سے سیکھ جائے

پیچھے ملا سے جسے کرنا ہو سجدہ سہو کا / سیکھے گر اپنا بھلانا کوئی ہم سے سیکھ جائے

کیا ہوا اے ذوق ہیں جوں مردمک ہم گو سیاہ
لیکن آنکھوں میں سمانا کوئی ہم سے سیکھ جائے

(۱) تلملانا - مضطرب ہونا - جھنجھلانا (۲) پیکاں - تیر کا پھل - (۳) خراش - چھیلن - نشان زخم

(۴) مطلع - غزل یا قصیدہ وغیرہ کا پہلا شعر - (۵) از خود رفتہ ہونا - آپے سے باہر ہونا (۶) تیوروں کا تاڑ جانا - نظر پہچانا - قیافے سے مزاج اور حالت کی شناخت کرنا - (۷) شمونن - سنگِ الماس - ہیرا - فولاد جوہر دار - (۸) سجدۂ سہو - نماز کی حالت میں اگر کوئی غلطی ہو جائے تو اس کے لئے جو سجدہ ادا کیا جاتا ہے اُسے سجدۂ سہو کہتے ہیں (۹) ہردک - پتلی آنکھ کی۔

۲۹۶

زباں پیدا کروں جو آسیا سینے میں بیکل کے | دہن کا ذکر کیا یاں سر ہی غائب ہے گریباں کے
اڑائے خوب بکھرے گل ہموں نے کنج زنداں کے | کہ ہر سو گل فشانی ہے شرارِ سنگِ طفلاں سے
فلک کیا فتنہ سازی میں ہے ہمسر چشم فتاں کے | گرا تھا یہ بھی اشکِ سرمہ آلود اُس کی مژگاں سے
شرارے حصل نکلے یہاں تک سنگِ طفلاں کے | لپک جھک کے ہے سرِ مجنوں پہ بجلی سنگ باراں کی
یہاں تک ناتواں ہم ہیں گزر جائیں اگر جاں سے | اٹھائے مور لاشے کو ہمارے دستِ حرماں سے

اسی باعث سے دایہ طفل کو افیون دیتی ہے
کہ تا ہو جائے لذت آشنا تلخی دوراں سے

(۱) آسیا - چکی - (۲) زنداں - قید خانہ - (۳) گل فشانی - پھول پھینکنے - (۴) شرارِ سنگِ طفلاں - مراد وہ شرارے جو پتھر کے ٹکڑوں کے رگڑ کھانے سے نکلتے ہیں۔ اور سنگِ طفلاں اس لئے کہا کہ کم عمر لڑکے جب کسی دیوانہ کو دیکھتے ہیں تو اُس کو پتھر مارتے ہیں اور اس پتھر پھینکنے میں جب پتھر کے ٹکڑے ایک دوسرے سے رگڑ کھاتے ہیں تو اُن میں جو چنگاریاں نکلتی ہیں وہ پھول ہیں - (۵) فتنہ سازی - فتنہ پیدا کرنا - (۶) چشم فتاں - فتنہ انگیز آنکھ - فسادی - عام طور پر معشوق کی آنکھ کے لئے آتا ہے (۷) سنگِ باراں - پتھروں کی بارش - کثرت سے پتھر پھینکنا - (۸) جان سے گذرنا - مر جانا - (۹) محلہ چیونٹی - (۱۰) تلخیٔ دوراں - زمانہ کے مصائب۔

۲۹۷

پیشوائی کو بڑھے گر کشش دل آ گئے | دوڑے مجنوں کی طرف ناقہ محمل آ گئے
جاتے اس طرح اُس کوچے کو منزل او رہم | دل سے ہم آ گئے کبھی ہم سے کبھی دل آ گئے

گرچہ ہوں وادیٔ عنقا[1] سے پرے اکمل کر
ایک گم شدگی[2] کی ابھی منزل آگے

مجھ سا ناقص بھی غنیمت ہے اب اس وقت میں ذوق
کاملیت ہے کہاں وہ ہو چکے کامل آگے

(۱) عنقا ۔ ایک خیالی و فرضی پرندہ جس کا وجود محض واہمہ کی پیداوار ہے ۔
(۲) گم شدگی ۔ فنا ۔ معدومیت ۔

۲۹۸

جو خانۂ ہستی[1] میں ہے انساں کیلئے ہے
آراستہ یہ گھر[2] اسی مہماں کے لئے ہے

زلفیں تری کافر ہیں دل سے گر کیا کام
دل کعبہ ہے اور کعبہ مسلماں کے لئے ہے

بیٹھا ہے سخنور[3] جو گرفتارِ تفکر[4]
زیبا یہ قفس مرغِ خوش الحاں کیلئے ہے

مستوں کے لئے رحمتِ باری کے ہیں آثار
زاہد جو دعا مانگتا باراں[5] کے لئے ہے

انھوں کی نزل پلٹے ہیں سب اپنوں کے دشمن
ہے نے میں بھری آگ نیستاں[6] کیلئے ہے

ہیں کس کی نگاہوں کا ہوں وحشی کہ مری خاک
اک کحلِ بصر[7] چشمِ غزالاں[8] کے لئے ہے

کچھ میرے نصیبوں سے زیادہ جو سیاہی
باقی ہے تو میری شبِ ہجراں کیلئے ہے

عاشق کا جنوں طرفہ تماشا ہے کہ ہر بات
گویا سبقِ اطفالِ دبستاں[9] کے لئے ہے

وہ زلف سے پھینکتی کیوں دام ہے دل پر
یہ صید کسی پنجۂ مژگاں کے لئے ہے

دل بھی ہے ہمارا جان ترے مشقِ ستم کی
جو تیر ہے اس تودۂ طوفاں[10] کیلئے ہے

دل قیدِ تعلق[11] سے نکل سکتا نہیں ذوق
کیا در نہیں اس خانۂ زنداں کے لئے ہے؟

(۱) خانۂ ہستی ۔ دنیا ۔ جہان ۔ (۲) یہ گھر ۔ اشارہ بہ دنیا ۔ (۳) سخنور ۔ شاعر ۔ (۴) تفکر ۔ سوچنا ۔ فکر کرنا ۔ (۵) باراں ۔ بارش ۔ (۶) نیستاں ۔ وہ جنگل جہاں نے یا نرسل کے درخت ہوں (۷) کحل بصر ۔ سرمہ ۔ (۸) غزالاں ۔ ہرن ۔ (۹) اطفالِ دبستاں ۔ سکول کے لڑکے ۔ (۱۰) تودۂ طوفان ۔ اشارہ بجانب عاشق

٢٩٩

(۱۱) قید تعلق - دنیوی تعلقات۔

چنی تو نے افشاں[۱] جو لے کر جبیں سے
ستاروں میں کیا کیا چناں و چنیں ہے

نہ پوچھو کہ دل شاد ہے یا حزیں ہے
خبر بھی نہیں یاں کہ ہے یا نہیں ہے

یہی گر تری چشم سحر آفریں ہے
تو دل ہے نہ جاں ہے نہ ایماں نہ دیں ہے

صنم میرے دل کو خدائی کا تیری
یقیں ہے یقیں بلکہ عین الیقیں ہے

ہر اک چاند دیکھے سے ہے انتیسویں کا
جہاں ناتواں بین و باریک بیں ہے

ٹپکے اشک اور آہ پہنچی فلک پر
مرا عشق کم خرچ و بالا نشیں ہے

تغافل سے فرصت نہیں واں نظر کو
یہاں منتظر لب پہ جانِ حزیں ہے

پڑے تفرقے یہ جدائی سے تیری
کہ میں ہوں کہیں دل کہیں جاں کہیں ہے

شب غم میں دم ساز و دل سوز اپنا
دمِ سرد ہے نالۂ آتشیں ہے

ہنسی ہے جو کچھ رنجش آمیز اُن کی
تو موجِ تبسم بھی چیں بر جبیں ہے

نہ ہووے اگر تجھ کو دم کا بھروسا
تو جو دم ہے غافل دمِ واپسیں ہے

وہ پہلو میں بیٹھے ہیں اور بدگمانی
لئے پھرتی مجھ کو کہیں کا کہیں ہے

ہنسی آتی ہے مجھ کو جب تیرے آگے
کوئی ماہِ کنعاں کو کہتا حسیں ہے

جو تم عرش سے دور بیٹھے تو بیٹھو
لگائے ہوئے میرا دل دوربیں ہے

نہیں وہ رہے ہم سے تم تھے جو پہلے
زمانہ کو تو کچھ تغیّر نہیں ہے

وہی ہے زمانہ وہی رات دن ہے
وہی آسمان اور وہ ہی زمیں ہے

نہ کی آہ - سوزِ غم دل پر اُٹھا کے
تجھے آفریں ذوق صد آفریں ہے

(۱) افشاں - مقیش یا گوٹے کی کترن جس کو آرائش کے لئے ماتھے پر چُنتے اور بالوں پر چھڑکتے ہیں (دبیر)

دوہرا — لیلیٰ شب کے حسن کی دولت جو لٹ گئی
افشاں جبیں سے مہرِ درخشاں کے چھٹ گئی

(۲) نکتہ چیں - نکتہ بینی - باریکیاں چھانٹنا - (۳) شاد - خوش - (۴) حزیں - مغموم - (۵) سحر آفریں - جادو کرنے والی - (۶) عین الیقیں - علم الیقین کا دوسرا درجہ علم مشاہدہ - وہ علم جو کسی شے کے مشاہدہ کے بعد ہو - (۷) ناتواں بیں - کم عقل - (۸) باریک بیں - عقلمند - دانا - (۹) تغافل - جان بوجھ کر غفلت کرنا - بے التفاتی - (۱۰) دم ساز و دل سوز - رفیق - غمگسار - (۱۱) چیں بر جبیں - غصے ہونا - (۱۲) دم واپسیں - آخری دم - (۱۳) ماہِ کنعان - یوسف علیہ السلام - (۱۴) تغیر - تبدیلی - انقلاب -

۴۰۰

چھلا نہیں تو چھلّے کا گل اے نگار دے — ہر کچھ نشانی اپنی مجھے یادگار دے
تو چشم میں نہ سرمۂ دنبالہ دار دے — مفتونِ چشم کو یوں ہی ایک تیر مار دے
ہاتھ اپنا میرے ہاتھ میں کب وہ نگار دے — جو اپنے ہاتھ کا نہ مجھے پشتِ خار دے
ٹانکے نہ زخمِ دل میں ترا دلفگار دے — تو جب تلک نہ گیسوئے مشکیں کا تار دے
دشنام ہو کے وہ ترشِ ابرو ہزار دے — یاں وہ نشے نہیں جنہیں ترشی اتار دے
گلشن کو آب گریۂ اشکبار دے — بلبل بجائے غنچہ دُرِ آبدار دے
کیا خاک تجھ پہ جان کوئی جاں نثار دے — مٹی بھی جس کو تیرے نہ دل کا غبار دے
وہ زلفِ مشکبار اگر ایک تار دے — پھر میں نہ لوں اگر کوئی مشکِ تتار دے
جولانی سمندِ ناز کو اے شہسوار دے — تو سرمہ چشمِ ماہ میں میرا غبار دے
وہ ناتواں ہوں میں کہ نہ جنبش کروں کبھی — پلٹے اگر نہ مجھ کو دلِ بے قرار دے
عشق اُس پری کا ہے ڈبا جب لیکے جان — یہ جن نہیں ہے جس کو سیانا اتار دے
ایسا نہ ہو کہ آتے ہی آتے جوابِ خط — قاصد جوابِ زندگیِ مستعار دے

غمِ یار کا رہیگا مرے ساتھ تا بحشر
کچھ ہے کہ ساتھ یار کا کیونکر دیار دے

کرتا ہے یوں فغاں دلِ امیدوارِ وصل
جیسے اذاں بلند کوئی روزہ دار دے

میں ہوں وہ گل کہ پہنچوں نہ گلچیں کی ناک تک
جنبش اگر نہ مجھ کو نسیمِ بہار دے

اے شمع تیری عمرِ طبیعی ہے ایک رات
ہنس کر گزار یا اسے رو کر گزار دے

میں ہوں وہ زندہ دل کہ مری جانِ بیقرار
برقِ جہاں کو آتشِ مردہ قرار دے

لے وام داغِ دل سے مرے سوزشِ آفتاب
وعدہ پہ روزِ حشر کے پھر کون اُدھار دے

نے رحم ہے نہ پاسِ مروّت نہ منصفی
پھر جان کس امید پہ یہ جاں نثار دے

ہو گرمیٔ وفا سے شگفتہ نہ گل کا دل
جان اُس پہ اپنی بلبلِ شیدا ہزار دے

بے فیض چشمۂ آبِ مصفا کا ہے تو کیا
مانگوں تو ایک قطرہ نہ آئینہ وار دے

جانبازِ عشق جان تلک اپنی کھیل جائے
لیکن قمارِ عشق میں ہمّت نہ ہار دے

جوں شمعِ مردہ کشتۂ زلفِ سیاہ کو
گر دے کفن تو دامنِ شبہائے تار دے

چھوڑے کمانِ چرخ نہ تیر اپنا چھوڑنا
یہ آہ تیر ناک میں اس کی ہزار دے

عاشق نہ بدلے انجمِ گردوں سے اپنے اشک
کیوں کوڑیوں کے مول درِ شاہوار دے

پشت سے سیکھے شیوۂ مردانگی کوئی
جب قصدِ خوں کو آئے تو پہلے پکار دے

اس عہد پر تو ذوقؔ بشر کا یہ حال ہے
کیا جانے کیا کرے جو خدا اختیار دے

(۱) چھلے کا گل - وہ داغ جو محبت جتانے کے لئے معشوق کا چھلا لال کرکے اپنے جسم پر لگا لیتے ہیں - (۲) نگار - معشوق - (۳) دنبالہ - وہ سرمہ کی لکیر جو آنکھ کے کوے سے آگے تک بڑھی ہوئی خوبصورتی کے واسطے چھوڑ دیتے ہیں - (۴) مفتونِ چشم - آنکھوں پر عاشق - (۵) پشتِ خار - ایک آلہ جس میں ہاتھی دانت یا لوہے کا پنجہ کسی پتلی گول لکڑی یا لوہے پر لگاتے ہیں اور پیٹھ کھجانے کا کام لیتے ہیں - (۶)

(۵) فگار۔ زخمی دل۔ مراد عاشق۔ (۷) دشنام۔ گالی۔ (۸) ترش ابرو ہونا۔ خفا ہونا۔ (۹) چشمہ۔ اشارا۔ (۱۰) دُرِ آبدار۔ چمکدار موتی۔ (۱۱) زلف مشکبار۔ معطر و خوشبودار زلفیں۔ (۱۲) مشکِ تتار۔ تاتار کی کستوری۔ (۱۳) جولان۔ گھوڑا دوڑانا۔ کودنا۔ (۱۴) سمند۔ گھوڑا۔ یہاں ناز کو سمند کہا۔ (۱۵) شہسوار۔ گھوڑے کی سواری کا ماہر مراد معشوق۔ (۱۶) سیانا۔ دانا۔ سمجھ دار۔ عامل۔ بھوت پریت اتارنے والا۔ (۱۷) مستعار۔ چند روز کے لئے مانگی ہوئی زندگی کو بلحاظ اُس کے فانی ہونے کے مستعار کہا۔ (۱۸) تا بہ حشر۔ تا بہ قیامت۔ (۱۹) گلبن۔ گلاب کے پھول کا درخت۔ (۲۰) برق۔ بجلی (۲۱) وام لینا۔ قرض لینا۔ (۲۲) سوزش۔ جلن۔ گرمی (۲۳) مطلب شعر۔ صاف و پاک پانی کا چشمہ جس سے کوئی شخص فائدہ حاصل نہ کر سکے اُس کا ہونا نہ ہونا برابر ہے آئینہ کے ساتھ چشمۂ آب مصفا کو بلحاظ صفائی کے تشبیہ دی۔ (۲۴) قمار۔ جُوا بازی۔ یہاں عشق کو قمار کہا۔ (۲۵) شمع مردہ۔ بجھی ہوئی شمع۔ (۲۶) شبہائے تار۔ اندھیری راتیں۔ (۲۷) انجم گردوں۔ آسمان کے ستارے (۲۸) دُرِ شہوار۔ بیش قیمت موتی جو شاہوں کے قابل ہوں۔ (۲۹) پشہ۔ مچھر۔ (۳۰) شیوہ۔ طریقہ۔

۲

فلک تو ٹیڑھی ہی کی صبح سے تا شام چلتا ہے
مگر سیدھی نظر سے تیری اپنا کام چلتا ہے

بھرے جاؤنگا میں صیاد دم گلشن کے چلنے کا
مرے سینے میں دم جب تک بزیرِ دام چلتا ہے

ہمیشہ دورِ عشرت ہے جو تم ہو اہلِ کیفیت
کہ مہر و ماہ سے دن رات یاں اک جام چلتا ہے

چلا پہلو سے اُٹھ کر جب کہ وہ آرامِ جانِ دل
کہا آرام نے ہم سے کہ لو آرام چلتا ہے

ترا تیرِ نگہ پیکِ قضا سے کم نہیں قاتل
جدھر چلتا ہے بن کر موت کا پیغام چلتا ہے

سمندِ وحشت اپنا شاخِ گل کے تازیانے سے
جنوں کی شاہ راہوں میں سدا شہ گام چلتا ہے

کیا پختہ مزاجوں کو مسخر تو نے دنیا میں
یہ تیرا خوب جادو اے خیالِ خام چلتا ہے

عجب شطرنجِ گردوں ہے کہ جس میں اپنے مہرے کو
نئے منصوبے سے رونا بتی ایام چلتا ہے

کہو مینا سے گر نخرہ کرتا ہے تو جلدی کر — ابھی کچھ دم مرے سینے میں زیرِ دام چلتا ہے
ارادہ گر کرے ناقص علوِ جاہ کامل کا — تو یہ جانو کہ نابینا کنارِ بام چلتا ہے

خرد نے رازِ عالم کچھ نہ پایا ذوق اگر پایا
کہ بے آغاز آیا اور بے انجام چلتا ہے

(۱) نخرہ۔ کجی۔ شرارت۔ سرکشی۔ (۲) دم جب تک چلتا ہے۔ جب تک زندہ ہوں۔ (۳) آرامِ جان و دل۔ مراد معشوق (۴) پیکِ قضا۔ قاصدِ موت۔ (۵) سمندِ وحشت اپنا۔ ایران میں جس شخص کو موسمِ بہار میں جنون ہو جاتا ہے اُس پر سے اُوکا کہتے ہیں تو اچھا ہو جاتا ہے اور اسے چوبِ گل زدن کہتے ہیں۔ (۶) منصوبہ۔ کسی کام کی تدبیر (۷) ابلق چکبرا۔ سفید و سیاہ (۸) ناقص۔ بے وقوف و نادان۔ (۹) بام چھت (مطلب) اگر کوئی بیوقوف انسان کسی دانا شخص کے بلند مرتبہ پر فائز ہونا چاہئے تو اُس کی مثال ایسی ہوگی جیسے کوئی اندھا شخص مکان کی چھت کے کنارے پر چلے کیونکہ اس حالت میں اُس کے گرنے کا امکان قوی ہے کوئی نااہل آدمی کسی اہل کے درجہ پر زیادہ دیر تک نہیں ٹھہر سکتا کیونکہ اس کی نااہلیت اور بیوقوفی بہت جلد اُس کے زوال کا سبب ہوگی۔ (۱۰) خرد۔ عقل۔

۱۰۲

پھولا نہیں سماتا جو گل پیرہن میں ہے — آتا یہ کس بہار سے پہ ہنستا چمن میں ہے
مَے میں کہاں جو تابِ رخِ سیم تن میں ہے — پردہ سا عنکبوت کا سقفِ کہن میں ہے
دم کو نہیں ہے سینہ میں آرام ایک دم — یہ وہ غریب ہے کہ مسافر وطن میں ہے
حرف آئے مجھ پہ دیکھئے کس کس کے نام سے — اس درد سے عقیق کا دل خوں یمن میں ہے
وہ دل کہ لا نہ سکتا تھا چینِ جبیں کی تاب — زیرِ شکنجہ زلفِ شکن در شکن میں ہے
یاد آتا ہے جو آبِ دمِ تیغ کا مزا — پھر آتا مرے زخم کے پانی دہن میں ہے
ہیں دو زباں دہن میں جو کژدم لئے ہوئے — یاں کام اُن کا نیش زنی ہر سخن میں ہے
دکھلا دو پشتِ لب پہ تم اپنی دُرِ بلاق — دیکھیں سہیل کیونکر چمکتا یمن میں ہے

ہوش و خرد کو دیکھ لیا دردِ سر میں ذوق
آرام کو بھی دیکھ کہ دیوانہ پن میں ہے

(۱) پھولا نہ سمانا۔ مارے خوشی کے آپے میں نہ رہنا۔ (۲) مہ۔ چاند۔ (۳) تاب۔ چمک۔ روشنی۔ (۴) سیم تن۔ مراد معشوق۔ (۵) عنکبوت۔ مکڑی۔ (۶) سقفِ کہن۔ پرانی چھت۔ مراد آسمان۔ (۷) عقیق۔ ایک قیمتی پتھر جو سرخ رنگ کا ہوتا ہے۔ اور یمن سے آتا ہے اور معمولی قسم کے جواہر میں شمار ہوتا ہے (۸) یمن۔ عرب کا ایک مشہور شہر ہے۔ (۹) چیں بجبیں ہونا۔ غصہ ہونا۔ (۱۰) کژدم۔ بچھو۔ (۱۱) نیش زنی۔ ڈنک مارنا۔ دکھ دینا۔

یاں کے آنے کا مقرر قاصدا وہ دن کرے
جو تو مانگیگا وہی دونگا خدا وہ دن کرے

کون سی شب آئیگا وہ مہ[1] منجم[2] سے کہو
کیجئے سعد[3] و نحس[4] کا معلوم تا وہ دن کرے

تو کرے قرباں ہمیں جس دن ہمارے واسطے
عید قرباں سے شرف[5] پیدا سو وہ دن کرے

جب کہا قاصد نے دن وعدہ کا آیا تو کہا
اس سے کہدو یونہی محشر تک گنا وہ دن کرے

تیغِ قاتل سے ہے جو قتل کے دن کا نصیب
عید کے دن کو نہ کیوں عاشور کا وہ دن کرے

دن قیامت کا تو ہے پر میرا طومارِ عمل[6]
ہائے اتنا ہے کہ اس کا کیا وفا وہ دن کرے

نیک و بد سب دن خدا کے ہیں کسی جس دن کی ہو
کچھ کرو لیکن فراموش[7] کیا قضا وہ دن کرے

لاش دفنا کر مری بیٹھا ہے قاتل سوچ میں
یعنی میری فاتحہ[8] کا کونسا وہ دن کرے

ذوق کہتا تھا کرونگا جمعہ کو ختم[9] کا عمل
کوئی اس کو جاکے بتلادے ہوا وہ دن کرے

(۱) مہ۔ چاند۔ مراد معشوق (۲) منجم۔ نجومی۔ (۳) سعد۔ نیک۔ (۴) نحس۔ منحوس۔ (۵) شرف۔ عزت۔ (۶) طومارِ عمل۔ کتابِ عمل۔ اعمالنامہ۔ (۷) فراموش کرنا۔ بھلا دینا۔ (۸) فاتحہ۔ متوفی کے لئے دعا کرنا۔ (۹) ختم کا عمل۔ ختمِ کامل جس کے ذریعہ سے

مشق ہیں ہم اوپر کے۔

۲ کوئی گہر کو تری ہو اگر کمر تو کہے
کہ آدمی جو کہے بات سوچ کر تو کہے

مری حقیقتِ پُر درد کو کبھی اُس سے
یہ آہ و نالہ نہ کھوئے بچشمِ تر تو کہے

یہ آرزو ہے جہنم کو بھی کہ آتشِ عشق
مجھے نہ شعلہ گر اپنا کہے شرر تو کہے

بقدرِ مایہ نہیں گر اک کا رتبہ و نام
بھلا حباب کو دیکھیں کوئی گہر تو کہے

جو جیب گل کے نہ سلگے تو کیا کرے ناصح
کہ جانتا ہے کہے کا ہو کچھ اثر تو کہے

جل اٹھے شمع کے مانند قصہ خواں کی زباں
ہمارا قصۂ پُرسوز لحظہ بھر تو کہے

شہیدِ عشق کا ہر قطرۂ خوں انا الحق ہے
کہے جو حق کوئی منصور اس قدر تو کہے

مجال کیا کہ ترے آگے فتنہ دم مارے
کہیگا اور تو کیا پہلے الحذر تو کہے

بھریگا بارِ محبت کی کیا فلک حامی
یہ حوصلہ کوئی کیسے بجز بشر تو کہے

بلا سے ہو وے مرا مرغ نامہ بر بھونرا
کہ اُس کو دیکھ کے وہ منہ سے خوش خبر تو کہے

۷ سرشکِ چشم مرے ہیں کہ ہوگئے موزوں
مری طرح سے کوئی ذوقِ شعر تر تو کہے

(۱) حقیقتِ پُر درد۔ عاشق کے آلامِ عاشقانہ کی داستاں۔ (۲) اُس۔ اشارہ بہ محبوب (۳) حباب۔ بلبلہ۔ (۴) گہر۔ موتی۔ (۵) پُرسوز۔ پُر درد۔ (۶) انا الحق۔ میں خدا ہوں وہ کلمہ ہے جو منصور نے کہا۔ اور علمائے اسلام نے اُسے قابلِ دار قرار دیا۔ (۷) منصور ایک مشہور صوفی کا نام جو انا الحق کہنے کی پاداش میں سولی پہ لٹکایا گیا۔ (۸) الحذر کہنا پناہ مانگنا (۹) حامی بھرنا۔ اقرار کرنا۔ کسی کام کا جو کسی قدر دشوار ہو وعدہ کرنا۔ (۱۰) خوش خبر۔ دِلّی میں رسم تھی کہ جب بھونرا اُڑتا ہؤا پاس آتا تھا۔ تو اسے نیک شگون خیال کرتے تھے اور کہتے تھے خوش خبر۔

اب تو گھبرا کے یہ کہتے ہیں کہ مر جائیں گے
مر گئے پر نہ لگا جی تو کدھر جائیں گے

سامنے چشمِ گہربار کے کہہ دو دریا
چڑھ کے گر آئے تو نظروں سے اتر جائیں گے

تم نے ٹھہرائی اگر غیر کے گھر جانے کی
تو ارادے یہاں پھر اور ٹھہر جائیں گے

خالی اے چارہ گرو ہونگے بہت مرہم داں
پہ مرے زخم نہیں ایسے کہ بھر جائیں گے

لائے جو مست ہیں تربت پہ گلابی آنکھیں
اور اگر کچھ نہیں دو پھول تو دھر جائیں گے

پہنچیں گے رہ گذرِ یار تلک کیوں کر ہم
پہلے جب تک نہ دو عالم سے گذر جائیں گے

آگ دوزخ کی بھی ہو جائیگی پانی پانی
جب یہ عاصی عرقِ شرم سے تر جائیں گے

ہم نہیں وہ جو کریں خون کا دعویٰ تجھ سے
بلکہ پوچھیگا خدا بھی تو مکر جائیں گے

رُخِ روشن سے نقاب اپنے اُلٹ دیکھو تم
مہر و مہ نظروں سے یاروں کے اُتر جائیں گے

شعلۂ آہ کو بجلی کی طرح چمکاؤں
پر یہی ڈر ہے کہ وہ دیکھ کے ڈر جائیں گے

ہم بھی دیکھینگے کوئی اہلِ نظر ہے کہ نہیں
یاں سے جب ہم روشِ تیرِ نظر جائیں گے

ذوق جو مدرسے کے بگڑے ہوئے ہیں مُلا
اُن کو مے خانہ میں لے آؤ سنور جائیں گے

(۱) چشمِ گہربار۔ آنسو برسانے والی آنکھ۔ رونے والی آنکھ۔ (۲) دو عالم سے گذرنا۔ اس جہان اور آنے والے جہان دونوں سے بے فکر ہونا۔ (۳) عاصی گنہگار۔ (۴) عرقِ شرم۔ وہ پسینہ جو شرم کے مارے آ جائے۔

دل بچے کیونکر بتوں کی چشمِ شوخ و شنگ سے
اپنا گھر تو سوجھتا ہے سینکڑوں فرسنگ سے

اے تغافل کیش جلدی کر کہ تو واقف نہیں
اس دلِ بیتاب و جانِ مضطرب کے ڈھنگ سے

بل بے باریکی کہ گویا ہر ترا تارِ سخن
جنتری میں سے کھنچ کے نکلے ہے دہانِ تنگ سے

ایک بھی نکلے نہ میری سی صدا دل خراش
خون اگر ٹپکے نوائے مرغِ خوش آہنگ سے

چھپ کے بیٹھیگا کہاں تو مجھ سے اے دزدِ حنا
ہوگا تو جس رنگ میں مل جائینگے اس رنگ سے

جوشِ گریہ سے رہی برسات برسوں پر کبھی
اس کی تیغِ تیز آلودہ نہ دیکھی زنگ سے

پہلے یہ نیت وضو کی ہے نمازِ عشق میں
تیرے مرنے کے اثر سے ہو گئے پتھر بھی آب

دل سے کہہ دیجیے کہ دیکھو جائے نا سوختگی
جھڑتے ہیں ہمارے شررِ بانی کے قطرے سنگ سے

ذوق زیبا ہے جو ہو ریشِ سفید شیخ پر
وسمہ آبِ بنگ سے مہندی مٹے گر رنگ سے

(۱) شوخ و شنگ۔ چالاک (۲) فرسنگ۔ تین میل کی مسافت۔ (۳) تغافل کیش دیدہ و دانستہ کسی چیز سے غافل ہونے والا۔ چشم پوشی کرنے والا۔ (۴) جنتری۔ ایک اوزار کا نام جس میں بہت چھید ہوتے ہیں اور اس میں تار کو ڈال کر باریک یا لمبا کرتے ہیں (۵) دل خراش۔ دردناک۔ (۶) مرغِ خوش آہنگ اچھی اور عمدہ آواز سے چہچہانے والا پرندہ۔ کنایۃً بلبل۔

کوئی ان تنگ[۱] دہانوں سے محبت نہ کرے
اور یہ تنگ کریں منہ تو شکایت نہ کرے

ہے جراحت[۲] کا مری سودۂ الماس[۳] علاج
فائدہ اس کو کبھی سنگِ جراحت[۴] کرے

عشق کے داغ کو دل مہرِ نبوت سمجھا
ڈر ہے کافر کہیں دعویٰ نبوت نہ کرے

ہر قدم پر مرے اشکوں کے رواں ہیں دریا
کیا کرے جادہ اگر ترکِ اقامت نہ کرے

آج تک خوں سے مرے تر ہے زبانِ خنجر
پھر کرے کیا جو طلب کوئی شہادت نہ کرے

مکتبِ صبحِ ازل کا ہے خلیفہ انساں
پھر کرے کون اگر یہ ہی خلافت نہ کرے

بن جلے شمع کے پروانہ نہیں جل سکتا
کیا کرے عشق اگر حسن ہی سبقت نہ کرے

پھر چلا مقتلِ مشتاق کو قاتل اے ذوق
سر پہ برپا کہیں کشتوں کے قیامت نہ کرے

(۱) تنگ دہاں۔ مراد معشوق۔ (۲) جراحت۔ زخم۔ (۳) سودۂ الماس ہیرے کا برادہ۔ (۴) سنگ جراحت۔ ایک پتھر جسے پیس کر زخموں پر لگاتے ہیں (۵) مُہرِ نبوت۔ وہ نقش مبارک جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے دونوں شانوں کے

میدان جنگ (۴) جادہ۔ راستہ۔ شارع عام۔ (۵) سبقت کرنا۔ پیش دستی کرنا۔

کچھ میں ہوش سب کہ نہیں پاؤں پھوٹ کے
پھرتے تو بیٹھے ہی نہیں پاؤں ٹوٹ کے

چلتا ہو ذوق قید سے ہستی کے چھوٹ کے
یہ قید مار ڈالیگی دم گھوٹ گھوٹ کے

ڈھالا جو تجھ کو حسن کے سانچے میں اے صنم
آنکھوں کی جائے بھر دئے موتی ہیں کوٹ کے

بے درد سینہ کوٹنا خالی نہیں مرا
دل میں بھرا ہے درد جگر کوٹ کوٹ کے

کیوں کر حباب ہو سکے دریائے بیکراں
دریا سے جب تلک نہ ملے ٹوٹ پھوٹ کے

اُس شمع رو سے رات کو رخصت ہوئے جو ذوق
روئے ہیں دل کے آبلے کیا پھوٹ پھوٹ کے

(۱) پاؤں نہ ہونا۔ بے بنیاد ہونا۔ (۲) قید ہستی سے چھوٹنا۔ مر جانا۔ (۳) سینہ کوٹنا۔ ماتم کرنا۔ (۴) حباب۔ بلبلہ (۵) بیکراں۔ جس کا کوئی کنارہ نہ ہو۔

۲

ہر دم دلِ خوں گشتہ میں اک جوشِ فزوں ہے
جو آہ ہے سینہ میں سو فوارۂ خوں ہے

دنیا کی ہے رفعت کا سبب پستیٔ ہمت
گردوں کو ہے اوج اس کے زمانہ میں کہ دوں ہے

پھر جاتی ہے سینہ کدھری آہ بھی اُلٹی
قسمت ہے جو برگشتہ ہوئی بخت نگوں ہے

میں درد سے ہوں عشق کے بیٹھا ہوا لبریز
پر دل یہی کہتا ہے کہ ہرگز نہ کہوں ہے

اک غمزہ تری چشم فسوں ساز کا کافر
سو چشم پری کو سبق آموزِ فسوں ہے

دل کہتا ہے اس کوچہ کا جب قصد تو لیتا
طالع کے عوض رنگ پہ پیدا شگوں ہے

قائم ہے بنا درد کی فریاد سے میری
جو نالہ ہے ایوانِ محبت کا ستوں ہے

جس دن سے ہوا عشق کو مد نظر تعلیم
ہر خار بیاباں قلم مشقِ جنوں ہے

مر جاؤں مگر رازِ محبت نہ جتاؤں
کیسا ہی اگر درد ہو دل میں دکھوں ہے

بیتابیٔ دل لفظوں میں کیا آئے کہ ہر حرف
دکھلا رہا لگتا ہے حرکت گاہ سکوں ہے

بیتابیٔ دل کا کوئی مضموں جو ہوا نظم
ہر حرف پہ بجائے حرکت ہائے سکوں ہے

کس کی کفشِ پا کے پیچھے ہیں سمندِ فلک
رہتے ہیں مہمیز میں گو جو ستاروں کے لگے

بزم میں گر کھولدے رخ سے مہِ روشن نقاب
چھوٹنے مہتاب منہ پہ ماہ پاروں کے لگے

اس طرح در پے دلوں کے ہیں ترے چشم و نگاہ
جوں شکار افگن ہوں پیچھے شکاروں کے لگے

سرزمینِ باغِ الفت میں ترے اے فتنہ گر
نخلِ قامت جب ترے سینہ فگاروں کے لگے

ٹہنیاں تیروں کی کلیں جیسے سوفار و گل
خنجروں کے برگ نکلے پھل کٹاروں کے لگے

ہو اگر گرمِ فغاں مرغِ چمن میری طرح
آگ دم میں آشیانوں کو ہزاروں کے لگے

آئے ہم اس بزم میں اک دم سو اس کے سیکڑوں
تیغ طعنوں کے لگے خنجر اشاروں کے لگے

اے خدنگِ یار ہم جائیں غیرت سے نکل
مرہم آ کر زخم پر سینہ فگاروں کے لگے

ذوقِ صحرا کے جنوں میں ہو گیا ہے گرد باد
توسنِ وحشت کو ہیں مہمیز خاروں کے لگے

(۱) دل فگار۔ زخمی دل۔ مراد عاشق۔ (۲) سمند۔ گھوڑا۔ (۳) مہمیز۔ لوہے کا کانٹا جو سواروں کی ایڑی پر لگا ہوتا ہے اور اس سے گھوڑے کو ایڑ دیتے ہیں۔ (۴) کفش۔ جوتی (۵) مہتاب چھوٹنا۔ ہوائی اڑنے لگنا۔ (۶) ماہ پارے۔ مراد حسین معشوق۔ (۷) شکار افگن۔ شکاری۔ (۸) سینہ فگار۔ مراد عاشق۔ (۹) سوفار۔ تیر کا وہ سوراخ یا شگاف جو تیر کی گز میں جس طرف سے کمان میں رکھتے ہیں بنا ہوتا ہے۔ (۱۰) خدنگ۔ تیر۔ (۱۱) توسن۔ گھوڑا۔

۱۲

باغِ عالم میں جہاں نخلِ تمنا لگتا ہے
دلِ پرخوں کا وہاں ہاتھ پتا لگتا ہے

کیا تڑپنا دلِ بسمل کا بھلا لگتا ہے
جب اچھلتا ہے ترے سینے میں جا لگتا ہے

دل کہاں سیرِ تماشے پہ مرا لگتا ہے
دل کے لگ جانے سے جینا بھی برا لگتا ہے

جو حوادث سے زمانے کے گرا اک بار اٹھا
نخلِ آدمی کا کہیں اکھڑا ہوا لگتا ہے

دل لگی کا ہے مزا یہ کہ کرو عشق اے دل
سب کبابوں سے نمک تجھ کو سوا لگتا ہے

شبِ ہجر میں لگتی ہے زباں تالو سے
اور دہلا ابستر سے ذرا لگتا ہے

ملے محتاج ہوا مرہم زنگار کا تو
زخم دل زہر بجھے ہنستا ترا لگتا ہے

آبِ خنجر ہے جو زہر آب وفاداروں کو
ملک سرحد ہے وفا پانی ذرا لگتا ہے

تو مجنوں ترے پہلوؤں کی چھری کیلی
جب خدا جھکتا ہے سر پاؤں کے جا لگتا ہے

زر رو زاہد ہے تو کیا کھوٹ ابھی ہے دل میں
ذوق اس زر کو کسوٹی پہ کسا لگتا ہے

(۱) نخل۔ درخت۔ (۲) ہاتھ پتا لگنا۔ نشان معلوم ہونا۔ (۳) دل کا لگنا۔ کسی پر عاشق ہونا (۴) حوادث۔ زمانہ کے حادثات۔ (۳) گزک۔ شراب پینے کے بعد منہ کا ذائقہ بدلنے کے لئے جو چیز کھائی جاتی ہے۔ ایک قسم کی شیرینی جو شراب کے ساتھ کھاتے ہیں۔ (۵) زبان تالو سے نہ لگنا۔ خاموش نہ ہونا فریاد کئے جانا۔ (۶) زہر لگنا۔ بُرا لگنا۔ (۷) پانی لگنا۔ بعض بعض جزیروں یا پہاڑوں کا پانی خاص خاص طبیعتوں والے اشخاص کو ایسا ناموافق ہوتا ہے کہ امراض مہلکہ میں گرفتار ہو کر مر جاتے ہیں محاورہ میں کہتے ہیں کہ فلاں مقام کا پانی لگتا ہے۔

اڑائی طرزِ نالہ کی تھی یکدم تیر محوں سے
سو اب تک دیکھ لے منقار طوطی سرخ ہے خوں سے

نہ شب آنکھوں میں خواب آیا خیال خال مشکوں سے
ہے بیدار ساری رات ہم اک حبۂ افیوں سے

یہ دنیا ہے وہ خمخانہ کہ جس میں دورِ گردوں سے
گل حکمت کئے کتنے ہی خم خاک فلاطوں سے

اثر ہو نالۂ پُر درد کا اتنا تمہارے بلبل
کہ ٹپکے جائے شبنم اشک انجم چشم گردوں سے

شہید چشم میگوں ہوں کہو تربت پہ سب میکش
کریں آکر چراغاں ساغر صہبا کے گلگلوں سے

ترے مجنوں کے تن پر لاغری کا قطع ہے جامہ
بناتا پیرہن ہے ایک برگ بید مجنوں سے

خدا جانے ہوئے کیا بخت ہیں ناف دل اس کی زلف کے
ہوا زلفیں ہیں اس کی اثر کوئی بھی بخشا دوں سے

اسی بزم سخن میں ذوق جی اپنا بہلتا ہے
جہاں بو عشق کی آتی ہے کچھ گل کھلے مضموں سے

(۱) محجوب۔ عجیب۔ مظلوم۔ مراد عاشق۔ (۲) منتقد۔ چوکنا۔ (۳) خواب نہ آنا۔ نیند نہ آنا۔ (۴) خالِ مشکیں۔ سیاہ تل۔ (۵) حبِّ افیون۔ افیون کی گولی۔ مراد سیاہ تل۔ (۶) خمخانہ۔ شراب خانہ۔ (۷) دورِ گردوں۔ انقلابِ آسمان۔ گردشِ آسمان۔ (۸) گل حکمت۔ کپڑے کو تلی اور چکنی مٹی میں لت پت کرکے شیشی یا دوا پر لپیٹنا تاکہ آگ دینے میں پھٹنے اور ضائع ہونے سے محفوظ رہے۔ (۹) چشمِ میگوں۔ معشوق کی مست و شرابی آنکھیں۔ (۱۰) میکش۔ شراب پینے والے۔ (۱۱) چراغاں کرنا۔ روشنی کرنا۔ بہت سے چراغ جلانا۔ (۱۲) صہبائے گلگوں۔ شرابِ سرخ رنگ (۱۳) بیدِ مجنوں۔ ایک قسم کا درخت جس کے پتے نازک اور شاخیں باریک ہوتی ہیں۔ (۱۴) بختِ واژوں۔ بدبخت۔ بدنصیب۔ (۱۵) زلفِ واژگوں۔ پیچدار زلفیں۔

نگہ کا وار تھا دل پہ پھڑکنے جان لگی
چلی تھی برچھی کسی پر کسی کے آن لگی

ترازباں سے ملانا زباں جو یاد آیا
نہ ہائے ہائے میں تالو سے پھر زباں لگی

کسی کے دل کا سنو حال دل لگا کر تم
جو ہووے دل کو تمہارے بھی مہرباں لگی

تو وہ ہلال جبیں[1] ہے کہ تارے بن بن کر
رہے ہے تیری طرف چشمِ یک جہاں لگی

خدا کرے کہے تجھ سے یہ کچھ خدا لگتی
کہ زلف اے بتِ بدکیش[2] تیرے کان لگی

اڑائی حرص نے آکر جہاں میں سب کی خاک[3]
نہیں ہے کس کو ہوا زیرِ آسماں لگی

تمہارے ہاتھوں ہمارے دلِ فگار میں آہ
سنان و خنجر و پیکاں کی ہے دکان لگی

کسی کی کاوشِ مژگاں سے آج ساری رات
نہیں پلک سے پلک میری ایک آن لگی

تباہ بحرِ جہاں میں تھی اپنی کشتیِ عمر
سو ٹوٹ پھوٹ کے بارے کنارے آن لگی

خدنگِ یار کو کس طرح کھینچ لوں دل سے
کہ اس کے ساتھ ہے اے ذوق میری جان لگی

(۱) ہلالِ جبیں۔ چاند سی پیشانی۔ (۲) بدکیش۔ بد مذہب۔ بد چلن۔ (۳) خاک

گنوانا - بدنام کرنا - تباہ کرنا - (۴) کاوش - کھودنا - (۵) خدنگ - تیر -

وہ ہوں میں پُرمعاصی[1] سوختۂ سوزِ ندامت[2] سے
عذرِ[3] دوزخ کہ جس کے شررِ سنگِ تربت سے

وہی ہے ایک سب میں دیکھ تو چشمِ حقیقت سے
بنا واحد کی کیوں توڑیگا ملا جمعِ کثرت[4] سے

دھو کے دامن تر تو نہ میرا اور جوں اختر
رواں ہوں اشکِ خجلت[5] چشمِ خورشیدِ قیامت سے

ہم تکبیر اُٹھا گئے دو جہاں سے ہاتھ یکباری
نمازِ عشق کی ہم نے ادا کس حسنِ نیت سے

اگر پوچھے کوئی مجھ سے کہ کیوں دن رات نالاں ہے
تو میں کہہ دوں محبت سے محبت سے محبت سے

برائے شوکتِ دنیا نہ لیجو آزِ دیں زاہد
سمجھیو شوکت العقرب[6] کو بہتر ایسی شوکت سے

نمک ہو شک کے ہو یا سودۂ الماس[7] تم جگر کو
جراحت کو مرے کیا کام ہے سنگِ جراحت[8] سے

پڑھو تم فاتحہ گر آ کے مرقد پر شہیدوں کی
تو یاں اُٹھ کر[9] اشارہ کردے انگشتِ شہادت سے

حریصوں کو نہیں جا وسعت آبادِ قناعت میں
جو کھینچے ہاتھ کو وہ پاؤں پھیلاوے فراغت سے

الف کی سی تری قامت کیا اُستادِ قدرت نے
مزین[10] نسخۂ ہستی پہ رعنائی[11] کے خلعت سے

لبِ ہر زخم میرا ہے ہلالِ عید سے خوشتر
مجھے زخمی کیا ہے کس نے ابرو کی اشارت سے

بہت اچھا کیا مجھ کو کیا گر قتل قاتل نے
کہ ہوویگا نہ عاشق اب کوئی اُس کی عبرت[12] سے

علاجِ زخمِ حسرت ہے مرا تیزابِ تیغ اُس کا
نہیں سنگِ فساں[13] کچھ کم مجھے سنگِ جراحت سے

اگر آرائشِ ظاہر ہے تو بد باطن کو کیا حاصل
بھلا باطن میں رتبہ کیا ہے اُسکو نیک طینت سے

ہوئی حرفوں میں گو یک نقطہ رحمت سے سوا زحمت
عدد میں ہے مگر رحمت زیادہ ہوتی زحمت سے

زبانِ ریختہ[14] کر دی زبانِ اہلِ ولایت کی
محبت ذوق کو از بس کہ ہے شاہِ ولایت[15] سے

(۱) پُرمعاصی - گناہوں سے بھرا ہوا - (۲) سوختۂ سوزِ ندامت - شرمندگی کی آگ سے جلا ہوا - (۳) عذر کرنا - چاہ ڈھونڈھنا - بچنا - (۴) کثرت - بہتات - زیادتی - (۵) اشکِ خجلت - وہ آنسو جو منفعل اور شرمندہ ہو کر بہائے جائیں - (۶) شوکت العقرب

بھونکا ڈنک۔ (۷) مشک۔ کستوری۔ (۸) سودۂ الماس۔ ہیرے کا برادہ (۹) جراحت۔ زخم۔ (۱۰) سنگِ جراحت۔ ایک پتھر جو پیس کر زخموں پر لگایا جاتا ہے۔ (۱۱) یاس۔ ناامیدی۔ (۱۲) مزیّن کرنا۔ سجانا۔ (۱۳) رعنائی۔ زیبائی۔ حسن و خوبی۔ (۱۴) عبرت۔ نصیحت پکڑنا۔ طبیعت کا ایک نوع پُر غفلت سے آگاہی کی طرف رجوع کرنا۔ دوسروں کی حالت سے نصیحت پکڑنا۔ (۱۵) سنگِ فساں۔ وہ پتھر جس پر تلوار۔ چاقو وغیرہ تیز کرتے ہیں۔ (۱۶) زبانِ ریختہ زبانِ اردو۔ کیونکہ مختلف زبانوں نے اسے ریختہ کیا ہے۔ جیسے دیوار کو اینٹ۔ مٹی۔ چونا۔ سفیدی وغیرہ سے پختہ کرتے ہیں یا یہ کہ ریختہ کے معنی بکھری پڑی پریشان چیز چونکہ اس زبان میں عربی۔ فارسی۔ ترکی وغیرہ کے کئی زبانوں کے الفاظ شامل ہیں۔ اس لئے ریختہ نام رکھا (۱۷) اہلِ ولایت سے مراد اہلِ ایران تھے اب اہلِ ولایت سے اہالیانِ انگلستان مراد ہے لفظ وہی ہے مفہوم انقلابِ زمانہ سے بدل گیا۔ (۱۸) شاہِ ولایت۔ مراد حضرت علی کرم اللہ وجہہ

ملنا ہمارا اُن کا تو کب جائے جائے ہے
البتہ آدمی سو کبھی آئے جائے ہے

جو اُس گلی میں مثلِ صبا آئے جائے ہے
فردوس میں کب اُس کو تمنا لئے جائے ہے

کہتے ہیں لوگ موت تو سب کو لئے جائے ہے
پر کیر یاس اسے بھی کوئی کھائے جائے ہے

ٹوٹا ہے کس پتنگ کا بازو کہ شمعِ بزم
یوں روغنِ اشکِ گرم سے ٹپکائے جائے ہے

لکھوا کے بھیج دیتا ہے اک پرچہ گاہ گاہ
دل کو ذرا ذرا سے امر پہ چائے جائے ہے

ابرِ بیجزہ برس کے اگر کھل گیا تو کیا
نالہ تو وہ ہی آگ سی برسائے جائے ہے

فوارہ سے بجا ہے تواضع کا سیکھنا
اس سرکشی پہ سر کو وہ نہوڑائے جائے ہے

کیا جلِ جسمِ زار کہوں سوزِ عشق سے
اک بال ہے کہ آگ میں بل کھائے جائے ہے

مضمونِ اضطراب کا ہے یہ بھی اک اثر
وہ مرغِ نامہ بر کو جو پھڑکائے جائے ہے

تابوت تیرے کشتہ کو پینس سے کم نہیں
کیا پاؤں اپنے چین سے پھیلائے جائے ہے

سو کوس کیا بڑھ جائے مجنوں تو دو قدم
پر شوقِ مدعا ہے کہ دوڑائے جائے ہے

	جب تک کہ جان تن سے نکل جائیگی نہ ذوق دل میں جو ورد ہے سو کوئی نکلنے جائے ہے	نہ ولئے

(۱) آدمی۔ مراد قاصد۔ پیغام بر۔ (۲) تمنا نکلے جا۔ جگہ حاصل کرنے کی آرزو۔ (۳) سب جانے جانے۔ ہر جگہ موجود ہے ہر جگہ جاتی ہے۔ (۴) کھلنے جانے۔ مفہوم یہ ہے کہ ڈر کے مارے نہیں آتی۔ (۵) تواضع۔ عاجزی۔

٢١٧

لائی حیات آئے قضا لے چلی چلے	اپنی خوشی نہ آئے نہ اپنی خوشی چلے
بہتر تو ہے یہی کہ نہ دنیا سے دل لگے	پر کیا کریں جو کام نہ بے دل لگی چلے
کم ہونگے اس بساط پر ہم جیسے بد قمار	جو چال ہم چلے وہ نہایت بری چلے
ہو عمر خضر بھی تو کہینگے بوقتِ مرگ	ہم کیا رہے یہاں ابھی آئے ابھی چلے
لیلیٰ کا ناقہ دشت میں دکھلاتا ذوق شوق	سن کر فغانِ قیس بجائے حدی چلے
نازاں ہو خرد پہ جو ہونا ہو وہ ہی ہو	دانش تری نہ کچھ مری دانشوری چلے
دنیا نے کس کا راہِ فنا میں دیا ہے ساتھ	تم بھی چلے چلو یونہی جب تک چلی چلے

جاتے ہوائے شوق میں ہیں اس چمن سے ذوق
اپنی بلا سے بادِ صبا اب کبھی چلے

(۱) لائی حیات۔ زندگی اس دنیا میں لائی۔ (۲) قضا لے چلی۔ موت لے چلی۔ (۳) بساط۔ کنایۃً دنیا۔ جہان۔ (۴) بد قمار۔ مراد بدعمل۔ بدکار۔ (۵) قیس۔ لیلیٰ کا عاشق جسے مجنوں کہتے ہیں۔ (۶) حدی۔ وہ اشعار جو سار بان قافلہ کے چلتے ہوئے بلند آواز سے پڑھتا ہے۔ (۷) دانش۔ عقل۔ سمجھ۔ (۸) دانشوری عقلمندی۔

٢١٨

لیا ایمان و دیں تو نے اگرچہ اک زمانے سے	نہیں اس پر بھی اے ظالم ترا ایماں ٹھکانے سے
شگوفہ تو نے روکا سب کو میرے پاس آنے سے	اجل بھی اب یہاں آئے تو آئے پھر بہانے سے

مرنے والے کی جان آسانی سے نکل جائے۔ (۶) بالین۔ سرہانے۔ (۷) نیرنگیاں۔ کرشمات۔ (۸) گلچیں۔ پھول چننے والا۔ پھول توڑنے والا۔ (۹) خندۂ گلوں کا مراد شگاف اڑانا۔ (۱۰) پروین۔ ثریا۔ ستاروں کا جھمکا۔ چھ چھوٹے ستاروں کا نام جو آپس میں ملے ہوئے ہیں۔ (۱۱) حق نما۔ صدق و راستی دکھانے والا۔ (۱۲) حقیقت بین۔ سچائی اور اصلیت دیکھنے والی آنکھ (۱۳) صیقل۔ زنگ دور کرنا۔ صاف کرنا۔ چمکانا۔ (۱۴) آرائش و تزئین۔ زینت و نمائش۔

کھچے ہوتے ہو تم یہ ہم ابھی سے
تو پھر ہوتے ہیں رخصت ہم ابھی سے

لگے کیوں تم پہ مرنے ہم ابھی سے
لگایا جی کو اپنے غم ابھی سے

دلا ربط اس سے رکھنا کم ابھی سے
جتا دیتے ہیں تم کو ہم ابھی سے

ترے بیمارِ غم کے ہیں جو غم خوار
برستا اُن پہ ہے ماتم ابھی سے

غضب کیا ہلیں گر اُس کی مژگاں
صفیں یاروں کی ہیں برہم ابھی سے

نہیں ہے دیر اگر جانے میں اُن کے
نہیں اپنے بھی دم میں دم ابھی سے

بہے آنسو تو دامن کیا کہینگے
ہوئی ہے آستیں پُرنم ابھی سے

مرے لاشہ پہ بھی اُس بدگماں نے
کہا کیوں جی چرایا دم ابھی سے

تمہارا مجھ کو پاسِ آبرو تھا
وگرنہ اشک جاتے تھم ابھی سے؟

لگے سینے پلانے مجھ کو آنسو
کہ ہو بنیادِ غم محکم ابھی سے

وہ شاید منہ کھلے پر جائینگے آج
کہ چھایا دل پہ ابرِ غم ابھی سے

نکلتے ہی دم اُٹھواتے ہیں مجھ کو
ہوئے بیزار کیوں ہمدم ابھی سے

ابھی دل پر جراحت سو نہ دو سو
لے آئے دوستو مرہم ابھی سے

کیا ہے وعدۂ دیدار کس نے
کہ ہے مشتاق اک عالم ابھی سے

ملا جاتا ہے غیروں سے اے ذوق
کہ پھرتے ہیں خوش و خرم ابھی سے

(۱) برہم - خفا - (۲) ربط - تعلق - (۳) درہم - الٹ پلٹ - پریشان - (۴) پُرنم - تر - (۵) دم چرانا - دھوکا دینا - (۶) سیسہ پلانا (کنایۃً) کسی چیز کو مضبوط کر دینا - (۷) محکم - مضبوط -

۲۱

حالت نشہ میں دیکھنا اس بے حجاب کی
ہر ناز سے ٹپکتی ہے مستی شراب کی

کوچہ میں آپڑے تھے ترے خاک ہو کے ہم
یاں تو صبا نے اور بھی مٹی خراب کی

قاصد جواب جان مری دے چکی مجھے
پر منتظر ہے آنکھوں میں خط کے جواب کی

نکلے ہو میکدہ سے ابھی منہ چھپا کے تم
دابے ہوئے بغل میں صراحی شراب کی

اے ذوق بس نہ آپ کو صوفی جتائیے
معلوم ہے حقیقتِ ہُو حق جناب کی

(۱) بے حجاب - بے شرم - بے لحاظ - (۲) ناز - ادا -

۲۲

قفلِ صد خانۂ دل آیا جو تو ٹوٹ گئے
جو طلسمات نہ ٹوٹے تھے کبھو ٹوٹ گئے

خارِ غم دل سے کسی طرح نہ نکلا اے عشق
ہو کے ناخن کئی سینہ میں فرو ٹوٹ گئے

چارہ گر سوزنِ تقدیر سے کچھ زور نہیں
جیب کے تار جو ہو ہو کے رفو ٹوٹ گئے

سیکڑوں کاسۂ سر دہر میں مانندِ حباب
کبھو اے چرخ بنے تجھ سے کبھو ٹوٹ گئے

تو جو کہتا ہے کہ دے غیر کو بھی ساغرِ مے
ہاتھ کیا اس کے ہیں اے عربدہ جو ٹوٹ گئے

دخترِ رز نے وہ انداز دکھائے سرِ بزم
رات یاروں کے وہاں غسل و وضو ٹوٹ گئے

کیونکہ بن کشتیِ مے کیجئے سیرِ دریا
میکشو زیرِ بغل اب تو کدو ٹوٹ گئے

دیکھ کر سرمہ کی تحریر تری آنکھوں میں
ہیں صنم خانوں میں زنارِ گلو ٹوٹ گئے

تیرے ہاتھوں میں برنگِ گلِ بازی آخر
بند بند اپنے ہیں اے عربدہ جو ٹوٹ گئے

چشمِ مخمور کے اک جام میں سب یاروں کے
رات سر رشتۂ اعمالِ نکو ٹوٹ گئے

تیر کھینچے بھی اگر چارہ گروں نے دل سے
تو کبھو چھوٹ گئے اور کبھو ٹوٹ گئے

کیا بیاں تم سے کروں نقشِ شکستِ دل کا	کہ مری خاک سے عنقا بن کے بگولے گئے
قطرۂ تر ہوا اشک کہ جو شب آئے آنسو	شدتِ گریہ سے گوہر سرِ مژہ ٹوٹ گئے
جذبِ عشق اپنا ہے کب چھوڑتا تیروں کو ترے	کھینچے بھی دل سے تو سوفار کبھو ٹوٹ گئے
گلشنِ عشق ہے کیا بار آور اللہ اللہ	یہ ثمر لائے کہ سر مثلِ ثمر ٹوٹ گئے

کہہ بہ تبدیلِ قوافی غزل اک اور بھی ذوق
دیکھیں کس طرح سے جھلاتا ہے تو ٹوٹ گئے

(۱) قفل - تالا - (۲) طلسمات - جادو کے عجیب و غریب تماشے - طلسمات کے ٹوٹنے سے مراد بھیدوں، رازوں کا فاش ہو جانا - (۳) فرو ہونا - مراد گھٹنا، چھپ جانا - (۴) سوزن - سوئی - (۵) جیب - گریباں - (۶) کاسۂ سر - کھوپڑی - (۷) حباب - بلبلہ (۸) عربدہ جو - جنگ جو - بدخو - (۹) دخترِ رز - مراد شرابِ انگوری - (۱۰) صنم خانہ - بت خانہ - (۱۱) زنّار - وہ دھاگا جو ہندو گلے میں ڈالتے ہیں - (۱۲) عربدہ جو - لڑاکا - بدخو - (۱۳) بار آور - میوہ دار - پھل لانے والا - (۱۴) قوافی - جمع قافیہ - جس کے معنے پے در پے آنے والا - بیت کے آخر کا ہموزن لفظ جو ردیف سے پہلے ہوتا ہے -

۴۱

کس کے ملبوس شانہ میں اے دستِ ہوس ٹوٹ گئے	تیرہ بختوں کے جو یاں تارِ نفس ٹوٹ گئے
رات جو شیشے تجھ سے عسس ٹوٹ گئے	ہائے نہ گنبدِ مینا کے کلس ٹوٹ گئے
دیدۂ آبلہ پا پہ ہے مژگاں پیدا	پاؤں میں چبھ کے سرِ خارِ خس ٹوٹ گئے
ساقیا بادہ کشی میں کٹی ساری برسات	عہد و پیماں ترے سب اب کی برس ٹوٹ گئے
یاد آیا جو اسیرانِ قفس کو گلزار	مضطرب ہو کے یہ تڑپے کہ قفس ٹوٹ گئے
نہ لگے یار کے پشتِ لبِ شیریں پہ نہیں	شہد پہ بیٹھ کے ہیں ہائے مگس ٹوٹ گئے
ہو گرفتارِ قفس گر یونہی تڑپے صیاد	کوئی دم میں یہ سمجھنا کہ قفس ٹوٹ گئے
ذوق ہم ہو گئے گم ایسی ہوئی گم آواز	آج کیا قافلے کے سارے جرس ٹوٹ گئے

(۱) موت ہال۔ (۲) شاد۔ کتکھی۔ (۳) ہوس۔ طمع۔ لالچ۔ خواہش۔ (۴) تیرہ بخت۔
بدنصیب۔ (۵) تارِ نفس۔ سانس کے متواتر آنے جانے کو تار سے استعارہ کر لیا ہے۔
(۶) عسس۔ کوتوال۔ شہر کا محافظ۔ (۷) گنبدِ مینا۔ مراد آسمان۔ (۸) جس میں گھنٹے

۳۲۴

ہم ازل ہی سے خود کو نابود سمجھے | کہ بانگِ ولادت کو مولود سمجھے
ہوا نالہ جب دود آلود سمجھے | کہ تجھے عشق جلوائے بے دود سمجھے
ری مانگ کی تیغ کا ہو جو زخمی | وہ بے زخمِ دل کو نمک سود سمجھے
دا کی خدائی اگر آگے آئے | وہ کافر کسی کو نہ موجود سمجھے
کچھ آپ کو دل میں سمجھا وہ کافر | نہ فرعون سمجھے نہ نمرود سمجھے
ہما جو دل ہو گیا موم اُن پر | ہم الفت کو اعجازِ داؤد سمجھے

کیا دل کا بازارِ الفت میں سودا
زیاں کو ہم اسے ذوق یاں سود سمجھے

(۱) نابود۔ فنا۔ نیست۔ (۲) بانگِ ولادت۔ مسلمانوں کے ہاں جب بچہ پیدا ہوتا
ہے تو اُس کے کان میں کسی مسجد کے ملا کو بلا کر یا گھر کے کسی بالغ آدمی سے اذان دلواتے ہیں۔
(۳) مولود۔ بچہ جو نیا پیدا ہو خواہ لڑکا ہو یا لڑکی (۴) دود۔ دھواں۔ (۵) مانگ۔ سر کے
بالوں کے بیچ کی سیدھی لکیر۔ (۶) فرعون۔ قدیم زمانہ میں مصر کے بادشاہوں کا لقب تھا۔
لیکن اس فرعون سے مراد وہ بادشاہ ہے جو حضرت موسیٰ کے زمانہ میں ہوا اور جس
نے بنی اسرائیل پر بڑے ظلم کئے اور جب حضرت موسیٰ اپنی قوم بنی اسرائیل کو لے کر چل
دئے تو فوج لے کر اُن کے تعاقب میں روانہ ہوا۔ اور اپنی فوج سمیت بحیرۂ احمر میں غرق
ہو گیا۔ اُس نے خدائی کا دعویٰ کیا تھا۔ (۷) نمرود ایک کافر بادشاہ کا نام جو حضرت ابراہیم
کے وقت میں تھا اور خدائی کا دعویٰ کرتا تھا اس نے حضرت ابراہیم کو آگ میں ڈالا تھا۔ آخر
دماغ میں ایک مچھر گھس جانے سے مر گیا (۸) اعجاز۔ معجزہ داؤد۔ مشہور پیغمبر کا نام جو

میں قائم ہوں۔ (۵) شر۔ فساد۔ فتنہ۔ (۶) فرحت فزا۔ خوشی بڑھانے والا۔ (۷) روش طریقہ۔ (۸) سروِ آبِ جُو۔ وہ سرو جو کسی نہر کے کنارے پر ہو۔ (۹) مشہور ساہو۔ (۱۰) ہلال ابرو۔ معشوق کے ترچھے ابرو شکل کو ہلال کہا۔ (۱۱) نغرقہ۔ ایک مشہور ساگ۔ (۱۲) کاہو۔ ایک مشہور دوا جس کی تاثیر ٹھنڈی ہوتی ہے۔

۲۶

آتے ہی تو نے گھر کے پھر جانے کی سنائی
رہ جاؤں سُن نہ کیونکر یہ تو بُری سنائی

مجنوں و کوہ کن کے سنتے تھے یار قصے
جب تک کہانی اپنی ہم نے نہ تھی سنائی

جس بات پر تمہاری سب خلق ہیں ہم سے پوچھو
ہم کھو ہیں آنکھوں دیکھی وہ سب سُنی سنائی

شکوہ کیا جو میں نے گالی کا آج اُس سے
گالی کے ساتھ اُس نے اک اور بھی سنائی

کیا جانے کیا کہیگا کچھ کہنے کو ہے ناصح
دیتا نہیں مجھے تو اے بے خودی سنائی

کہنے نہ پائے اُس سے ساری حقیقت اک دن
آدھی کبھی سنائی آدھی کبھی سنائی

صورت دکھائے اپنی دیکھیں وہ کس طرح سے
آواز بھی نہ جس نے ہم کو کبھی سنائی

قیمت میں جنسِ دل کی مانگا جو ذوقؔ بوسہ
کیا کیا پھر اُس نے ہم کو کھوٹی کھری سنائی

(۱) سُن ہو جانا۔ بے حس و حرکت ہو جانا (۲) مجنوں۔ مشہور عاشق لیلیٰ جس کا اصلی نام قیس تھا۔ (۳) کوہ کن۔ شیریں کا عاشق جس کا نام فرہاد تھا۔ (۴) ناصح۔ نصیحت کرنے والا۔

۲۷

ہنگامِ بوسہ گرم جو وہ اک ذری ہوئے
شکر تو تھے پسینہ سے شکر تری ہوئے

ثبت اس بیاضِ چشم میں یہ خطِ سرمہ سے
جو انتخابِ نسخۂ افسوں گری ہوئے

دکھلائے ہم نے لے کے جو دامن پہ قطرۂ اشک
قائل ہماری آنکھ کے سب جوہری ہوئے

اک خال زیرِ لعل سے ظاہر مرے لئے
اے یار سو طریقہ بد اختری ہوئے

جل جائے خاک دشتِ چشمِ بتاں پہ گھاس
لیکن ہرن کھڑے نہ رہے بن ہری ہوئے

کچھ دیکھتے آدمیت اگر ہوتے آدمی
یہ خورد و نوش تو تو رہے تھے پری ہوئے

ہم ایسے ہی جہاں سے معدوم ہو گئے	اتنے نظر سے گم سبب لاغری ہوئے
رُسوا نہ ہوتے کرتے نہ گر جیب و سینہ چاک	ہم آپ اپنی باعثِ پردہ دری ہوئے
مطلب نہ کفر سے ہے نہ اسلام سے ہے کام	دل دے کے لے صنم تجھے سب ہی بری ہوئے
طالع ہوئے نہ اپنی سعادت سے ہم قریب	ہر چند سو قران مہ و مشتری ہوئے

اے ذوق آج سامنے اُس چشمِ مست کے
باطل سب اپنے دعوئ دانش وری ہوئے

(۱) گرم ہونا۔ خفا ہونا۔ (۲) ثبت ہونا۔ لکھے ہوئے ہونا۔ (۳) بیاضِ چشم۔ بیاض بمعنے کتاب چشم کو بیاض کہا۔ (۴) افسوں گری۔ جادوگری۔ (۵) دُرِ اشک۔ آنسوؤں کے موتی۔ بلحاظ چمک دمک کے آنسو کو موتی کہا۔ (۶) بداختری۔ بدنصیبی۔ (۷) ہرن کھری ایک گھاس ہے اُس کے پتوں کی شکل ہرن کے سُموں سے ملتی ہے اس لئے یہ نام ہوا شعر کا مفہوم یہ ہے کہ عاشقِ چشم کے دل میں آگ لگ رہی ہے۔ قبر پر جو سبزہ اُگیگا وہ جل ہی جائیگا۔ ہاں ہرن کھری ضرور اُگیگی کہ ہرن کی آنکھیں خوب ہوتی ہیں۔ اور یہ آنکھوں کے عاشق ہیں۔ (۸) حُور وش۔ مانندِ حور۔ مراد معشوق۔ (۹) معدوم ہونا۔ مٹ جانا۔ (۱۰) پردہ دری۔ رسوائی۔ بدنامی۔ (۱۱) بری ہونا۔ آزاد ہونا۔ رہا ہونا۔ (۱۲) طالع۔ نصیب۔ (۱۳) سعادت۔ نیکی۔ (۱۴) قران۔ ملاپ۔ علمِ نجوم کی اصطلاح میں سورج کے سوا باقی چھ ستاروں میں سے دو کا ایک برج میں اکٹھا ہونا۔ (۱۵) مہ۔ چاند۔ (۱۶) مشتری۔ برجیس ستارہ۔ وہ مشہور ستارہ جو چھٹے آسمان پر ہے جسے قاضیِ فلک اور سعدِ اکبر کہتے ہیں۔ (۱۷) دانش وری۔ عقلمندی۔

۳۱

اک صدمہ درد دل سے مری جان پر تو ہے	لیکن بلا سے یار کے زانو پہ سر تو ہے
آتا ہے اُن کا گرچہ قیامت پہ منحصر	ہم خوش ہیں یکہ آنے کی اُن کی خبر تو ہے
ہے سرِ شہیدِ عشق کا زیبِ سنانِ یار	صد شکر بارِ نخلِ وفا بار ور تو ہے

اے شمع دل ہے رونے میں جلتا تو کیا ہوا
جھاتی اس میں بات ملانے سے بس تو ہے

ہے دل میں درد گو نہیں ہمدرد میرے پاس
دلسوز گر کوئی نہیں سوز جگر تو ہے

اے دل ہجوم رنج بہ عالم سے تنگ ہو
تھا نہ خراب خوش ہو کہ آباد گھر تو ہے

اس بت نے غائبانہ کہا یا نہیں کہا
چپ ہو گیا وہ یار سے مجھے دیکھ کر تو ہے

تربت پہ دل جلوں کے نہیں گر چراغ دل
سینہ میں سوزش دل و داغ جگر تو ہے

کشتی بحر غم مرے حق میں ہے تیغ یار
کر دیتی ایک دم میں ادھر یا ادھر تو ہے

وہ دل کہ جس میں سوز محبت نہ ہووے ذوق
بہتر ہے اس سے سنگ کہ جس میں شرر تو ہے

(۱) ریب سنان۔ دوست یعنی معشوق کے نیزہ کے لئے باعث آرائش۔ (۲) بارور۔ پھل دار۔ (۳) دل سوز۔ ہمدرد۔ غمخوار۔ (۴) دل جلا۔ عاشق۔ (۵) سوز محبت۔ محبت کی آگ۔ گرمی عشق۔

۹

خدا نے میرے دیا سینہ لالہ زار مجھے
بتو نہ بن کے نظر آؤ تم بہار مجھے

وہ خط جو لکھتے نہیں جز خط غبار مجھے
سمجھتے یار سے کہ ہیں اپنا خاکسار مجھے

نگہ نے اس کی مجھے سخت بے قرار کیا
بلا سے مار دے آ کر کوئی کٹار مجھے

جمال یار سے ٹھہر کر کبھی دیکھنے نہ دیا
پکارتے رہے دیر و حرم ہزار مجھے

تمہارے عشق میں ماہی سے تا بہ ماہ فلک
دکھائی دیتے ہیں دکھلا داغدار مجھے

نظر جو لطف کی ہے روز وصل پر موقوف
تو کرنا کیا تھا نظر بند انتظار مجھے

عیاں ہے آئینہ رخ پہ جب سے خط غبار
وہ خط ہیں لکھتے مگر در خط غبار مجھے

ہوائے وادی وحشت مجھے موافق تھی
دکھا رہے ہیں چمن کی یہ کیا بہار مجھے

نہ ہوتا عشق اگر چشم اشکبار اے ذوق
جلا چکی تھی مری آہ شعلہ بار مجھے

(۱) لالہ زار - وہ مقام جہاں لالے کے پھول کثرت سے ہوں مراد عاشق کا زخمی بدن۔
(۲) خطِ غبار - ایک قسم کا خط ہے جو ہلکے ہلکے کاغذوں پر لکھا جاتا ہے جو ان کاغذوں کو لاکر پڑھو تو حروف پڑھے جاتے ہیں ورنہ ایک غبار سا معلوم ہوتا ہے اور پڑھنے میں نہیں آتا۔ (۳) دیر - بت خانہ۔ گرجا - (۴) حرم - کعبہ - (۵) ماہی - مچھلی - مراد وہ مچھلی جس کی نسبت یہ خیال تھا کہ زمین اس کی پیٹھ پر رکھی ہے۔ (۶) ماہ - چاند - (۷) لالہ - زخمی۔

۴۱

مرضِ عشق جسے ہو اُسے کیا یاد رہے
نہ دوا یاد رہے اور نہ دعا یاد رہے

تم جسے یاد کرو پھر اُسے کیا یاد رہے
نہ خدائی کی ہو پروا نہ خدا یاد رہے

لوٹتے سینکڑوں نخچیر ہیں کیا یاد رہے
چیر دو سینہ میں دل کو کہ پتا یاد رہے

بات کا وعدہ ہے بندہ سے اگر بندہ نواز
بند میں دے لو گرہ تا کہ ذرا یاد رہے

قاصدِ عاشقِ سودا زدہ کیا لائے جواب
جب نہ معلوم ہو گھر اور نہ پتا یاد رہے

دیکھ بھی لینا ہمیں راہ میں یاور کیوں صاحب
ہم سے منہ پھیر کے جانا یہ بھلا یاد رہے

تیرے مدہوش سے کیا ہوش و خرد کی امید
رات کا بھی نہ جسے کھایا ہوا یاد رہے

کشتۂ ناز کی گردن پہ چھری پھیرو جب
کاش اُس وقت تمہیں نامِ خدا یاد رہے

خاک برباد نہ کرنا مری اُس کوچہ میں
تجھ سے کہہ دیتا ہوں میں بادِ صبا یاد رہے

گور تک آئے تو چھاتی پہ قدم بھی رکھ دو
کوئی بے دل اِدھر آئے تو پتا یاد رہے

تیرا عاشق نہ ہو آسودہ بزیرِ طوبےٰ
خلد میں بھی ترے کوچہ کی ہوا یاد رہے

ہاں ذرا آئیں جفا سے جو کبھی آپ تو پھر
یادِ عشق کو نہ کبھی گا بھلا یاد رہے

داغِ دل پر مرے پھاہا نہیں ہے انگارا
چارہ گر لیجو نہ چٹکی سے اٹھا یاد رہے

زخمِ دل بھرنے ترے دل کے نمک خوار و لگے
لو بھلا کچھ تو محبت کا مزا یاد رہے

حضرتِ عشق کے مکتب میں ہے تعلیم کچھ اور
یاں لکھا یاد رہے اور نہ پڑھا یاد رہے

گر حقیقت میں ہی ہنا تو در کہ خود بینی | بھولے بندہ جو خودی کو تو خدا یاد رہے

عالمِ حسن خدائی ہے بتوں کی اے ذوق
چل کے بت خانہ میں بیٹھو کہ خدا یاد رہے

(۱) تمہیں فراموش (۲) بندہ نواز - مہربان - (۳) سودا زدہ - دیوانہ - (۴) مدہوش سے مراد عاشق - دیوانۂ عشق (۵) ہوش و خرد - عقلمندی و دانائی - (۶) بے دل - عاشق - (۷) طوبےٰ - بہشت میں ایک درخت ہے - (۸) خود بینی - غرور - تکبر - (۹) خودی - انانیت - غرور - تکبر -

چشمِ قاتل تمہیں کیونکر نہ بھلا یاد رہے | موت انسان کو لازم ہے سدا یاد رہے
میرا خوں ہے ترے کوچے میں بہا یاد رہے | یہ بہا وہ نہیں جس کا نہ بہا یاد رہے
کشتۂ زلف کی مرقد پہ تو اے لیلیٰ وش | بیدِ مجنوں ہی لگانا کہ پتا یاد رہے
خاکساری سے عجب وصف کہ جوں جوں ہو | ہو صفا اور دلِ اہلِ صفا یاد رہے
ہو یہ لبیکِ حرم یا یہ اذانِ مسجد | میکشو قلقلِ مینا کی صدا یاد رہے
یاد اس وعدہ فراموش سے غیروں بدلے | یاد کچھ کم تو نہ تھی اور سوا یاد رہے
خط بھی لکھتے ہیں تو لیتے ہیں خطائی کاغذ | دیکھئے کب تک انہیں میری خطا یاد رہے
دو ورق میں کیا حسرت دو عالم کا ہے علم | سبقِ عشق اگر تجھ کو دلا یاد رہے
قتلِ عاشق پہ کمر باندھی ہے آج اس نے | پھر خدا ہے کہ اسے نام مرا یاد رہے
طائرِ قبلہ نما بن کے کہا دل نے مجھے | کہ تڑپ کر یونہی مر جائیگا جا یاد رہے
جب یہ دیندار ہیں دنیا کی نمازیں پڑھتے | کاش اس وقت انہیں نامِ خدا یاد رہے
ہم سو بار جفا ہو تو رکھو ایک نہ یاد | بھول کر بھی کبھی ہووے تو وفا یاد رہے

محو اتنے بھی نہ ہو عشقِ بتاں میں اے ذوق
چاہیئے بندہ کو ہر وقت خدا یاد رہے

دہ چشم قاتل - چشم معشوق (۳) سمت - اللہ - چشم معشوق - جو عاشقوں کو قتل کرتی ہے۔ (۳) کشتۂ زلف - عاشق زلف - (۴) لیلیٰ وش - مراد معشوق - (۵) بید مجنوں ایک درخت کا نام - (۶) لبیک - میں آپ کی خدمت میں حاضر ہوں۔ حاجی میدان عرفات میں حق تعالیٰ کو مخاطب کرکے یہ کہتے ہیں (۷) قلقل مینا - صراحی سے شراب انڈیلتے وقت جو آواز نکلتی ہے۔ (۸) خطائی کاغذ - اس وقت خطائی کاغذ میں عمدہ کاغذوں میں سے تھا - (۹) طائر قبلہ نما - قبلہ نما کی سوئی جس کا رخ ہر وقت قبلہ کی طرف رہتا ہے

تدبیر نہ کر فائدہ تدبیر میں کیا ہے
کچھ یہ بھی خبر ہے تری تقدیر میں کیا ہے

اے اہل نظر عالم تصویر کو دیکھو
تصویر کیا دیکھنا تصویر میں کیا ہے

ہے شانہ کہ میرا دل دیوانہ ہے الجھا
معلوم نہیں زلف گرہ گیر میں کیا ہے

پارہ کی جگہ کشتہ اگر ہو دل بیتاب
پھر آپ ہی اکسیر ہے اکسیر میں کیا ہے

اے صید فگن کرتا ہے کیوں تیز چھری تیز
اب باقی بھلا اس ترے نخچیر میں کیا ہے

کچھ سلسلۂ جنبان جنوں ہے ترا مجنوں
غل دیکھ بپا خانۂ زنجیر میں کیا ہے

بیٹھا ہے زبر کعبہ پہ حیراں ترا شیدا
لبیک میں کیا ہوتا ہے تکبیر میں کیا ہے

صیاد عبث گرد ہے تو اس کے شب و روز
تو دیکھ تو کچھ اس ترے نخچیر میں کیا ہے

ہے صید نگہ کتنا قضا سے یہ تڑپ کر
اس تیر میں کیا لطف ہے اس تیر میں کیا ہے

یہ غنچۂ تصویر کھلا ہے نہ کھلے گا
کیا جانے دل عاشق دلگیر میں کیا ہے

خنجر ہے ترے ہاتھ میں اور ہم تہ خنجر
تاخیر ہو کیوں فائدہ تاخیر میں کیا ہے

اترا تھا گلے سے کہ جگر ہو گیا ٹھنڈا
کیا جانے اس آب دم شمشیر میں کیا ہے

زاہد کی طرف دیکھو تو تم سر کے دم ذبح
لو نام تم اللہ کا تکبیر میں کیا ہے

ذوق اس لب شیریں کا جو تو وصف ہے کہتا
کیا کہئے حلاوت تری تقریر میں کیا ہے

(۱) شاعر کے خیال میں انسان کی تدبیر بمقابلہ تقدیر کارگر نہیں ہوتی اس لئے تقدیر پہ شاکر ہے۔ حضرت اقبال نے اس خیال کو یوں ظاہر فرمایا ہے۔

آزمودہ فتنہ ہے اک اور بھی دوراں کے پاس

سامنے تقدیر کے رسوائیِ تدبیر دیکھ

(۲) شانہ۔ کنگھی۔ (۳) گرہ گیر۔ پیچدار۔ (۴) اکسیر۔ رسائی۔ کیمیا۔ (۵) صید فگن۔ شکاری۔ مراد معشوق (۶) نخچیر۔ شکار۔ (۷) لبیک۔ میں آپ کی خدمت میں حاضر ہوں۔ یہ کلمہ حاجی میدانِ عرفات میں حق تعالیٰ کو مخاطب کر کے کہتے ہیں۔ (۸) تکبیر۔ بڑائی کرنا۔ اللہ اکبر کہنا۔ (۹) صیدِ نگہ۔ شکارِ نگہِ معشوق۔ (۱۰) تیر۔ اشارہ بہ نگہِ محبوب۔ (۱۱) غنچۂ تصویر۔ وہ کلی جو تصویر میں بنائی گئی ہو اور یہ ظاہر ہے کہ وہ شگفتہ کیا ہوگی۔ مفہوم یہ ہے کہ جس طرح غنچۂ تصویر کی شگفتگی ناممکن ہے۔ اسی طرح دلِ عاشق کا کھلنا ممکن نہیں۔ (۱۲) تاخیر۔ دیر کرنا۔ (۱۳) حلاوت۔ مٹھاس۔ شیرینی۔ مزا۔

پری رو کیا ستم گر پیشتر ایسے نہ ہوتے تھے
ولیکن جیسے تم ہو فتنہ گر ایسے نہ ہوتے تھے

وہ جب دل سے بے تکلف رات بھر ایسے نہ ہوتے تھے
صبا کے جھونکے یہاں وقتِ سحر ایسے نہ ہوتے تھے

کسی کی فندقیں یاد آگئی ہیں ورنہ مژگاں پر
نمایاں قطرۂ خونِ جگر ایسے نہ ہوتے تھے

جو دیں منہ میں گالیاں اس بے زباں کو آج کیا کہئے
کبھی نادم ہم اس کو چھیڑ کر ایسے نہ ہوتے تھے

خدنگِ عشق کھا کر زخمِ دل فرمانے باہم
لگے کہنے کہ تیرِ یکنظر ایسے نہ ہوتے تھے

سفر ہے اب کی جاں کا حضرت دل ہیں پریشاں
پریشاں ورنہ جاں گردِ سفر ایسے نہ ہوتے تھے

کتابِ دل شرارِ عشق سے ہے جل اٹھی شاید
کہ مضموں سوزِ دل کے پیشتر ایسے نہ ہوتے تھے

ہمارے آبلوں میں آب ہے یا آبیاری ہے
کہ پہلے خارِ صحرا تیز تر ایسے نہ ہوتے تھے

ستم دنیا کے جو جو تھے ستمگر دل پہ تجھ سے گزرے
مگر صدمے ہماری جان پر ایسے نہ ہوتے تھے

زمانہ میں ہیں سنتے شور سے قیامت کا
پر اس قامت سے جو ہیں شور و شر ایسے نہ ہوتے تھے

ہمارے خضرِ سخن کر ذوق جیسے بزمِ عالم میں
ہوئے قائل ہیں اب اہلِ نظر ایسے نہ ہوتے تھے

(۱) پدمی رنگ مہندی کی چہرہ - مراد معشوق - (۲) ستمگر - ظالم - (۳) فتنہ گر - فتنہ پیدا کرنے والا - (۴) فندق - ایران کے ایک مشہور میوہ کا نام جو بیر کے برابر و سرخ رنگ ہوتا ہے مگر شاعروں کے نزدیک معشوق کی حنائی انگلیاں اور بعض اوقات لب ہائے سرخ - (۵) خدنگِ عشق - تیرِ عشق - (۶) شیریں - میٹھا - نام معشوق - (۷) نیشکر - گنا - (۸) قامت - اشارہ بہ قامت معشوق - (۹) اہلِ نظر - عقلمند - دانا -

۳

نہ کھینچو عاشقِ تشنہ جگر کے تیر پہلو سے
نکالے ہے مثلِ ماہیِ تصویر پہلو سے

نہ لے اے ناوک افگن دل کو میرے چیر پہلو سے
کہ وہ تو جا چکا ساتھ آہ کے جوں تیر پہلو سے

دلِ سیپارہ کو لے تا تک تعویذوں میں ہیکل کے
نہ سرکا یہ حمائل اے بتِ بے پیر پہلو سے

وہ ہوں بے دست و پا بسمل رسائی جب نہ ہاتھوں کی
گیا تا پائے قاتل از تہِ شمشیر پہلو سے

اسیرِ زلف دیوانے میں دیکھے پاسباں شب کو
دبا کر بیٹھے اُن کے پاؤں کی زنجیر پہلو سے

مصورِ لیلیٰ و مجنوں کی ناکامی پہ حیراں ہیں
کبھی مل کر نہ بیٹھا پہلوئے تصویر پہلو سے

یہ دل لب تشنۂ تیغِ یار کا ہے رات بھر کرتا
صدائے العطش جوں نالۂ شبگیر پہلو سے

عجب حسرت کا عالم تھا کہ مجنوں کہتا تھا پیہم
چھٹے پہلو مرے محمل کا یا تقدیر پہلو سے

دکھانا استخواں ان کو یہ عالم لاغری کا ہے
کہ ہے دکھلا رہا میرا دلِ دلگیر پہلو سے

خیالِ ابروئے جاناں نہیں دل بھولتا اک دم
سپاہی ہے جدا کرتا نہیں شمشیر پہلو سے

تمام اہلِ سخن بزمِ سخن میں ذوق حیراں ہیں
ملا جو قافیہ تو نے کیا تحریر پہلو سے

(۱) تشنہ جگر - تشنہ دل - مراد معشوق - (۲) ماہیِ تصویر - وہ مچھلی جو تصویر میں ہو (۳) ناوک افگن - تیر انداز - مراد معشوق - (۴) ہیکل - تعویذ جو بچوں کے گلے میں ڈالے

جائیں۔ (۵) حمائل۔ چھوٹی تقطیع کا قرآن شریف جو گلے میں لٹکاتے ہیں۔ عورتوں کے پہننے کا ایک زیور۔ (۶) العطش۔ پیاس۔ تشنگی۔ پیاسا ہونا۔ (۷) نالۂ شب گیر۔ وہ نالہ جو رات کو صبح ہونے سے پہلے کیا جائے۔ (۸) سیاہی۔ اشارہ ہے دلِ عاشق۔ (۹) شمشیر۔ اشارہ ہے ابروئے معشوق۔ (۱۰) اہلِ سخن۔ شاعر۔ (۱۱) بزمِ سخن۔ بزمِ مشاعرہ۔ (۱۲) کیا تحریر پہلو سے۔ مراد خوبصورتی سے تحریر کیا اور پڑھا۔

برق میرا آشیاں کب کا جلا کر لے گئی
کچھ جو خاکستر بچا آندھی اڑا کر لے گئی

اُس کے قدموں تک نہ بیتابی بڑھا کر لے گئی
ہائے دو پلٹے دیئے اور پھر ہٹا کر لے گئی

ناتوانی ہم کو ہاتھوں ہاتھ اٹھا کر لے گئی
چیونٹی سے چیونٹی دانہ چھڑا کر لے گئی

صبحِ رخ سے کون شامِ زلف میں جاتا تھا آہ
اے دلِ شامت زدہ شامت لگا کر لے گئی

خون سے فرہاد کے رنگیں ہوا دامانِ کوہ
کیوں نہ موجِ شیر یہ دھبا چھڑا کر لے گئی

تم نے تو چھوڑا ہی تھا اے ہمرہانِ قافلہ
لیکن آوازِ جرس ہم کو جگا کر لے گئی

نوکِ مژگاں جب ہوئی سینہ فگاروں کے دوچار
پارہ ہائے دل سے گلدستہ بنا کر لے گئی

دیکھی کچھ دل کی کشش لیلیٰ کہ ناقے کو ترے
سوئے مجنوں آخرش رستہ بھلا کر لے گئی

وہ گئے گھر غیر کے اور یاں تئیں وہم بعید
بدگمانی ان کے گھر سو گھر پھرا کر لے گئی

واہ اے سوزِ دروں کوچہ میں اس بے پیر کے
رات ہم کو ہر قدم مشعل دکھا کر لے گئی

جو شہیدِ ناز کوچہ میں تمہارے تھا پڑا
کیا کہوں تقدیر اسے کیونکر اٹھا کر لے گئی

دشتِ وحشت میں بگولا تھا کہ دیوانہ ترا
روحِ مجنوں بہرِ استقبال آ کر لے گئی

آگ میں ہے کون گرتا پر مگر پروانہ کو
آتشِ سوزِ محبت تھی جلا کر لے گئی

اے پری پہلو سے کھینچ کر کیا کہوں تیری نگہ
دل اڑا کر لے گئی یا پر لگا کر لے گئی

ذوق مرجانے کا تو اپنے کوئی موقع نہ تھا
کوئے جاناں میں اجل ناحق لگا کر لے گئی

(۱) صاعقہ - بجلی - (۲) آشیاں - گھونسلہ - (۳) صبحِ رخ - رخ سفیدی کو بلحاظ رنگت کے صبح کہا (۴) شامِ زلف - زلف کو بلحاظ سیاہی کے شام کہا (۵) فرہاد - مشہور عاشقِ شیریں - (۶) جرس - گھنٹہ - (۷) سینہ فگار - زخمی دل عاشق - (۸) ناقہ - اونٹنی - (۹) شہیدِ ناز - مراد عاشق -

تحریرِ قلم سے وصفِ جبیں ہے صنم پر سے — بر حق ہے شاخِ سجدہ سے لوحِ رقم پر سے

رفتار وہ کہ فتنہ ہے سو قدم پر سے — قامت کہے ہے شورِ قیامت کو قسم پر سے

کھنچتا ہے کس کو ناز سے تو دمبدم پر سے — تو دو قدم کہے میں رہوں سو قدم پر سے

بسمل ترے تڑپ کے بھی پہنچے دو پاؤں تک — یا دو قدم وہ ہے یا سو قدم پر سے

کیوں کر ہم اضطرار ہے اس درجہ اے قرار — ہستی سے کتنی دور ہے ملکِ عدم پر سے

پھر کر ہمارے کعبۂ دل میں غزالِ یار — کہتے ہیں دیکھ رہیو غزالِ حرم پر سے

قاتل جو تیرے ہاتھ میں بھی ہو زہر کی — مرہم کو زخمِ دل سے اشارہ کہیں ہم پر سے

ہے موجِ ریگِ بادیہ کیا ایک گام میں — ہیں گے سوار کشتیِ نقشِ قدم پر سے

یا رب کدھر کو جائے یہ جانبازِ درد و غم — باندھے کھڑی ہے چار طرف فوجِ غم پر سے

اتنا بھی دم نہیں ہے کہ تیرا مریضِ غم — سر کے نظر سے صورتِ نقشِ قدم پر سے

شب گھر سے اُن کے غیر نے تو آ لیا تھا پر — دیوار بام پر سے چڑھے ہم کدم پر سے

پگھلا ہی شرحِ سوزِ دلِ بے قرار آج — آیا تھا جی میں بیٹھ کے کھینچے قلم پر سے

اللہ رے اضطراب کہ جوں آتشیں قلم — ہاتھوں سے جا پڑا مرے چھٹ کر قلم پر سے

یہ کیا شبِ وصال کہ دونوں بہم تو ہیں — پر ہم سے وہ ہیں بیٹھے پرے آن سے ستم پر سے

کعبہ نہیں یہ کعبۂ دل ہے مقامِ دوست — رہتا ہے در ہمارے طوافِ حرم پر سے

تم آؤ گر تو آؤ نہیں مجھ کو لو بلا — اُلٹے تمہارے گھر سے پھرے الٹے قدم پر سے

بر گشتہ بخت وہ ہوں کہ پھر جائے ناز سے — مژگاں تلک کسی کی نگاہِ کرم پر سے

ہیں سے کیا ملتا ہے میرا [illegible]
دیکھو ڈھونڈھا حضرتِ دل زلفِ یار میں

بھولے خدا کے واسطے رکھیئے یہ جسم پہ
رستہ نہیں ہے آپ کی سر کی قسم پہ

کرتا ہے کیا مسافتِ منزل کا فکر ذوق
ہے ابتو یاں سے مُلکِ عدم دو قدم پہ

(۱) حدِ قلم - حدِ تحریر - (۲) سدرہ - آسمان پہ ایک درخت ہے جسے مقام جبرائیل بھی کہتے ہیں - (۳) بسمل - زخمی - مراد عاشق (۴) غزال - مراد معشوق کی آنکھیں - (۵) بادیہ - صحرا - (۶) گام - قدم - (۷) نقشِ قدم - نشانِ قدم - (۸) طواف - کسی چیز کے گرد گھومنا - کعبہ کے گرد پھرنا - (۹) حرم - کعبہ - (۱۰) برگشتہ بخت - بدنصیب (۱۱) دم - فریب - دھوکا -

ذکرِ مژگاں تیرا جس کے روبرو نکلا کرے
اُس کے بے نشترِ رگِ جاں سے لہو نکلا کرے

گر فغاں اچھا نہیں تو چپ بھی رہنا ہے بُرا
کچھ تو سینہ کا بخار اے دل کبھو نکلا کرے

لائے گر بادِ صبا اُس زلفِ مشکیں کی شمیم
شمع کے گُل سے گلِ شبّو کی بو نکلا کرے

دیکھے تیرے آنسوؤں کی آبیاری کو اگر
آبِ دریا سے گہر بے آبرو نکلا کرے

چشمِ مستِ یار اگر دکھلائے تاثیرِ نظر
تا قیامت پھر دلِ آہو سے ہُو نکلا کرے

اے صنم پیدا کرے جو دل میں تیری آرزو
پھر نہ اُس کے لب سے حرفِ آرزو نکلا کرے

خطِ مشکیں کا تمہارے وصف اگر کیجے رقم
خطِ مشک افشاں قلم سے موبمو نکلا کرے

حضرتِ دل ہم تو جب جانیں کہ لانا آپ کی
کھا کے دھکے روز اُس گھر سے عدو نکلا کرے

تیرے ترکِ چشم کو گر شوقِ خونریزی نہ ہو
باندھ کر تلوار کیوں اے جنگجو نکلا کرے

خدمتِ پیرِ مغاں سے لو وہ دارو چل کے ذوق
نشۂ مے جس سے بے جام و سبو نکلا کرے

(۱) مژگاں - پلکیں - (۲) شمیم - خوشبو - (۳) گلِ شبّو - ایک قسم کا پھول -

(۱) ہماری [illegible] (۵) خطِ [illegible] - خطِ سرِ مشق (۷) رقم کردہ گلستان [illegible]
[illegible] (۹) [illegible] (۱۰) عجم - [illegible]

مجھ کو جب تیرا جب یار نظر آتا ہے
کوئی کھینچے ہوئے تلوار نظر آتا ہے

جب ترا شعلۂ رخسار نظر آتا ہے
سرِ خورشید کا بازار نظر آتا ہے

گھر میں جو روزنِ دیوار نظر آتا ہے
چشمِ افعی مجھے بیدار نظر آتا ہے

مستیِ چشم اُس کا جو میخوار نظر آتا ہے
ہے تو دیوانہ یہ ہشیار نظر آتا ہے

کیا تمہیں لے کے الا انبار نظر آتا ہے
یاں تو اغیار میں بھی یار نظر آتا ہے

ضعف سے تارِ تنِ زار نظر آتا ہے
سر مرا تن پہ گراں بار نظر آتا ہے

سبزۂ خطِ گلِ رخسار پہ ایک عالم ہے
خطِ ریحاں خطِ گلزار نظر آتا ہے

معنیِ رنگِ خموشی سے جو دل ہو آگاہ
برگِ گل میں لبِ اظہار نظر آتا ہے

جتنا بیہوش ہو اُتنا ہی سوا ہوتا رام
مست ہاتھی ہو تو بے بار نظر آتا ہے

زلف کے دام میں ہے مرغِ دل آتا ہمیں یاد
جبکوئی مرغِ گرفتار نظر آتا ہے

خواب غم میں بھی ہے آرام اگر آجائے
ہے وہ بیچین جو ہشیار نظر آتا ہے

آنکھ اُٹھا کر تو ذرا دیکھ کہ زیرِ افلاک
جو ہے سرکش وہ نگوں سار نظر آتا ہے

میرے رونے پہ جو ہے دیدۂ سوزن روتا
تار اک آنسوؤں کا تار نظر آتا ہے

صید بے کس پہ ترے کوئی کہتا تکبیر
یہ تو ہوتا یونہی مردار نظر آتا ہے

تیرے مجنوں کو ہے سامانِ جنوں گر آتش
داغِ سودا گلِ دستار نظر آتا ہے

ہے غضب سرمہ نے چمکایا تری آنکھوں کو
آج فتنہ ہمیں بیدار نظر آتا ہے

بارِ احساں ہے صبا کا بھی سرِ نکہتِ گل
کون گلشن میں سبکسار نظر آتا ہے

خنجرِ موجِ تبسم سے ترے گلشن میں
دیکھا ہر گل کو دل افگار نظر آتا ہے

میری آنکھوں میں نظر آتا ہے عالم ویراں
دل کا ویرانہ جو بے [illegible] ہے

عالمِ دل میں کبھی آ کے فلک کو دیکھو
کیا پسِ پردۂ زنگار نظر آتا ہے

لٹ گئے اے دستِ جنوں تارِ نفس چھوڑ دیا
تن پہ تو مجھ کو نہیں تار نظر آتا ہے

بڑھ کے جو چمکا زمانہ میں دکھائی دیا کم
روز کب اخترِ دمدار نظر آتا ہے

جو جواں مرد علائق میں پھنسا ہے وہ مجھے
شیر پنجرے میں گرفتار نظر آتا ہے

دیکھ کر اسے بختِ مغرور یہ اندازِ ستم
شرم سے چرخ نگوں سار نظر آتا ہے

کاٹنے دوڑتا ہے گھر جو نہیں وہ گھر میں
حلقۂ در دہنِ مار نظر آتا ہے

دل پُر وسوسہ کا عقدہ ہے قفلِ وسواس
اس کا کھلنا مجھے دشوار نظر آتا ہے

مژدہ اے آبلہ پائی کہ پھر آنکھوں میں مری
دامنِ وادیٔ کہسار نظر آتا ہے

کم نمائی سے ہوا ماہِ عید کے چاند
کہ برس میں کبھی اک بار نظر آتا ہے

دل سے سب دیکھ لیا دفترِ تقدیر تمام
فلک اک نقطۂ بیکار نظر آتا ہے

چشمِ ساقی نے یہ میخانہ میں پھیلایا کفر
گردنِ شیشہ میں زنار نظر آتا ہے

صحبتِ اہلِ صفا دیتی ہے سرکش کو الٹ
نخل پانی میں نگوں سار نظر آتا ہے

تنگ جو زیست سے ہیں تختۂ تابوت انہیں
مر کے اک تختِ ہوادار نظر آتا ہے

دُرِ مضموں ہیں ترے ذوق زبس بیش بہا
کم کوئی اُن کا خریدار نظر آتا ہے

(۱) افعی۔ کالا ناگ۔ (۲) مستِ چشم۔ عاشقِ چشمِ محبوب (۳) میخوار۔ شرابی۔ (۴) اولی الابصار۔ دانا۔ عقلمند۔ (۵) تنِ زار۔ عاشق کا لاغر و ناتواں جسم (۶) گرانبار۔ بوجھل۔ (۷) خطِ ریحاں۔ اشارہ بہ خطِ سبز معشوق۔ ریحاں تازہ بو کو کہتے ہیں۔ اور گلاب کے سوا ہر پھول کے لئے بھی استعمال ہوتا ہے۔ (۸) مرغِ گرفتار۔ پرندہ جو قید میں ہو۔ (۹) سرکش۔ مغرور۔ (۱۰) نگوں سار۔ اُلٹا۔ اوندھا۔ مراد بدبخت۔ (۱۱) سامانِ جنوں۔ مراد جنونِ عشق باعثِ زیبائش۔ (۱۲) داغِ سودا۔ داغِ جنونِ عشق (۱۳) نکہت

رکھتا ہے چشمِ لطف وہ کس کس ادا کے ساتھ | دیتا ہے جام ساقیِ پیماں شکن(۱۵) مجھے

ہے جذبِ دل درست تو چاہِ فراق سے | کھینچے گی تیری زلفِ شکن در شکن(۱۶) مجھے

دکھلا رہا اک ادا میں ہے سو سو طرح بناؤ | اس سادہ پن کے ساتھ ترا بانکپن مجھے

جیسے کنوئیں میں ہو کوئی تارا چمک رہا | دل سوجھتا ہے یوں تہِ چاہِ ذقن(۱۷) مجھے

آکر اسے بھی دو کبھی آنکھیں(۱۸) ذرا دکھا | آنکھیں دکھا رہا ہے غزالِ ختن مجھے

آ اے مرے چمن کہ ہوا میں تری ہوا | صحرا لئے دل ہوا لئے چمن در چمن مجھے

یا رب یہ دل ہے یا کہ ہے آئینۂ نظر | دکھلا رہا ہے سیرِ سفر در وطن مجھے

آیا ہوں نور لے کے میں بزمِ سخن میں ذوق
آنکھوں پہ سب اٹھائیں گے اہلِ سخن(۱۹) مجھے

(۱) گلبدن۔ مراد معشوق۔ بلحاظ حسن و نزاکت کے گل بدن کہا۔ (۲) مشکِ ختن۔ ختن ایک مقام کا نام ہے اور وہاں کی کستوری مشہور ہے۔ (۳) وبالِ دوش ہونا۔ باعثِ مصیبت ہونا۔ (۴) زیب۔ سجاوٹ۔ آرائش۔ (۵) یاسمن۔ چنبیلی۔ مراد معشوق۔ (۶) آبدار۔ چمک دار۔ (۷) ناوک فگن۔ تیر انداز۔ شکاری۔ (۸) نے۔ بانس۔ بانسری۔ (۹) استخواں۔ ہڈیاں۔ (۱۰) یمن۔ عرب کا مشہور شہر جو عقیق کے لئے نہایت مشہور ہے۔ اور یہاں کا عقیق خاص طور پر مقبول ہے۔ (۱۱) مفہومِ شعر اس شعر میں شاعر بلحاظ اپنے دل کے زخموں کے اپنے آپ کو سرزمینِ لالہ سے تشبیہ دیتا ہے اور بتاتا ہے کہ اس لالہ ستان یعنی دل کے زخموں میں بہار و خزاں کسی قسم کی تبدیلی پیدا نہیں کر سکتیں یہاں پرانے اور نئے زخموں میں کوئی امتیاز نہیں۔ (۱۲) خسرو۔ ایران کا مشہور بادشاہ اور شیریں کا شوہر۔ (۱۳) کوہ کن۔ فرہاد کا لقب جو شیریں پر عاشق تھا۔ (۱۴) عنقا۔ ایک فرضی و خیالی پرندہ۔ (۱۵) پیماں شکن۔ بے وفا۔ وعدہ توڑنے والا (۱۶) شکن در شکن۔ [illegible] در [illegible]۔ پیچ دار۔ (۱۷) چاہِ ذقن

(۳) دعا اور دعا ہے جس ... کی ... ہے - (۴) آنکھیں دکھانا ...
(۵) اہل سخن - شاعر -

۱ ہو کر تیر جو وہ دلبر جانی مانگے	کہہ دو ہم سے نہ کوئی دیکے نشانی مانگے
اے صنم دیکھ کے ہجوم کی تری کم سخنی	موت گھبرا گئے نہ کیوں یہ خفقانی مانگے
خاک سے کشتۂ دیدار کے سبزہ جو اُگے	تو زباں اپنی نکالے ہوئے پانی مانگے
مچھلیاں تو بلا پیگا مگر تو لے زلف	سبب وہ کافر کہ کانٹا ترا پانی مانگے
دہنِ یار ہو اور مانگے کسی سے دل کو	وہ جو مانگے تو باندازِ نہانی مانگے
دل مرا بوسہ بہ پیغام نہیں ہے ہمدم	مار لیتا ہے تو لے اپنی زبانی مانگے

۷ جلوہ اُس عالمِ معنی کا جو دیکھے اسے ذوق
لطفِ الفاظ نہ لے حسنِ معانی مانگے

(۱) نشانی - اشارہ بہ تیرِ دلبر - (۲) خفقانی - دیوانہ - مراد عاشق - دراصل خفقان دل کی دھڑکن کو کہتے ہیں - (۳) عالمِ معنی - مراد عالمِ حقیقت جو تجلیاتِ معشوقِ حقیقی سے پُر ہے - (۴) معانی - معنی کی جمع - مطالب - مقاصد - ایک علم کا نام جس سے الفاظ کے استعمال کا محل صحیح اور معانی کا درست یا نادرست ہونا معلوم ہوتا ہے -

۱۳۴ نہ دیں گواہی جو داغِ کہن نہیں دیتے	دکھائی کیا مرے تن پہ چمن نہیں دیتے
جفا میں بات وہ کیا حکمت نہیں دیتے	کہ درد جان ہمیں اب زخمِ تن نہیں دیتے
جو بولوں کچھ تو مجالِ سخن نہیں دیتے	سیوں کبھی میں پہ وہ سینے کا ہن نہیں دیتے
سحر ہے روز دکھاتا نئی چمک خورشید	دکھا اُسے مرا داغِ کہن نہیں دیتے
ہیں منع کر سبب رونے کو جو چاہا دوست	بجھانے کیوں مجھے دل کی جلن نہیں دیتے
یہ پیچ کش تنِ لاغر میں جھریاں ہیں مرے	کہ اتنی زلف میں بھی وہ شکن نہیں دیتے

شہیدِ ناز کے چہلم پہ ہے نظر شاید
کہ سرمہ آنکھوں میں تا جانِ من نہیں دیتے

اجل ہے پھرتی مرا پتا یارو
بتاتے مرا بیت الحزن نہیں دیتے

عدم کی راہ میں بھی کچھ تو ہے خطر کا گذر
کہ ساتھ لینے بجز یک کفن نہیں دیتے

جو مانگا آب دمِ تیغ اُس سے بسمل نے
تو بولا زخمی کو اے خستہ تن نہیں دیتے

بیانِ شیخ جو ہے وصفِ حور و شعلۂ طور
ذرا دکھا اُسے اپنی پھبن نہیں دیتے

وہ تیر کھینچے ہے پہلو سے کہہ کے اے دلِ زار
کہ ہے نشانی ناوک فگن نہیں دیتے

ہوا اُن کی زلف سے کیا زخمِ دل کو چشمِ امید
لگا بھلے کو وہ مشکِ ختن نہیں دیتے

پڑے ہیں دامنِ کہسار و دامنِ صحرا
ترے شہید کو دو گز کفن نہیں دیتے

زبان علاوتِ الفت کا لے مزا کہ نہ لے
لب اپنے جسے گزیدنے سخن نہیں دیتے

پلایا زہر دکھایا ہے مے کا پیمانہ
یہ دھوکے اے بتِ پیماں شکن نہیں دیتے

سنبھال ناخنِ وحشت کو اب تو دستِ جنوں
کہ سینے پھر اچاکِ کفن نہیں دیتے

گلوں سے بن چکے جب دونوں ہاتھ گلدستہ
تو بولے ذوق جلا تن بدن نہیں دیتے

(۱) داغِ کہن۔ پرانے زخم۔ (۲) مجال۔ طاقت۔ حوصلہ۔ مراد بات کہنے کی اجازت نہیں دیتے۔ (۳) دہن سینا۔ خاموش اور چُپ ہو جانا۔ (۴) شہیدِ ناز۔ مراد عاشق (۵) چہلم۔ موت کے چالیس دن بعد فاتحہ اور کھانے وغیرہ کا دن (۶) سرمہ دینا۔ سرمہ لگانا۔ (۷) بیت الحزن۔ رنج کا گھر۔ غم کا گھر۔ مجازاً عاشق کا گھر (۸) شعلۂ طور۔ وہ نور جو حضرت موسیٰ علیہ السلام کو کوہِ طور پہ نظر آیا۔ (۹) ناوک فگن۔ تیر انداز۔ مراد معشوق۔ (۱۰) بتِ پیماں شکن۔ مراد بے وفا معشوق۔

اے صنم ہجر میں ہم جیتے بھلا پتھر تھے
سینہ تھا ہاتھ تھا سر تھا یا پتھر تھے

وہ بھی دن یاد ہیں جب کوئے صنم میں اے دل
بستر خاک تھا اور تکیہ کی جا پتھر تھے

دلِ مجروح نے جو کھائے جنوں میں پتھر	اس کو وہ سنگِ جراحت سے سوا پتھر تھے
پوچھا اس بت سے تو کھولی نہ زباں اک بات	حضرتِ دل وہاں کیا بارِ خدا پتھر تھے
جن دلوں سے ہے کہا تجھ مرا شیشۂ دل	اے بت وہ دل تو نہ تھے وہ بخدا پتھر تھے
عمر بھر کھاتا رہا سرو قدوں کے دشنام	اس شجر سے مری قسمت کے سدا پتھر تھے
کون ہمدم شبِ غربت میں تھا بیکس کا مرے	یا تو سنتا نہ تھا یا دیتے صدا پتھر تھے
تھے دلِ سنگ میں جب تک تو تھے سب قطرۂ خوں	تاجِ شاہی میں لگے لعل تو کیا پتھر تھے
خاک اس زیست پہ جب سنگِ در اس کا نہ ہو	مر کے ہم خاک میں جیتے تھے تو کیا پتھر تھے
میرے نالوں سے تو پتھر سے بہائے چشمے	اے بتو تم ہی کبھی پسیجے نہ ذرا پتھر تھے

کعبۂ عشق کا اے ذوق کیا ہم نے طواف
آئینہ خاک تھی اور سنگِ صفا پتھر تھے

(۱) کوئے صنم۔ کوچۂ معشوق۔ (۲) دلِ مجروح۔ زخمی دل۔ (۳) سنگِ جراحت ایک پتھر جو پیس کر زخموں پر لگاتے ہیں۔ (۴) دُشنام۔ گالی۔ (۵) زیست۔ زندگی (۶) پسیجنا۔ کنایۃً ترس کھانا۔ رحم آنا۔

۴۱

دل کے مفلس جو تونگر تھے تو کیا پتھر تھے	اب تو کنکر ہیں جو گوہر تھے تو کیا پتھر تھے
مر کے گر خاک میں تو چھاتی پہ پتھر ہی دھرا	کھاتے گلیوں میں جو پتھر تھے تو کیا پتھر تھے
تاجِ شاہی میں جگہ پائی تو کیا ہاتھ آیا	اور ٹھوکر ترے در پہ تھے تو کیا پتھر تھے
کہہ نہ بت خانہ میں اے شیخ بتوں کو دلِ سنگ	واں تیرے کعبے کے اندر تھے تو کیا پتھر تھے
کتنا رویا ہوں ولیکن نہ پسیجے وہ سنگ دل	سنگ جو گردِ ستمگر تھے تو کیا پتھر تھے
ساقیا خاک ہے گر شیشۂ دل میرا تو کیا	اور بلوریں ترے ساغر تھے تو کیا پتھر تھے

سنگ دل وہ ہے اے ذوق صداحق میں مرے
غیر کے حق میں جو گوہر تھے تو کیا پتھر تھے

(۱) تونگر - دولت مند - (۲) سنگ - پتھر - مراد معشوق - (۳) سنگ دل - ظالم
(۴) ستم گر - ستانے والا - ظالم - مراد معشوق - (۵) سنگ دل - ظالم -

۹۴

بزم میں ذکر مرا لب پہ وہ لائے تو سہی
وہیں معلوم کروں ہونٹ ہلائے تو سہی

سنگ پر سنگ ہر اک کوچہ میں کھائے تو سہی
پر بلا سے ترے دیوانے کہلائے تو سہی

گر جنازہ پہ نہیں قبر پہ آئے وہ مری
شکوہ کیا کیجیے غنیمت ہے کہ آئے تو سہی

کیونکہ دیوار پہ چڑھ جاؤں کوئی کہتا ہے
پاؤں کا ٹوٹا انگوٹھے کو جمائے تو سہی

پارۂ مصحفِ دل تھے ترے کوچہ میں پڑے
آئے پاؤں کے تلے شکر کہ پائے تو سہی

آ کے غرفہ میں نہ بیٹھے تو نہ بیٹھے وہ شوخ
رونقِ در سے ذرا آنکھ لڑائے تو سہی

گر گھٹاتا ہے گھڑی کو بڑھاتا ہے فلک
پر شبِ ہجر کو ہم دیکھیں گھٹائے تو سہی

کروں اک نالہ سے میں حشر میں برپا شورش
شورِ محشر مجھے سوتے سے جگائے تو سہی

تھے تمہی نکلے جو اُس دامِ بلا سے اے ذوق
ورنہ تھے پیچ میں اُس زلف کے آئے تو سہی

(۱) شکوہ - شکایت - گلہ - (۲) مصحف - قرآن مجید - مراد دلِ عاشق - (۳) غرفہ - دریچہ - کھڑکی -

۹۵

خیال دل میں بھی پھر نہ لاؤ ہمارے دل میں تمہارا گھر ہے
تم آتے آؤ نہیں تو بیٹھو ہمارے دل میں تمہارا گھر ہے

یہ دل ہے آئینہ تم ہو صورت تمہیں ہے یاں نام کو کدورت
کسی کو گھر میں بلا بٹھاؤ ہمارے دل میں تمہارا گھر ہے

خلل بنائے مکاں کو پہنچے تو ہوگا نقصان کس کا پہلے
مکاں کو دل کے نہ تم گراؤ ہمارے دل میں تمہارا گھر ہے

غلط ہے تہمت ہے افترا ہے کہ ہم نے دل اور کو دیا ہے
کسی کے کہنے پہ تم نہ جاؤ ہمارے دل میں تمہارا گھر ہے

گئی جہات سب بستیاں [illegible]
نہ گھر کے جا کی اب بساؤ ہمارے دل میں تمہارا گھر ہے

تمہارے رخ [illegible] زلف [illegible]
ہزار دل سے ہمیں جلاؤ ہمارے دل میں تمہارا گھر ہے

مکاں نہ وہ پستی [illegible] کہ ہونگے ظاہر
تو خیر تشریف تم نہ لاؤ ہمارے دل میں تمہارا گھر ہے

۳۵۰

نعل جو [illegible] سے ترے توسن کے
بوسے لیتے ہیں [illegible] چتون کو کے

ماہِ نو [illegible] فلک پہ [illegible] روشن کے
ہے کیا اس لب بے غیرت گلشن کرتے

آشیاں ہو جو مرغِ سانِ ہوا کا برباد
بند کر لے تری دیوار کے روزن کو کے

(۱) نعل - وہ لوہا جو گھوڑے کے پاؤں میں لگایا جاتا ہے - (۲) [illegible] - ہلال -
(۳) توسن - گھوڑا - (۴) چتون پھرنا - نگاہ کا قہر آلود ہونا -

۳۵۱

زاہد کو اگر صدق و صفا بھی ہے تو کیا ہے
آثارِ محبت کا مزہ کیا کہوں جس کی

بے درد اگر دل بخدا بھی ہے تو کیا ہے
ہے درد و دوا دیکھو دوا بھی ہے تو کیا ہے

سیراب نہ ہو جس سے کوئی تشنۂ مقصود
اے ذوق جو وہ آبِ بقا بھی ہے تو کیا ہے

(۱) صدق و صفا - نیکی - پاکیزگی - (۲) آثار - ذکر - (۳) آبِ بقا - آبِ حیات -

۳۵۲

گر رخ کا بوسہ دیتے نہیں لب ہی دیجئے
فرہاد ضربِ تیشہ سے ہے سخت ضربِ غم

ہے وہ شکل کہ پھول نہیں پنکھڑی سہی
سچ پوچھئے تو چوٹ ہمیں سے کڑی سہی

تم دو گھڑی کو آؤ تو میں لب پہ جان کو
ٹھہرا رکھوں کہ اور بھی یاں دو گھڑی سہی

(۱) فرہاد - مشہور عاشقِ شیریں - (۲) ضربِ تیشہ - تیشہ کی چوٹ - (۳) ضربِ غم - غم کی چوٹ - (۴) کڑی - سخت -

۳۵۳

کیا وہ دنیا جس میں کوشش ہو نہ دیں کے واسطے
خلق سے دنیا بس گئے عالم تہ و بالا ہوئے

واسطے دل کے بھی کچھ اسباب [illegible] کے واسطے
اے سکندر کس لئے دو گز زمیں کے واسطے

ذوق عاصی ہے پر اس کا خاتمہ کیجو بخیر
یا الٰہی اپنے ختم المرسلیں کے واسطے

(۱) وہاں۔ اشارہ بہ دیدۂ جاناں۔ اشارہ بہ دنیا۔ (۳) سکندر۔ دنیا کا مشہور فاتح بادشاہ۔ (۴) عاصی۔ گنہگار۔ (۵) ختم المرسلین۔ لقب پیغمبر اسلام۔ جن کے متعلق کہا جاتا ہے کہ وہ خاتم النبیین ہیں اور ان کے بعد اب کسی پیغمبر کے مبعوث ہونے کی ضرورت نہیں

۲۵۴

سوزِ دل سے جو شرر بار ہوئے
نالۂ دل سے شرر بار ہوئے
ٹکڑے اڑ جائیں قفس کے تو اڑیں گے نہ کبھی

مدعی جل گئے اچھا ہوا فی النار ہوئے
یہ جو سرگرمِ شرارت تھے نہ فی النار ہوئے
ہم ہیں صیاد کی الفت کے گرفتار ہوئے

چمن دل سے ہوئے کم نہ گلِ لختِ جگر
دو اگر خشک ہوئے اور ہرے چار ہوئے

(۱) سوزِ دل۔ مراد آتشِ عشق۔ (۲) مدعی۔ جھوٹے عاشق۔ (۳) فی النار ہوئے۔ مراد دوزخ میں گئے۔ جل گئے۔

۲۵۵

چھپا کے پھولوں میں منہ صبا سے جو مسکرائے سحر کلی ہے
تبسم اس گل کا یاد کر کے عجب ہوئی دل کو بے کلی ہے
تپش دکھائی جو میں نے دل کی تو لوٹا پروانہ داغ کھا کر
دکھایا تم نے جو روئے روشن تو شمع محفل میں کیا جلی ہے
بنا و للہ چوبِ صندل سے میرا تابوت اے عزیزو
کہ قتل مجھ کو کیا کسی نے دکھا کے رنگ اپنا صندلی ہے

(۱) تبسم۔ مسکراہٹ (۲) بے کلی۔ بے قراری۔

۲۵۶

ساتھ تیرے ہم بھی جوں سایہ مقرر جائیں گے
رنگے جب ریز میں ہم دیدۂ تر جائیں گے

آگے جائیں گے پیچھے جائیں جائیں گے پر جائیں گے
خشک ہیں جتنے کنوئیں پانی سے بھر جائیں گے

ابرِ رحمت سے جھیے اس دم لگا دے تو جھڑی
کہتے ہیں جل کر وہ دیکھیں کیوں کر جائیں گے

(۱) رقیب (عربی) - نگہبان - پاسبان - مراد حیلہ ساز مکار دشمن اور وہ دو شخص جو ایک معشوق کے عاشق ہوں - اُن میں سے ہر ایک دوسرے کا رقیب کہلاتا ہے - اس لئے ہر ایک دوسرے سے معشوق کی حفاظت کرتا ہے (۲) آمیزش - ملاوٹ - (۳) تبرا - نفرت کرنا - بیزار ہونا -

۳۶۱	مقابل اُس رخِ روشن کے شمع گر ہو جائے	صبا وہ دھول لگائے کہ بس سحر ہو جائے
	وہ دل میں کہتا ہوں میری آہ آتشیں کے نعق	کہ برق دیکھے تو فی النار والسقر ہو جائے

(۱) فی النار والسقر - حوالہ دوزخ -

۳۶۲	اسیری پر تری مرتا ہوں اے قمری کہ مثلِ سرو	جدا تن سے ہوئی گردن بنا گر ترا طوق گردن سے
	مجھے گہوارہ بھی تھا کشتی طوفان زدہ آسا	رہا جوں طفل اشک آفت رسیدہ میں تو بچپن سے

(۱) گہوارہ - جھولا - ہنڈولا - (۲) کشتی طوفان زدہ - طوفان میں پھنسی ہوئی کشتی - (۳) آفت رسیدہ - مصیبت زدہ -

۳۶۳	یاں لگ چکے سب بن دل و جان ٹھکانے	اب تک نہیں کافر ترا ایمان ٹھکانے
	کیا جانے خیال آیا ہے کیا واں کہ کرتا ہے	آتے نہیں تیر نظر اوسان ٹھکانے

(۱) ٹھکانے لگنا - مناسب موقع پر پہنچ جانا - (۲) اوسان ٹھکانے نہ رہنا - اوسان خطا ہو جانا -

۳۶۴	ترے حسن عمل سے معصیت بھی عار کرتی ہے	مری توبہ پہ توبہ توبہ استغفار کرتی ہے
	اگر انسان قانع ہو تو ہے اکسیر سے بہتر	ہوا و حرص لیکن اس کی مٹی خوار کرتی ہے

(۱) حسن عمل - نیک عمل - اعمال صالح - (۲) معصیت - گناہ - (۳) عار کرنا - شرم کھانا - غیرت کھانا - (۴) استغفار - توبہ کرنا - گناہوں کی معافی مانگنا - (۵) قانع - قناعت کرنے والا - تھوڑی چیز پر صبر کرنے والا -

۳۶۵	ہم ہیں غلام اُن کے جو ہیں وفا کے بندے	اس کو یقین کرنا گر ہو خدا کے بندے

۲ - [illegible]

۱۷۱

رہے غافل نہ اے شوخ محبت کیوں کہ منہ اپنی | کلید قفلِ دل فرہاد ہے قفل پھند اپنی
زمیں کیا ہے فلک پاؤں تلے سے نکل جائے | ہماری خاک پہ دکھلا دو رفتارِ سمند اپنی

(۱) پھند - پھندا - تشبیہ - تسکین - (۲) کلید - کنجی - (۳) قفل - تالا - (۴) پہند - کالا دانہ - مرل - (۵) سمند - گھوڑا -

۱۷۲

جو دل سے اپنے دمِ آتشیں نکل جائے | فلک کے پاؤں تلے سے زمیں نکل جائے
ستم نے سیمِ تنوں کے کیا ناک میں دم | الٰہی تن سے مرا دم کہیں نکل جائے

(۱) دمِ آتشیں - آہِ گرم - (۲) سیم تن - کنایۃً معشوق -

۳

اٹھانا عشق کی کیوں آ دلِ ناداں جوکھوں | ابھی تو مال جوکھوں ہے پھر آگے جان جوکھوں

(۱) جوکھوں اٹھانا - خسارہ اٹھانا - نقصان برداشت کرنا - (۲) مال جوکھوں - مالی نقصان - (۳) جان جوکھوں - نقصانِ جان -

۴

پیشِ اکرام سے ساری کرامت ہے یہی | عادتِ بد ترک کر تو خرقِ عادت ہے یہی

(۱) خرقِ عادت - معجزہ - کرامت جو خلافِ عقل ہو -

۵

پھرتے ہیں لکھے پڑھے سودے میں مال و جاہ کے | طفلِ مکتب رہتے ہیں گنبد میں بسم اللہ کے

(۱) مال و جاہ کے سودے میں - مال و دولت - عزت و مرتبہ حاصل کرنے کے درپے ہونا -

۶

لحد کو چاہیے یوں پیرِ پشت خم دیکھے | سرا کو جیسے تھکا اونٹ دم بدم دیکھے

(۱) لحد - مراد قبر - (۲) پیرِ پشت خم - وہ بوڑھا جس کی کمر بوجہ ضعیفی جھک گئی ہو -

۷

پلا مے آشکارا ہم کو کس کی ساقیا چوری | خدا کی جب نہیں چوری تو پھر بندہ کی کیا چوری

(۱) مے - شراب - (۲) آشکارا - ظاہری طور پہ کھلے طور پر -

۸

رہی اس طرح بعدِ مرگ دنیا کی ہوسناکی | شرابی کر کے توبہ جس طرح ہو جائے ترسناکی

(۱) عیاری۔ ذکر۔ (۲) جی لگانا۔ عاشق ہونا۔

۲۹۱	کالا کرےگا منہ بھی جو داڑھی سیاہ کی	باقی ہے دل میں شیخ کے حسرت گناہ کی

(۱) منہ کالا کرنا۔ گناہ کا مرتکب ہونا۔

۲۹۲	کہاں آنا اپنا اشکِ سوختہ مانندِ فلفل ہے	عیاں ہے اشک کی گرمی ہویدا سوزشِ دل ہے

(۱) عیاں۔ ظاہر۔ (۲) ہویدا۔ روشن۔ ظاہر۔ (۳) سوختہ۔ جلا ہوا۔ (۴) فلفل۔ سیاہ مرچ۔

۲۹۳	میں ہوں لفظِ درد جس پہلو سے دیکھو درد ہے	دردِ دل سے لوٹتا ہوں میں کسی کو درد ہے
۲۹۴	ہم گرفتار ہوئے دل کی گرفتاری سے	دل گرفتار ہوا یار کی عیاری سے

(۱) عیاری۔ چالاکی۔

۲۹۵
جو کہو گے تم کہیں گے ہم بھی۔ ہاں یوں ہی سہی
آپ کی یوں ہی خوشی ہے مہرباں یوں ہی سہی

۲۹۶
جس در پہ یہ غل تھے کہ آتی کان پڑی آواز نہ تھی
عقل سحر اُس در پہ تھی حیران کھڑی آواز نہ تھی

۲۹۷
رازِ درون تم سے کسے اس پردہ میں آگاہی ہے
یوں تو ہر اک زعم میں اپنے افلاطون الٰہی ہے

(۱) درون۔ اندرون۔ (۲) آگاہی۔ خبر (۳) افلاطون۔ مشہور یونانی حکیم جسے افلاطونِ خم نشیں بھی کہتے ہیں۔

۲۹۸
وہ لعلِ شیریں کسی کے دل کی الٰہی کیا ہو گیا دوا ہے
کہ میٹھا میٹھا سا درد کل سے مرے کلیجہ میں ہو رہا ہے

(۱) لعلِ شیریں۔ کنایۃً معشوق کے سرخ رنگ اور میٹھے ہونٹ۔

۲۹۹	خاک میں جب مل گئے دونو برابر ہو گئے	کتنے مفلس ہو گئے کتنے تونگر ہو گئے

ہوتا نہ اگر دل تو محبت بھی نہ ہوتی ۔ ہوتی نہ محبت تو یہ آفت بھی نہ ہوتی ۴۰۹

(۱) آفت ۔ مراد عشق و محبت کی مصیبت ۔

مصروف چارہ دیکھا کیا چارہ گر کو میرے ۔ مرہم سی لگ رہی ہیں زخم جگر کو میرے ۴۱۰

(۱) چارہ ۔ علاج ۔ (۲) چارہ گر ۔ معالج ۔

مٹی سے اپنی مٹی جو تربت میں مل گئی ۔ جو کچھ کہ تھی مراد محبت میں مل گئی ۴۱۱

بد نہ بولے زیر گردوں گر کوئی میری سنے ۔ ہے یہ گنبد کی صدا جیسی کہے ویسی سنے ۴۱۲

(۱) زیر گردوں ۔ آسمان کے نیچے ۔

لال کتاب اپنی اب بادۂ لالہ رنگ ہے ۔ میکدہ اپنے واسطے مدرسۂ فرنگ ہے ۴۱۳

(۱) بادۂ لالہ رنگ ۔ شراب سرخ رنگ ۔

کیا تاب دل جلوں سے جو رکھے لاگ کچھ ۔ دوزخ بھی ہو تو ان کی چلموں پہ آگ رکھے ۴۱۴

(۱) تاب ۔ طاقت ۔ (۲) دل جلے ۔ عاشق ۔ (۳) لاگ رکھنا ۔ دشمنی رکھنا ۔ بیر رکھنا ۔

کعبے میں کیا جو سر بت خانہ سے آگہ ہے ۔ یہاں تو کوئی صورت بھی ہے وہاں اللہ ہی اللہ ہے ۴۱۵

(۱) سر بت خانہ ۔ رازِ بت خانہ ۔ (۲) اللہ ہی اللہ ہے ۔ کنایۃً کچھ بھی نہیں ۔

ہمیشہ کام مجنوں کو رہا صحرا نوردی سے ۔ بسایا خانۂ زنجیر ہم نے پائے مردی سے ۴۱۶

(۱) صحرا نوردی ۔ صحرا گردی ۔ (۲) پائے مردی ۔ قوت ۔ بہادری ۔

جنوں میں میرے مجنوں بھاگتا جیسے بگولا ہے ۔ کہ میں صورت ہوں وحشت کی وہ اس کا ہیولا ہے ۴۱۷

(۱) بگولا ۔ گرد باد ۔ چکر کھاتی ہوئی ہوا (۲) ہیولا ۔ ہر چیز کا مادہ ۔ ہر شے کی اصل ۔

خاک اڑاتا دشت میں جب تیرا سودائی پھرے ۔ بگولا تو ہے کیا آندھی بھی بوکھلائی پھرے ۴۱۸

(۱) بوکھلائی ۔ گھبرائے ہوئے ۔

جہاں دنیا میں دیکھا سچ کے اوپر جھوٹ غالب ہے ۔ کہ پہلے صبح کاذب ہے تو پیچھے صبح صادق ہے ۴۱۹

(۱) فلق - دو رنگت رنگ والا - بہتر - (۲) صبح کاذب - جو سب سے پہلے کو روشنی ہو کے بعد پھر اندھیرا ہو جائے - (۳) صبح صادق - نور کا تڑکا - پو پھٹنے -

ذکر میرے چاکِ جگر سینے کا سن سن اپنے	کرکے میں ضبطِ ہنسی دیکھوں ہوں ناخن اپنے

(۱) چاکِ جگر - زخمِ جگر - (۲) ناخن دیکھنا - تصوف کی کتابوں میں لکھا ہے کہ جب انسان کو بہت ہنسی آئے تو ناخنوں کو دیکھنے لگے ہنسی ختم ہو جائیگی سبب اس کا یہ لکھا ہے کہ جب حضرتِ آدم علیہ السلام بہشت سے نکلے تھے تو ان کا جسمِ مبارک ایسا صاف اور روشن تھا جیسے ناخن - دنیا میں آکر اس میں تبدیلی شروع ہوئی اور اولاد کا رنگ یہاں تک بدلا کہ ظاہر ہے جب انسان ناخنوں کو دیکھتا ہے تو روحانی آگاہی سے دل متنبہ ہوتا ہے اور افسوس سے ہنسی جاتی رہتی ہے - اس کے علاوہ اس کے یہ معنی بھی ہو سکتے ہیں کہ لوگ میرے زخمِ جگر سینے کی تدبیر کر رہے ہیں اور میں ان کی اس تدبیر کو سن سن کر اپنی ہنسی کو ضبط کئے اپنے ناخنوں کو دیکھتا ہوں اور دل ہی دل میں کہتا ہوں کہ کیا پھر میرے ناخن میرے زخمِ جگر کے ٹانکوں کو نہ کھول سکیں گے اگر چارہ گر سیتے ہیں تو سینے دو کچھ پروا نہیں -

۴۲۱	بیمارِ غم جو اس کا کھا کر زمین دیکھے	خوش خوش وہ قبروں کی جا کر زمیں دیکھے
۴۲۲	کترے ہے پر رکھنے میں صیاد یہ اغماض کر رہا ہے	ملتی اس پر کفِ افسوس ہے مقراض ہمائے

(۱) صیاد - شکاری - مراد معشوق - (۲) اغماض - چشم پوشی کرنا - (۳) مقراض - قینچی -

۴۲۳	وحشت اگر پتنگ کو ہو ویسی داغ سے	زنجیر کرلو کے ڈالینگے دودِ چراغ سے

(۱) پتنگ - پروانہ - (۲) دود - دھواں -

۴۲۴	تری عمر دو روزہ غافل اک تماشہ ہے گل کا	کر اب اک گل رفتہ آخر کی ہے اک گل دنیا کی
۴۲۵	دکھلانے کو نہیں ہم مضطرب حالت ہی کی	خون جھے سے ہو کہیں کہ شکستگی کی

پہلے مژگاں کے عشق میں ایمان پہ بنی	پھر ایسی آ بنی کہ مری جان پہ بنی	٤٢٦
جو تیرے مائل(1) دھبے کے پاس ہو	تو اُس کے دست و پا پہ ماہِ کامل(2) بھی نچھاور ہو	٤٢٧

(۱) مائل - عاشق - (۲) ماہِ کامل - چودھویں کا چاند۔

جس طرح ماہ سب ستاروں میں ایک ہے	یوں میرا حسیں بھی ہزاروں میں ایک ہے	٤٢٨
آپ آتا ہے عیادت(1) کو نہ تو آتی ہے	تیری خاطر سے اجل مجھ سے فراموش ہوئی	٤٢٩

(۱) عیادت - بیمار پرسی -

قسمت برگشتہ دیکھو اک نگہ کی تھی ادھر	سو بھی آ کر تا سرِ مژگاں حیا سے پھر گئی	٤٣٠
کہتے ہیں آج ذوق جہاں سے گذر گیا	کیا خوب آدمی تھا خدا مغفرت(1) کرے	٤٣١

(۱) مغفرت - بخشش -

اب حال یہ ہے عالمِ پیری(1) میں اے ظفر	باقی نہیں حواس بھی گفت و شنود کے	٤٣٢

(۱) عالمِ پیری - بڑھاپا۔

کیا کہوں میں ہم سے پیوستہ(1) کے دل اب ہیں یہ	ایک طعمہ(2) مچھلیاں و کشمکش آپس میں ہے	٤٣٣

(۱) پیوستہ - ملے ہوئے (۲) طعمہ - خوراک -

آبلے(1) دکھلائے جب اس دلِ رنجور(2) نے	دانتوں(3) میں تنکا لیا خوشۂ انگور نے	٤٣٤

(۱) آبلے - چھالے - (۲) رنجور - بیمار - (۳) دانتوں میں تنکا لینا - اظہارِ عجز کرنا۔

اشک کے قطرے جو مژگاں پر اکٹھے ہو گئے	خوشۂ انگور کے بھی دانت کھٹے(1) ہو گئے	٤٣٥

(۱) دانت کھٹے ہونا - ہار جانا - شکست پانا۔

قطعہ

کہوں کیا ذوق احوالِ شبِ ہجر کہ تھی شب ڈال رکھا تھا اک اندھیر	کہ تھی اک اک گھڑی سو سو مہینے مرے بختِ سیہ کی تیرگی نے	٤٣٦

نہ ظلمتِ شب ساقی ہوئی نہ ختم کم
اور آتے تھے پسینوں پر پسینے

یہی کہتا تھا گھبرا کر فلک سے
کہ ڈوبے مہر بد اختر کمینے

کہاں میں اور کہاں یہ شب گر تھے
مری جانب سے تیرے دل کی کینہ

سواس ظلمت کے پردہ میں کے ظلم
ارے ظالم تری کینہ وری نے

عوض کس بادۂ تو تلخی کے مجھے آج
پلائے ہیں زہر کے گھونٹ پینے

حواس و ہوش جو مجھ سے قرین تھے
قرینے ہو گئے سب بے قرینے

مری سینہ زنی کا شور سن کر
پکڑے جاتے تھے ہمسایوں کے سینے

اٹھایا گاہ اور گاہے بٹھایا
مجھے بیتابی و بے طاقتی نے

کہا جب دل نے تو کچھ کھا کے سو رہ
بہت الماس کے توڑے نگینے

دلوں تا جان کا قالب سے رشتہ
بہت سی جان توڑی جاں کنی نے

بہت دیکھا نہ دکھلایا ذرا بھی
طلوعِ صبح سے منہ روشنی نے

کہا جی نے مجھے یہ ہجر کی رات
یقیں ہے صبح تک دیگی نہ جینے

لگے بانی چوانے منہ میں آنسو
پڑھی یٰسیں سرہانے بے کسی نے

مگر دن عمر کے تھوڑے سے باقی
لگا رکھے تھے میری زندگی نے

کہ قسمت سے قریبِ خانہ میرے
اذاں مسجد میں دی یا رب کسی نے

بشارت مجھ کو صبحِ وصل کی دی
اذاں کے ساتھ میمن و فرخی نے

ہوئی ایسی خوشی اللہ اکبر
کہ خوش ہو کر کہا خود یہ خوشی نے

مؤذن مرحبا بر وقت بولا
تری آواز مکے اور مدینے

(۱) شب ہجر - جدائی کی رات - (۲) بخت سیاہ - بدنصیبی - بدقسمتی (۳) تیرگی بخت - سیاہی - کنایہ نحوست - (۴) [illegible] سال - [illegible] (۵) کینہ - دشمنی.

(۱) [illegible] ہوا [illegible] کے [illegible] (۲) [illegible] ہوا - [illegible]

(۳) [illegible] ہم عدم میں [illegible] پھر عدم کو امانت [illegible] ہم جہان کی [illegible] اور [illegible] رکھتے ہیں۔

رباعیات

۳۹

کیا فائدہ فکرِ بیش و کم سے ہوگا ۔۔۔ ہم کیا ہیں جو کوئی کام ہم سے ہوگا

جو کچھ کہ ہوا ہوا کرم سے تیرے ۔۔۔ جو کچھ ہوگا ترے کرم سے ہوگا

(۱) ہم کیا ہیں - مراد ہماری بساط کچھ نہیں (۲) کرم - مراد نوازشاتِ الٰہی۔

۴۰

رتبہ جو علیؓ کی ہے امامت کا مقام ۔۔۔ رکھتے ہیں خبر اس سے یہاں خاص و عام

جو لوگ صفِ اوّلِ میثاق میں تھے ۔۔۔ پوچھے کوئی ان سے کہ وہ کیسا تھا امام

(۱) علیؓ - مراد حضرت علی کرم اللہ وجہہ جو مسلمانوں کے چوتھے خلیفہ تھے - (۲) امامت - پیشوائی - سرداری - (۳) مقام - رتبہ - درجہ - (۴) میثاق - عہد و پیمان - مراد روزِ ازل جب تمام ارواح نے اللہ تعالےٰ کی ربوبیت کا عہد کیا تھا۔

۴۱

سبطینِؓ نبیؐ یعنے حسنؓ اور حسینؓ ۔۔۔ زہراؓ و علیؓ کے دونوں وہ قرۃ العین

عینک ہے تماشائے دو عالم کے لئے ۔۔۔ اے ذوق لگا آنکھوں سے ان کی نعلین

(۱) سبطین - سبط بیٹے یا بیٹی کی اولاد کو کہتے ہیں۔ حضرت امام حسن اور حضرت امام حسین رضی اللہ عنہما کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بیٹی کے لڑکے تھے اس لئے انہیں سبطین نبی کہا گیا - (۲) زہرا - لقب حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا - (۳) قرۃ العین - آنکھ کا نور - مراد عزیز ترین - محبوب۔

۴۲

دل [illegible] کرتا ہے [illegible] ۔۔۔ جس طرح ہے [illegible] میں دن رات

[illegible] ذوق [illegible] عجب [illegible] ۔۔۔ [illegible]

(۱) [illegible] - شرابی - (۲) [illegible] عورت - [illegible]

۴۵۵ [illegible] اے ذوق رشتۂ الفت کو توڑ دے
پر ذوق تُو نہ چھوڑیگا اس پیرِ زال کو
جس طرح بچے [illegible] ماں [illegible] چھوڑ دے
یہ پیرِ زال [illegible] چاہے تو چھوڑ دے

(۱) پیرِ زال - بوڑھی عورت - مراد - دنیا۔

۴۵۶ چین کو اس وقت میں اسلام کا دعویٰ ہے کمال
جیسے نقال ہیں ہنسانے کو مسلمانوں پر
غور سے دیکھا تو اے ذوق ہے ان کا [illegible]
نقل کرتا ہو مسلمان کی کافر نقال

(۱) نقال - نقل اتارنے والا۔

۴۵۷ تو بھلا ہے تو برا ہو نہیں سکتا اے ذوق
اور اگر تو ہی برا ہے تو وہ سچ کہتا ہے
ہے برا وہ ہی کہ جو تجھ کو برا جانتا ہے
کیوں برا کہنے سے تو اسکے برا مانتا ہے

۴۵۸ قدم سنبھال کے رکھ راہِ عشق میں اے ذوق
جو کوئی آبلۂ پائے مور بھی ہے یہاں
گذرنا اس رہِ دشوار سے نہ آساں ہے
ترے ڈبونے کو وہ بھی تو ہے طوفاں۔

(۱) آبلۂ پائے مور - چیونٹی کے پاؤں کا چھالا۔

۴۵۹ نذر دیں نفس کش کو دنیا دار
سچ کہا ہے کسی نے یہ اے ذوق
واہ کیا تیری کارسازی ہے
مالِ موذی نصیبِ غازی ہے

(۱) کارسازی - کام بنانا - (۲) غازی - مردِ جہاد جو خدا کی راہ میں جہاد کرتا ہو۔

۴۶۰ اے ذوق کریگا کوئی دنیا کیا ترک
کیا دخل کہ ہو ترک کسی سے دنیا
دنیا ہے بڑی بلا اسے کیسا ترک
جب تک نہ کرے آپ اسے دنیا ترک

۴۶۱ دل سے میں اپنے رسولِ عربی کا ہوں غلام
میں حضوری میں رہوں اُس کی کس طرح مدام
دل کھو جہاں کھو بیٹھیں ہیں اس بات کو سب
[illegible] عرب [illegible] عرب

۴۶۲ ناصحا مجھ کو نصیحت تو نہ کر
بس کہ مجھ کو عشق بازی کا ہے ذوق
کس طرح میں عشق سے بیزار ہوں
کیا کروں میں ذوق سے لاچار ہوں

نوٹ۔ نواب زینت محل بادشاہ کے مزاج میں بہت دخیل تھیں۔ مرزا جواں بخت انہی کے بطن سے تھے جب ان کی شادی کا سر رشتہ ہوا تو بیگم کے ایما کے مطابق حضرت غالب نے ایک سہرا لکھ کر پیش کیا۔ حضرت ذوق جب حضور شاہی میں حاضر ہوئے تو بادشاہ نے کہا اُستاد اسے دیکھو! حسب عادت پڑھنے کے بعد تعریف کی۔ بادشاہ نے فرمایا تم بھی اس طرح پر ایک سہرا کہدو۔ عرض کی بہت خوب۔ وہیں بیٹھ کر یہ سہرا لکھ کر حضور شاہانہ میں گذرانا۔ ارباب نشاط جو حضور شاہی میں ملازم تھیں اُسی وقت انہیں دیا گیا پھر کیا تھا تمام شہر میں اس سہرہ کی شہرت پھیل گئی۔

اے جواں بخت مبارک تجھے سر پہ سہرا
آج ہے یمن و سعادت کا ترے سر سہرا

آج وہ دن ہے کہ لائے درِ انجم سے فلک
کشتیِ زر میں مہِ نو کی لگا کر سہرا

تابشِ حسن سے مانندِ شعاعِ خورشید
رُخِ پُر نور پہ ہے تیرے منور سہرا

وہ کہے صلِ علیٰ یہ کہے سبحان اللہ
دیکھے مکھڑے پہ جو تیرے مہ و اختر سہرا

تجھ کو اور بنی کو ہے اخلاص بہم
گوندھے سورۂ اخلاص کو پڑھ کر سہرا

دھوم ہے گلشنِ آفاق میں اس سہرے کی
گائیں مرغانِ نواسنج نہ کیونکر سہرا

روئے فرخ پہ جو ہیں تیرے برستے انوار
تارِ بارش سے بنا ایک سراسر سہرا

ایک کو ایک پہ تزئیں ہے دمِ آرائش
سر پہ دستار ہے دستار کے اوپر سہرا

اک گہر بھی نہیں صد کانِ گہر میں چھوڑا
تیرا بنوایا ہے لے لے کے جو گوہر سہرا

پھرتی خوشبو سی ہے اترائی ہوئی بادِ بہار
اللہ اللہ رے پھولوں کا معطر سہرا

سر پہ طرہ ہے مزین تو گلے میں بدّھی
کنگنا ہاتھ میں زیبا ہے تو سر پر سہرا

رونمائی میں تجھے دے مہ خورشید فلک
کھولدے منہ کو جو تو منہ سے اٹھا کر سہرا

کثرتِ تارِ نظر سے ہے تماشائیوں کے
دمِ نظارہ ترے روئے نکو پر سہرا

کیونکر خوش آب صفا میں بنا کر لایا
واسطے تیرے ترا ذوقِ ثنا گر سہرا

جن کو دعویٰ ہو سخن کا یہ سنا دو ان کو
دیکھو اس طرح سے کہتے ہیں سخنور سہرا

(۵) صورت شیریں ... کے بل سے تا - (۶) ... سعادت - نیکی ... (۳) بزم جم
جمشید کی محفل - (۶) مہ جبین - چاند سا ماتھا - (۷) تابش - چمک - (۸) ... - (۹) ... - دلہن (۱۰)
اخلاص - پاک اور خالص دوستی - (۱۱) سورۂ اخلاص - قرآن شریف کی ایک سورت - (۱۲) فرخ -
مبارک - (۱۳) تحسین - تعریف کرنا - آرائش - (۱۴) طرہ - پھندنا - (۱۵) ... - پھول زیور -
(۱۶) رونمائی - منہ دکھانا - دلہن کا دولہا کو منہ دکھانا - (۱۷) گوہر خوش آب - چمکدار -

نوٹ :- یہ مثنوی حضرت ذوقؔ نے نواب حامد علی خاں مرحوم کے ایما پر لکھی۔

مثنوی

چاہیئے نام اسی کا اے خامہ — زینتِ نامہ زیبِ سرنامہ
ہے فلک اک نمونہ قدرت کا — یا قلمدان ہزار صنعت کا
رخِ قرطاس کو صفائی دی — اور سیاہی کو روشنائی دی
دیا قمری کو مصرعہ نالا — مصرعہ قدِ سرو پر بالا
کی عطا نو خطوں کو کلکِ ادا — کیا عاشق کو تختۂ مشقِ جفا
نمک افشاں ہے عشقِ شور انگیز — زخمِ دل کرتے ہیں بریز بریز
عکس ہے سبزۂ لبِ جو کا — وسمہ قوسِ قزح کے ابرو کا
آئے گلشن میں فصلِ گل سو بار — بلبلیں ہوں ترانہ سنج ہزار
ساقیا جلد اٹھ درنگ نہ کر — عرصۂ مطلب کا دیکھ تنگ نہ کر
طاق سے تو اتار لے شیشہ — طاق پر رکھ کتابِ اندیشہ
شیشے کی یہ دراز زباں — اور پھر یہ ستم کہ پنبہ دہاں
میں ہوں مانندِ ساغرِ لبریز — جاں بلب جاں بلب کو کیا پرہیز
جھوم جھوم لیے بادل آنے لگے — پاؤں توبہ کے لڑکھڑانے لگے

قصاید ذوق

مع حواشی

از

ملک محمد عنایت اللہ
پروفیسر فارمن کرسچن کالج لاہور

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

قصیدہ نمبر ۱

یہ قصیدہ بحرِ رمل مثمن محذوف میں ہے۔ اس کے ارکان فاعلاتن۔ فاعلاتن
فاعلاتن۔ فاعلن ہیں۔

حضرت ذوق نے یہ قصیدہ مرزا ابوظفر بہادر شاہ (رحمۃ اللہ علیہ) کی بیماری کے
بعد غسلِ صحت کے موقعہ پر لکھا تھا اور یہ زمانہ بہادر شاہ کی ولیعہدی کا تھا۔

واہ واہ کیا معتدل[1] ہے باغِ عالم کی ہوا
مثلِ نبضِ صاحبِ صحت[2] ہے ہر موجِ صبا

بھرتی ہے کیا کیا مسیحائی کا دم بادِ بہار
بن گیا گلزارِ عالم رشکِ صد دار الشفا[3]

ہے گلوں کے حق میں شبنم مرہمِ زخمِ جگر
شاخِ بشکستہ[4] کو ہے باراں کا قطرہ[5] مومیا[6]

ہو گیا موقوف یہ سودا کا بالکل احتراق[7]
لالۂ بے داغ سے پانے لگا نشو و نما

ہو گیا زائل مزاجِ دہر سے یاں تک جنوں
بیدِ مجنوں[8] کا بھی صحرا میں نہیں باقی پتا

ہوتا ہے لطفِ ہوا سے اس قدر پیدا لہو
برگ میں ہر نخل کی سرخی ہے جوں برگِ حنا[9]

پائی یہ اصلاحِ اخلاط[10] نے کہ دنیا میں کہیں
زرد چشم اب دیکھنے کو بھی نہیں ہے کہربا[11]

ہر مزاجِ بلغمی[12] میں ہو لی ہے گو لیۂ[13] خون
چاندنی کا پھول ہو کر ارغوانی[14] ہے بجا

نام کو اشیا میں نہ تلخی رہی نہ سمیت[15]
بن گئی تریاک[16] افیون زہر میٹھا ہو گیا

کیا عجب جب اعتدال[17] کی تاثیر گر کرے زقوم[18]
کیا عجب گر آبِ حنظل[19] ہووے شربت کا مزا

(۱) معتدل۔ اعتدال کے ساتھ۔ (۲) صاحبِ صحت۔ تندرست۔ (۳)
دار الشفا۔ شفاخانہ۔ (۴) شاخِ بشکستہ۔ ٹوٹی ہوئی شاخ۔ (۵) باراں کا قطرہ۔

قطرۂ بارش۔ (۶) مومیا۔ ایک دوا ہے جس سے ٹوٹی ہوئی ہڈی جڑ جاتی ہے (۷) سودا۔ اخلاط اربعہ میں سے ایک خلط کا نام ہے جس کی زیادتی سے سبب جنون ہوتی ہے (۸) احتراق۔ جلنا (۹) زائل جاتے رہنا۔ دور ہوجانا۔ (۱۰) بید مجنوں۔ درخت بید کی ایک قسم ہے۔ (۱۱) برگ حنا۔ مہندی کے پتے۔ (۱۲) صفرا۔ اخلاط اربعہ میں سے ایک خلط ہے جس کا رنگ زرد ہوتا ہے۔ (۱۳) کہربا۔ ایک زرد رنگ کا پتھر ہے جس کو چمڑے پر گھس کر اگر گھاس کے قریب لے جائیں تو وہ گھاس کو گھسیٹ لیتا ہے۔ (۱۴) مزاج بلغمی۔ وہ مزاج جس میں بلغم زیادہ پیدا ہو۔ (۱۵) تولید۔ پیدا ہونا (۱۶) چاندنی کا پھول۔ ایک سفید رنگ پھول مشابہ برنگ بلغم۔ (۱۷) ارغوانی۔ سرخ۔ (۱۸) سمیت۔ زہریلا پن (۱۹) تریاک۔ وہ دوا جو زہر کے اثر کو دور کردے۔ (۲۰) جدوار۔ نربسی۔ نام ایک دوا کا جو زہر کے اثر کو دور کردے۔ (۲۱) زقوم۔ تھوہر۔ یہ ایک زہریلا درخت ہے۔ (۲۲) حنظل۔ اندرائن۔ یہ بھی ایک کڑوے پھل والا پودا ہے۔

نیش کی جا نوش ہو پیدا نہ کیوں زنبور میں ۔۔۔ کام میں تلخی کے ہو مہرہ بجائے آبلا
راحت و آرام کا امن رہیں ہے درد کو ۔۔۔ چاہیے واقف نہ ہو دوران سر سے آشنا
موتیا بند آنکھ میں اپنی جو رکھتی ہے صدف ۔۔۔ اب رکھے ہے روشنی مثل حباب اہل صفا
آگیا اصلاح پر ایسا زمانے کا مزاج ۔۔۔ تا زبان خامہ بھی آتا نہیں حرف دوا
نسخہ پر لکھنے نہیں پاتا ہو الشافی طبیب ۔۔۔ کہتا ہے بیمار بس کر مجھکو بالکل ہے شفا
فرق جا اٹھایاں تک اٹھ گئے بدن سے درد نے ۔۔۔ درد کے جو معرف ہیں وہ آپ ہی ہیں سب بجا
لاغروں کو ہو کمال تاب طاقت بیشتاب ۔۔۔ کیسے دو ہفتہ ہلال اک شب میں بن جاتا بھلا
صبح صادق کے ہے گو سر میں سفیدی آگئی ۔۔۔ لیکن اس پیری میں بھی باقی ہے طبع کا شبا
بھوک کی شدت سے سگ نفس ست گر نہ ہو ۔۔۔ قرص سے خورشید کی جھپٹے کتا دفتا

رات بھر شور تھا کیا انجم کے غلطانے میں جو | پھر جو دیکھا صبح کو اس کا علم ہی کچھ نہ تھا

.... (۲۳) نیش۔ ڈنک۔ (۲۴) نوش۔ شہد۔ (۲۵) دنبال۔ پچھلا حصہ دُم۔ (۲۶) زنبور۔ بھڑ۔ (۲۷) افعی۔ کالا ناگ (۲۸) ببرہ۔ نام دوا دافع زہر (۲۹) آبلہ۔ چھالا۔ (۳۰) نور دُور۔ عام چرچا۔ (۳۱) دوران سر۔ سر گھومنا جو ایک مرض ہے۔ (۳۲) آسیا۔ چکی۔ (۳۳) موتیا بند۔ آنکھ کی ایک بیماری جس سے آنکھ میں پانی اتر آتا ہے۔ (۳۴) صدف۔ سیپی۔ (۳۵) اہل صفا۔ صوفی۔ (۳۶) خامہ۔ قلم۔ (۳۷) ہو الشافی۔ وہی شفا بخشنے والا ہے۔ (۳۸) بدر الدجیٰ۔ چودھویں رات کا چاند جو سب راتوں سے زیادہ روشن ہوتا ہے۔ (۳۹) اشتہا۔ بھوک۔ (۴۰) قرص خورشید۔ سورج کی ٹکیہ۔ مراد محض سورج۔ (۴۱) انجم۔ ستارے۔ (۴۱) چرخ پیر۔ آسمان۔ (۴۲) اصلا۔ بالکل۔

پہنچی یہ تہنیت کی نوبت کہ نوبت خانہ میں | لیتی ہے جی کھول کر کیا کیا ڈکاریں کرنا

کوس پھولا ہے خوشی سے نغمہ کا کیا ذکر ہے | جوں حباب اس کی نہیں مطلق شکم میں امتلا

ہضم کامل استعد معدہ نے پہنچایا بہم | جتنے اقلیم و شہر ہیں ہے جو حلق سے آتی غذا

ہے مزاج اہل عالم پہ قریب اعتدال | ساتوں اقلیمیں ہیں گویا اب بخط استوا

رکھیگا تعویذ یا اور گنڈا کوئی کیوں اپنے پاس | باغ عالم میں یہی عالم جو صحت کا رہا

دیگا عاشق اپنے بال پر صلے نقش دعو | پھینک دیگی توڑ کر گنڈا گلے سے فاختا

استعجابی رہی علت سے بیماری کی آج | نام گلشن میں نہیں ہے نرگس بیمار کا

واقعی کس طرح سے صحت نہ اک عالم کو ہو | جب کہ ہو اسکی تو پھر صحت بجا نفرا

وہ ولیعہد زماں مرزا محمد بو ظفر | اسکی قوت گر ضعیفوں کو بنا دے اقویا

تقویت کا اثر ہر عام جو ہے یک بند ہو | ہوں یہ تقویٰ دل و جان مثل اوراق طلا

شادی صحت سے اسکے آج ہو کر شادشاد | تہنیت خوان سب ہیں سرگرم صحت مزا

طلب منعم کل سعادت انتمائے بخت
خوردۂ گل کو ملا لالیٔ تعشق کے لئے
شادیٔ صحت کا تیری کیا کہوں عالم زاغ
جیسے تارِ شمع کو گرناخنِ صبحِ نسیم

زیرِ پا پامال ہوتا تھا پرنگِ سنگِ پا
بک گیا ابرِ بہاری نذرِ دُرِ بے بہا
جوشِ عشرت سے یہ عالم بن گیا عشرت سرا
بزم میں پیدا ہوتا رہا سازِ مطرب کی صدا

(۶۲) سعادت انتما۔ سعید۔ منسوب بہ نیکی۔ (۶۳) زاغ۔ کوا۔
(۶۴) زغن۔ چیل۔ (۶۵) ماء الحیات۔ آبِ حیات۔ (۶۶) سیماب کشتہ۔ پارہ کشتہ کیا ہوا۔ اور یہ دوا میں استعمال کرتے ہیں۔ (۶۷) آبِ بقا۔ آبِ حیات۔
(۶۸) دُرِ خوش آب۔ چمکدار موتی۔ (۶۹) قوت فزا۔ طاقت بڑھانے والے۔ (۷۰) یاقوتی۔ ایک قسم کی معجون جو طاقت پیدا کرتی ہے۔ (۷۱) پیرانِ کہن۔ بوڑھے آدمی۔ (۷۲) قوائے اعضائے بدن۔ (۷۳) کلفت۔ دکھ۔ ایذا۔ تکلیف۔ (۷۴) شقاوت۔ بدبختی۔ بدنصیبی۔ (۷۵) سنگِ پا۔ وہ پتھر جس سے پاؤں وغیرہ ملے جاتے ہیں۔
(۷۶) خوردۂ گل۔ پھول کا زیرہ۔ زرگل۔ (۷۷) نذر۔ تحفہ۔ دُرِ بے بہا۔ بیش قیمت موتی۔ (۷۹) جوشِ عشرت۔ وفورِ عیش و مسرت۔ (۸۰) عشرت سرا۔ شادی و عیش کا گھر۔ (۸۱) مطرب۔ گویا۔

لب پیمانہ کے ہے جوں موجِ تبسم موجِ مے
بزمِ تصویراتِ فانوسِ خیالی کی طرح
کر رہا صحنِ چمن ہی ہیچ کیا طاؤس رقص
خانہائے چشم میں بھی پتلیوں کا رقص ہے
پھولی آتشبازی ایسی جس کی گلکاری کو دیکھ
شمعِ آتشباز بہ حیرت زدہ ہوتی ہے مثل
ہو گئی تا فخر میں کہ ہر گل ریزے

شورِ قلقل لب پہ ہے مینائے مے کے قہقہا
سقفِ رقاصگاں ہے زیرِ گردوں جا بجا
آشیانہ میں ہے رقصاں طائرِ قبلہ نما
ہے جو منظورِ نظر سب کو تماشا رقص کا
رات کو کہتے تھے آپس میں ثریا و سہا
سنگِ پارس کہیں بارعت کو چھپاتا کیا
ریزۂ فولاد نکلے بن کے گلہائے طلا

گل پھٹے تھے ستاروں کے عجب انداز کے
جن سے کیا ہمسنگ ہے مہتاب کے ہمتاب ہو
بن ہوا کر ہوئے قندیلِ شب زیرِ فلک
فی الحقیقت یہ وہ شادی ہے کہ اس کے روبرو
سحبانِ خامہ عاجز آگئے بس تعریف میں

ماہ پاروں کا تماشا گر با خندۂ دنداں نما
تابع ہے برج ہے جن کے رنگ روئے مہ لقا
بج رہے تھے فلک پہ سب کو روشن کردیا
جشنِ جمشیدی کا کچھ مطلق نہیں رتبہ رہا
ذوق کہتا ہے اسے اکثر ذوق میں مستوفی عا

رکھے صحت سے ہمیشہ شافیِ مطلق تجھے
جو ترے بدخواہ ہوں وہ رنج میں ہوں مبتلا

(۸۲) شورِ قلقل۔ شراب انڈیلتے وقت جو آواز پیدا ہو۔ (۸۳) مینائے مے۔ صراحیِ شراب۔ شراب کی بوتل۔ (۸۴) رقاصگان۔ ناچنے والیاں۔ (۸۵) گردوں۔ آسمان۔ (۸۶) طائرِ قبلہ نما۔ قبلہ نما کی سوئی جو ہمیشہ قبلہ کی طرف رہتی ہے۔ (۸۷) رقص۔ ناچ۔ (۸۸) ثریا و شہبا۔ ستارے۔ (۸۹) صنع۔ کاریگری۔ (۹۰) سنگ پارس۔ ایک قسم کا پتھر کہا جاتا ہے کہ اگر یہ پتھر لوہے کو چھو جائے تو اسے سونا بنادے۔ (۹۱) گل ریز۔ پھلجھڑی۔ (۹۲) گلہائے طلا۔ سونے کے پھول۔ (۹۳) مہتاب۔ مہتابی۔ (۹۴) ہمتاب ہونا۔ مقابلہ کرنا۔ (۹۵) غازہ۔ ابٹن۔ (۹۶) روئے مہ لقا۔ چہرۂ محبوب۔ (۹۷) بُرج۔ غبارے۔ (۹۸) برج۔ مراد بُرج فلکی۔ (۹۹) شافیِ مطلق۔ مراد ذاتِ حق تعالےٰ۔ (۱۰۰) بدخواہ۔ دشمن ✦

قصیدہ نمبر ۲

یہ قصیدہ بحرِ رجز مثمن سالم میں ہے۔ اس کے اوزان یہ ہیں:۔

مستفعلن مستفعلن مستفعلن مستفعلن • یہ قصیدہ حضرت ذوقؔ نے اکبر شاہ ثانی کی مدح میں لکھا •

شاہا جمال و حسن کا تیرے لکھوں میں[1] وصف کیا | ظاہر میں تو ظلِ خدا[2] باطن میں تو نورِ خدا
جلوہ ترے سے دیا ایک ہے اسقدر بہجت[3] فزا | روئے مقدس[4] کو ترے جس نے کہ دیکھا یہ کہا

صلِ علیٰ صلِ علیٰ صلِ علیٰ صلِ علیٰ

انوارِ عرفاں[5] سے ترا سینہ ہوا ایسا ہے صاف | جس کی پہنچتی روشنی ہے قاف سے تا بہ قاف[6]
خورشید کور و برو تیرے کہاں مقدورِ لاف[7] | کرتے ہیں دو نور روز و شب اگر ترے دل کا طواف[8]

اے قبلۂ روشن دلاں اے کعبۂ اہلِ صفا

ہے تیری فروِ فروی فرِ فریدوں کا نشاں | نصفت کو تیری دیکھ کر کسریٰ کی بھی ہو کسرِ شاں
تو جو سکندر قدر ہے اے فخرِ شاہانِ جہاں | تیرے ضمیرِ پاک کو پہنچے ہے جامِ جم کہاں

وہ جام ہے گیتی نما یہ آئینہ ہے حق نما

تیری بہارِ لطف سے ہر دشت ہے رشکِ چمن | پیدا ہوں خارِ خشک میں گلہائے نسرین و سمن
تجھ سے سحابِ فیض ہے اے ظلِ ربِ ذو المنن | جس جا کہ موجِ ریگ ہو بحرِ رواں ہو موجزن

اور دامنِ ہر موج میں لاکھوں ہوں دُرِ بے بہا

(۱) وصف۔ تعریف۔ (۲) ظلِ خدا۔ خدا کا سایہ۔ (۳) خوشی اور عیش کا زیادہ کرنے والا۔ (۴) روئے مقدس۔ پاک چہرہ۔ (۵) انوارِ عرفاں۔ حق تعالیٰ کی معرفت کا نور۔ (۶) قاف سے تا بہ قاف۔ مراد تمام دنیا۔ (۷) مقدورِ لاف۔ شیخی بگھارنے کی طاقت۔ (۸) طواف۔ گرد گھومنا۔

(۹) روشن دل۔ پاک۔ اچھی روگ۔ (۱۰) اہلِ صفا۔ صوفی۔ (۱۱) فرّ و فرہی۔ شان و دبدبہ۔ (۱۲) فریدوں۔ ایران کا مشہور بادشاہ تھا جس نے ضحاک کو قتل کرکے اہلِ ایران کو اس کے ظلم و ستم سے نجات دی تھی۔
(۱۳) نصفت۔ انصاف۔ (۱۴) کسریٰ۔ لقب نوشیرواں۔ (۱۵) گیتی۔ دنیا۔ جہاں۔ (۱۶) نسرین و سمن چنبیلی و جوہی کے پھول (۱۷) سحاب۔ بادل۔ (۱۸) ظل۔ سایہ۔ (۱۹) ربِّ ذوالمنن۔ احسان کرنے والا۔ ربّ۔ صاحبِ احسان و مروت۔

اللہ رے دریادلی تیری درم جود و کرم | ہے دل ہی دل شہنشاہ تو سرے لیکر تا قدم
انگشتری تو عکس کے ہے دریا کہیں تہ میں کم | تو بخشے ایک تن میں گنج دینار و درم

پیسہ بھی دے سکتا نہیں وہ فلسِ ماہی کے سوا

جس پر عنایت ہو تری سکو نہیں پروائے زر | جس کا کہ حامی تو ہو کیوں اسکی شکستہ ہو کمر
اللہ نے تجھ کو کیا بیچارگاں کا چارہ گر | اے خسرو والا گہر تیرے تلطف کی نظر

ہے مفلسوں کو کیمیا۔ ٹوٹے دلوں کو مومیا

تیری ثنا کب ہو سکے اے خسرو والا نگاہ | اب یہ دعا ہے ذوق کی حق میں ترے شام و پگاہ
جبتک ہیں یہ چمکتے ہیں فلک پر مہر و ماہ | فرخ ہمیشہ عید ہو تجھ کو شہا با عز و جاہ

بدخواہ تیرا ہو سدا رنج و الم میں مبتلا

(۲۰) دریادلی۔ سخاوت۔ (۲۱) درم جود و کرم۔ بوقتِ احسان و سخاوت۔ (۲۲) فلسِ ماہی۔ مچھلی کے اوپر کے چھلکے۔ (۲۳) حامی۔ مددگار۔ (۲۴) بیچارگاں۔ عاجز۔ (۲۵) چارہ گر۔ معالج۔ مددگار۔ (۲۶) خسروِ والا گہر۔ بادشاہ و عالی مقام۔ (۲۷) تلطف۔ مہربانی۔ (۲۸) ثنا۔ تعریف۔
(۲۹) خسروِ والا نگاہ۔ شاہِ بلند نظر۔ (۳۰) شام و پگاہ۔ صبح و شام۔ (۳۱)

فرخ مبارک سنہ ۱۲۲۲ھ باعزوجاہ - نہایت عزت و بزرگی کے ساتھ +

قصیدہ نمبر ۳

یہ قصیدہ اکبرشاہ مرحوم کی مدح میں لکھا۔ افسوس کہ حضرت ذوق اس پر نظرثانی نہ کرسکے ورنہ بقول مولینا آزاد رحمتہ اللہ علیہ عجب جلوہ دکھاتا۔

اس قصیدہ کا بحر متقارب اثلم مقبوض ہے۔ ارکان - فعل - فعولن - فعل - فعولن آٹھ بار +

۱- صبحِ سعادت نورِ ارادت تن بریاضت دِل بہ تمنّا
جلوۂ قدرت عالمِ وحدت چشمِ بصیرت محوِ تماشا

۲- قصرِ رفیع و صحن وسیع و طرز مسجع سطح مرتبع
باغِ ارم یا روضۂ رضواں مُلدِ بریں یا جنتِ ماویٰ

۳- مرغِ خوش الحاں بر سرِ بُستاں ہر گلِ بستاں خرّم و خنداں
گوشِ شقایق محوِ سرود و دیدۂ نرگس مستِ تمنّا

۴- لحن قماری شکل مسجع صوتِ عنادل وِردِ مہلّل
سرو بقامت نخل دُعا و نکہتِ گل یادم بہ مسیحا

۵- فصلِ ربیع و موسم آردی معتدل اک جا گرمی و سردی
میل عناصر سوئے طبائع ربطِ قونے با عالمِ اشیاء

(۱) ایک روز صبحِ سعادت ظہور پذیر تھی۔ نورِ ارادت چمک رہا تھا۔ عابدین عبادت میں مشغول تھے۔ دِل دیدارِ الٰہی کی تمنا سے لبریز تھے۔ قدرتِ الٰہی کے جلوے ہر طرف موجود تھے۔ عالمِ تنہائی تھا خدا رسیدہ انسان نورِ حقیقی کے دیکھنے میں مشغول تھے +

(۲) ایک بلند گنبد والے محل میں جس کا صحن نہایت کشادہ تھا۔ اور جو نرالی طرز سے سجایا گیا تھا۔ اور جس پر باغ ارم یا روضۂ رضوان یا خلد بریں یا جنت الماویٰ کا گمان ہوتا تھا (میں بیٹھا ہوا تھا)۔

نوٹ:۔ یہ تمام بہشت کے طبقات کے نام ہیں۔

(۳) خوش الحان پرندے باغ میں چہچہا رہے تھے اور باغ کا ہر پھول شگفتہ و تر و تازہ تھا۔ لالہ کا کان پرندوں کا گانا سننے میں مشغول تھا۔ اور نرگس کی آنکھ تمنائے دیدارِ یار میں مست ہو رہی تھی۔

(۴) قمریوں کی آواز میں حق تعالےٰ کی تسبیح اور بلبلوں کے نغموں میں کلمۂ طیبہ کا ذکر موجود تھا۔ سرو بلحاظ اپنے قد کے نخلِ دُعا معلوم ہوتا تھا۔ اور پھول کی خوشبو اپنے اثر کے لحاظ سے حضرتِ مسیح کے دم کی طرح زندگی بخش تھی۔

(۵) فصل ربیع اور موسم بہار تھا۔ گرمی و سردی اعتدال پر تھی۔ اربعہ عناصر (آگ۔ پانی۔ مٹی۔ ہوا) طبیعتوں کے ساتھ موافقت کا اظہار کر رہے تھے۔ اور قوٰی کا تعلق دُنیا کے ساتھ نہایت اچھا تھا۔

۶۔ چہرۂ گلشن آتشِ رخشاں سُرخیٔ گل میں لعلِ بدخشاں
سبزہ بہ شبنم رشکِ جواہر لالہ بہ ژالہ لولوئے لالا

۷۔ قلب کو فرحت رُوح کو راحت عقل کو قوت طبع کو جودت
جلوۂ ساقی نغمۂ مطرب نالہ بہ چنگ و نشہ بہ صہبا

۸۔ خندۂ گل ہے نشۂ مُل ہر سرو چمن پر لطفِ سخن ہے
نغمۂ بلبل نالۂ قلقل قہقہۂ قلقل بر لبِ مینا

۹۔ غلغلہ اندر محفلِ مستاں وجد میں خیلِ بادہ پرستاں
نغمہ طرازاں بار بدآسا چنگ نوازاں شکل نکیسا

۱۰۔ جام بلوریں ہائے لعلیں صبح بہار و گلشن رنگیں
شیشۂ مینا بر سر مینا اختر صبح و گنبد خضرا

(۶) باغ کا چہرہ چمکتی ہوئی آگ کی طرح تھا۔ اور پھول کی سرخی میں
لعل بدخشاں کی رنگت تھی۔ فرش سبزہ پر قطراتِ شبنم جواہرات کے لئے باعثِ
رشک تھے۔ اور گل لالہ پہ اوسے چمکدار موتی معلوم ہوتے تھے۔

(۷) ساقی کا جلوہ اور گویّے کے نغمے اور ستار کے نالے اور شراب کا نشہ
دل کے لئے فرحت اور روح کے لئے راحت اور عقل کے لئے قوت اور طبیعت
کے لئے تیزی کا سبب تھے۔

(۸) پھول شگفتہ ہو رہے تھے اور نشۂ شراب تیزی پر تھا۔ چمن میں سرو
پر بلبلیں اور قمریاں چہچہا رہی تھیں اور صراحی کی زبان پر صدائے قلقل تھی۔

(۹) مستوں کی محفل میں شور و غل تھا۔ شرابیوں کا گروہ حالتِ وجد میں
تھا۔ گویّے باربد کی طرح گا رہے تھے۔ اور ستاریے نکیسا کی طرح ستار بجا رہے تھے۔
(نوٹ:۔ باربد اور نکیسا دو مشہور ماہرانِ موسیقی ہو گئے ہیں)۔

(۱۰) بلوریں پیالوں میں شرابِ سرخ رنگ موسم بہار کی صبح اور رنگین باغ
کا سماں دکھلا رہی تھی اور شراب کی بوتل پر ڈاٹ اس طرح نظر آتی تھی جیسے
صبح کا ستارہ آسمان پر چمکتا ہو۔

۱۱۔ ساقیٔ بہوش مستِ شبانہ مطرب دلکش حرفِ ترانہ
مژدۂ عید اقبال مبتسم وقتِ سعید انوار سراپا

۱۲۔ اک بت ترسا بادلِ سنگیں۔ لعبت کافر باجمہ تمکیں
صورتِ لات و شکلِ منات و رشکِ یعوق و غیرتِ عزیٰ

۱۳۔ کانِ ملاحت بحرِ صباحت جوئے فصاحت گلشنِ راحت

شوخ میں لیلیٰ نور میں سلمیٰ لہجہ میں شیریں جلوہ میں عذرا

۱۴- وہ لب رنگیں عارض گلگوں وہ قد موزوں چشم پر افسوں
بر گ گل لالۂ احمر سرو صنوبر نرگس شہلا

۱۵- خال لب ہے نقطۂ مشکیں یا ہے بلال چشمۂ شیریں
مردم دیدہ کو بدیدہ لالہ بہ داغ و دل بہ سویدا

(۱۱) چاند جیسا ساقی رات کی شراب سے مست ہو رہا تھا۔ اور دلکش گویا مشغول نغمہ طرازی تھا۔ اور عہد کی خوشخبری مجسم اقبال تھی مبارک وقت اور ہر طرف نور کی بارش ہو رہی تھی۔

(۱۲) ایک حسین و جمیل معشوق سنگین دل مع اپنے وقار حسن کے جو صورت و شکل میں لات و منات جیسا اور یعوق کے لئے باعث رشک اور عزیٰ کے لئے باعث غیرت تھا۔

(۱۳) جسے (معشوق کو) ملاحت (نمکینی) کی کان اور صباحت (سفیدی) کا سمندر اور فصاحت کی نہر اور راحت کا باغ کہنا چاہئے اور جو ملاحت (نمکینی) میں لیلیٰ (محبوبہ مجنوں) اور نور میں سلمیٰ (عرب کی مشہور معشوقہ) اور لب و لہجہ کے لحاظ سے شیریں (معشوقہ فرہاد) اور جلوہ میں عذرا (عرب کی مشہور معشوقہ جس پر وامق عاشق تھا) جیسا تھا۔

(۱۴) اس معشوق کے سرخ ہونٹ گلاب کی پتیاں اور سرخ رخسار لالہ کے سرخ پھول اور اس کا مناسب و موزون قد درخت صنوبر اور اس کی مست و سیاہ آنکھیں نرگس شہلا کی طرح تھیں۔

(۱۵) اس (معشوق) کے ہونٹ پر سیاہ تل کستوری کا نقطہ یا بلال (حبشی) چشم شیریں (دہن محبوب) پر بیٹھا ہوا نظر آتا تھا یا وہ تل

آنکھ کی مانند کی تھی ! اس کا داغ یا دل کا سویدا (سیاہ نقطہ) تھا۔

۱۶۔ فوجِ نظارہ چوں رمِ آہو۔ آہوئے کعبہ نرگسِ جادو
چیں بہ جبیں محراب بہ کعبہ طاقِ دو ابرو مسجد اقصےٰ

۱۷۔ چاہِ زنخداں آبِ زلال۔ ادا سپہ تکلم چشمۂ شیریں
ناصیہ روشن جوں کفِ موسیٰ زلف شکن در خطِ چلیپا

۱۸۔ پان کی سرخی لب گلو تک دست و گریباں قوس و قزح سے
دام برائے گردنِ عنقا چشم و چراغ دیدۂ حورا

۱۹۔ بیت زلالی لب بہ تکلم۔ فردِ خیالی تنگ تبسم
موئے میاں جوں معنئ نازک تنگ دہاں سربستہ معما

۲۰۔ عارضِ گلگوں چشم پُر افسوں سبزۂ تر سے طرزِ نظر سے
مایۂ ناز و غمزہ طراز و گلشنِ راز و رازِ بدلہا

(۱۶) دیکھنے والوں کی فوجِ نگاہ ہرن کی دوڑ کی طرح تھی اور اس کی جادو بھری نرگسی آنکھیں کعبہ کے آہو کی طرح معلوم دیتی تھیں اور اس کی پیشانی کی چین (شکن) محرابِ کعبہ اور اس کے دونوں ابروؤں کے طاق مسجدِ اقصےٰ (بیت المقدس کی مشہور مسجد) کی طرح تھے۔

(۱۷) اس کی پیشانی موسیٰ علیہ السلام کی ہتھیلی کی طرح روشن اور اس کی گھونگرالی زلفیں خطِ صلیب کی طرح تھیں۔ اس کا چاہِ ذقن صاف و شفاف اور میٹھا پانی اور اس کی باتیں ایک شیریں چشمہ معلوم ہوتی تھیں۔

(۱۸) اس کے کھائے ہوئے پان کی سرخی لبوں سے گلے تک بوجہ نزاکت و حسن و خوبی کے صاف نظر آ رہی تھی اور آسمان پر قوس و قزح (دھنک) کا مقابلہ کر رہی تھی۔ اور وہ عنقا (خیالی پرندہ) کے لئے جال اور حوراں بہشتی کی

آنکھوں کے بیچ اسی کی روشنی تھی ۔

(۱۹) بات کرتے وقت اس کے لب اشعار زلالی (نام شاعر) کی طرح شیریں اور اس کی مسکراہٹ کا انداز خیالی (نام شاعر) کے فرد شعر کی طرح مرغوب تھا۔ اور اس کی بال جیسی باریک کمر معنئ نازک کی مانند اور اس کا تنگ دہن ایک سربستہ معما تھا ۔

(۲۰) اس کے سرخ رخسار بائے ناز تھے اور اس کی جادو بھری آنکھیں غمزے کر رہی تھیں ۔ اور کے چہرہ کا خطِ سبز گلشن اسرار عشق تھا اور اس کے انداز میں دلوں کے بھید موجود تھے ۔

۲۱۔ فتنہ سراپا۔ قہر سراسر۔ سست وفا میں چست جفا میں
شرم سے ڈوبا بحرِ حیا میں۔ ناصیہ رُو بر علمِ بالا

۲۲۔ رمز سے ہو کر صرفِ تکلم۔ ناز سے ہو کر لب پہ تبسم
مجھ سے کہا ہو زمزمہ پیرا۔ تو بھی تو بول اے بلبل شیدا

۲۳ میں نے پڑھا اک مطلع روشن شرح میں تیرے جس سے ہو گلشن
رُوحِ مقرّبی اے شہ عالم عش ہو جبریل اور شاد ہو اعشیٰ

مطلع ثانی

۲۴۔ اے شہ عالم در ہمہ عالم۔ عالی اعلےٰ۔ والی والا
لب بہ ستایش۔ دل بہ نیایش جلوہ طرازِ عرش معلےٰ

۲۵۔ نفسِ خلافت از رہِ رتبت تختِ خلافت عرش بہ عظمت
تو ہے بہ حکم وجہ جو صورت وہ ہے بہ نفس رتبہ ہیولےٰ

(۲۶) وہ معشوق سر سے پاؤں تک فتنہ اور قہر و غضب تھا۔ وفا میں سست اور جفا میں چست تھا۔ شرمیلا اس قدر کہ حیا کے سمندر میں غرق اور مغرور تھا

کہ اس کی پیشانی ہمیشہ آسمان کی طرف رہتی یعنی بوجہ فرطِ حسن کے کسی کی جانب متوجہ نہ ہوتا تھا۔

(۲۲) آخر کنایتہً بات کرتے ہوئے اور ناز و انداز سے مسکراتے ہوئے مجھ سے کہنے لگا کہ اے بلبلِ شیدا (ذوقی) تو بھی بول اور زمزمہ پیرا ہو کہ اشارہ تھا)۔

(۲۳) تو بس میں نے اے بادشاہ تیری تعریف میں ایک ایسا مطلعِ روشن پڑھا جس سے معترضی شاعر کی رُوح باغ کی طرح شگفتہ اور تر و تازہ ہو۔ اور جریرِ شاعر مفتون ہو جائے اور اخطلِ شاعر سُنکر پھولا نہ سمائے۔

(۲۴) اے جہان کے بادشاہ تو تمام دُنیا میں بلند درجہ رکھتا ہے اور ایک نہایت ہی رفیع منزلت حاکم ہے۔ تیرے لب حق تعالیٰ کی تعریف اور تیرا دل دُعا میں مشغول اور عرشِ معلّے کے جلوہ کو رونق دینے والا ہے۔

(۲۵) تو رُتبہ کے لحاظ سے خلافتِ الٰہی کی رُوح (اصل) ہے۔ اور تیری حکومت کا تخت مرتبہ میں عرش جیسا ہے تو بلحاظِ ذات شکل صورت ہے اور وہ (تخت) اپنی اصلیت میں بمنزلہ ہیولے ہے (ہیولے ایک جوہر ہے جو صورتِ جسمیہ کا محل ہے)۔

۲۶۔ رُوحِ مجسم عقلِ مکرم نفسِ مقدس جسمِ مطہر
باطنِ صافی جان موافی پردہ بہ دُنیا جلوہ بہ عقبیٰ

۲۷۔ علمِ حقیقی علمِ مجازی تیرے حلول ساری و طاری
اصلِ معانی نقلِ معانی عقل کو تیرے عیش مہیا

۲۸۔ سارے بڑے اسمائے الٰہی سب ہیں مؤثر لیکن اکبر
اسمِ جو اعظم ہے تو وہی ہے جس سے ہے تیرا اسم مسمیٰ

۲۹۔ فہم میں لیکر صافی طینت رکھ کے نظر میں اوجِ ترفت

غرق حیا ازو زمزم و کوثر ہو زدہ ہیں سدرہ و طوبےٰ
۳۰۔ خلق کریم و نفس نفیس و ابر بخشش و فائزہ رحمت
آب بقا و خاک شفا و نار خلیل و باد مسیحا

(۲۶) اے مسمح (بادشاہ) تو مجسم روح اور مکرم عقل اور پاک روح اور پاک جسم ہے۔ تو اپنے پاک جسم اور روح کے ساتھ دنیا کے پردہ میں آخرت کے جلوے ملاحظہ کرتا ہے +

(۲۷) اے بادشاہ علم حقیقی اور مجازی تیری ذات میں ساری وطاری ہیں اور تیری عقل کے لئے مضامین کی بنیادیں اور مطالب کے نمونے موجود ہیں +

(۲۸) اے شاہ اکبر میں نے حق تعالےٰ کے تمام نام پڑھے اور سب کو مؤثر پایا لیکن اسم اعظم وہ ہے جس سے تیرا نام مسمّیٰ ہے (یعنی اکبر) +

(۲۹) اے بادشاہ تیری پاکیزہ ذات کا خیال کرتے ہوئے اور تیری قربت کی بلندی کا تصور کرتے ہوئے زمزم اور کوثر حیا میں غرق ہو رہے ہیں اور سدرہ اور طوبےٰ نے بسبب شرمندگی کے اپنا سر جھکا لیا ہے۔

(نوٹ:۔ زمزم خانہ کعبہ کے پاس ایک کنواں ہے اور کوثر بہشت کی ایک نہر کا نام ہے۔ سدرہ آسمان پر ایک درخت ہے۔ اور طوبےٰ بہشت کے ایک درخت کا نام ہے +

(۳۰) اے بادشاہ تیرا خلق کریم آب حیات کی طرح جان بخش اور تیری ذات پاک خاک شفا کی طرح مؤثر ہے اور تیرے فیض کا بادل تازگی میں نار خلیل کی طرح ہے۔ اور تیری مہربانی کا اثر حضرت مسیح کے دم کی طرح زندگی بخشنے والا ہے +

(نوٹ:۔ خاک شفا کربلا کے میدان کی مٹی کو کہتے ہیں جہاں شہیدان

کربلا کا خون بہا۔ نارِ خلیل وہ آگ ہے جس میں نمرود بادشاہ نے حضرت ابراہیم خلیل اللہ کو ڈالا اور وہ بحکمِ الٰہی گلزار بن گئی اور آپ کو کوئی گزند نہ پہنچی۔ بادِ مسیحا سے مراد حضرتِ مسیح علیہ السلام کا دم جس سے مردے زندہ ہو جاتے تھے)۔

۳۱۔ تو سرِ دُنیا ظلِ الٰہی حکم ترا تا ماہ بہ ماہی
تخت ترا ہے تا بہ ثرےٰ۔ اور فوق ہے تیرا تا بہ ثریا

۳۲۔ حکم بہ حاضر نظم پہ ناظر۔ تیرے جلوسِ جشن کی خاطر
فوجِ سکندر لشکرِ دارا۔ تختِ فریدوں مسندِ کسریٰ

۳۳۔ تجھ سے ہی قائم شام و سحر ہے تجھ سے ہی دائم تازہ و تر ہے
بارِ مُراد و برگِ نشاط و شاخِ اُمید و نخلِ تمنّا

۳۴۔ تو بہ ریاست تو بہ فراست۔ تو بہ مقالت تو بہ سیاست
فطرتِ لیاں فکرِ جاعت حسن بیاض و غضۂ حمرا

۳۵۔ تو برضا و لب بہ دُعا و دست بہمت پا بہ اقامت
لب بہدایت دل بہ درایت صرف بہ زہد و محو بہ تقوےٰ

(۳۱) تُو دُنیا میں خدا کا سایہ ہے اور تیری حکومت آسمان سے لیکر زمین تک ہے اور تیرا تخت ثرےٰ (زمین کے نیچے کی مٹی) تک ہے اور تیری بلندی ثریا (ستاروں کا جھمکا) تک ہے۔

(۳۲) اے ممدوح سکندر کی فوج تیرے حکم کے ماتحت ہے اور دارا کا لشکر تیرے نظم و نسق سلطنت کا نگہبان ہے اور تیرے جلوسِ جشن کے لئے نوشیرواں کی مسند اور فریدوں کا تخت حاضر ہے۔

(۳۳) اے بادشاہ شام و سحر کی ہستی تیرے ہی وجود سے قائم ہے اور تعلق

کنگرو کا پھل اور بعض دشنادے کے پتے اور آبہ کی شاخ اور تمنا کا درخت تیرے ہی دم سے ہمیشہ کے لئے تر و تازہ ہے ۔

(۳۴) اے ممدوح تو ریاست کا انتظام کرنے کے لئے ایک کامل العقل انسان ہے اور تیری ذات میں ایک جماعت کی عقل اور فراست موجود ہے اور گفتگو کے وقت تیرا چہرہ سفید سوسن کی طرح چمکتا ہے لیکن جب دشمن کو سزا دینے کا وقت ہوتا ہے تو غصہ کی وجہ سے سُرخ ہو جاتا ہے ۔

(نوٹ :- لیباں - مردِ دراز ریش مراد کامل العقل انسان) ۔

(۳۵) اے بادشاہ تیری توجہ رضائے الہٰی کی طرف ہے اور تیری ہتھیلی دُعا کے لئے بلند ہو رہی ہے اور تیرے ہاتھ سخاوت میں مشغول ہیں اور تیرے پاؤں راہِ خدا میں با استحکام قائم ہیں ۔ تیرے لب مخلوقِ خدا کی ہدایت میں مشغول ہیں اور تیرا دانا دل پرہیزگاری اور عبادت میں محو ہے ۔

۳۶۔ تو بہ حقیقت تو بہ طریقت تو بہ شریعت تو بہ ودلیت
پاک سرشت و نیک نوشت و جسیم مطہر قلب مصفّٰی

۳۷۔ تو بہ تجمل محو بہ تحمل کف بہ تکلف لب بہ تکلم
تُرکش یوسف ہمسرِ صالح ہمرہِ موسیٰ ہمدمِ عیسیٰ

۳۸۔ تیری محافظ آیۂ کرسی تیری معاون آیتِ قدسی
زیب نمایم سورۂ یٰسین محسن عزائم سورۂ طٰہٰ

۳۹۔ جانب اعدا تو سرِ میداں کھینچ لے جس دم صارم براں
نعرہ ہو اس کا اُقتلْ اُقتلْ - ندیہ اس کا نحنُ قُتلنا

۴۰۔ جلوہ سے تیرے ہو نہ منور شام و سحر آفاق تو کیونکر
ماہ ہو دوا گے دیدۂ خیتر مہر ضیا گے حیرت پیرا

(۳۶) اے ممدوح تو حقیقت میں ایک پاک فطرت انسان ہے طریقت (صوفی ازم) میں نیک نصیبہ والا ہے اور شریعت (قانونِ مذہب) کی رُو سے تیرا جسم پاک اور مطہر ہے (طہارت جسمانی کا پابند ہے) اور بلحاظ ودیعت (امانت) کے تیرا دل صاف ہے (خیانت نہیں کرتا)۔

(۳۷) اے بادشاہ بلحاظ جمال و خوبی کے تیرا چہرہ یوسف علیہ السلام جیسا ہے اور بلحاظ عادتِ تحمل (بھاشت) کے تو حضرتِ صالح علیہ السلام کا ہمسر ہے اور تیرے ہاتھ کی ہتھیلی بلحاظ معجز نمائی کے حضرت موسیٰ علیہ السلام جیسی ہے اور تیرے ہونٹ بلحاظ گفتگو کے حضرت مسیح علیہ السلام جیسے (جان بخش) ہیں۔ (نوٹ :- یوسف علیہ السلام حضرت یعقوب علیہ السلام کے بیٹے اور حسن و جمال میں شہرۂ آفاق تھے۔ زلیخا عزیزِ مصر کی بیوی ان پر عاشق تھی اور عزیزِ مصر کے انتقال کے بعد ان کے نکاح میں آئی تھی اور یہ شاہِ مصر ہو گئے تھے۔ حضرت صالح بھی ایک مشہور پیغمبر ہوئے ہیں۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام مشہور پیغمبر ہیں۔ انہوں نے فرعونِ مصر کے گھر میں پرورش پائی۔ حق تعالیٰ نے ان کو کوہِ طور پر اپنا جلوہ دکھایا اور ان کے ہاتھ میں جو چلے کا نشان تھا ایسی چمک بخشی کہ وہ ایک معجزہ قرار پایا۔ حضرت مسیح علیہ السلام کو حق تعالیٰ نے مُردہ زندہ کرنے کی قوت عطا فرمائی تھی۔ اس لئے بادشاہ کے ہونٹوں کو مسیح علیہ السلام کے ہونٹوں سے تشبیہ دی)۔

(۳۸) اے بادشاہ آیت الکرسی تیری محافظ اور آیتِ قدسی تیری مددگار ہے اور سورۂ یٰسین تیرے تعویذوں کی زینت اور سورۂ طٰہٰ تیرے ارادوں کے لئے باعثِ خوبی ہے۔

(نوٹ :- آیت الکرسی و آیت قدسی قرآن کریم کی آیات ہیں اور یٰسین

وطلا بھی قرآن حکیم کی سورتیں ہیں۔

(۳۹) اے ممدوح جس وقت تو اپنی کاٹنے والی تلوار میدانِ جنگ میں دشمنوں کے قتل کے لئے نکالتا ہے اور تیرا نعرہ یہ ہوتا ہے "قتل کرو۔ قتل کرو" تو تلوار اس کے جواب میں کہتی ہے ہم نے قتل کیا۔ مارا۔

(نوٹ :۔ صارمِ برآں۔ کاٹنے والی تلوار۔ اُقْتُل۔ قتل کرو۔ نحن قتلنا۔ ہم نے قتل کیا۔ مارا)

(۴۰) اے بادشاہ اگر تیرے جلوہ سے دنیا صبح و شام منور نہ ہو تو چمگادڑ کی آنکھوں کے لئے چاند باعثِ روشنی اور دوا نہیں ہو سکتا۔ اور گرگٹ جو آفتاب پر عاشق ہے۔ اس کے لئے آفتاب کی روشنی باعثِ حیرت نہیں ہو سکتی۔

(نوٹ :۔ شپرہ۔ چمگادڑ۔ حربا۔ گرگٹ۔

۴۱۔ تو دمِ فرحت تو دمِ عشرت تو دمِ صولت بر سرِ دولت
ماہ بسرطانِ زہرہ بمیزان تیر بہ قوس و شمس بہ جوزا

۴۲۔ فہم ترا وہ عقلِ ارسطو بالغہ جس سے جوہرِ ثانی
عقل ترا وہ درسِ فلاطون فلسفہ جس کی ابجدِ اولیٰ

۴۳۔ حالِ دو عالم تجھ میں ہے پیدا۔ اور ہے یہ نورِ کشف ہویدا
غیر قیافہ غیر سرِ وہ غیر تفاؤل غیر بہ رؤیا

۴۴۔ تیری شمیمِ خلق سے طاری تیری نسیمِ طبع سے جاری
بادِ بہاری مشکِ تتاری۔ عودِ قماری۔ عنبرِ سارا

۴۵۔ عقلِ فرنگ و دانشِ یونان آگے ترے ہے طفلِ دبستاں
تو ہے وہ ماہر تو ہے وہ نادر تو ہے وہ بینا تو ہے وہ دانا

(۴۱) اے بادشاہ تو خوشی و آرام کے وقت اس طرح معلوم ہوتا ہے جیسے

چاند بجو سرطان میں اور عیش و عشرت کے وقت تیری حالت ایسی ہوتی ہے جیسی زہرہ کی برج میزان میں۔ اور شان و شوکت کے وقت بلحاظ دبدبے کے تو ایسا معلوم ہوتا ہے جیسے عطارد برج قوس میں۔ اور تخت سلطنت پر تو اسطرح نظر آتا ہے جیسے آفتاب برج جوزا میں۔

نوٹ :- سرطان ۔کیکڑا ۔چوتھے برج کا نام ہے ۔زہرہ وہ سیارہ ہے جو تیسرے آسمان پر ہے ۔ میزان ۔ساتویں برج کا نام ہے ۔ تیر ۔عطارد ۔وہ سیارہ جو دوسرے آسمان پر ہے ۔ قوس ۔ نویں برج کا نام ہے ۔ جوزا ۔ تیسرے برج کا نام ہے۔

(۴۲) اے ممدوح تیری سمجھ وہ عقلِ ارسطو ہے جس سے جوہرِ ثانی (عقل دوم) کمال حاصل کرتا ہے اور تیری عقل افلاطون کو سبق دیتی ہے اور فلسفہ تیری عقل کے مقابلہ میں ابجد ادنیٰ (الف ۔ بے) کی حیثیت رکھتا ہے۔

(۴۳) اے بادشاہ تو دونوں عالم کی حقیقت سے واقف ہے اور دُنیا و آخرت کی طاقت تجھے بغیر قیافہ اور بغیر راز اور بد دل فال لینے اور خواب کے نور کشف کے ذریعہ سے معلوم ہو جاتی ہے۔

(۴۴) اے بادشاہ تیرے خُلق و عادت کی خوشبو سے موسمِ بہار کی ہوا پیدا ہو رہی ہے اور تیری طبیعت کی نسیم (ہوا) سے مُشکِ تتار اور عودِ قماری اور عنبرِ خالص جیسی خوشبوئیں نکل رہی ہیں۔

(۴۵) اے ممدوح تو ایسا عقلمند اور ماہر اور سمجھدار اور دانا ہے کہ فرنگیوں کی سمجھ اور یونانیوں کی عقل و حکمت میرے سامنے ایک نو آموز طالب علم کی حیثیت رکھتی ہے۔

۴۶۔ تیغ سے تیری ہیکلِ دشمن منقطع حلقہ جب ہو بے جوشن
پیشِ حکیماں کب ہے ثابت عقل سے جزوِ لا یتجزیٰ

۴۷۔ زینت تو ہے شوکت و شاں تو زیبِ سرِ توقیعِ جہاں تو
اس پہ مزین جوں گلِ طغرا، اس پہ تجمل جوں خطِ امضا

۴۸۔ حاتم و عدل و منذرِ نعماں رستم و دستاں شیرِ نیستاں
تو پہ سخاوت تو پہ عنایت تو دمِ جرأت تو سرِ ہیجا

۴۹۔ حسنِ ادا میں نکتۂ موزوں طرزِ بجا میں۔ گوہرِ مکنوں
شغل و عمل میں نظمِ مسجع حرف و سخن میں نثرِ مقفّیٰ

۵۰۔ تیرا ہے توسن سایۂ ذوالمن ۔ بر سرِ جستن در دمِ رفتن
برقِ جہان و آبِ روان و شعلۂ آتش بر سرِ دریا

(۴۶) اے ممدوح جب تیری تلوار سے دشمن کا جسم قیمہ قیمہ ہو کر زرہ کی کڑیوں سے مل جائے اور اس کی حالت یہ ہو جائے کہ آئندہ اُس کے جسم کے اجزا جمع ہونا ممکن نہ ہوں تو حکما جو جزوِ لایتجزیٰ ثابت کرتے ہیں اس جگہ اُن کی دلیل بیکار ہو جائے اور مذہبِ متکلمین کے مطابق امتناعِ جزوِ لایتجزیٰ ہو جائے +

(نوٹ:۔ جوشن ایک لباس زرہ کی مانند ہوتا ہے جو جنگ کے موقع پر تلوار کی ضرب سے محفوظ رہنے کے لئے پہنتے ہیں۔ جزوِ لایتجزیٰ۔ اصطلاحِ منطق میں وہ ٹکڑا جس کے ٹکڑے نہ ہو سکیں +

(۴۷) اے بادشاہ شان و شوکت کی تختی پر تو گلِ طغرا جیسی زینت دیتا ہے اور جہان کے فرمان پر تو خطِ امضا کی طرح آراستگی اور سجاوٹ پیدا کرتا ہے + (نوٹ:۔ توقیع۔ فرمانِ شاہی۔ بادشاہ کا کسی خط پر

ندان کرنا۔ [illegible] غلط کی ایک قسم ہے جو سہل نظر آتا ہے۔ خلیا سفنا۔ حکم۔ فرمان شاہی +

(۴۸) اے بادشاہ تو بلحاظ سخاوت کے وقت کا حاتم ہے اور مہربانی کے لحاظ سے منذر بن نعمان جیسا کریم ہے اور بلحاظ جرأت اور بہادری کے رستم دستان جیسا ہے۔ اور میدان جنگ میں جنگل کا شیر نظر آتا ہے۔
(نوٹ :۔ حاتم عرب کا ایک مشہور سخی۔ منذر بن نعمان۔ ایک مشہور کریم بادشاہ) +

(۴۹) اے ممدوح تو حسن ادا میں ایک نکتہ موزون اور مناسب طرز میں بیش قیمت موتی ہے اور شغل و عمل شاعری میں تیری نظم مسجع ہوتی ہے۔ اور تیری باتیں نثر مقفیٰ معلوم ہوتی ہیں +
(نوٹ :۔ نثر مقفیٰ۔ وہ نثر جس کے ہر فقرے میں قافیہ کی رعایت ہو۔ نظم مسجع۔ سجع شعر کی ایک صفت کا نام ہے) +

(۵۰) اے بادشاہ تیرا گھوڑا احسان کرنے والے خدا کا سایہ ہے جب وہ کودتا ہے تو کوندنے والی بجلی معلوم ہوتا ہے اور بلحاظ رفتار کے شعلۂ آتش اور دریا کے تیز پانی کی طرح نظر آتا ہے +
(نوٹ :۔ جستن۔ کودنا۔ رفتن۔ چلنا۔ برقِ جہاں۔ کوندنے والی بجلی) +

۵۱۔ باد بوقت تیز روانی ابر بوقت قطرہ فشانی
جب تو اڑا دے کوہ و جبل پر جب تو رواں ہو جانبِ صحرا

۵۲۔ فیل ہے تیرا ابرِ بہاراں۔ بر بہ خیالِ بادہ گساراں
[illegible] درخشاں برق بہ باراں دیکھو پلا زنجیرِ مطلا

۵۳۔ بحرِ وسعت کوہ رفعت سپیدہ کوہ و گرد پہ طلعت
اس پہ طلوعِ جلوۂ طلعت ۔ طور پہ گویا نورِ تجلّی

۵۴۔ پشت پہ اُس کی ہودجِ زرّیں اُس کی جبیں ہے عکسِ دھنک میں
تیرا طلوع اے خسروِ خاور صبح شفق میں کرے ہے ہویدا

۵۵۔ تھا جو سخن آغاز شگفتہ ختمِ سخن ہو حسنِ ادا سے
ذوقِ سخنداں تیری دعا سے گر زمینِ موزوں ہو سراپا

(۵۱) اے آقا جب تُو اس گھوڑے کو تیزی کے ساتھ میدان میں دوڑائے تو وہ ہوا کی طرح تیز معلوم ہوتا ہے اور جب تُو اسے پہاڑ پہ لے جائے تو اُس کی پیشانی سے پسینہ کے جو قطرے گرتے ہیں اس طرح معلوم ہوتا ہے، جیسے بادل سے بارش ہو رہی ہے ؎

(۵۲) اے بادشاہ تیرا ہاتھی موسمِ بہار کے سیاہ بادل کی طرح جھومتا ہے لیکن جب وہ اپنی سنہری زنجیر ہلاتا ہے تو بے خوار دوں کے خیال کے مطابق بجلی چمک اٹھتی ہے ؎

(۵۳) اے ممدوح تیرا ہاتھی بلحاظِ وسعت کے سمندر جیسا ہے اور بلندی میں پہاڑ کی طرح ہے اور اس پر جب تُو جلوہ افروز ہوتا ہے تو یوں نظر آتا ہے جیسے کوہِ طور پر نورِ تجلی چمک رہا ہے ؎

(۵۴) اُس ہاتھی کی پُشت پر سنہری ہودج ہے اور اس کی پیشانی قوسِ قزح (Rain bow) جیسی رنگین ہے اور اے شاہ خاور تیرا اُس پہ طلوع کرنا (نظر آنا) ایسا ہے جیسے شفق میں صبح ظاہر ہو ؎

(نوٹ :- ہودجِ زرّیں بمنزلہ شفق اور ذاتِ بادشاہ بمنزلہ صبح) ؎

(۵۵) جب سخن کو ثنا (تعریف) سے شروع کیا ہے تو خاتمۂ سخن بھی حُسن ادا (خوبی) سے ہونا چاہئے ۔ اے ذوق تیری دُعا سے طرزِ سخن نہایت موزون و مناسب ہو گا ۔

۵۶۔ دل ہے ترا یا نور کا عالم بلکہ فروغِ ظہور کا عالم
پیشِ نظر ہے دور کا عالم سن تو سہی افلاک پہ ہے کیا

۵۷۔ وِردِ ملک نامِ خدا ہے دیکھ زباں پر کس کی ثنا ہے
دل کہ سراپا دستِ دُعا ہے۔ دستِ دُعا و دامنِ شبہا

۵۸۔ تاکہ زماں منضم بہ زمیں ہو۔ دور میں چترِ چرخِ بریں ہو
شاہ کا عالم زیرِ نگیں ہو۔ سطحِ زمیں ہو عالمِ بالا

(۵۶) اے ذوق تیرا دل ہے یا جہانِ نور ہے نہیں نہیں بلکہ وہ ظہور کی روشنی ہے ۔ تیرے پیشِ نظر دُور کا عالم ہے یا ذرا غور کر آسمان پر کیا دھرا ہے (بلکہ اُس عالم کی سیر کر رہا ہے جو آسمان سے بھی کئی درجہ بلند و بالا ہے یعنی عالمِ خیال) ۔

(۵۷) فرشتوں کا وظیفہ حق تعالےٰ کا نام (اللہ اکبر) ہے لیکن اے بادشاہ اِس سے مقصود تیری ثنا ہے۔ دل جو سرتاپا دستِ دُعا کی صورت میں تبدیل ہو چکا ہے دستِ دُعا ہے اور راتوں کا دامن ہے (دامنِ شب سے مراد آدھی رات ہے) ۔

(۵۸) دُعا یہ ہے اے آقا جب تک زمان زمین کے ساتھ ملا رہے اور بلند آسمان کا چھتر (چھتری) گردش کرتا رہے۔ اے بادشاہ تمام جہان تیری حکومت کے ماتحت رہے اور تیری بادشاہی کی برکتوں سے زمین آسمان بن جائے

یہ وفق ہے صحت [illegible] سلطان | کہ جس کو روشنی بخشی جہاں بھر مہر

(۶۲) [illegible]۔ یہ ایسا ہی اثر زا ہے کہ تعویذ لکھنے والے کے تعویذ کا پر تاثیر ہزار خطائے شفا خانہ کا نقش بنا ہوا ہے۔

(نوٹ:- صاحب تکسیر۔ تعویذ نویس۔ اور تکسیر کے معنی تعویذ لکھنے والوں کی اصطلاح میں اسم کے اعداد کو اس طرح تقسیم کرکے خانوں میں لکھنا کہ شمار میں ہر طرف سے برابر ہو۔)

(۶۳) عزیمت۔ اثر کرنا۔ (۶۴) عیسوی تاثیر۔ اور تیرا دم مسیح علیہ السلام کے دم معجز نما کا اثر رکھتا ہے۔ (۶۵) خضر۔ ایک پیغمبر کا نام ہے۔ (۶۶) توقیر عزت۔ (۶۷) شہان سلف۔ اگلے بادشاہ۔ (۶۸) مسخر۔ تسخیر۔ فتح۔ (۶۹) پنجۂ مہر۔ پنجۂ آفتاب۔ (۷۰) گنجِ خطیر۔ بہت بڑا خزانہ۔ (۷۱) دوشنبہ۔ سوموار جسے پیر بھی کہتے ہیں۔

حیات بخش جہاں تیرا مژدۂ صحت | جو بخشے خلق کو عمرِ طویل و عیشِ کثیر
ہزاروں سال سر پر صدی نکال کے دانت | ہنسیں اجل پہ جوانوں کی طرح مردم پیر
جہاں کو یوں تری صحت کے ساتھ ہے صحت | صحیح جیسے کہ قرآن ہو تیغ تکسیر
یہ وہ خوشی ہے کہ فربہ ہوں جس سے روز بروز | ہلالِ پشت نہم کی طرح بدن کے حقیر
پڑھوں ثنا میں تری اب وہ مطلعِ روشن | کہ جس کا مطلعِ خورشید بھی نہ ہووے نظیر

(۷۲) حیات بخش۔ زندگی بخش۔ (۷۳) عمر طویل۔ لمبی زندگی۔ (۷۴) عیش کثیر۔ عیش وافر۔ (۷۵) مردم پیر۔ بوڑھے لوگ۔ (۷۶) ہلال پشت۔ نہم [illegible] کا چاند۔ (۷۷) بدن کے حقیر۔ تپلے۔ ضعیف و کمزور۔

مطلع دیگر

شہنشاہا تری روشنی رائے منیر

جس کا [illegible] عظمت آسماں چھپا ہے

جہاں تمام عالم مطیع و خلق مطاع[127] | فلک مؤید[128] و اختر معین[129] و بخت نصیر[130]
زمیں ہو سبز جو تیرے سحاب[131] بخشش سے | تو بوٹی بوٹی سے ہر خاک کے بنے اکسیر
بچشم مہر اگر تیرا نیر اقبال[132] | ق کرے نگاہ سر آبجو[133] و آب غدیر[134]
تو فلس[135] ماہی ہو ماہیوں کی وقت شکار | نگین[136] دست سلیماں[137] بدست ماہی گیر
نہ ہے ثنا کے لیے تیرے اختتام[138] و تمام | نہ ہے دعا کے لیے تیری انتہا و اخیر
مگر یہ ذوق ثنا سنج[139] مدح خواں تیرا | غلام پیر کہن سال اک فقیر حقیر
کہے ہے دل سے دعا یہ سدا فقیرانہ | سنا ہے جب کہ کرم سے خدا دعائے فقیر
الٰہی آب پہ تا ہو نہیں زمیں کو ثبات[140] | زمیں پہ تا ہو فلک اور فلک کو ہو تدویر[141]
فلک پہ چھوٹے نہ تا دامن مسیح حیات | زمیں پہ خضر کی تا ہو فنا نہ دستگیر
عطا کرے تجھے عالم میں تا در قیوم[142] | بجاہ و دولت و اقبال عزت و توقیر
تن قوی و مزاج صحیح و عمر طویل | سپاہ وافر[143] و ملک وسیع و گنج خطیر

(۱۲۷) مطاع - زیر حکومت - (۱۲۸) مؤید - مدد کرنے والا - (۱۲۹) معین - مددگار - (۱۳۰) نصیر - فاتح - فتحمند - (۱۳۱) سحاب - بادل - (۱۳۲) آفتاب - اقبال - (۱۳۳) آبجو - نہر - (۱۳۴) غدیر - تالاب - (۱۳۵) فلس - مچھلی کے سِنّے - (۱۳۶) نگین - انگشتری - (۱۳۷) سلیمان - ایک پیغمبر تھے جن کی حکومت جن و انس [illegible] چرند پرند بلکہ ہوا پر تھی - (۱۳۸) اختتام - خاتمہ - (۱۳۹) ثنا سنج - تعریف کرنے [illegible] (۱۴۰) ثبات - قیام - (۱۴۱) تدویر - گردش - (۱۴۲) قادر و قیوم - [illegible] قائم - حق تعالے کے صفاتی نام - (۱۴۳) وافر - [illegible]

[illegible] بیت [illegible] خوانہ ✽

[illegible] وہ علم جس کی صحت ذہن میں موجود نہ ہو۔ (۵) نظری۔ وہ تصور یا تصدیق جس میں غور و فکر کی ضرورت ہو۔ (۶) بدیہی۔ وہ تصور یا تصدیق جس میں غور و فکر کی ضرورت نہ ہو۔ (۷) فکر۔ امرِ نامعلوم کے حصول کے لئے امورِ معلومہ کو اس طرح ترتیب دینا کہ امرِ نامعلوم معلوم ہو جائے۔ (۸) شکل۔ جس میں اتحادِ ثلاثہ موجود ہو۔ (۹) خطا سے عصمت۔ غلطی اور سہو سے پاک تھی۔ (۱۰) اعیانِ ثابتہ۔ وہ چیزیں جن کا وجود علمِ الٰہی میں ہو اور وہ خارج میں نہ ہوں۔ (۱۱) صرف۔ قواعدِ زبان کا وہ حصہ جس میں الفاظ کے متعلق بحث ہو۔ (۱۲) صرف۔ غرض۔ (۱۳) نحو۔ قواعدِ زبان کا وہ حصہ جس میں جملوں کے متعلق بحث ہو۔ (۱۴) منطق۔ وہ علم ہے جس کی رعایت سے فکر میں غلطی نہیں ہوتی۔ (۱۵) تفوق۔ فوقیت۔ (۱۶) ناطقہ۔ انسان کی وہ طاقت جو کلیات و جزئیات کا ادراک کرتی ہے۔ (۱۷) حکمت۔ انسانی طاقت کے مطابق موجودات کے علم سے آگاہی حاصل کرنا۔ (۱۸) تصریح کرنا۔ وضاحت کرنا۔ (۱۹) معانی۔ وہ علم ہے جس سے الفاظ کی حالتیں اس طریقے سے معلوم ہوں کہ اس کے سبب سے لفظ حال کے مطابق ہو اور معانیٔ مطلوبہ کے ادا کرنے میں غلطی نہ ہو۔ (۲۰) بیان۔ چند قواعد کا نام ہے جن کی مدد سے ایک معنی کو ایسی مختلف عبارتوں میں ذکر کر سکتے ہیں جو وضاحت میں ایک دوسرے سے مختلف ہوں۔ (۲۱) توضیح۔ تشریح۔ وضاحت۔ (۲۲) نجوم۔ وہ علم جس سے کہ [illegible] ستاروں کی حالت معلوم کی جائے اور احکام لگائے جائیں۔ (۲۳) ہیئت۔ وہ علم ہے جس سے اشکالِ فلکی اور مساحت [illegible]

کبھی تھا علم الٰہی کی طرف ذہن رسا
کبھی کرتا تھی طبیعی میں طبیعت جودت

کبھی تھا عقل پہ مذہب مرا مانند حکیم
کبھی عقل متکلم مجھے پاس ملت

کبھی کرتا تھا قدم صحیح کا ثابت جہات
اور کبھی کرتا تھا باطل بسماء انشقت

کبھی انکار قیامت پہ میں لاتا دلیل
کبھی تکرار تناسخ پہ مجھے شوق جنت

حشر اجساد میں تھا گاہ تردد مجھ کو
کبھی تھی عالم برزخ میں مجھے اک حیرت

کبھی تھی عرصۂ تدویر فلک کی مجھے سیر
کبھی میں ناپتا تھا سطح زمیں کی وسعت

کبھی ثابت مرے نزدیک فلک کی گردش
کبھی ثابت مرے نزدیک زمیں کی حرکت

کبھی میں کرتا تھا اعراض میں جوہر قائم
کبھی میں کرتا تھا معلول سے ثابت علت

کبھی منقول پہ مائل کبھی سوئے معقول
کبھی میں نقلیہ پہ راغب کبھی سوئے حکمت

(۲۴) فرائض۔ وہ احکام جو از روئے نقل واجب العمل ہوں۔ (۲۵) تفہیم۔ سمجھنا۔ (۲۶) اصول۔ جن پر مذہب کی بنا ہے۔ (۲۷) عقائد۔ عقیدہ کی جمع۔ مسلمات مذہبی۔ خلوص۔ ارادت۔ (۲۸) کتاب مراد قرآن مجید۔ (۲۹) سنت افعال نبی علیہ السلام۔ (۳۰) علم الٰہی۔ حکمت عملی کی ایک قسم ہے جس میں اثبات اللہ اور امور معاد کا ذکر ہوتا ہے۔ (۳۱) علم طبیعی۔ ان چیزوں کے تعقل کرنے کا علم جن میں مادہ پایا جائے۔ (۳۲) جودت۔ تیزی۔ (۳۳) متکلم علم کلام کو جاننے والا۔ اور علم کلام وہ علم ہے جس میں احکام شرعی کو عقلی دلائل سے ثابت کیا جائے۔ (۳۴) جہات۔ جہت کی جمع۔ طرفیں۔ (۳۵) بسماء انشقت۔ جس وقت کہ آسمان پھٹ جائے۔ (۳۶) تناسخ۔ ایک قالب سے دوسرے قالب میں جانا۔ دوبارہ جنم لینا۔ (۳۷) حشر اجساد۔ شریعت میں ہے کہ مردے قیامت کے دن اپنے جسم کے ساتھ اٹھینگے۔ (۳۸) عالم برزخ۔ وہ زمانہ جو مرنے اور قیامت کے درمیان مردہ پہ گذرتا ہے۔ (۳۹) عرصہ۔ میدان۔ (۴۰) تدویر فلک

گردشِ آسمان - (۴۱) مثبت - ثابت - (۴۲) اعراض وہ چیزیں جو دوسری چیزوں کی وجہ سے قائم ہوں - (۴۳) جوہر وہ شے جو بالذات یعنی اپنی ذات پر قائم ہو - (۴۴) معلول - جس پر سبب واقع ہو - (۴۵) علت سبب - (۴۶) منقول - وہ باتیں جو قرآن و حدیث یا تاریخی کتابوں میں ملیں - (۴۷) معقول - وہ باتیں جن کا ادراک عقل کرے - (۴۸) فقہ - وہ علم ہے جس میں انسان کے ظاہری اعمال و افعال جو تعلیماتِ الٰہی سے ثابت ہیں مذکور ہوتے ہیں - (۴۹) حکمت - وہ علم ہے جس میں موجودات کے وجود پر بحث کی جائے +

کبھی میں حافظِ قرآن بعلمِ تفسیر | کبھی میں قاریِ قرآن بعلمِ قرأت
کبھی کرتا تھا مجسطی کے حواشی تحریر | کبھی کرتا تھا اشارات و شفا کی صحت
کبھی میں کرتا تھا قانون سے تشریح علاج | کبھی میں کرتا تھا قاموس میں تصحیح لغت
کبھی میں نوعِ بیندۂ بیمار و صحیح | کبھی میں نبض سے دانندۂ ضعف و قوت
گہ نباتات کی آگاہ میں کیفیت سے | گہ جمادات کی معلوم مجھے خاصیت
کبھی مشائیوں سے کرتا تھا مضامین مستوی | کبھی لیتا تھا اشراقیوں پر میں بیعت
کبھی میں نفیِ حقائق میں تھا سوفسطائی | کبھی میں معتزلی باعثِ ردِ رویت
کبھی میں جبری مجبور بعقل و تدبیر | کبھی میں قدری مختار بتقدیر طاقت
گہ ملاحدہ کی تھی تردید کلامِ الحاد | گہ وجودی کو شہودی سے بیانِ وحدت
جوں مہندس کبھی مالوف بشکل و مقدار | جوں محاسب کبھی مصروف بضرب و قسمت

(۵۰) علمِ تفسیر - نبی علیہ السلام کی احادیث کو پیشِ نظر رکھ کر قرآن مجید کے معانی پر نظر ڈالنا - (۵۱) علمِ قرأت - قرآن حکیم کے حروف کو مخرج کے ساتھ ادا کرنا - (۵۲) مجسطی - فنِ ریاضی کی ایک کتاب کا نام - (۵۳) اشارات و شفا - علمِ حکمت کی کتابوں کے نام - (۵۴) قانون - علمِ طب کی کتاب کا نام جو شیخ

اور شیخ حکیم بو علی سینا کی تصنیف ہے۔ (۵۵) قاموس عربی زبان کی مشہور لغت۔ (۵۶) لون۔ رنگ۔ (۵۷) نباتات۔ جڑی بوٹی۔ (۵۸) جمادات۔ پتھر وغیرہ۔ (۵۹) مشائین۔ حکما کا وہ گروہ جو اشیاء کی حقیقت کی دریافت دلیلوں سے کرتے تھے یعنی ملاسوں اور دلیلوں سے اپنا مطلب پا لیتے تھے۔ (۶۰) اشراقین حکمائے قدیم کا وہ گروہ جنہوں نے کثرتِ ریاضت یعنی مکاشفہ و مراقبہ کے ذریعہ اس قدر دلوں کو مجلّی اور باطن کی صفائی حاصل کر لی تھی کہ دور ہی سے تعلیم و تعلّم کر لیا کرتے تھے۔ اور ایک دوسرے کے پاس جانے کی حاجت نہ تھی۔ چنانچہ بقراط اور افلاطون حکمائے اشراقیہ سے تھے۔ (۶۱) نفیٔ حقائق۔ انکارِ حقیقت۔ (۶۲) سوفسطائی۔ حکما کا وہ گروہ جس کی بنیاد وہم پر ہے اور جو حقائق کو نہیں مانتا۔ (۶۳) معتزلہ۔ ایک فرقہ ہے جو دیدارِ خدا کا منکر ہے۔ اس فرقہ کے لوگ نیکی کو خدا کی طرف سے اور بدی کو اپنی طرف سے خیال کرتے ہیں۔ (۶۴) رویت۔ مراد دیدارِ الٰہی۔ (۶۵) جبری۔ وہ گروہ ہے جن کا عقیدہ یہ ہے کہ بندوں کو اپنے کاموں میں کچھ اختیار نہیں یعنی نیکی اور بدی کرنے کے لئے وہ مجبور ہیں۔ (۶۶) قدری۔ وہ گروہ ہے جو یہ خیال کرتے ہیں کہ انسان ہر کام کرنے پر قادر ہے۔ (۶۷) ملحد۔ بیدین۔ لامذہب۔ (۶۸) وہ لوگ جو خدا کو مجسّم مانتے ہیں۔ (۶۹) شہودی۔ وہ فرقہ ہے جو حق تعالیٰ کو ہر موجود میں خیال کرتے ہیں۔ اور انہیں ہر شے میں جلوۂ حق نظر آتا ہے۔ (۷۰) مہندس۔ علمِ ہندسہ کا ماہر، انجینئر۔ (۷۱) محاسب۔ حساب دان۔

کبھی حرفوں سے تھا مطلوب مثالِ جفّار | کبھی کچھ نقطے سے مقصود تھا رمّال صفت
گاہ کہے طالع کبھی شکلِ داخل | شکل خارج تھی کبھی داخل ...
کبھی کرتا تھا قرانِ مشتری و زہرہ پہ نظر | کبھی تھا دیکھتا مریخ و زحل کی صحبت

کبھی افسون و عزیمت کبھی تعویذ و طلسم ‏— کبھی تجویز زکوٰۃ اور کبھی قصدِ دعوت

کبھی تھا علم قیافہ میں یہ ادراک مجھے ‏— ایک صورت سے بیاں کرتا تھا میں سیرت

کبھی میں ہمسر سروردی کبھی تھا ایسا مشغول ‏— کہ نہ تھی ایک نفس ضبطِ نفس سے فرصت

بیٹھ کے کبھی تصویر کشی موہومات ‏— کیمیا سے کبھی میں زرکش گنج و دولت

کبھی میں شیخ شیوخ اور کبھی شیخ رئیس ‏— کبھی علامہ کبھی صوفی صافی طینت

کبھی میں تقرب فرائض سے تھا عالی درجہ ‏— کبھی میں قرب نوافل سے تھا والا رتبت

ماہر موسیقی ایسا کہ ادا کرتا تھا ‏— کبھی میں بارہ مقام اور کبھی چاپدھ مت

(۷۲) جفار۔ علم جفر کا جاننے والا۔ (۷۳) رمال۔ علم رمل کا ماہر۔ (۷۴) بیت گھر۔ (۷۵) قران۔ ملاپ۔ دو چیزوں کا اکٹھا ہونا۔ علم نجوم کی اصطلاح میں شمس و قمر کے سوا باقی چھ ستاروں میں سے دو کا ایک برج میں اکٹھا ہونا۔ (۷۶) مہ۔ چاند۔ (۷۷) زہرہ۔ ایک مشہور ستارہ۔ (۷۸) مریخ۔ ایک مشہور ستارہ جو پانچویں آسمان پر ہے۔ (۷۹) زحل۔ ایک مشہور ستارہ جو کہ ساتویں آسمان پر ہے۔ اسے نحسِ اکبر خیال کرتے ہیں۔ (۸۰) افسون و عزیمت۔ جادو منتر۔ (۸۱) زکوٰۃ۔ اصطلاحِ شریعت میں مال کا چالیسواں حصہ خدا کی راہ میں دینا۔ لیکن عاملوں کی اصطلاح میں جو خاص اس شعر میں مقصود ہے کسی اسم یا دعا کا معینہ تعداد میں اُن قیود کے ساتھ پڑھنا جو عاملوں نے مقرر کیے ہیں۔ نقش کی بھی زکوٰۃ دیتے ہیں۔ (۸۲) دعوت۔ طلبی کھانے کے لیے بلانا۔ لیکن عاملوں کی اصطلاح میں جو اس شعر میں مقصود ہے کسی عمل کو تعدادِ معینہ کے مطابق پڑھنا دعوت دیتے ہیں۔ فتیلہ بھی جلاتے ہیں۔ (۸۳) علم قیافہ۔ اعضائے انسان کی حالت دیکھ کر عادات و اخلاق کا پتہ لگا پانا۔ (۸۴) سروردی۔ فقرا کا ایک گروہ جو حبسِ دم کیا کرتے

ہیں۔ (۸۵) سیمیا۔ وہ علم ہے جس کے ذریعے اشیائے موہوم جن کا اصل میں وجود نہ ہو مشاہدہ کرایا جائے۔ (۸۶) کیمیا۔ اصطلاح میں ناقص اشیا میں تدوج شامل کر کے مرتبۂ کمال پر پہنچانا۔ یعنی تانبے کو سونا اور رانگ کو چاندی بنانا۔ (۸۷) شیخ و شیوخ۔ صوفیِ کامل۔ (۸۸) شیخ رئیس۔ حکیم بو علی سینا کا لقب ہے۔ (۸۹) علّامہ۔ بڑا جاننے والا۔ (۹۰) قربِ فرائض۔ فرائض ادا کرنے سے۔ فرائض اصطلاحِ شرع میں وہ احکام ہیں جن پر عمل کرنا لازم ہے۔ (۹۱) نوافل۔ نفل کی جمع۔ وہ عبادات و امور جن کا ادا کرنا موجبِ ثواب ہے اور ترک کرنے سے کوئی گناہ نہیں۔ (۹۲) والا رتبت۔ بلند مرتبہ۔ (۹۳) موسیقی۔ گانے وغیرہ کا علم۔ نسبتِ تالیفی کو جس وقت آواز کے کام میں باعتبار زمان و مقدار کام میں لایا جائے تو اس کو علمِ موسیقی کہتے ہیں۔ (۹۳) بارہ مقام۔ علمِ موسیقی کے بارہ مقام۔ (۱) راست (۲) شباب۔ (۳) بوسلیک۔ (۴) عشاق۔ (۵) زیر بزرگ۔ (۶) زیر کوچک۔ (۷) عراق۔ (۸) حجاز۔ (۹) رنگلہ۔ (۱۰) حسینی۔ (۱۱) رہاوی۔ (۱۲) نوا۔ (۹۴) چاروں مت۔ موسیقی کے چار طریقے۔ جو چار ماہرانِ موسیقی کے ساتھ منسوب ہیں ٭

کبھی میں شاعرِ غزا و ادب دانِ بلیغ
نظم میں نام مرا نثر میں میری شہرت

کبھی کرتا تھا عروضی کا بھی میں قافیہ تنگ
طبعِ موزوں کی دکھاتا تھا جو موزونیت

کبھی چشم نظرِ انجیل و زبور و توریت
کبھی مصحف میں نظر میری سرِ ہر آیت

کبھی زرتشتیوں میں ایسا کہ سارے موبد
ژند و پاژند میں کرتے تھے میری تبعیت

کبھی ہو آگہیِ شاستر و بید سے چراں
کروں اک بات سے پنڈت کی فضیحت

کبھی میں اہلِ معما و لغز میں ذی ہوش
کبھی اخبار و تواریخ میں صاحبِ خبرت

آخرش دیکھا تو العلم حجاب الاکبر[111] ۔۔۔ عاقبت پایا تو ہاں بُلہ[112] کو اہل جنت

فائدہ کیا جو ہر ایک علم کی جانی تعریف ۔۔۔ فائدہ کیا جو ہر اک فن کی کھلی ماہیت[113]

فائدہ کیا کہ جو دیکھی کتب ہر مذہب ۔۔۔ فائدہ کیا جو ہوئی آگہی ہر ملت

عقل سے گرچہ کیا مادہ ایسا پیدا ۔۔۔ کہ بہر شکل ہو ایک تازہ محل صورت

یا بنائی کوئی صورت کہ جسے دیکھ کے ہو ۔۔۔ ہیکل روم[114] سے بتخانہ میں تک حیرت

ہے مقرر مجھے صورت بہبود نظر ۔۔۔ دور آئینہ دل سے نہ ہو زنگ کلفت[115]

پڑھوں اک مطلع برجستہ میں اس موقع پر ۔۔۔ جس کو سن کر کہیں احسنت[116] سب اہل فطنت[117]

(۹۵) شاعر غرّاد ۔ شاعر بلند مرتبت ۔ (۹۶) عروضی ۔ علم عروض کا ماہر ۔ (۹۷) انجیل ۔ وہ کتاب جو حضرت مسیح علیہ السّلام پر نازل ہوئی ۔ (۹۸) زبور ۔ وہ کتاب جو حضرت داؤد علیہ السّلام پر اتری ۔ (۹۹) توریت ۔ وہ کتاب جو حضرت موسیٰ علیہ السّلام پر نازل ہوئی ۔ (۱۰۰) مصحف ۔ قرآن کریم جو نبی علیہ السّلام پر نازل ہوا ۔ (۱۰۱) زرتشتی ۔ مجوسی جو آگ کی پرستش کرتے ہیں ۔ (۱۰۲) موبد ۔ شریعت زرتشتی کا عالم ۔ (۱۰۳) ژند و پاژند ۔ مذہب زرتشت کی الہامی کتابیں ۔ (۱۰۴) تبعیت ۔ پیروی ۔ (۱۰۵) شاستر ۔ بید ۔ پران ۔ نام کتب اہل ہنود ۔ (۱۰۶) کتھا ۔ وعظ ۔ (۱۰۷) ہمنشت ۔ تردید ۔ (۱۰۸) معما و لغز ۔ فن معما و چیستان ۔ (۱۰۸) اخبار و تواریخ ۔ مراد علم تاریخ (History) ۔ (۱۱۰) صاحب خبرت ۔ آگاہ ۔ واقف ۔ (۱۱۱) العلم حجاب الاکبر ۔ علم سب سے بڑا پردہ ہے ۔ (۱۱۲) بُلہ ۔ نادان لوگ (اہل الجنۃ بُلہ) ۔ (۱۱۳) ماہیت ۔ حقیقت ۔ (۱۱۴) ہیکل روم ۔ بت خانۂ روم ۔ (۱۱۵) کلفت ۔ مصیبت ۔ (۱۱۶) احسنت ۔ تو نے خوب کہا ۔ (۱۱۷) اہل فطنت ۔ دانا ۔ عقلمند ۔

مطلع ثانی

گر نہ دے صاحبِ جوہر کو مقدر عزت
جوہر فرد ہے بالفرض تو کیا ہے قسمت

کیا ہوا علمِ معقولات اگر کچھ تو کی ہے
لیک بے مادی حرکت نہیں کیفیت

قاضیِ چرخ کبھی جو تو ہے تو کیا گر تیرے
مثل دہقانِ فلک کے ہوں طالع نکبت

دورِ گردوں موافق ہو تو ہو اور خفیف
جرِّ اثقال میں تو جتنی اٹھائے محنت

آگے برگشتگیِ بخت کے چلنے کی نہیں
نظری و عملی کوئی بھی تری حکمت

گو فصاحت میں تو سحبان ہے ولے بے تقدیر
حرفِ مطلب پہ زباں کو تری ہو لکنت

گو ریاضی میں ہے ممتاز اگر بخت ہیں بد
نقشِ باطل ہے تری شکل ہے جس میں صنعت

کیا ہوا جانا اگر مسئلۂ مہر و مدار
پستیِ بخت سے تجھ کو جو نہیں ہے رفعت

کام تقویم نہ آئے نہ تری اصطرلاب
طالع بد سے اگر نیک آئے ساعت

علم سے ہو نہ کبھی چارۂ آزار نصیب
بار پہ سینا ہے تو کیا سینہ میں غم ہے حسرت

(۱۱۸) صاحبِ جوہر۔ صاحب ہنر۔ (۱۱۹) جوہر فرد۔ گوہر یکتا۔ (۱۲۰) معقول۔ قول۔ (۱۲۱) کیف۔ وہ جوہر عرض جو بالذات قبول قسمت نہ کرے۔ (۱۲۲) قاضیِ چرخ۔ کنایہ از ستارہ مشتری جو سعدِ اکبر ہے۔ (۱۲۳) دہقانِ فلک۔ استعارہ ہے آسمان کی طرف۔ کیونکہ گردشِ فلکی ہی سے تمام دانے پکتے ہیں۔ (۱۲۴) طالع۔ نصیب۔ (۱۲۵) نکبت۔ فلاکت۔ نحوست۔ (۱۲۶) خفیف ہونا۔ شرمندہ ہونا۔ (۱۲۷) جرِ اثقال۔ جس کے ذریعہ بھاری اشیا آسانی کے ساتھ اٹھائی جا سکیں۔ (۱۲۸) برگشتگیِ بخت۔ بدنصیبی۔ بدقسمتی۔ (۱۲۹) حکمتِ نظری و عملی۔ حکمت کی دو قسموں میں سے ایک حکمت ہے جس کے معنے تصورِ حقائق موجودات کے ہیں اور اس کی کئی قسمیں ہیں۔ جیسے

علم ہیئت۔ مناظر و مرایا۔ تشریح۔ علم نباتات۔ علم معادن وغیرہ۔ (۱۳۰) حکمتِ عملی۔ وہ علم جس میں معاد و معاش کے انتظام کا احوال بوجہ کامل مذکور ہو۔ اس کی تین قسمیں ہیں۔ تہذیب اخلاق جس میں اُن افعال کی تعلیم ہوتی ہے جو انسان کو اخلاقاً کرنے چاہئیں۔ تدبیر منزل جس میں خاص اپنے اپنے اہل خانہ کا انتظام و اہتمام بوجہ کافی مذکور ہوتا ہے۔ علم سیاست مدن جس میں شہروں اور ولایتوں کے انتظام کا حال بیان ہوتا ہے۔ کنایۃً حکمتِ عملی سے مراد چالاکی۔ ہوشیاری۔ پالیسی وغیرہ ہے۔ (۱۳۱) سحبان۔ سحبان بن وائل عرب کا ایک مشہور شاعر۔ (۱۳۲) تُگنت۔ تھتا نا۔ (۱۳۳) ریاضی۔ وہ علم ہے جس میں اُن امور کے متعلق بحث ہوتی ہے جو اپنے وجودِ خارجی میں مادہ کے محتاج ہوں۔ (۱۳۴) ہیر و سنار۔ ہیر بمعنی کنواں منار مینار۔ کنایۃً پستی و بلندی۔ (۱۳۵) تقویم۔ جنتری جس سے برہمن اچھے یا بُرے دنوں کا حساب لگاتا ہے۔ (۱۳۶) اصطرلاب۔ وہ آلہ جس سے ستاروں کی بلندی وغیرہ معلوم کرتے ہیں۔ (۱۳۷) پورِ سینا۔ بمعنی پسرِ سینا۔ یعنی حکیم بوعلی سینا۔ (۱۳۸) حسرت کا خون ہونا۔ دلی مقصد و مراد کا پورا نہ ہونا۔

سو دوائیں تیرے نسخہ میں ہوں پر بے تقدیر | نہ ہو بالخاصہ تاثیر نہ بالکیفیت

علم نیرنج بھی ہے گو بڑے تو عمل ناسنج | بے مقدر نہ ہو حاصل مگر خوش لذت

علم سے جو سبق آموزِ ملائک تھا وہ دیکھ | بخت بد سے ہوا مستوجب رجم و لعنت

ہوا مسجودِ ملائک یہ ظلوم و جہول | یعنی انساں قوی بخت ضعیف الخلقت

گو تصوف سے ہو تو صوفی سجادہ نشیں | بے مقدر نہ کرامت ہو نہ خرق عادت

علم سے لاکھ ہو شیخی پر تری بے تقدیر | نہ کہے کوئی تجھے شیخ علیہ الرحمت

بیٹھا اتنا [illegible] الشمس معشوقہ [illegible] | ہوئی یکبار جو افسانہ خواب غفلت

(۱۵۲) دل شادات لفظ مراد دل عاشق ۔ (۱۵۳) واژوں ۔ سرنگوں ۔ (۱۵۴) تہمت سے مراد سودۂ تہمت یعنا آلٹی لکھی ہوئی تھی ۔ (۱۵۵) مفہوم شعر ۔ آتش حسن کی وجہ سے اُس نوید بہجت کی ناک شعلۂ سرکش نظر آتی تھی ۔ اور اُس کی بھویں دھوئیں کی ہلکی لہر معلوم ہوتی تھیں ۔ (۱۵۶) بیداد ۔ ظلم ۔ (۱۵۷) یکدست یکدم ۔ فوراً ۔ (۱۵۸) چاہِ بابل ۔ وہ کنوئیں جس میں ہاروت و ماروت (دو فرشتے) خدا کے حکم سے قید ہیں (۱۵۹) ایک فرشتے کا نام جو چاہِ بابل میں اسیر ہے ۔ (۱۶۰) لبِ شیریں ۔ معشوق کے سُرخ اور میٹھے ہونٹ ۔ (۱۶۱) شربتِ عناب ۔ مشہور شربت جس کا رنگ سرخ ہوتا ہے ۔ (۱۶۲) خوگر ۔ عادی ۔ (۱۶۳) وہ نویدِ بہجت (معشوق) اگر اپنی کمر کو ہلائے تو معنیٔ معدوم کی حقیقت واضح ہو جائے ۔ یعنی لوگ عدم کے معنے سمجھ جائیں ۔ اور اگر وہ اپنے لبوں کو حرکت دے تو گرہِ موہوم کھل جائے ۔ (۱۶۴) فرحت ۔ خوشی ＋

شوخیٔ لب معشوق میں یوں گُل رہی ہو جیسے عشرت[۱۶۵] | ناز یوں چشم میں نرگس میں ہو جیسے نکہت[۱۶۶]

لب پاں خوردہ کی شوخی کے ہے لاکھ اک بات | گر نگہ دے وہ مسیحا بھی خوں کی تہمت

نازک اندام وہ اور سنگدل ایسی سے بھی سوا | آیا جن سنگدلوں کیلئے ہے تو قسمت[۱۶۷]

سیلی سینہ پہ تھی جس سے بہشت کا عکس | نظر آتا تھا صفائی سے الف کی صورت

چھپی رنگ کا وہ اپنے دکھا کر عالم | ایک عالم کا ہو دل لیکے بغل میں جنت

اللہ اللہ رے تری شوخی اُف رے تیزی | واہ رے تیر نظر آنکھ کی بل ہے نخوت

قہر انداز بلا ناز قیامت لٹ انداز | سرمہ چشم کا ستم اچھا ادا غمزہ آفت

جا بجا عالم مستی میں قدم کو لغزش | دم بدم نشۂ صہبا سے زباں کو لکنت

تکیے اس سنگ پہ کھا کھا بائیں | الغرض قہر کہ یہ غافل نہیں وہ غفلت

ہوجس سے نہ اتنا ایک لطافت ہوکہ ہو | بادہ میکدۂ عیش کی کم کیفیت

(۱۶۵) عسرت تیرگی۔ (۱۶۶) نکہت۔ خوشبو۔ (۱۶۷) ختم غشت قلوبہم۔ یہ قرآن شریف کی ایک آیت کا ٹکڑا ہے جس میں کافروں کے متعلق کہا گیا ہے کہ ان کے دل سخت ہو گئے جو وہ سچائی کو قبول نہیں کرتے۔ (۱۶۸) شیل۔ رتی۔ کوڑا۔ (۱۶۹) جعد بس پشت۔ مراد چوٹی۔ (۱۷۰) چمپت۔ بھاگ جانا۔ (۱۷۱) تمکنت۔ رعب۔ شان۔ (۱۷۲) تبختر۔ گھمنڈ۔ غرور۔ (۱۷۳) نخوت۔ تکبر۔ (۱۷۴) طناز۔ شوخ۔ ناز سے چلنے والا۔ (۱۷۵) چشمک اشارۂ چشم۔ (۱۷۶) ایما۔ اشارہ۔ (۱۷۷) لغزش۔ لڑکھڑانا۔ (۱۷۸) صہبا شراب۔ (۱۷۹) نکہت۔ بکلاہٹ۔ (۱۸۰) لاتُتم قمر۔ مست سو۔ آشفتہ۔ (۱۸۱) شورِ بختی۔ بدنصیبی۔ (۱۸۲) نمک افشاں ہونا۔ کنایۃً پریشان ہونا ۔

کیا سبب ہو تا کدورت سے کیوں نہیں خالی
دل ترا شیشۂ ساعت کی طرح یک ساعت

بزمِ ہستی میں تو ہم جنسِ بِلِل رہیگا کب تک
صورتِ شمعِ سحر سوختہ روتی صورت

آتشِ دل سے ترے گوشۂ تنہائی میں
بن گئی شعلۂ جوالہ کنبدِ وحدت

وقتِ ضائع نہ کر اٹھ بستر اندوہ سے تو
چل دریچۂ تک ہے حرکت سے برکت

کیجیو قلق سے نہ کر دل کو خنک تو اپنے
ہے تجھے شل سحر یک دو نفس کی مہلت

دیکھ تو کیا افقِ مشرق انوار سے ہے
جلوہ افروز رخِ بانوئے صبحِ عشرت

ادہم لیل ظفر عرصہ سے برگشتہ عنان
اشہب یوم سبک سیر ہے سوئے ساحت

جانبِ شرق ہے نورِ فلق بال کشا
جانبِ غرب ہے پرواز غرابِ ظلمت

چرخ مینائی پر اک سبز بری کا عالم
شفقِ صبح پر اک لال پری کی حالت

نکہتِ گل جو ہوا میں تو ہوا عطر فشاں
تازگی گل کو چمن میں تو چمن کو نزہت

(۱۸۳) کدورت۔ دشمنی۔ میل۔ (۱۸۴) شیشۂ ساعت۔ شیشہ کے دو چھوٹے

کوزوں کے منہ باہم ملا کر بایک سوراخ رکھ کر ایک میں ریت بھر دیتے ہیں۔ وہ ریت ایک گھنٹہ میں نچلے کوزہ میں آجاتی ہے۔ اس طرح وقت معلوم کرتے تھے۔ (۱۸۵) شمعِ سحر سوختہ۔ سحر کی بجھی ہوئی شمع۔ (۱۸۶) کنٹھ۔ وہ رسی یا ڈوری خواہ ریشمی ہو یا سوتی یا چرمی۔ جو فقیر گلے میں باندھتے یا مراقبے کے وقت کمر اور زانو کے گرد لپیٹ لیتے ہیں۔ (۱۸۷) بسترِ اندوہ۔ بسترِ غم۔ (۱۸۸) فکرِ باطل۔ بیکار فکر۔ (۱۸۹) خنک۔ سرد۔ مغموم۔ (۱۹۰) یک دو نفس۔ ایک دو لمحہ۔ (۱۹۱) اُفق۔ آسمان کے کنارے۔ (۱۹۲) بالوے صبحِ عشرت۔ محبوبۂ صبحِ عیش و مسرت۔ (۱۹۳) ادہم ِ لیل یا اسپِ شب۔ کنایۃً۔ رات۔ (۱۹۴) برگشتہ عناں۔ واپس جا رہا ہے۔ (۱۹۵) اشہبِ یوم۔ دن کا گھوڑا۔ (۱۹۶) سبک سیر ہے سوئے ساحت۔ میدانِ عالم میں تیزی کے ساتھ آ رہا ہے۔ (۱۹۷) نوری فلق سفید طوطی۔ (۱۹۸) بال کشا۔ اُڑ رہی ہے۔ (۱۹۹) غرابِ ظلمت۔ تاریکی کا سیاہ کوا (مراد۔ تاریکیِ شب رخصت ہو رہی ہے)۔ (۲۰۰) چرخِ مینائی۔ سبز آسمان۔ (۲۰۱) شفق۔ وہ سرخی جو آسمان کے کناروں پر نمودار ہوتی ہے (۲۰۲) نزہت۔ پاکیزگی۔

کھلے ہی جاتے ہیں سب غنچہ ہے جوشِ نشاط
آج یہ جوش پہ ہے رحمتِ باری کہ کہیں
طفلِ نو مشق کی تختی کی طرح سو سو بار
کہیے جو رند کا دھو نہ فردِ عمل آگ نہ چھپا تک
گئی جو انہد کا للیا ہوئی زاہد کی تمام
اس قدر ساز طرب ساز کی آوازِ بلند

ٹوٹے ہی جاتے ہیں گل بل بے تنفسی کی شدت
نہ رہی کلفتِ عصیاں سے جہاں میں ظلمت
دھوئے مستوں کے سیہ نامہ کو ابرِ رحمت
مانگے گر بادۂ نو زہدِ کہن کی قیمت
گھٹتے ہی قلقلِ مینائے شرابِ عشرت
چھیڑیں گر تارِ طرب کا تو ہو پیدا صوت

اک طرف سے ہوئی گھڑیال کی آواز بلند | اک جانب سے نکل آئی صدائے نوبت
یہ جو معلوم ہے کہ عید کا سامانِ نشاط | روزِ شادی کی ہے آمد شبِ غم کی رخصت
آج وہ دن ہے کہ آغوش میں ہے تجھ کو | کہے طوبیٰ لک بر شاہدِ طوبیٰ قامت
سب ہیں بیدار ترے بخت مددگار نصیب | اب قوی ہیں ترے طالع تری یاور قسمت
فکرِ تہنیتِ عید کا اس شاہ کے تو | دور میں جس کے ہے ہر صبح صباحِ دولت

(۲۲۰) خروس۔ مرغ۔ (۲۲۱) کوسِ رحلت۔ کوچ کا نقارہ۔ (۲۲۲) مرغانِ اولی اجنحہ۔ پر دار فرشتے۔ (۲۲۳) ناقوس۔ گھنٹہ۔ (۲۲۴) صبوحی۔ وہ شراب جو صبح کے وقت پی جائے۔ (۲۲۵) سبو۔ شراب کا گھڑا۔ (۲۲۶) سامانِ نشاط۔ سامانِ عیش۔ (۲۲۷) روزِ شادی۔ خوشی کا دن۔ (۲۲۸) طوبیٰ لک۔ سبحان اللہ۔ واہ۔ واہ۔ (۲۲۹) طوبیٰ قامت۔ کنایۃً۔ معشوقِ بلند قد۔ (۲۳۰) تہنیتِ عید۔ عید کی مبارکباد۔ (۲۳۱) صباحِ دولت۔ دولت و اقبال کی صبح۔

وہ شہنشاہ بہادر کسریٰ انصاف | خسرو جم خدم و داور دارا حشمت
قوتِ ملت و دیں قامعِ کفر و الحاد | حامیِ شرعِ نبی ماحیِ شرک و بدعت
حکمِ شرعی سے کرے علت سیف بے شوق | مردِ مجذوب سے گر ترک ہو سترِ عورت
کون اس کا نہیں مداحِ صفاتِ نیکو | کون اس کا نہیں سرگرمِ ثنا و مدحت
شعر میں نے بھی مطلعِ روشن لکھا | مطلعِ صبح کو ہو سامنے جس کے خجلت

(۲۳۲) کسریٰ انصاف۔ نوشیرواں کی طرح عدل کرنے والا۔
(۲۳۳) خسرو جم خدم۔ بلحاظ شان و شوکت جمشید کا سا۔ (۲۳۵) قامعِ کفر و الحاد۔ کفر و بے دینی کو نیست و نابود کرنے والا۔ (۲۳۶) حامی۔ مددگار۔ (۲۳۷) ماحی۔ مٹانے والا۔ (۲۳۸) مداح۔ مدحت کرنے والا۔ (۲۳۹) خجلت۔ شرمندگی۔

مطلع دیگر

مصحفِ رخ ترا اے سایۂ رب العزت | کھول دے معنیِ اتممت علیکم نعمت
تیرا دروازۂ دولت ہے مقامِ امید | تیرا دیوانِ عدالت ہے محلِ عبرت
تیرا احسان بہارِ چمن صد رونق | تیری نیت چمن آرائے ہزار امنیت
تیرے عشرت کدہ میں بار کسے غیر نشاط | تیری خلوت کدہ میں دخل کسے بجز طاعت
صفحۂ علم پہ تیرے برجیس ہے تو ہم زانو | حجلۂ عیش میں ناہید ہے توام صحبت
ماہ و لولیک فلک پہ ترے نو بردوں میں | نو فلک نوکروں میں تیرے قدیم الخدمت
کیسۂ گوہرِ انجم ترا صرفِ انعام | طاقۂ اطلسِ گردوں ترا وقفِ خلعت
نیتِ نیک تری آئینۂ حسنِ عمل | عملِ خیر ترا جلوۂ حسنِ نیت
ذہنِ عالی ہے ترا طائرِ شاخِ سدرہ | طبعِ رنگیں تری گلچینِ ریاضِ جنت
تیرا افضال جہاں کے لئے بارانِ کرم | تیرا اکرام زمانہ کو دلیلِ رحمت

(۲۴۰) مصحف مراد قرآن حکیم۔ اس مقام پر چہرہ کو مصحف کہا۔ (۲۴۱) اتممت علیکم نعمت۔ قرآن مجید کی آیت الیوم اکملت لکم دینکم و اتممت علیکم نعمتی کا ٹکڑا ہے جس کے معنے ہیں "میں نے آج کے دن تمہارے لئے دین کو کامل کر دیا اور اپنی نعمت کو تم پر پورا کر دیا"۔ (۲۴۲) دیوانِ عدالت۔ کچہری۔ (۲۴۳) محلِ عبرت۔ مقامِ عبرت۔ (۲۴۴) برجیس۔ مشتری۔ برہسپت سیتارہ چھٹے آسمان پر ہے۔ (۲۴۵) ناہید۔ زہرہ۔ مطربۂ فلک۔ (۲۴۶) نو بردوں۔ نئے ملازموں۔ (۲۴۷) طاقۂ اطلس۔ اطلس کا تھان۔ (۲۴۸) سدرہ۔ آسمان پر ایک درخت ہے جسے مقامِ جبرائیل کہتے ہیں۔ (۲۴۹) گلچیں۔ باغبان۔ (۲۵۰) ریاضِ جنت۔ باغِ بہشت۔ (۲۵۱) افضال۔ عنایت۔ مہربانی۔ (۲۵۲) بارانِ کرم۔

کروں میں کسکو مگر کیا کہ مشتری[12] نہ رہے | متاعِ[13] بخت کو بیچوں جو میں تو کس بازار

(۱) نکتہ نگار ہونا۔ کچھ تحریر کرنا۔ (۲) جادو کار۔ بڑے بڑے باکمال لوگ (۳) نیرنگ۔ سحر۔ افسوں۔ (۴) توسن۔ گھوڑا۔ (۵) قلمرو۔ بادشاہت۔ (۶) باجگذار۔ ماتحت۔ مطیع۔ (۷) سدرہ۔ آسمان پہ ایک درخت ہے جسے مقام جبرائیل کہتے ہیں۔ (۸) شاہیں۔ باز۔ (۹) فسوں۔ منتر۔ (۱۰) دبیرِ فلک۔ عطارد۔ منشیٔ فلک۔ (۱۱) دُرِ شہوار۔ قیمتی موتی۔ (۱۲) مشتری۔ خریدار۔ (۱۳) متاع۔ سامان۔

شرابِ درد[14] کے دل ہوگیا ہے مست ایسا | کہ شام روزِ جزا تک جس کا اترے خمار
بنا ہے ناوکِ[15] تقدیر خاک تودہ[16] جسے | بچا سکے اسے کیا خاک بلبلے کا حصار[17]
ہزار درد اسے بیدردیٔ زمانہ دکھائے | زباں پہ لایا نہ لائیگا شکوہ یہ زنہار
میں لایا سینہ میں تھا دل کی جا پہ آئینہ | کہ اہلِ دل اسے سمجھیں گے مطلع الانوار[18]
سو اسکو توڑا ہے لوگوں نے سنگِ باراں[19] سے | میں کہتا تھا کہ گہربار[20] ہونگے یا گلبار[21]
صفا ہے اسکے اک ادنیٰ سا وصف یہ دیکھو | غبار غیر کی خاطر میں ہو تو اس سے بار
میں آبگینہ[22] کے آگے ہوں آپ شرمندہ | کہ ایک بال کے پڑنے میں بال[23] اس میں ہزار
مگر تردّدِ[24] بیجا میں کیوں کروں اے چرخ | نہیں رہا تیری گردش سے کچھ مجھے سروکار[25]
ہے کیا حسنِ[26] مقتدا اس آستاں پہ مجھے | کہ سجدہ کرتے ہیں جھک جھک کے جسپہ نخل نہال
سحابِ جود[27] سے اس کے زمانہ ہے گلشن | نہال ابرِ کرم اس کے ہیں صغار و کبار

(۱۴) خمار۔ نشہ۔ (۱۵) ناوک۔ تیر۔ (۱۶) خاک تودہ۔ نشانہ۔ (۱۷) حصار۔ قلعہ۔ (۱۸) مطلع الانوار۔ نور نکلنے کی جگہ۔ (۱۹) سنگ باراں۔ پتھر برسانا۔ (۲۰) گہربار۔ موتی برسانا۔ (۲۱) گلبار۔ پھول برسانا۔ (۲۲) آبگینہ۔ کانچ۔ شیشہ۔ (۲۳) بال پڑنا۔ ٹوٹ جانا۔ (۲۴) تردد کرنا۔ فکر کرنا۔ (۲۵) سروکار

نسق۔ (۲۶) حسنِ مقدر۔ خوبیٔ تقدیر۔ (۲۷) لیل و نہار۔ رات اور دن۔ (۲۸) سحابِ جود۔ ابرِ بخشش۔ (۲۹) صغار وکبار۔ چھوٹے بڑے ۔

یہ سن کے مجھ سے کہا ملہم نے کہ اے ناداں | کہ اس کے نام کی تصریح بھی تو ہے درکار

ہلے اس کے نام کا لینا بھی یوں تو بے ادبی | کہ جیسے پاس نہ دریا نہ ابر دریا بار

سو میں نے اس کو کیا پیش دل کے دریا میں | مذاقِ آبِ گہر میں ملا لیا کئی بار

اور اس کے بعد یہی کہتا کہ نام پاک ہے وہ | جسے فلکوں میں لیتے ہیں سب پکار پکار

خدا کا سایہ ہے اور نائبِ رسولِ خدا | محمد اکبر عالم نواز و عرش وقار

ملک صفات و فرشتہ سیر ولی خصلت | بدین پناہ و بدل دولت و بہ رخ انوار

خدا شناس و طریقت نما حقیقت بیں | بدستِ جود ہے دریا۔ بتمکنت کہسار

نہ حقِ وصف ہو اس کا ادا کبھی لب سے | زباں بہر سرِ مو آکے عمر بھر کرے گفتار

ہوا ہوں لیکے میں حاضر یہ تہنیت کے پھول | کہ اور پاس نہ رکھتا تھا کچھ برائے نثار

شمار ہے آج اسی شاہزادہ کی شادی | جہاں میں جو ہے جہانگیر شاہ نیک اطوار

وہ شاہزادہ ہے پر پہلے ہی سے شاہ نشاں | وہ شاہزادہ جواں ہے ولے کہن کردار

پڑھوں حضور میں اک مطلعِ دعائیہ | قبول جس سے دعائیں ہوں ہر سرِ دربار

(۳۰) تصریح۔ وضاحت۔ تشریح۔ (۳۱) مذاق مزا (۳۲) عالم نواز جہاں نواز۔ جہان پر مہربانی کرنے والا۔ (۳۳) عرش وقار۔ بلحاظ عزت اور شان کے عرش ایسا۔ (۳۴) ملک صفات۔ فرشتوں جیسے اوصاف والا۔ (۳۵) ولی خصلت اولیاء اللہ جیسے خصائل کا مالک۔ (۳۶) بدین پناہ۔ دین کے لئے پناہ۔ (۳۷) بدل دولت دل میں دولتِ ایمان۔ (۳۸) بہ رخ انوار۔ چہرہ پر نورانی۔ (۳۹) طریقت نما۔ راہِ طریقت ظاہر کرنے والا۔ (۴۰) حقیقت بیں حقیقت کو دیکھنے والا۔ (۴۱) بدستِ جود ہے دریا۔ اس کا ہاتھ بلحاظ سخاوت کے

...یا معلوم ہوتا ہے۔ (۴۲) پُر تمکنت کہسار - وقار میں پہاڑ جیسا بھاری بھرکم (۴۳) تہنیت - مبارکباد۔ (۴۴) شاہ نشان - بادشاہوں جیسے نشان رکھنے والا۔ (۴۵) کہن کردار - تجربہ کار۔

مطلعِ ثانی

شہا خدا سے یہی ہے مری دُعا ہر بار
کہ شادیاں ہوں شبستاں میں تیرے لیل و نہار

شکوہِ شادیٔ شہزادہ کس زباں سے کہوں
کہ جوں شگافِ قلم بند ہیں لبِ اظہار

جو لکھنے بیٹھا میں ہما چمن کا وصفِ تلاش
تو نکلا خامے سے جو حرف تھا خطِ گلزار

یکایک اتریں پرستاں سے لنگر پریاں
ہوئیں جو تختِ ہوائی پہ ناچنے کو سوار

ہجومِ عیش و طرب اس قدر زمیں پہ ہوا
دبیرِ چرخ سے بھی ہو سکا نہ اُس کا شمار

یہ لعبتانِ فلک پہ ہوا خوشی کا جوش
سہاگ گانے لگی زہرہ بن کے موسیقار

شبِ برات کی وہ روشنی کہ مثلِ ملے
ہو روزِ عید اگر آئے سامنے شبِ تار

جو ممٹیوں پہ ہوئی روشنی تو شور اٹھا
فلک نے کھینچی زمیں پر ستاروں کی دیوار

دیا ہے لا کے ارسطو طلسمِ یوناں سے
کھلایا شہ نے سکندر میں چین کا گلزار

لگے ستاروں کو جب آگ دینے آتشباز
تو بولے اہلِ نظر دیکھنا ہے طرفہ بہار

(۴۶) شبستان - محلِ شاہی۔ (۴۷) شکوہ - شان و شوکت۔ (۴۸) ہما چمن - پری۔ (۴۹) دبیرِ چرخ - منشیٔ فلک - عطارد۔ (۵۰) لعبتانِ فلک - لعبت بمعنی گڑیا۔ (۵۱) زہرہ - رقاصۂ فلک۔ (۵۲) موسیقار - ایک پرندہ ہے کہا جاتا ہے کہ اس کی آواز سے موسیقی نکلی ہے۔ (۵۳) مثلِ ملی یعنی بمثالِ [illegible] (۵۴) شبِ تار - اندھیری رات۔ (۵۵) ممٹیوں پر دوں [illegible] (۵۶) ارسطو [illegible]

کا مشہور حکیم۔ (۵۷) سدِ سکندر۔ وہ دیوار جو سکندر نے اہلِ مشرق کو ایک خونخوار قوم کے حملوں سے بچانے کے لئے بنائی تھی +

یہ دینگے آگ کا وار جب اپنے موروں کو
تو آگے ہو وینگے طاؤسِ خلد[58] آن پہ نثار

جب اک طرف کو لگی جگمگانے چادرِ گنج[59]
زمیں پہ سب کو نظر آئی آسماں کی بہار

ہمارے کانوں کے پردے تو اُڑ گئے اس دم
پٹاخے کرنے لگے چھٹکے جب بہم تکرار

پکارے سب کہ تو اعدا ہے فوج میں شاید
کہ فیر اُڑ رہے ہر صف میں ہیں قطار قطار

عجب تماشا ہوا پتلیوں[60] کو جب دی آگ
کہ ناچنے لگے مل کر ثوابت و سیار[61]

ہوائی[62] کہتی تھی جا کر شہابِ ثاقب[63] سے
کہ تو زیادہ ہے یا میں فزوں ہوں آتشبار

ہیں ابرِ طور سے برسنے میں یہ نور کے پھول
زمیں تو تو دہ گل ہے کی آسماں گلبار[64]

اب اس دعا پہ قصیدہ کو ختم کرتا ہے ذوق
کہ دوست تیرے سرافراز اور عدو ہوں خوار

پر اس ہوس کی ابھی چھٹ رہی ہے مہتابی[65]
قلم میں سالِ عروسی کا پھول دیوے بہار

اسی خیال میں تھا دیکھنا خدا کی طرف
کئے خموشیٔ فکرت نے وا لبِ گفتار

کہو سرِ لبِ بستہ سے شادیٔ فرزند
مبارک آپ کو ہو اے شہنشہِ[66] پر وقار

جو ہو وے اس کے ہوا خواہ وہ رہیں پیر سبز
ہوں اس کے دشمنِ بدکیش خالداً فی النار

(۵۸) طاؤسِ خلد۔ جنت کا مور۔ (۵۹) چادرِ گنج۔ ایک قسم کی آتشبازی (۶۰) پتلیاں۔ وہ مورتیں جو آتشبازی میں بنائی جاتی ہیں۔ (۶۱) ثوابت وسیار۔ ستارے اور سیارے۔ (۶۲) ہوائی۔ ایک قسم کی آتشبازی جو اُڑ کر آسمان کی طرف جاتی ہے۔ (۶۳) شہابِ ثاقب۔ روشن اور چمکدار ستارہ جو آسمان پر آتشبازی کی طرح چھوٹتا نظر آتا ہے۔ (۶۴) گلبار۔ پھول برسانے والا۔ (۶۵) مہتابی ایک قسم کی آتشبازی۔ (۶۶)

سپہر وقار۔ آسمان جیسی شان و شوکت رکھنے والا۔ (۶۷) خالداً فی النار۔ ہمیشہ دوزخ میں رہینگے ٭

قصیدہ نمبر ۷

یہ قصیدہ حضرت ذوق نے بہادر شاہ رحمۃ اللہ علیہ کی تعریف میں لکھا۔ اور انعام وافر سے اور بیش بہا خلعت سے سرفراز ہوئے۔

یہ قصیدہ بحر رمل مثمن مخبون محذوف میں ہے اس کے ارکان فاعلاتن فعلاتن۔ فعلاتن۔ فعلن ہیں ٭

ہیں مِری آنکھ میں اشکوں کے تماشا گوہر
اک گہر دیکھو تو ہوں کتنے ہی پیدا گوہر

نظرِ خلق سے چھپ سکتے نہیں اہلِ صفا[1]
تہِ دریا سے چمک کر نکل آیا گوہر

رزق تو درخورِ خواہش ہے پہنچتا سب کو
مرغ کو دانہ ملا ہنس[2] نے پایا گوہر

پاک دنیا سے ہیں دنیا میں ہیں گو پاک سرشت[3]
غرق ہے آب میں پر تر نہیں اصلا گوہر

ہے دلِ صاف کو عزلت[4] میں بھی گردوں سے غبار
گرد آلودِ یتیمی ہوا تنہا گوہر

کور باطن کو ہو کیا جوہرِ دانش کی شناخت
کر پرکھتا نہیں جز دیدۂ بینا گوہر

غیرِ سرمایہ نہ کم مایہ سے ہو ضبطِ ہوس
بہہ گیا ژالہ ہوا لگ کے نہ ٹپکا گوہر

جوہرِ خوب کو درکار ہے آرائشِ خوب
خوب تو آب کی خوبی سے ہے ٹھہرا گوہر

سرکشی کرتے ہیں بے مغز پہ مغز و وقار
جز حباب آب سے سر کھینچے نہ بالا گوہر

ربط ناجنس سے کرتے ہیں کوئی پاک نہاد
ہو نہ ہم صحبتِ تارِ رگِ خارا گوہر

(۱) اہلِ صفا۔ پاک باطن۔ (۲) ہنس۔ ایک پرندہ ہے جس کے متعلق مشہور ہے کہ موتی کھاتا ہے (۳) پاک سرشت۔ پاک باطن۔ نیک۔ (۴) عزلت۔ گوشہ نشینی

(۵) غبار۔ یعنی تکلیف۔ (۶) کورباطن۔ کنایۃً دنیا پرست۔ دل کے اندھے۔
(۷) کم بہا۔ کم قیمت۔ (۸) ژالہ۔ اولہ۔ (۹) آب۔ چمک۔ (۱۰) بے مغز۔ بیوقوف
(۱۱) پُر مغز وقار۔ عقلمند باوقار۔ (۱۲) حباب۔ بلبلہ۔ (۱۳) پاک نہاد۔ پاک
طینت۔ (۱۴) خارا۔ پتھر ✦

دلخراش اس سے طاقت دہِ دل ہے کچھ اور | گرنہ گوہر کبھی ہیرا ہو نہ ہیرا گوہر
فیض کو عالمِ بالا کی ہے شرطِ استعداد | قطرہ یکجا ہے طباشیر ہے یکجا گوہر
صدق اور کذب پہ ہر نکتہ کی ہے شرطِ نظر | کور کیا جانے یہ سچا ہے کہ جھوٹا گوہر
صاف باطن کی ہو جب قدر کہ ظاہر ہو درست | مول بھی لوٹ گیا صاف جو ٹوٹا گوہر
ہوتی غربت میں اگر قدر نہ خوش جوہر کی | تو کبھی کان سے باہر نہ نکلتا گوہر
خلشِ خارِ جنوں سے ہے پروتا کیا | ہر قدم پہ قدم آبلہ فرسا گوہر
دلِ عاشق میں کرے کیونکہ آنسو سوراخ | آشنی الماس سے جاتا ہے یہ بیندھا گوہر
ذوق موقوف کر اندازِ غزل خوانی کو | ڈھونڈھ اس بحر میں آ کوئی اچھا گوہر
غوطہ دریائے سخن میں ہے لگانا بہتر | آگے تقدیر سے خرمہرہ ملے یا گوہر
اخر مدح ہے اس خسروِ دریا دل کے | گر سخن قابلِ گوشِ دلِ دانا گوہر

(۱۵) دلخراش۔ باعثِ تکلیفِ دل۔ (۱۶) طاقت دہِ دل۔ مقویِ دل۔
(مفہوم) موتی دل کے لئے مقوی ہے اور ہیرا مہلک۔ (۱۷) فیضِ عالمِ بالا۔
فیضِ آسمانی۔ (۱۸) استعداد۔ قابلیت۔ (۱۹) طباشیر۔ ایک دوا ہے جو بانس
میں قطرۂ بارش پڑنے سے بنتی ہے۔ (۲۰) صدق وکذب۔ سچائی اور جھوٹ۔
(۲۱) کور۔ اندھا۔ (۲۲) غربت۔ مسافری۔ (۲۳) خلشِ خارِ جنوں۔ خارِ دیوانگی
کی خلش۔ (۲۴) بیندھنا۔ سوراخ کرنا۔ (۲۵) دریائے سخن۔ دریائے شاعری۔ (۲۶)
خرمہرہ۔ کوڑی۔ (۲۷) خسروِ دریا دل۔ سخی بادشاہ ✦

وہ بہار دستِ فازی کہ برنگِ نیساں (۲۸)
روز برسائے ہے ابرِ کرم (۲۹) آپ کا گوہر

جوش سے آپکے ہے اک فیض کا دریا جاری
بہتے پھرتے ہیں برنگِ کفِ (۳۰) دریا گوہر

زیور آرا (۳۱) ہوں اگر آج چمن میں گل و سرو
بیضۂ قمری و بلبل ہوں عجب کیا گوہر

پہنچے گر گوشِ صدف (۳۲) تک یہ نویدِ عشرت (۳۳)
اتنا بالیدہ (۳۴) بخود ہو کہ ہو مینا گوہر

کہتا ہے قطرۂ نیساں بھی کہ اس دن میں کاش
ہوتا میں دانۂ انگور ۔ نہ ہوتا گوہر

جدولِ آب (۳۴) میں کثرت سے حبابوں کے بھرے
مانگ میں مثلِ بتِ خوشتن آرا گوہر

ٹوٹ کے کشمکشِ عیش سے جو صبح کا ہار
بکھرے شبنم سے ہیں گلزار میں کیا کیا گوہر

گلِ بشگفتہ میں یہ قطرۂ باراں سے بہار
بھیئے درجِک (۳۵) یاقوت میں گویا گوہر

موجِ گوہر میں بھی ہے طرزِ تبسم پیدا
کوئی دم میں روشِ غنچہ (۳۶) ہنسے گا گوہر

رخِ گلرنگ پہ ساقی کے عرق (۳۷) کا قطرہ
کیا تماشا ہے کہ بنجائے ہے مونگا گوہر

قطرۂ آبِ لطافت سا ہے ٹپکا پڑتا
گوشِ خوبانِ سمنبر (۳۸) میں مصفا گوہر

مدحِ حاضر میں کروں میں کوئی مطلعِ تحریر
آج ہے خامہ مرا منہ سے اگلتا گوہر

(۲۸) برنگِ نیساں ۔ مانندِ ابرِ نیساں ۔ نیساں وہ مینہ ہے جس کے قطرے سیپ میں موتی بن جاتا ہے۔ (۲۹) ابرِ کرم ۔ سخاوت کا بادل ۔ (۳۰) کف ۔ جھاگ ۔ (۳۱) زیور آرا ہونا ۔ آراستہ ہونا ۔ (۳۲) صدف ۔ سیپ (۳۳) نویدِ عشرت ۔ خوشخبری ۔ (۳۴) بالیدہ بخود ہو ۔ اتنا خوشی سے پھول جائے ۔ (۳۴) جدولِ آب ۔ مراد نہریں ۔ (۳۵) درجک ۔ ڈبیہ ۔ (۳۶) روشِ غنچہ ۔ مانندِ کلی ۔ (۳۷) عرق ۔ پسینہ ۔ (۳۸) خوبانِ سمنبر ۔ نازک بدن معشوق (مفہومِ شعر) معشوقانِ نازک کے کان کا صاف اور چمکدار موتی یہ معلوم ہوتا ہے کہ قطرۂ آبِ لطیف ہے جو عنقریب ٹپکا اور گرا چاہتا ہے۔

مطلع ثانی

آج وہ دن ہے کہ لے خسرو[39] والا گوہر
گو وہ دے نذر تجھے لعل تو دریا گوہر

بحر و بر میں ہے شہا تیری مہیا[40] ئے نثار
سیم[41] سے زر تلک[42] اور لعل سے لے تا گوہر

ہو تیرے فیض قدم سے جو زمیں گوہر خیز
ہو نصیب صدف نقش کف پا[43] گوہر

مشتری[44] کہتے ہیں سب کو وہ اٹھا لایا چرخ
ٹوٹ کر جو تیرے سمرن[45] سے گرا تھا گوہر

صبح اقبال و سعادت کا ستارہ چمکا
جو ترا طرۂ دستار کا چمکا گوہر

ترا آویزۂ سرپیچ[46] کا اے قبلۂ خلق
صاف قندیل در مسجد اقصا[47] گوہر

حلب[48] خلق میں ہے سینہ ترا آئینہ
عدن[49] علم میں ہے قلب مصفا گوہر

پرورش دیوے چمن کو جو ترا ابر کرم
موتیا میں عوض غنچہ ہو پیدا گوہر

ماہ گہنے[50] کے لئے ہے نہ کہ گہنے کے لئے
تیرے گہنے کا کہوں کیا اسے زیبا گوہر

درفشانی سے تری اتنے گہر ہیں ارزاں
لکھتے ہیں نسخۂ مفلس میں اطبا گوہر

(حاشیہ پر قلمی تحریر: اعاجب ... نقلہ ... مرحوم مصنف)

(۳۹) خسرو والا گوہر - اے شۂ عالی مرتبہ - (۴۰) مہیا - آمادہ - (۴۱) سیم - چاندی - (۴۲) زر - سونا - (۴۳) نقش کف پا کو صدف کیا - (۴۴) مشتری - آسمان پر ایک ستارے کا نام - (۴۵) سمرن - موتیوں کی مالا - (۴۶) آویزۂ سرپیچ - وہ موتی جو پگڑی میں لٹکتا ہے - (۴۷) مسجد اقصا - مشہور مسجد جو آغاز اسلام میں مسلمانوں کا قبلہ تھی - (۴۸) حلب - ایک مشہور مقام جہاں کا آئینہ بہت مشہور ہے - (۴۹) عدن - مشہور بندرگاہ - موتیوں کی تجارت کے لئے مشہور ہے -
(۵۰) گہنا - چاند کا گھٹنا - گہنی میں آجانا - (مفہوم شعر) اے بادشاہ چاند تو گہنی میں آنے کے لئے ہے - تیرے زیور کے واسطے پیدا نہیں کیا گیا - میں اسے

تیرے کیشے کا موتی نہیں کہہ سکتا۔ وہ تیرے قابل ہی نہیں۔ کیونکہ وہ ہمیشہ تغیر و تبدیل کی صورت میں رہتا ہے +

عکس ہے نیر اقبال کے دریا میں تیرے ق اے محیط کرم و جود کے یکتا گوہر

آب گوہر ہو تو ہو آب یہ اعجاز نما | کف دریا کو بنائے ید بیضا گوہر
کوہ کا زہرہ کرے آب تری ہیبت عدل | گر یہ میں پلے کہیں سنگ نے توڑا گوہر
طبع نازک پہ تیری بار گہر ہو جو گراں | پوست بیضۂ ماہی سے ہو ہلکا گوہر
آب دریائے کرم سے جو ہو تیرے سیراب | ابر مردہ سے برسنے لگیں کیا کیا گوہر
آج محفل میں تیری وہ گہر افشانی ہے | لگن شمع میں ہیں آنسوؤں کی جا گوہر
دست فراش میں جاروب ہے ریش فرعون | فرش پر تیلیوں میں الجھے جو صدہا گوہر
تیرے دوران حفاظت میں کہاں رنج و گزند | حق میں بیمار کے تبخالہ ہے لب کا گوہر
افعی زلف کے کاٹے کو ہے جوں مہرۂ مار | گوش خوباں میں تہ زلف سمن سا گوہر
سینہ صافی کا تری ایک ہے نقشہ دریا | دل روشن کا ترے ایک نمونہ گوہر

(۵۱) نیر اقبال۔ آفتاب اقبال۔ (۵۲) محیط۔ سمندر۔ (۵۳) کرم و جود۔ بخشش و سخاوت۔ (۵۴) اعجاز نما۔ معجز نما۔ (۵۵) کف۔ جھاگ (۵۶) ید بیضا۔ سفید ہاتھ۔ (۵۷) زہرہ۔ پتہ۔ (۵۸) ہیبت عدل۔ انصاف کا ڈر۔ (۵۹) پوست بیضۂ ماہی۔ مچھلی کے انڈے کا چھلکا۔ (۶۰) آب دریائے کرم۔ سخاوت کے سمندر کا پانی۔ (۶۱) لگن۔ طاس۔ (۶۲) فرعون۔ شاہ مصر۔ (۶۳) رنج و گزند۔ رنج و تکلیف۔ (۶۴) تبخالہ۔ آبلہ۔ (۶۵) افعی زلف۔ زلف محبوب کا سانپ۔ (۶۶) مہرۂ مار۔ سانپ کا مہرہ۔

نقرۂ خنگ ترا ایسا ہے برنگ شفاف | روبرو جس کی صفائی کے ہو میلا گوہر
غرق دریائے جواہر ہیں، ہے وہ کوہ گراں | گل ہیں ہندی کے جھڑاؤ لعل پسینا گوہر

یوں ترا ہے بلندی میں فلک سے افزوں
جھول میں جیسے ہیں انجم سے زیادہ گوہر

لیکے خرطوم میں جو آب ہو وہ قطرہ فشاں
دیوے جوں ابرِ بہاراں ابھی برسا گوہر

ہے ترے قطرۂ پیکاں سے وہ بارشِ تیر
جگرِ چاکِ عدو میں صدف آسا گوہر

تیرا نیزہ ہے وہ طائر کہ عوض دانہ کے
مہرۂ پشت سے دشمن کے ہے چنتا گوہر

شعلۂ برقِ غضب سے ترے شاہا نہ ہو آب
مثلِ مریخ ہر اک سرخ ستارہ گوہر

مہرداروں میں بھی دربار کے گر نامِ عقیق
آبداروں میں ہے سرکار کے ادنیٰ گوہر

گرجے گردوں کی طرح سے وہ باوازِ مہیب
جوہری جسکو کہ بتلائے ہے گرجا گوہر

ہو تری کلکِ کرم جب کہ شہا گوہر بار
جیبِ محتاج کے دامن میں ہو نقطہ گوہر

(۶۷) نقرۂ خنگ۔ سفید گھوڑا۔ (۶۸) کوہِ گراں۔ اشارہ بہ اسپِ بادشاہ۔ (۶۹) جھڑان۔ تمام۔ بالکل۔ (۷۰) افزوں۔ زیادہ۔ (۷۱) جھول۔ وہ کپڑا جو ہاتھی کی پشت پر ڈالا جاتا ہے اور اِدھر اُدھر لٹکتا رہتا ہے۔ (۷۲) خرطوم۔ سونڈ۔ (۷۳) عدو۔ دشمن (۷۴) صدف آسا۔ مانند سیپ۔ (۷۵) مہرۂ پشت۔ پیٹھ کی ہڈی کا منکا۔ (۷۶) عقیق۔ مشہور پتھر۔ (۷۷) آبدار۔ پانی رکھنے والا نوکر۔ داروغہ خوراک وغیرہ۔ (۷۸) مہیب۔ ڈراؤنی۔ (۷۹) گرجا گوہر۔ ایک ادنیٰ قسم کا موتی۔ (۸۰) کلکِ کرم۔ قلمِ بخشش۔

نقطۂ قافِ قلم سے جو ہو تیرے ہمسر
قاف تک قاف سے ہو بیضۂ عنقا گوہر

سینہ صافی سے تری ہووے صفا ایسی عام
دلِ کافر میں بھی ہو خالِ سویدا گوہر

ہو جو روشنگرِ عالم ترا نورِ دانش
موئے چینی میں پرویا کرے اعمیٰ گوہر

خسروا میں جو کہوں سب ترے اوصاف انکو
تو سدا منہ سے مرے پھول جھڑیں یا گوہر

ذوق کرتا ہے دعائیہ پر اب ختمِ سخن
تا کہ ہو سنگ سے لعل آب سے پیدا گوہر

تا رہے پنجۂ خورشید پہ ہر روز طلاء
تا گرہ میں رکھے شب عقدِ ثریا گوہر

دانۂ انجم گردوں[89] سے پروئے جبتک	رشتۂ کاہکشاں[90] میں شب[91] یلدا گوہر
جب تلک جوشِ بہاراں سے ہوائے دمِ صبح	ٹانکے شبنم سے سرِ دامنِ صحرا گوہر
ہر برس جشن ترا تجھ کو مبارک ہووے	برسیں نیسانِ کرم[92] سے ترے پیہا گوہر
دوستوں کو ترے گنجِ گہر روز نصیب	ہو نہ جز اشک سرِ دامنِ اعدا[93] گوہر

(۸۱) قاف سے قاف تک ۔ کنایۃً تمام دُنیا ۔ (۸۲) بیضۂ عنقا ۔ عنقا کے انڈے ۔ (۸۳) خالِ سویدا ۔ وہ نقطۂ سیاہ جو ہر انسان کے دل پر ہوتا ہے ۔ (۸۴) روشن گر ۔ روشن کرنے والا ۔ (۸۵) نورِ دانش ۔ نورِ عقل ۔ (۸۶) اعمیٰ ۔ اندھا ۔ (۸۷) طلا ۔ سونا ۔ مراد شعاعِ آفتاب ۔ (۸۸) عقدِ ثریا ۔ سات ستاروں کی لڑی جسے جھمکا اور پروین بھی کہتے ہیں ۔ (۸۹) انجم گردوں ۔ ستارہ ہائے آسمان ۔ (۹۰) کہکشاں ۔ آسمان پر جو رات کو لمبی سفید سی لکیر نظر آتی ہے ۔ (۹۱) شبِ یلدا ۔ اندھیری رات ۔ (۹۲) نیسانِ کرم ۔ مراد سخاوت اور بخشش کے بادل ۔ (۹۳) اعدا ۔ دشمن +

قصیدہ نمبر ۸

یہ قصیدہ حضرت ذوقؔ نے بہادر شاہ علیہ الرحمۃ کی تعریف میں لکھا ۔ اور انعامِ کثیر و بیش قیمت خلعت سے سرافرازی پائی ۔

یہ قصیدہ بحرِ رمل مثمن محذوف مقصور میں واقع ہے ۔ اس کے ارکان فاعلاتن ۔ فعلاتن ۔ فعلاتن ۔ فعلان ہیں +

ہے وہ جانانہ[1] مرے فائع اعضا و حواس	کہ دلِ مُردہ ہو زندہ تنِ[2] بے جس حساس[3]

قطرۂ مے سے ترقی حواسِ خمسہ[4] — یوں ہو جسطرح کہ اک نقطے سے ہوں لوح پہ پاس

ہو وے اس روغنِ کبریت[5] سے مثلِ زرِ سرخ — رنگِ رخسار جو کلفت[6] سے ہو ہمرنگِ نحاس[7]

خشک مغزوں کو جو ہو بوئے گلاب اسکی تو — تر دماغ اتنا ہو دم لینے نہ دے فرطِ عطاس[8]

قلبِ ماہیت اگر اس سے نہ بالکل ہو تو کیوں — قلبِ انساں میں تہوّر[9] سے مبدّل ہو ہراس[10]

اسکی دولت سے عجب کیا دلِ مفلس ہو غنی — کہ یہ ہے شربتِ دینار علاجِ افلاس

دیوے ساقی جسے اک جام وہ دعوے سے کہے — آج جو پاس ہے میرے نہیں جمشید[11] کے پاس

اللہ اللہ رے تری مستی و بالا دستی — شب کہے مست کہ کر لولیِ گردوں[12] سے مساس

سلسبیل[13] آ کے اگر خلد سے ہو آبِ سبیل — کہے مے نوش کہ بجھنی ہے کوئی اس سے پیاس

زندگانی سے ہے مقصود شراب و ساقی — اور باقی تو ہے سب وہم و خیال و وسواس

(۱) جاندار و ـ جان کی دوا۔ (۲) تنِ بے حس ۔ جو حرکت نہ کرسکے اور محسوس نہ کرسکے۔ (۳) حسّاس۔ زیادہ محسوس کرنے والا۔ (۴) حواسِ خمسہ۔ حواس دو قسم کے ہوتے ہیں۔ حواسِ خمسہ ظاہری و باطنی۔ ظاہری یہ ہیں۔ سامعہ (وہ قوت جس کے ذریعہ سے انسان سنتا ہے)۔ باصرہ (دیکھنے کی قوت) شامہ۔ (سونگھنے کی قوت)۔ ذائقہ۔ (چکھنے کی قوت)۔ لامسہ۔ (چھونے کی قوت) + حواس خمسہ باطنی یہ ہیں۔ حسِ مشترک۔ ذکر۔ فکر۔ وہم۔ خیال۔ (۵) روغنِ کبریت۔ گندھک کا تیل۔ (۶) کلفت۔ تکلیف۔ بیماری۔ (۷) نحاس۔ تانبا۔ (۸) فرطِ عطاس۔ چھینکوں کی کثرت۔ (۹) تہوّر۔ شجاعت۔ (۱۰) ہراس۔ خوف۔ (۱۱) جمشید۔ ایران کا مشہور بادشاہ۔ (۱۲) لولیِ گردوں۔ زہرہ۔ (۱۳) سلسبیل۔ بہشت کی ایک نہر +

زندگی چند نفس[14] ہے کہو نا ہے سے کہ تو — پاس کر عیش کا کیا کرتا ہے پاسِ انفاس[15]

بیٹھ گوشہ میں نہ تو چھوڑ کے اس جلسہ کو — دیکھ رندانِ خرابات[16] نشیں کا اجلاس

مے نہیں بُرقعِ مینا[17] میں مگر جلوہ فروز | کوئی خورشید لقا[18] ہے شفقی رنگ لباس[19]

اے خنک دل کبھی تو اس سے ہو سرگرم نشاط | غم کو جا دل میں نہ دے جی کو نہ رکھ اپنے اُداس

دل جو گھر غم کا ہو کیا اس میں ہو سرمایۂ عیش | وہ مثل ہے کہ کہاں گھونسلے میں چیل کے ماس[20]

دلِ پُر وسوسہ کی ہوتی ہے مے سے وا شد[21] | کھلتا ہے ہاتھ سے ساقی کے یہ قفلِ[22] وسواس

میں یہ کہتا ہی تھا جو دل نے مرے مجھ سے کہا | توبہ کر توبہ نہ کر اتنی زیادہ بکواس

ایسے مُردارِ بد افعال کا تو نام نہ لے | حامیِ شرع ہے وہ بادشہِ پاک انفاس[23]

شاہ دیندار بہادر شہِ غازی جس نے | خانۂ توبہ و تقوے کو کیا محکم اساس[24]

دور میں اس کے ہو گر مرتکبِ مے[25] کوئی | کرے ہر قطرہ کلیجے میں خراشِ الماس[26]

(۱۴) چند نفس۔ چند لمحوں کے لئے۔ (۱۵) پاسِ انفاس کرنا۔ حبسِ دم کرنا۔ (۱۶) رندانِ خرابات نشین۔ وہ لوگ جو شراب خانہ میں کیفِ شراب سے مست ہو رہے ہوں۔ (۱۷) بُرقعِ مینا۔ بوتلِ شراب۔ (۱۸) خورشید لقا۔ آفتاب جیسا خوبصورت معشوق۔ (۱۹) شفقی رنگ لباس۔ لباسِ سُرخ رنگ۔ (۲۰) ماس۔ گوشت۔ (۲۱) واشد۔ کھلنا۔ (۲۲) قفل۔ تالا۔ (۲۳) بادشہِ پاک انفاس۔ پاک طینت بادشاہ۔ (۲۴) محکم اساس۔ بنیاد مضبوط کر دی۔ (۲۵) مرتکبِ مے ہونا۔ شراب پینا۔ (۲۶) خراشِ الماس۔ الماس کی طرح کاٹ کرے +

مے اگر آبِ بقا بھی ہو تو ہو وہ زہراب | جس کے پینے سے ہو جینے ہی سے میخوار کو یاس[27]

دھو دے اس عہد میں گر غم کو مے سے جراح[28] | تو ہے حشر تلک سوزشِ درد و آماس[29]

کہتے ہیں آپ شر انگیز کو ہیں آج بشر | کہ یہ روغن[30] ہے سرِ آتشِ شرِ خناس

تا نہ باقی رہے مے اور نہ مے میں مستی | توڑتا سنگِ نمک[31] سے ہے وہ شیشہ کا گلاس

احتساب[32] کا جو ہے سنگ شیشہ کو شپک | تو صدا ہو نہ بلند اس سے بجز حمد و سپاس

مدحِ حاضر میں پڑھوں اسکے کوئی مطلع میں	کہ سخن فہم و سخنور[33] کا ہے وہ قدر شناس

(۲۷) یاس۔ ناامیدی۔ (۲۸) جراح۔ سرجن۔ (۲۹) آماس۔ سوجن۔ (۳۰) (مفہوم) یہ وہ تیل ہے۔ جس سے شیطان کی شرارتوں کی آگ تیز ہوتی ہے۔ (۳۱) (مفہوم) ممدوح سنگِ نمک سے شیشہ کا گلاس توڑتا ہے۔ یعنی شراب میں نمک ملاکر اسے سرکہ بنادیتا ہے اور شراب کے وجود کو اپنے عہدِ سلطنت سے گم کردیتا ہے۔ (۳۲) احتساب۔ ناجائز کام سے روکنا۔ (مفہوم شعر) اگر بادشاہ کا احتساب شراب کی بوتل کو پتھر پر دے مارے تو اس شیشہ سے یعنی بوتل سے بوقت ٹوٹنے کے حق تعالےٰ کی تعریف اور حمد کی آواز نکلتی ہے۔ (۳۳) سخنور۔ شاعر۔

مطلع ثانی

نطقِ شیریں[34] وہ ترا شہد کہ ہر درد کو راس
شان میں جس کے شہا فیہ شفاءٌ للناس[35]

ہندوئے[36] زلف کے ہے پاس سدا مصحفِ رخ[37]	عہد میں تیرے ہے کافر کو بھی اسلام کا پاس
مومیائی ہو حمایت تری حق میں اسکے	سخت گیری سے فلک توڑے کسی کی گر آس
بوٹی اکسیر کی اور پارس اگر ہاتھ آئے	بل بے ہمت ترے نزدیک ہے وہ گھاس[38]
چمنِ دہر میں نرگس بھی تری بخشش سے	رکھتی ایک کاسۂ زریں[39] ہے اور اک سیمیں طاس
کیا عجب فیض سے گر ابرِ کرم کے تیرے	بیدِ مجنوں[40] میں ہو پیدا ثمرِ سیب و گلاس[41]
تیری شمشیر کے آگے نہیں رکھتی ہرگز	مغربی تیغ مہِ نو کی شمار تبۂ داس[42]
فیضِ تعلیم سے تیرے ہو جو منکر انسان	احمق الناس[43] اسے جانیے بلکہ نسناس
لوحِ تقدیر کے لکھے کو پڑھے حرف بحرف	تربیت سے ترے امّی[44] بھی ہو یہ حرف شناس

یوں ترا حاسد پُر عیب ہے عالم میں حقیر | اسپِ بدفال کوئی جیسے میانِ نخاس[۴۷]

(۳۴) نطقِ شیریں۔ کلامِ شیریں۔ (۳۵) فیہ شفاءٌ للنّاس۔ اس میں لوگوں کے لئے شفا ہے۔ (یہ قرآن حکیم کی ایک آیت ہے)۔ (۳۶) ہندوئے زلف۔ مراد معشوق کی سیاہ زلفیں۔ (۳۷) مصحف بمعنی صحیفۂ آسمانی کنایۃً معشوق کے چہرہ کے لئے استعمال ہوتا ہے۔ (۳۸) کاسۂ زریں۔ سنہری پیالہ (۳۹) سیمیں طاس۔ چاندی کا طشت۔ (۴۰) بید مجنوں۔ ایک درخت جو نہایت نازک ہوتا ہے۔ (۴۱) گلاس۔ انگور کی مانند ایک پھل ہوتا ہے (۴۲) داس۔ درانتی۔ (۴۳) احمق النّاس۔ سب سے بیوقوف انسان۔ (۴۴) نسناس۔ بن مانس۔ (۴۵) اتّی۔ ان پڑھ۔ (۴۶) اسپ بدفال۔ عیب دار گھوڑا۔ (۴۷) نخاس۔ منڈی۔ مارکیٹ۔ وہ جگہ جہاں پرانی چیزیں بکا کرتی ہیں +

دیکھے آہو کو جو ضیغم تو وہیں عدل ترا | ڈھانک دے آنکھوں کو اسکی روشِ گاوِ خراس[۴۸]

نہ ہے خورشید کے طالع کہ شعاعِ خورشید | دمِ تزئینِ ترے گھوڑے پہ لگ جائے قطاس[۴۹]

ایسا چالاک کہ اس طرح سے اڑ جاتا ہے | جس طرح عاشقِ دل باختہ کے ہوش و حواس

پہنچے اس رخشِ فلک تختہ زمیں پیما کو | نہ تو انجم کا خیال اور نہ مہ نو کا قیاس

تیرا ہاتھی ہے فلک کا کہکشاں ہے خرطوم | کان دونوں مہ و خور دُم ہے ذنب سر ہے راس

ذنب و راس وہ جن سے ہوں سیہ بخت عدو | ماہ و خور وہ کہ ہوا خواہ ہوں روشن انفاس

رنگ ہاتھی کا سیہ اور وہ دانت اسکے سفید | کہتا ہے دیکھ کے یہ ظلمت و نور اپنا قیاس

طرفہ صنعت سے لپیٹا ہے شبِ یلدا نے | صفحۂ صبح منور کو مثالِ قرطاس[۵۰]

ختم کرتا ہے سخن ذوق دعا پر اس طرح | تا ہوں دریا میں گہر کان میں پیدا الماس

تو سخنہ بحر و بر اے شاہ سکندر فر ہو | دے خدا عمرِ خضر تجھ کو حیاتِ الیاس[۵۱]

عید ہر سال ہو فرخ تجھے با عیش و نشاط
تو ہمیشہ رہے خوش اور ترا بدخواہ اداس

(۴۸) ضیغم۔ شیر۔ (۴۹) گاؤ خراس۔ وہ بیل جو خراس کے آگے لگا یا جاتا ہے۔ اور اس کی آنکھوں پر چمڑے کے ڈھکنے چڑھا دئے جاتے ہیں۔ (۵۰) تزئین۔ آرائش۔ (۵۱) قطاس ورچی۔ (۵۲) عاشقِ دل باختہ۔ جو اپنا دل کسی معشوق کے حوالے کر چکا ہو۔ (۵۳) رخشِ فلک سیر وزمیں پیما۔ آسماں پر چلنے اور زمین کو ناپنے والا گھوڑا۔ کنایۃً تیز رفتار۔ (۵۴) منجم۔ علم نجوم کا ماہر۔ (۵۵) مہندس۔ علم ہندسہ کا ماہر۔ انجینئر۔ (۵۶) خرطوم۔ سونڈ۔ (۵۷) مہ و خور۔ ماہتاب و آفتاب۔ (۵۸) ذنب۔ ایک سیارہ ہے جو ستارۂ سعد کے ساتھ ملتا ہے۔ اور سعادت میں کمی کر دیتا ہے۔ (۵۹) راس۔ ایک سیارہ ہے جو ستارۂ سعد کے ساتھ ملتا ہے اور سعادت زیادہ کر دیتا ہے۔ (۶۰) روشن انفاس۔ روشن دل۔ (۶۱) شبِ یلدا۔ اندھیری رات۔ (۶۲) قرطاس کاغذ۔ (۶۳) شہِ بحر و بر۔ خشکی وتری کا بادشاہ۔ (۶۴) سکندر فر۔ سکندر جیسی شان والا۔ (۶۵) خضر۔ ایک پیغمبر ہیں جو اب تک زندہ ہیں۔ (۶۶) الیاس۔ یہ بھی پیغمبر ہیں۔ اور کہا جاتا ہے کہ پانی میں رہتے ہیں ۔

قصیدہ نمبر ۹

یہ قصیدہ حضرت ذوق نے بہادر شاہ غازی علیہ الرحمۃ کی تعریف میں لکھا اور حسبِ دستور انعام شاہی سے عزت پائی ۔

یہ قصیدہ بحرِ رمل مخبون مقصور میں ہے۔ اس کے ارکان فاعلاتن۔ فعلاتن۔ فعلاتن۔ فعلان +

ایک خورشید لقا طرفہ جوانِ ارشق (۱)(۲)
تابِ رخسار فلق (۳) سرخیٔ رخسار شفق

وہ جبیں (۴) ماہ جبیں اس پہ خطِ چینِ (۵) جبیں
تھی وہ انگشتِ نبی (۶) جس نے کیا ماہ کو شق (۷)

کرے دو ٹکڑے جگر کھینچ کے ابرو تلوار
باندھ کر کھینچ لے دل زلفِ مسلسل کی وہق (۸)

تیر انداز جو مژگاں تو ادا دشنہ (۹) گذار
چشمِ ابلق تو نگہ ترک سوارِ ابلق (۱۰)

غمزہ و ناز کرشمہ وہ بلا غارت گر
کہ نہ چھوڑیں تنِ عشاق میں جان ایک رمق (۱۱)

سرو قامت سمن اندام گلستاں رخسار
ہونٹ گلبرگ دہن غنچہ و بینی زنبق (۱۲)

سرو قامت ہے اگر اسکے ہو طوبیٰ (۱۳) ہمسر کش
راست ہاں راست ہے یہ کل طویل احمق (۱۴)

شکر آمیختہ با دامِ مقشر (۱۵) دنداں
سیبِ فردوس زنخداں لبِ خنداں فستق (۱۶)

کھل گیا اُسکے دہنِ تنگ کا ایسا مشکل
جیسے دشوار ہو مفہومِ کلامِ مغلق

مصحفِ روئے کتابی کو جو دیکھو اُسکے
تو کہیں صورتِ اخلاص ہے پا و مطلق

(۱) خورشید لقا۔ آفتاب جیسے روشن چہرہ والا۔ (۲) ارشق۔ بہت اچھے قد والا۔ (۳) تابِ رخسار فلق۔ چہرہ کی چمک مانند چمک چہرۂ صبح صادق۔ (۴) جبیں۔ پیشانی۔ (۵) چین۔ شکن۔ (۶) انگشتِ نبی۔ اشارہ بہ خطِ چینِ جبینِ معشوق و تلمیح بہ معجزہ شق القمر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم۔ (۷) شق۔ دو ٹکڑے۔ (۸) وہق۔ کمند۔ (۹) دشنہ۔ خنجر۔ (۱۰) ابلق۔ اسپ دو رنگ (چتکبرا گھوڑا)۔ (۱۱) رمق۔ ذرا بھی۔ (۱۲) زنبق۔ نام پھول سفید رنگ (ایک قسم کا چھوٹا سا پھولدار پودا)۔ (۱۳) طوبیٰ۔ آسمان پر ایک درخت ہے (۱۴) کل طویل احمق۔ ہر لمبا بے وقوف ہوتا ہے۔ (۱۵) بادامِ مقشر۔ چھلے ہوئے بادام۔ (۱۶) فستق۔

پستہ۔ (۱۷) مصحف۔ قرآن کریم۔ لیکن اس شعر میں شاعر اس امر کا اظہار کرتا ہے کہ یہ ایسا قرآن ہے جس میں سورۂ اخلاص (محبت) موجود نہیں +

لوحِ رنگیں سے نہ زیبا ہو بیاضِ گردن[۱۸] | تاکہ ہو سرخیِ شنجرف[۱۹] نہ خونِ ناحق
دست و بازو و بر[۲۰] و دوش عجب صبح بہار | پنجہ و پنجۂ خورشید و حنا رنگِ شفق
سینہ[۲۱] تا ناف صفا آبِ گہر کا دریا | ناف ایک عکسِ ذقن اس میں بجائے زورق
نازک ایسی کمر اس کی کہ سمجھنا مشکل | جس طرح شعرِ خیالی میں ہوں معنیِ ادق[۲۲]
ہے گراں اس پہ نزاکت سے نہ باندھے ہرگز | گر ہو تارِ نظر دیدۂ عنقا منطق[۲۳]
اس کا زانو وہ مصفا کہ اگر دیکھے اسے | آئینہ آبِ خجالت[۲۴] میں رہے مستغرق[۲۵]
کیا لکھوں ساقِ[۲۶] بلوریں کی صفائی اس کی | شمع گر دیکھے اسے شرم سے آجائے عرق[۲۷]
قد جو گلبن تو وہ پاؤں کے حنائی ناخن | نیچے گلبن کے پڑے بکھرے ہوئے گل کے ورق
آکے بالیں[۲۸] پہ وہ طناز[۲۹] سراپا انداز | مجھ سے یہ کہنے لگا کیوں ہے تو غمگیں ناحق
مژدۂ عید سے ہے گلشنِ عالم میں بہار | نغمۂ عیش سے ہے بزمِ جہاں میں رونق

(۱۸) بیاضِ گردن۔ سفید گردن۔ (۱۹) شنجرف۔ شنگرف (۲۰) بر و دوش۔ بازو اور بغل۔ (۲۱) مفہومِ شعر۔ اس محبوب کا سینہ سے ناف تک حصہ ایک ایسا دریا تھا جو موتیوں سے بھرا ہوا تھا اور اس پر ذقن (ٹھوڑی) کا عکس اس طرح معلوم ہوتا تھا جیسے دریا میں کشتی ہوتی ہے۔ زورق۔ کشتی۔ (۲۲) اَدَق۔ مشکل۔ (۲۳) منطق۔ ٹپکا۔ (۲۴) آبِ خجالت۔ مراد دریائے شرم۔ (۲۵) مستغرق۔ غرق۔ ڈوبا ہوا۔ (۲۶) ساق۔ پنڈلی۔ (۲۷) عرق۔ پسینہ۔ (۲۸) بالین۔ سرہانا۔ (۲۹) طناز۔ اشاروں میں باتیں کرنے والا۔ ناز سے چلنے والا +

دوش پہ سروِ لبِ جو کی ہے اک سبز قبا | بر میں لالہ[۳۰] کے بھی گلشن میں ہے گلگوں ملبق[۳۱]

جوشِ سبزہ سے ہے وہ فرشِ سرِ صحنِ چمن
کوئی مخمل اسے کہتا ہے کوئی استبرق[32]

باغِ عالم میں ہے یہ جوشِ بہارِ عشرت
ٹپکے ہے گل سے مستی میں ہمیشہ راوق[33]

تو بھی کر تہنیت[34] عید کا اس کے ساماں
کہ ہے وہ خسروِ[35] دیں حامیٔ دینِ برحق

وہ بہادر شہ غازی کہ دمِ معرکہ[36] ہوں
اسکے تیروں کی ہدف[37] اسکے حسدو[38] کی حدق

مدح اُس کی ہے مناسب مجھے بلکہ انسب
یعنی توصیف کے لائق ہے وہ بلکہ الیق[39]

شن کے یہ میں نے کہا مدح میں اُسکے مطلع
جس پہ احسنت[40] کہیں مجھ کو لبید و عمعق[41]

(۳۰) بر - بغل - (۳۱) یلمق - قبا - (۳۲) استبرق - ایک قسم کا ریشمی کپڑا - (۳۳) راوق - شراب - (۳۴) تہنیت - مبارکباد - (۳۵) خسرو - بادشاہ - (۳۶) دمِ معرکہ - جنگ کے وقت - (۳۷) ہدف - نشانہ - (۳۸) حدق - حلقہ چشم - (آنکھ کی سیاہی) - (۳۹) الیق - زیادہ لائقِ تعریف - (۴۰) احسنت - واہ واہ - (۴۱) لبید و عمعق - (عرب کے دو مشہور شاعر)

مطلع ثانی

تو ہے وہ نائبِ ختمِ رُسُل[۴۲] اے سایۂ حق
کہ ترے سایہ میں ہے گلشنِ دیں کو رونق

ابرِ رحمت کا ہے سایہ ترا اے سایۂ حق
کیونکہ سایہ میں ترے ہو نہ جہاں کو رونق

کس کا مقدور کہ سرتابی[۴۳] ترے حکم سے ہو
جو ترا امر ہے الحق[۴۴] جو کہے تو صدق

ذکرِ حق سے کوئی خالی نہیں تجھ سے وہ دَور
کرتا میخانہ میں ہے شیشۂ مے بھی حق حق

گر کرے نشو و نما نامیہ[۴۵] فیض ترا
گل جو ہو شمع سے پیدا تو گلاب و زنبق[۴۶]

حرفِ ہیبت کا تری کوئی زباں پر آیا
ہو گئی وقتِ کتابت جو زبانِ خامہ کی شق

نطقِ غیر[۴۷] سے ترے ہجو[۴۸] حلاوت گرِ کام
کاگم غلق کے بورا ہو بجائے بورق

ناتواں کو جو دے زور حمایت تیری	مارے لات آکے سہیل یاں بچۂ بق
کہتے ہیں برق جہاں جسکو وہ ہے ایک ادنیٰ	توپخانہ میں ترے توپ پہ زریں بیرق
کوتہی جس پہ کرے کاہکشاں کی بھی کمند	وہ تری ہمت عالی کا ہے عالی جوسق

(۴۲) ختم رسل۔ لقب پیغمبر علیہ السلام صلی اللہ علیہ وسلم (مسلمانوں کا عقیدہ ہے کہ آپ سب سے آخری پیغمبر ہیں۔ اور آپ کے بعد اور کوئی پیغمبر نہ آئیگا)۔ (۴۳) مقدور۔ طاقت۔ (۴۴) سرتاب ہونا۔ حکم سے پھر جانا۔ (۴۵) الحق۔ سچ۔ صدق۔ راست۔ ٹھیک۔ (۴۷) نشوونما۔ اُگنا۔ بڑھنا۔ (۴۸) نامیہ۔ قوتِ نمو۔ اُگنے کی قوت (۴۹) زنبق۔ ایک خوشبودار پھول۔ (۵۰) شق ہونا۔ پھٹ جانا۔ (۵۱) نطق۔ کلام۔ (۵۲) کام۔ تالو۔ (۵۳) بُورا۔ شکر۔ چینی۔ (۵۴) بُورق۔ کھلون۔ جو مثل نمک کے ہے۔ (۵۵) بچۂ بق۔ مچھر کا بچہ۔ (۵۶) زریں بیرق۔ سنہری جھنڈی۔ (۵۷) کوتہی بمعنی نہ جا سکے۔ (۵۸) جوسق۔ محل۔ کوشک +

قطرہ افشاں ہو اگر تیرا سحابِ ہمت	بُوتی اکسیر کی پیدا ہو بجائے ہیرمق
کرتا ادنےٰ کو جو اعلیٰ نہ تیرا منصوبہ	پاتا شطرنج میں فرزیں کا نہ رتبہ بیدق
کرتا اک جست میں ماہی گردوں کا شکار	طائر تیر ہوائی ترا مثل لقلق
اے شہِ دادگر اے خسروِ انصاف پرست	ق اللہ اللہ رے عدالت کا تری نظم و نسق
اتنا عالم میں ہے خوف ہے خونخواروں کو	خون فاسد کو بھی ہرگز نہ کرے نوش علق
پرتو افگن ہو اگر روشنی طبع تری	ابرق آئینہ ہو اور سنگ سیہ ہو ابرق
مشتری بھی ترے شطرنج کا اک مہرہ ہے	آفتاب ایک ترے گنجفہ کا گر ہے ورق
ابر ہے گرچہ مثالِ نمدِ نمدیدہ	ق گر تری برق غضب جا کے گرے اسپر چقمق
تو شتابی سے بھی جل اٹھے زیادہ وہ شتاب	آگ لگ جانے میں دیر اسکے نہ ہووے مطلق

تیرے توسن میں وہ جلدی کہ اگر چھیڑ دے تو | یوں وہ اُڑ جائے کہ جیسے سرِ آتش زیبق
شمس کو پہنچے تری رائے سے یوں شرق میں نور | ق | تو ہو مغرب میں گرے پرتوِ نورِ مطلق
جس طرح روشنیٔ قلب سے اہلِ اشراق | عرصۂ دور سے شاگرد کو دیتے ہیں سبق
ذوق کرتا ہے ثنا ختم دعا پر اس طرح | ق | تاکہ ہوں ارض و سما دو نو طبق زیرِ طبق

ہووے ہر سال مبارک تجھے عیدِ رمضاں
اور دشمن کو رہے تیرے سدا رنج و قلق

(۵۹) سحابِ ہمت۔ سخاوت کا بادل۔ (۶۰) سرمق۔ بتھوے کا ساگ۔ (۶۱) منصوبہ۔ یعنی تدبیر۔ (۶۲) فرزیں۔ شطرنج کا بڑا مہرہ جسے وزیر کہتے ہیں۔ (۶۳) بیذق۔ پیادہ (شطرنج کا ادنٰے مہرہ)۔ (۶۴) ماہیٔ گردوں۔ آسمان کی مچھلی۔ (۶۵) طائرِ تیرِ ہوائی۔ ہوائی تیر کا پرند۔ (۶۶) لقلق۔ ایک آبی جانور جو سانپ اور مچھلی کا شکار کرتا ہے۔ (۶۷) دادگر۔ عادل۔ (۶۸) نظم و نسق۔ انتظام۔ بندوبست۔ (۶۹) حذر۔ پرہیز۔ (۷۰) خونِ فاسد۔ گندہ خون۔ (۷۱) علق۔ جونک۔ (۷۲) پرتو افگن ہونا۔ جلوہ ڈالنا۔ (۷۳) مشتری۔ مشہور ستارہ۔ جسے سعدِ اکبر کہتے ہیں۔ (۷۴) گنجفہ۔ ایک کھیل کا نام۔ تاش۔ (۷۵) نمد۔ کمل۔ (۷۶) نمدیدہ۔ بھیگا ہوا۔ (۷۷) چقمق۔ چنگاری۔ (۷۸) شتابہ۔ فلیتہ۔ (۷۹) توسن۔ گھوڑا۔ (۸۰) زیبق۔ پارہ۔ سیماب۔ (۸۱) روشنیٔ قلب۔ صفائی دل۔ (۸۲) اہلِ اشراق۔ حکما کا ایک گروہ جو مراقبہ اور مکاشفہ کے ذریعہ اسقدر دلوں کو روشن کرتے تھے کہ دور ہی سے تعلیم و تعلم کر لیا کرتے تھے۔ اور ایک دوسرے کے پاس جانے کی ضرورت نہ تھی۔ (۸۳) ارض و سما۔ زمین و آسمان۔ (۸۴) طبق زیرِ طبق۔ نیچے اوپر۔

قصیدہ نمبر ۱۰

یہ قصیدہ حضرت ذوقؔ نے بہادر شاہ علیہ الرحمتہ کے پہلے سال جلوس پر لکھا۔ اُن دنوں میں شاہ نصیر جو حضرت ذوقؔ کے اُستاد تھے دکن سے تشریف لائے ہوئے تھے۔ اُستاد سے بھی داد لینے کا خیال تھا۔ اس لئے پوری محنت اور جوش سے لکھا۔

یہ قصیدہ رجز مثمن سالم ہے۔ اس کے ارکان مستفعلن مستفعلن۔ مستفعلن مستفعلن ہیں +

ہے آج جو یوں خوشنما نورِ سحر رنگِ شفق — پرتو ہے کس خورشید کا نورِ سحر رنگِ شفق

یہ جوشِ نسرین و سمن یہ لالہ و گل کا چمن — گلشن میں گویا چھا گیا نورِ سحر رنگِ شفق

ہر سرو قد غنچہ دہن زیبِ چمن شانِ چمن — ہر سیمبر گلگوں قبا نورِ سحر رنگِ شفق

افشاں جبیں پہ سر بسر مہتاب انجم جلوہ گر — اور گورے ہاتھوں میں حنا نورِ سحر رنگِ شفق

لب پر تبسم ہے کہ ہے جوشِ بہارِ موجِ گل — دندانِ پاں خوردہ ہیں یا نورِ سحر رنگِ شفق

ہر مجمعِ پیر و جواں اک مطلعِ مشرق ہے کہ واں — روشن دل و رنگیں ادا نورِ سحر رنگِ شفق

جامِ بلوریں میں ہے یوں عکسِ شرابِ لالہ گوں — ہو جیسے کیفیت فزا نورِ سحر رنگِ شفق

حسنِ تجلّی مہتاب نے جوشِ گلِ سیراب نے — کیا باغ میں چمکا دیا نورِ سحر رنگِ شفق

دیکھے چمن میں برگِ گل آلودہ شبنم جو کل — خجلت سے پانی ہو گیا نورِ سحر رنگِ شفق

ہے شوق کو بالیدگی ہے لطف کو چسپیدگی — کس رنگ ہوں مل کر جدا نورِ سحر رنگِ شفق

ساقی مئے عشرت سے بھر ساغر کہ ملتے ہیں رنگ کہ — آب و ہوائے جاں فضا نورِ سحر رنگِ شفق

جشنِ بہادر شاہ ہے روزِ ملوک جاہ ہے — ہے اسلئے بہجت فزا نورِ سحر رنگِ شفق

وہ خسروِ روشن گہر جس کو خجل ہوں دیکھ کر — ماہ و ثریا و سہا نورِ سحر رنگِ شفق

ہوں دیکھکر غرقِ حیا نورِ سحر رنگِ شفق	اک صاف مطلع میں کہوں اور وہ ثنا رنگ گستروں

(۱) خورشید۔ سورج۔ مراد ذات ہمایونی حضرت بہادر شاہ علیہ الرحمتہ)۔ (۲) زیب چمن۔ باعثِ آرائشِ چمن۔ (۳) سیمبر۔ مراد سفید رنگ (معشوق)۔ (۴) گلگوں قبا۔ سرخ قبا۔ (با عتبار سیمبر ہونے کے نورِ سحر اور باعتبار گلگوں قبا ہونے کے رنگِ شفق)۔ (۵) تبسم۔ مسکراہٹ۔ (۶) پان خوردہ۔ پان کھائے ہوئے (اس شعر میں سفیدیٔ دنداں کو نورِ سحر اور سرخیٔ پان کو رنگِ شفق سے تشبیہ دی ہے)۔ (۷) لالہ گوں۔ سرخ۔ (۸) خجلت۔ شرمندگی۔ (۹) بالیدگی۔ بڑھنا۔ نشو۔ (۱۰) چسپیدگی۔ چمٹ جانا۔ (۱۱) روزِ علوِ جاہ۔ مرتبہ کی بلندی کا دن ہے۔ (۱۲) بہجت فزا۔ خوشی کو زیادہ کرنے والا۔ (۱۳) ماہ۔ چاند۔ (۱۴) ثریا۔ سات ستاروں کا جھمکا۔ (۱۴) سہا۔ ایک ستارہ کا نام ہے۔ جو چھوٹا ہے اور بنات النعش میں سے ہے +

مطلع ثانی

رُوکش ہو تیرے رُخ سے کیا نورِ سحر رنگِ شفق
ذرہ ہے تیرے فیض کا نورِ سحر رنگِ شفق

اے آفتابِ عز و شاں تیری جبیں سے ہے عیاں
نورِ یقیں رنگِ حیا نورِ سحر رنگِ شفق

روشن ہمائی سے تری رنگیں کلاہی سے تری
شرمندہ ہوتا ہے سدا نورِ سحر رنگِ شفق

وہ بیگوں الوانِ ترا وہ سائبانِ رنگیں کھچا
لیں دام آب جس سے صفا نورِ سحر رنگِ شفق

فانوسِ شیشہ لعل گوں روشن تری محفل میں یوں
گویا کہ شیشہ میں بھرا نورِ سحر رنگِ شفق

النصاف نے تیرے شہا سیماب و آتش کو کیا
یوں جمع جیسے ایک جا نورِ سحر رنگِ شفق

تیری امان وحفظ سے ہوجائے حق میں شہ کرے
نارِ خلیل آبِ بقا نورِ سحر رنگِ شفق

خورشید تجھ سے فیض کو پہنچے تو مشرق پیش ہو | جُز دُرّ و لعلِ بے بہا نورِ سحر رنگِ شفق

جسپر کہ تو ہووے غضب ہو اسکے حق میں کیا عجب | سیلِ فنا برقِ بلا نورِ سحر رنگِ شفق

شمشیر کی تیری چمک خونِ عدو سے یک بیک | دکھلائے ہے روزِ وغا نورِ سحر رنگِ شفق

(۱۵) رُوکش ہونا - مقابلہ کرنا۔ (۱۶) جبیں - پیشانی - ماتھا۔ (۱۷) عیاں - ظاہر۔ (۱۸) سیمگوں ایوان - محلِ سفید رنگ۔ (۱۹) وام لینا - قرض لینا۔ اس شعر میں محلِ شاہی کو بلحاظ سفید رنگ ہونے کے نورِ سحر سے اور سائبان کو رنگین ہونے کے شفق سے تشبیہ دی۔ (۲۰) لعل گوں - سُرخ۔ (۲۱) (مفہوم شعر) اے بادشاہ تیرے حفظ و امان سے جو اشیا شمع کے لئے باعثِ ہلاکت ہیں (یعنی نورِ سحر اور رنگِ شفق اس لئے کہ اس وقت شمع بجھا دیا کرتے ہیں)۔ اب وہ دونوں مثلِ نارِ خلیل اور آبِ حیات شمع کے واسطے ہو گئیں۔ اور یہ ظاہر ہے کہ نارِ خلیل (جو نمرود نے جلائی تھی) ابراہیم خلیل اللہ کے حق میں جان بخش تھی۔ (۲۲) سیلِ فنا - طوفانِ موت۔ (۲۳) برقِ بلا - بلا کی بجلی۔ (۲۴) روزِ وغا - جنگ اور لڑائی کا دن۔

پیکانِ تیرِ الماس گوں منہ سُرخ سوفار و نَے لیوں | گویا لگا کر پر اُڑا نورِ سحر رنگِ شفق

جلوہ ہے تیری مہر کا شعلہ ہے تیرے قہر کا | ہے جسکو عالم جانتا نورِ سحر رنگِ شفق

اسپِ حنا بستہ ترا وہ نقرۂ خنگِ بادپا | غیرت سے جسکے اُڑ گیا نورِ سحر رنگِ شفق

اب ذوق یکسر ہے یہ دعا جبتک ہے شاہنشہا ق خورشید و مہ ارض و سما نورِ سحر رنگِ شفق

جبتک لباسِ ہر کو صابون اور شنجرف ہو | زینت دہِ صبح و مسا نورِ سحر رنگِ شفق

ہر جشنِ فرخ ہو تجھے اس طرح آب و تاب سے | ہوں تیرے محتاجِ ضیا نورِ سحر رنگِ شفق

شاہا زمانہ میں ہوتا با آبرو اور سرخ رُو | ہو جلوہ گر مشرق سے تا نورِ سحر رنگِ شفق

دشمن کا تیرے منہ ہو فق اور خون بھی اُن کا ہو لے شق | دیکھے نہ وہ اُسکے سوا نورِ سحر رنگِ شفق

(۲۵) مفہوم شعر۔ تیر اسفید پیکان اور خون آلودہ سوفار ایسا معلوم ہوتا ہے۔ جیسے نورِ سحر اور رنگ شفق کے پر لگ گئے ہیں۔ اور وہ پرواز کر رہے ہیں۔ (پیکان تیر کے پھل کو کہتے ہیں اور سوفار تیر کے منہ کو)۔ (۲۶) اس شعر میں شاعر نے بادشاہ کی مہربانی کو نورِ سحر اور غصہ کو رنگِ شفق سے تشبیہ دی ہے۔ (۲۷) اسپِ حنابستہ۔ وہ گھوڑا جس کے مہندی لگی ہوئی ہو۔ (۲۸) نقرہ خنگ بادپا۔ سفید رنگ تیز رفتار گھوڑا۔ (اس شعر میں لباسِ زمانہ کے واسطے نورِ سحر کو صابون سے اور رنگِ شفق کو شنگرف سے تشبیہ دی) (۳۰) فرخ۔ مبارک۔ (۳۱) محتاجِ ضیا۔ روشنی کے محتاج۔ (۳۲) مفہوم شعر۔ اے بادشاہ جب تک دنیا میں مشرق سے نورِ سحر اور رنگِ شفق طلوع کرتا رہے۔ تب تک آقا تو بھی زمانہ میں عزت اور آبرو کے ساتھ رہے۔ (۳۳) مفہومِ شعر) اے بادشاہ تیرے دشمن کا منہ فق ہو اور اس کے دل کا خون بھی اس کے دل کے پھٹ جانے سے نکل آئے۔ اور اس کے لئے نورِ سحر اور رنگِ شفق دیکھنے کی بجائے منہ کا فق ہونا اور خون کا دیکھنا نصیب ہو +

قصیدہ نمبر ۱۱

یہ قصیدہ حضرتِ ذوقؔ نے اکبر شاہِ ثانی کی مدح میں تہنیتِ عید کے موقع پر لکھا۔ قصیدہ کیا ہے۔ شعر و سخن کے موتی پروئے ہیں۔ یہ قصیدہ بحرِ رمل مثمن مخبون و مقصور میں ہے۔ اس کے ارکان فاعلاتن۔ فعلاتن۔ فعلاتن۔ فعلان ہیں +

صبح دم فکر جو تھا سیرِ فلک کا مشتاق
عرش پر اُڑ گیا اک آن میں مانندِ براق[1]

چمک اس برقِ[2] جہاں کی ہو بیاں کیا کہ اگر
اُفقِ[3] طبع پہ دکھلائے فروغِ[4] اشراق[5]

شعلۂ رنگِ حنا کر کے اُڑا دیوے ابھی
قفسِ دل میں جو ہیں بند طیورِ[6] اشواق[7]

رات مجھ کو یہ فلک گرد[8] وہاں لے کے گیا
کہ عقولِ[9] عقلا[10] کی تھی جہاں طاقت طاق[11]

فلسفی دہر کے جو جو تھے ہوئے مشائین[12]
نورِ اشراق[13] سے تھے ہو گئے سب اہلِ رواق[14]

تھے سعادت سے جو سب برجِ فلک مالا مال
بختِ دولت سے یہ لبریز تھا ہر قصر و وثاق[15]

تھی تعجب کی نہ جا بارِ جلالت[16] سے ہو گر
حرکت چرخِ گرانبار کی قطبین[17] پہ شاق[18]

انجم ثابت[19] و سیار[20] سعادت سے بہم
یوں نظر آئے کہ جوں دست بغل اہلِ وفاق[21]

تھی ہا[22] ناہید[23] لقب جس کا ہے رقاصِ فلک[24]
تھا چپ و راست پہ آہنگِ رباب[25] عشاق

بدر تھا پل میں قمر پل[26] میں نظر آتا ہلال
خدمت دائرہ داری میں تھا ہر رنگ سے طاق[27]

(۱) براق اس چوپایہ کا نام ہے جس پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سوار ہو کر شبِ معراج کو آسمان پر تشریف لے گئے۔ (۲) برق۔ بجلی۔ (اشارہ بہ فکر شعرِ اوّل)۔ (۳) اُفق۔ آسمان کا کنارہ۔ (طبع کو اُفق کہا ہے)۔ (۴) فروغ۔ روشنی۔ (۵) اشراق۔ روشن ہونا۔ طلوع کرنا۔ (۶) طیور جمع طائر۔ پرندے۔ (۷) اشواق۔ جمع شوق۔ (۸) فلک گرد۔ آسمان پر سیر کرنے والا۔ (اشارہ بہ فکر)۔ (۹) عقول جمع عقل۔ (۱۰) عقلا۔ جمع عاقل یعنی عقلمند لوگ۔ (۱۱) طاق۔ دنگ۔ (۱۲) مشائین۔ گروہِ حکما۔ (۱۳) اشراق۔ (اشراقی یہ بھی ایک گروہ حکما ہے)۔ (۱۴) اہلِ رواق۔ یہ حکمائے اشراقین کا دوسرا نام ہے یہ لوگ صفائی قلب اور مکاشفہ کے ذریعہ سے لوگوں کے دل کا حال معلوم کرتے تھے اور چونکہ یہ چھت پر بیٹھ کر بغیر نبض دیکھنے کے بیماروں کا علاج کیا کرتے تھے اس لئے رواقیاں کہلائے۔ کیونکہ لفظ رواق کے معنے مکان کا چھجہ اور

چھت کے ہیں۔ (۱۵) قصر و ثاق۔ ہر مکان و مقام۔ (۱۶) جلالت۔ بزرگی۔ (۱۷) قطبین۔ دو قطب جو جنوب و شمال میں واقع ہیں۔ (قطب جنوبی و شمالی)۔ (۱۸) انجم۔ ستارے۔ (۱۹) ثابت۔ وہ ستارے جو حرکت نہ کریں۔ (۲۰) سیّار۔ حرکت کرنے والے ستارے۔ یعنی زمین۔ عطارد۔ زہرہ۔ مریخ۔ مشتری۔ زحل۔ یورینس۔ نیپچون۔ علاوہ ازیں چاند کا شمار بھی سیارات میں ہے۔ (۲۱) اہلِ وفاق۔ سازگاری کرنیوالے دوست۔ (۲۲) نجمِ ناہید۔ زہرہ۔ (جسے رقاصۂ فلک کہتے ہیں)۔ (۲۳) ربابِ عشاق۔ نام مقاماتِ موسیقی۔ (۲۴) بدر۔ ماہِ کامل۔ پورا چاند۔ (۲۵) قمر۔ چوتھی رات سے آخر مہینہ تک کا چاند قمر کہلاتا ہے۔ (۲۶) ہلال۔ پہلی سے تیسری رات تک کے چاند کو ہلال کہتے ہیں۔ (۲۷) دائرہ داری۔ دف بجانا +

اس کا طنبور جو دیتا تھا سُروں کو بہتات
جرمِ خورشید سے ہوتی تھیں شعلیں اشراق

تیر گردوں کا خوشی سے تھا جو دل لہراتا
دے کے ترتیب ثریا کو باقسامِ ایاق

جلترنگ ایسی بجاتا تھا کہ سب وجد میں تھے
لعبتانِ فلکی صورتِ اہلِ اذواق

نظر آجاتا تھا گر اخترِ رشہ دار کوئی
دیتا مریخ دمِ تیغ سے اس کو الحاق

ہاتھ پھر مار کے چو رنگ کا اک پھرتی سے
دم میں تھا اپنے طبنچہ پہ چڑھاتا چقماق

جو چلا ماہ تو اس کا سوئے عالمِ خاک
یہ اڑا اس پہ تڑاقا وہ اڑا اس پہ تڑاق

سعدِ اکبر کہ جسے کہتے ہیں قاضیٔ فلک
حسن کو عشق سے دیتا تھا بہم ربط و وفاق

ہوتا زاہد بھی تھا آمادہ پئے دامادی
زالِ دنیا کو جو تھا بیٹھ رہا دے کے طلاق

چرخِ ہفتم پہ فلک ہے تو بطی الحرکت
عالمِ خاک میں رہ کے تگ و دو کا مشتاق

تیغِ قزح سے یہ پھٹا جب گردوں کا شکم
لیکن اس وقت میں تفریح بہت اسکو ہے شاق

(۲۸) طنبور۔ ایک ساز موسیقی کا نام۔ (۲۹) جرمِ خورشید۔ وجودِ آفتاب۔ (۳۰) شعاعیں اشراق۔ شعاعیں نکل رہی تھیں۔ (۳۱) تیر۔ عطارد۔ (۳۲) دل لہراتا۔ دل چاہتا۔ (۳۳) دے کے ترتیب ثریا کو باقسامِ ایاق۔ ثریا ستاروں کو جلترنگ کے پیالوں کی طرح ترتیب دے کر۔ (ایاق بمعنی شراب کا پیالہ)۔ (۳۴) جلترنگ۔ ایک باجہ کا نام جو پیالوں میں پانی بھر کر تیلیوں سے بجایا جاتا ہے۔ (۳۵) لعبتانِ فلکی۔ کنایہ از ستارگان۔ (۳۶) اہلِ اذواق۔ شوقین۔ صاحبانِ ذوق و شوق۔ (۳۷) اخترِ دُمدار۔ دُمدار ستارہ۔ (منحوس ہوتا ہے)۔ (۳۸) مریخ۔ ایک ستارہ کا نام جسے جلادِ فلک بھی کہتے ہیں۔ (۳۹) الحاق دیتا۔ ملا دیتا۔ (مراد ہلاک کر دینا)۔ (۴۰) چورنگ۔ لمبائی اور چوڑائی میں چار ٹکڑے کر دینا۔ (۴۱) چقماق۔ آگ جھاڑنے کا پتھر۔ (۴۲) پارۂ تن۔ بدن کا ٹکڑہ۔ (۴۳) عالمِ خاک۔ دُنیا۔ مفہومِ شعر۔ اگر دُمدار ستارے (منحوس ستارے) کے بدن کا ٹکڑا عالمِ دُنیا کی طرف کٹ کر گرتا تو ستارہ مریخ (جلادِ فلک) اُس پارۂ تن پر فائر کرتا اور جس طرف کو وہ گرنا چاہتا اسی طرف نڑاق سے فیر کرتا اور اُس کو گرنے نہیں دیتا تاکہ اُس کی نحوست کا اثر دُنیا میں نہ پھیل جائے۔ (۴۴) سعدِ اکبر۔ مشتری ستارہ جسے قاضئ فلک کہتے ہیں۔ (۴۵) ربط و وفاق دیتا تھا۔ ربط و دوستی پیدا کرتا تھا۔ (۴۶) طلاق دینا۔ بیوی کو چھوڑنا۔ (۴۷) بطی الحرکت۔ دیر سے حرکت کرنے والا۔ (۴۸) تگ و دو۔ دوڑ دھوپ۔ تلاش و تجسس۔ (۴۹) نفخ۔ پھولنا۔ (۵۰) پُرباد۔ ہوا سے بھرا ہوا۔ (۵۱) تنقیہ۔ پاک و صاف کرنا۔ (۵۲) شاق۔ ناگوار۔ تکلیف دہ +

ہے جو ہر کوچہ میں آرائشِ نوبت خانہ
خالی آوازِ دمامہ سے نہ ہو کوئی رواق

یوں جو آراستہ افلاک پہ ہو بزمِ طرب
گلشنِ عیش و طرب کیوں نہ ہو بزمِ آفاق

آج وہ روزِ ہمایوں ہے، جسے کہتے ہیں عید
بذلہ سنجی میں شگفتہ ہے دلِ اہلِ مذاق

بزمِ خسرو میں چل اے باربدِ بزمِ سخن
سب یہ کہتے ہیں کہ تو نکتہ سرائی میں ہے طاق

تیرا قانون تیرے پاس خطِ مسطر ہے
چھیڑ دے زابل و تبریز و خراسان و عراق

تیرے نغمے تیرے مضمون ہیں شہنائے قلم
دمکشی پر ہے سرِ دست کمر بستہ و چاق

زمزمے مدح کے لکھ اسکی جسے کہتے ہیں سب
نائبِ ختمِ رسل ظلِ خدائے خلاق

کون وہ یعنی شہنشاہ محمد اکبر
دستِ بخشش سے خجل جسکے ہے بحرِ آفاق

طبعِ وقاد کی گر اس کی رقم ہو توصیف
مہرہ اختر کا ہو اور ماہ سے آئے فراق

نیرِ جاہ سے خورشید ہلال آسا ہے
کاہشِ رشک سے رکھتا ہوس اشتیاق

(۵۳) دمامہ۔نقارہ۔ (۵۴) رواق۔چھجہ۔چھت۔ (۵۵) بزمِ آفاق۔ محفلِ جہان۔ (۵۶) روزِ ہمایوں۔مبارک دن۔ (۵۷) بذلہ سنجی۔لطیفہ گوئی۔ (۵۸) باربد۔ایک مشہور گویا (مراد ذوق) (۵۹) نکتہ سرائی۔شاعری۔ (۶۰) طاق۔یکتا۔ (۶۱) قانون۔باجہ (ساز موسیقی)۔ (۶۲) مسطر۔رول۔جس سے لکیریں بناتے ہیں۔ (۶۳) زابل۔تبریز۔خراسان۔عراق یہ تمام مقامات کے نام ہیں۔مگر یہاں مراد مقاماتِ علمِ موسیقی ہیں۔ (۶۴) شہنا۔نفیری۔مشہور ساز۔مگر یہاں اشارہ قلمِ شاعر کی طرف ہے۔ (۶۵) دم کشی۔گانے میں دوسرے کی آواز کو مدد دینا۔ (۶۶) چاق۔تیار۔چست۔مستعد۔ (۶۷) ختمِ رسل۔لقبِ پیغمبر علیہ السلام۔ (۶۸) ظلِ خدائے خلاق۔پیدا کرنے والے خدا کا سایہ۔ (۶۹) بحرِ آفاق۔جہان کا سمندر۔ (۷۰) وقاد۔روشن۔ (۷۱) توصیف۔تعریف۔ (۷۲) مہرہ۔کاغذ اور کپڑا گھوٹنے

کا آلہ۔ (۷۳) مہراق۔ اہار۔ نشاستے وغیرہ کی لیئی پکا کے کاغذ اور جلیوں پر پھیرتے ہیں۔ اور خشک ہو جانے کے بعد مہرے سے رگڑتے ہیں تاکہ حروف خوب چمکیں اور قلم رواں ہو۔ اور اُٹھانا چاہیں تو حروف صاف اُٹھ آئیں۔ (۷۴) نیرِ جاہ۔ آفتابِ شان و شوکت (مراد وجودِ بادشاہ)۔ (۷۵) ہوسِ استدقاق۔ مرضِ دق کی آرزو +

عطر سے شیشۂ افلاک ہو دم میں لبریز ‌ ‌ ہووے گر لخلخہ سا اس کی نسیمِ اخلاق

خسروارات کو تھا منزلِ دل میں بسیرے ‌ ‌ کاروانِ شہرِ سمرقند کا رکھتا اتراق

اُنکے خرجینوں سے چُن چُن کے میں لایا ہوں متاع ‌ ‌ ملحِ حاضر کے لئے تیرے بہ صد استغراق

تُو وہ ہے نسلِ خواقین بہ تتار آفاق ‌ ‌ جس نے توران سے کیا ہند میں آ کر قشلاق

گر تیرا مہرِ طبیعت ہو بہ جوزائے غضب ‌ ‌ زمہریر انہ پئے آرامِ جہاں ہو ییلاق

گر نسنے حلم تو پھر ابر کے سینہ میں کبھی ‌ ‌ رحمتِ عام نہ ہو بایۂ ماءِ مہراق

تر زباں وصف میں سب ہیں ترے طفلانِ نبات ‌ ‌ دایۂ غیب سے پلواتا ہے شیرِ اشفاق

تم سے طفلانِ کرم پر ہے نزلہ مہماں ‌ ‌ مہ و انجم سے فلک پر ہیں مہیا اطباق

گر سبق لیں نہ ترے فلسفۂ حکمت سے ‌ ‌ اہلِ یوناں پہ نہ ہووے حکما کا اطلاق

ہوں نظر سے کبھی پر نہ عوامض کے طیور ‌ ‌ تیرے شہبازِ فراست کا ہے یہ استحقاق

(۷۶) لخلخہ۔ نام چند ادویہ مرکبہ جن سے خوشبو آتی ہے۔ (۷۷) اتراق۔ آنا۔ منزل پر پہنچنا۔ (۷۸) خرجین۔ ٹاٹ وغیرہ کا دو رُخہ تھیلا جس میں سفر کا ضروری سامان کپڑے وغیرہ بھر کر گھوڑے پر رکھ لیتے ہیں۔ (۷۹) متاع۔ سرمایہ۔ اسباب۔ (۸۰) اِستغراق۔ محویت۔ محو ہونا۔ (۸۱) خواقین۔ خاقان کی جمع۔ چین کے بادشاہوں کا لقب۔ (۸۲) توران۔ ایک ملک کا نام جسے ترکستان کہتے ہیں۔ (۸۳) قشلاق۔ گرم ملک جہاں

سرد پہاڑوں کے لوگ آکر موسمِ سرما بسر کریں - (۸۴) مہرِ طبیعت - آفتابِ طبیعت - (۸۵) جوزا - آسمان کے بارہ برُوج میں سے ایک برج کا نام۔ (سُورج کا مقامِ گردش) - (۸۶) زمہریر - وہ کرّہ جہاں بہت سردی ہوتی ہے - (۸۷) ییلاق - سرد ملک جہاں گرمی کے دنوں میں آرام کریں۔ (۸۸) ماءِ مہراق - ابرِ بارندہ - (۸۹) طفلانِ نبات - مراد نباتات۔ (۹۰) شیرِ اشفاق - شفقت اور محبّت کا دُودھ - (۹۱) شیلانِ کرم - دسترخوانِ سخاوت - (۹۲) اطباق جمع طبق (۹۳) اطلاق - کہنا - بولا جانا - ایک چیز کا دوسری چیز پر حمل کرنا - جیسے کہیں کہ تم پر آدمیت کا اطلاق نہیں ہو سکتا - (۹۴) غوامض - باریکیاں - (۹۵) شہبازِ فراست - عقل کا باز - (۹۶) استحقاق - حق +

درکِ[97] امراض کریں جبکہ انامل[98] تیرے | نبض آسا متحرک ہو رگِ سنگِ سماق[99]
دیکھ کر نجمِ سعادت کا ترے حسنِ طلوع | مادرِ شب سپرِ مہ کو کرے شرم سے عاق
تو جو محرابِ عبادت میں رکھے سر بسجود | طاقِ مسجد میں جھکے آکے سرِ ہفتم طاق
پاسِ دیں تجھ کو جو زنار کی چاہے تبدیل | دوشِ گردوں پہ خطِ منطقہ ہو خطِ نطاق
ہوگیا تیغِ سیہ تاب سے ہے تیرہ مہ گلو | دم نہ مارے گا ترے آگے خشودِ بقباق
رعبِ شمشیر ترا یوں ہو سپر سے دہ چند | جیسے نقطہ سے کریں ایک کو دیں اہلِ سیاق
ہو ترے فیضِ تکلم سے شفا عام تو ہو | زہر کی جا دہنِ مار میں پیدا تریاق
عدل نے تیرے تنہا دفع یہ کی خونریزی | فصد کی منع اطبا نے پئے رفعِ خناق
اللہ اللہ رے لشکر کا ترے خیل و حشم | ہم عناں جس سے نہ ازبک ہو نہ ہمسر قلماق
تیرے دریائے جلالت کے جو ہیں مہرِ غضب | کہکشاں کو ہیں سرِ دوش لئے مثلِ چماق
اور ایک مطلعِ دلکش نے طبیعت سے مری | ہے ترے عدل کی تعریف میں پایا الصاق

(۹۷) دَرک کرنا۔ سمجھنا۔ جاننا۔ (۹۸) انامل۔ انگلیاں۔ (۹۹) سماق۔ ایک پتھر کا نام۔ (۱۰۰) عاق کرنا۔ فرزندی سے الگ کر دینا۔ (۱۰۱) ہفتم طاق۔ کنایہ از آسمانِ ہفتم۔ (۱۰۲) خطِ منطقہ۔ وہ خط جو آسمان کو گھیرے ہوئے ہے۔ اور منطقۃ البروج اور معدل النہار کو قطع کرتا ہے۔ (۱۰۳) نطاق۔ پٹکا۔ (مفہوم شعر) اگر تیرے دین کی حفاظت اور نگہبانی زنار کو بدلنا چاہے تو خطِ منطقہ جو وسط وکمرِ آسمان پر واقع ہے اور شکلِ زنار پیدا کرتا ہے اب وہ تیری حفاظتِ دین سے خطِ نطاق میں تبدیل ہو جائے۔ یعنی کمرِ دین کے لئے پٹکا بن جائے اور باعث تقویتِ پشتِ دین ہو جائے اور زناریت اُس سے سلب ہو جائے۔ (۱۰۴) سُرمہ گلو ہو جانا۔ گلا پڑ جانا۔ آواز پڑ جانا۔ (۱۰۵) دم نہ مارنا۔ اُف نہ کرنا۔ (۱۰۶) حسود۔ حسد کرنے والے۔ (۱۰۷) بلقباق۔ زیادہ بکنے والا۔ (۱۰۸) اہلِ سباق۔ حساب دان۔ (۱۰۹) تکلم۔ بات کرنا۔ (۱۱۰) تریاق۔ نام دوا۔ دافعِ زہر۔ (۱۱۱) خناق۔ ایک بیماری ہے۔ (۱۱۲) ازبک و قلماق۔ دو مشہور بادشاہ جن کے پاس لشکر کثیر تھا۔ (۱۱۳) میرغضب۔ جلاد۔ (۱۱۴) سر دوش۔ کندھے پر۔ (۱۱۵) چقماق۔ ایک آہنی آلہ جس کو پتھر مار کر آگ نکالتے ہیں۔ (۱۱۶) الصاق۔ پیوند۔ ربط۔ لگاؤ۔

مطلع ثانی

اُٹھ گیا مدرسۂ دہر سے یہ شر و شقاق[۱]
زید سے عمر کے دل میں نہیں باقی ہے نفاق

چرخ کے گنبدِ بے در میں رہینگے محبوس | دم نہ ماریںگے مگر گونج کے شورِ شلتاق[۲]

گر لکھوں وصف ترے اسپ جہانگرد[119] کا ہیں
دے فلک اپنے پامالِ قلم[120] ہفت اوراق[121]

تن میں اس طرح سے ہے اُسکے بھری شوخی
قفس تن میں ہو جوں طائرِ جانِ عشاق

ماہی زیر زمیں لوٹ کے ہو جائے کباب
جھاڑے گر سنگ پہ وہ نعل سے اپنے چھماق

وقت کو باندھے کہ فتراک[122] میں راکب[123] اس کا
چرخ پروا نہ کرے کھینچا کرے مانندِ نطاق[124]

اس فلک سیر کو گلگشت میں گر تو شاہا
جودتِ طبع[125] کی جنبش کا چھوا دے مطراق[126]

یوں اُڑے سوئے فلک جیسے بہ تفریح شام
بوئے گل جائے تنفس میں دم استنشاق[127]

کیا لکھوں وصف ترے فیلِ فلک پیکر کا
کہ گرانباری سے اُسکی تنِ البرز[128] پہ شاق

عمر بھر مطبخ[129] عالی میں رہا نعمت خوان
صفتِ اطعمہ[130] پر خام رہا جوں بسحٰق[131]

(۱۱۷) شر و شقاق - دشمنی و مخالفت - شرارت و عداوت - (۱۱۸) شلتاق جھگڑا - فساد - (۱۱۹) اسپِ جہاں گرد - جہان میں پھرنے والا گھوڑا - (۱۲۰) پامالِ قلم - مراد لکھنے کے لئے - (۱۲۱) ہفت اوراق - سات آسمان - (۱۲۲) فتراک - شکار بند - (۱۲۳) راکب - سوار - (مراد دولتِ بادشاہ) (۱۲۴) نطاق - کمر بند - (۱۲۵) جودتِ طبع - طبیعت کی خوبی - نیکی - تیزیٔ ذہن - (۱۲۶) مطراق - کوڑا - چابک - (۱۲۷) استنشاق بمعنی سونگھنا - (۱۲۸) البرز - ایک پہاڑ کا نام - (۱۲۹) مطبخ - باورچی خانہ - (۱۳۰) اطعمہ - طعام کی جمع - (۱۳۱) بسحٰق - ایک ظریف شاعر تھا جس نے اپنے اشعار میں کھانوں اور متعلقات کے ناموں کا لانا لازم کر لیا تھا +

ہیں ستارونکی بھی آنکھیں اپنی ہاتھوں کو لگی
نورِ ہمت کا زمانہ میں جو ہے عام انفاق[132]

بر سرِ دشمنِ بداندیش بہنگام وغا[133]
گر فشوں بھی ہو دے جلوہ ریز بہ دشتِ قبچاق[134]

تو عجب کیا ہے کہ اس کشور ویرانی میں
شعلۂ تیغ شرربار ہو برقِ حراق[135]

دل میرا ہو گیا اسوقت ہے وہ عالمِ نور
جسکے مشرق سے کریں نورِ معانی اشراق

کرد عا صدقِ ارادت سے لیے وقتِ دعا　　کیوں خموشی پہ کیا ذوق زباں کو مشتاق[138]

دوشِ گردوں پہ ہو تا فرغلِ[139] سنجاب[140] غمام[141]　　سبزۂ تا خاک پہ ہو پیرہنِ استبراق[142]

دخترِ رز[143] کو بہ سرِ محفلِ اہلِ تقوے　　جب تلک سینۂ مینا میں رہے دردِ فواق[144]

تجھ کو آفاق میں ہو وے رمضاں بھی عید　　ہو ترے روبیتِ[145] دیدار سے عیدِ آفاق[146]

اور ترے نیرِ اقبال[147] کے آگے دشمن　　یوں رہے جیسے کہ ہو ماہ بایامِ محاق[148]

صفحۂ دہر سے پھر گردشِ افلاک آپ سے
حرفِ باطل کی طرح ہووے جہاں سے ازہاق[149]

(۱۳۲) انفاق ۔ روزی دینا ۔ خرچ کرنا ۔ (۱۳۳) بدکیش ۔ بدچلن ۔ (۱۳۴) ہنگامِ وغا ۔ بوقت جنگ ۔ (۱۳۵) قشون ۔ لشکر ۔ (۱۳۶) قبچاق ۔ ترکستان کے ایک بہت بڑے اور وسیع جنگل کا نام جہاں کے باشندے مردم کش اور بے رحم ہیں ۔ (۱۳۷) حراق ۔ بہت جلانے والی ۔ (۱۳۸) مشتاق ۔ عادی ۔ (۱۳۹) فرغل ۔ لبادہ ۔ (۱۴۰) سنجاب ۔ کپڑے کی ایک قسم ۔ (۱۴۱) غمام بمعنی ابر ۔ (۱۴۲) استبرق استبراق ۔ ایک ریشمی کپڑے کا نام ۔ دخترِ رز ۔ شراب ۔ (۱۴۴) فواق ۔ مرض ہچکی ۔ (۱۴۵) روبیت ۔ دیکھنا ۔ نظر کرنا ۔ (۱۴۶) آفاق ۔ جہان ۔ عالم ۔ (۱۴۷) نیرِ اقبال ۔ آفتابِ اقبال ۔ (۱۴۸) محاق ۔ چاند کا گھٹنا ۔ اس کی ابتدا چاند کی پندرھویں تاریخ سے ہوتی ہے ۔ (۱۴۹) ازہاق ۔ مٹا دینا +

قصیدہ نمبر ۱۲

یہ قصیدہ بھی حضرتِ ذوق نے بہادر شاہ علیہ الرحمتہ کی تعریف

میں لکھا۔

یہ قصیدہ بحر رمل مخبون محذوف میں ہے۔ اس کے ارکان یہ ہیں:۔

فاعلاتن ۔ فعلاتن فعلاتن فعلن

طرب افزا[1] ہے وہ نوروز[2] کا نارنجی رنگ
دیکھ کر بھاگ گئے جسے لنج ہزاروں فرسنگ[3]

بن بنے بالیدگی[4] عیش کہ برگِ گل پر
قطرۂ شبنم کا ہے مینائے شراب گلرنگ[5]

واہ کیا گلشنِ آفاق[6] میں ہے جوشِ بہار
چپکے کہنے لگی بلبل تصویرِ فرنگ

کلکِ[6] نقاشیٔ قدرت سے گلستاں میں ہے آج
تختۂ لالہ و گل صفحۂ نقشِ ارژنگ[7]

خسروا آج کیا تو نے وہ جشنِ نوروز
دیکھ کر جس کے تجمل کو جمشید بھی دنگ[8]

ہے ترے بزم طرب میں پئے رسمِ نوروز
صورتِ بیضۂ[9] رنگیں فلکِ مینا رنگ[10]

مشک افشاں ہو جہاں میں جو تری نکہتِ خلق[11]
نافۂ آہوئے ختن سے نہ ہو کم داغِ پلنگ[12]

بلکہ ہو جوشِ بہارانِ کرم[13] سے تیرے
کیا عجب شاخ میں آہو[14] کے گل رنگا رنگ

تیرے انصاف سے ہے بزمِ جہاں میں شاہا
شمع گلگیر[15] سے اور شمع سے محفوظ پتنگ[16]

ہو اگر شعلہ فشاں تیری ذرا آتشِ قہر
تو سمندر[17] رہے پانی میں بجائے خرچنگ[18]

(۱) طرب افزا ۔ خوشی کو زیادہ کرنے والا ۔ (۲) نوروز ۔ ماہِ فروردین کی پہلی تاریخ جس روز سورج نقطۂ حمل پر آتا ہے ۔ اور یہ بائیس مارچ کے مطابق ہوتی ہے ۔ یہ ایرانیوں کا عید کا دن ہے ۔ (۳) فرسنگ ۔ تین میل کا ایک فرسنگ ہوتا ہے ۔ (۴) بالیدگی ۔ بڑھنا ۔ (۵) گلرنگ ۔ سرخ ۔ (۶) گلشنِ آفاق ۔ گلشنِ عالم ۔ دنیا ۔ (۶) کلک ۔ قلم ۔ (۷) نقشِ ارژنگ ۔ مانی مشہور مصور کی کتاب کا نام ۔ (۸) دنگ ۔ حیران ۔ (۹) بیضہ ۔ انڈا ۔ (۱۰) مینا رنگ ۔ سبز ۔ (۱۱) نکہتِ خلق ۔ اخلاق کی خوشبو ۔ (۱۲) پلنگ ۔ چیتا ۔ (۱۳) کرم ۔ سخاوت ۔ (۱۴) شاخِ آہو ۔ ہرن کے سینگ ۔ (۱۵) گلگیر ۔ شمع کے گل کرنے

کی قینچی۔ (۱۶) پتنگ۔ پروانہ۔ (۱۷) سمندر۔ ایک کیڑا جو آگ میں رہتا ہے۔
(۱۸) خرچنگ۔ کیکڑا +

زیرِ راں تیری ہے وہ توسن[19] چالاک کہ تو
یوں کرے جست[20] کہ جیسے سرِ میدانِ نبرد[21]
دیکھتی سرعت ہے تب لرزہ ہیبت سے ترے
مرغِ دل کو ترے دشمن کے قفس ہے سینہ
ہووے حاسد کو نہ آزارِ حسد سے صحت
مفسد و حاسد و غماز[26] و عدوے سرکش
آنہیں سکتے بیاں میں ترے اوصاف تمام
کرتا اس رنگ سے ہے ختم سخن دے کے دعا
گلشنِ دہر میں ہر سال مبارک تجھ کو

ق چھیڑ دے ایک ذرا اسکو جو وقتِ صفِ جنگ
منہ سے آ جائے حریف[21] کے ترے خوف سے رنگ
نبضِ محموم[22] کی مانند جبل[23] میں رگِ سنگ
اور جگہ چوبِ قفس کے ہے ترا تیرِ خدنگ[24]
تا کہ دارو نہ پیالے میں بھرے تیری تفنگ[25]
زیرِ شمشیرِ غضب تیرے ہوں چاروں چونگ
ہوتا ہے قافیہ سنجوں[27] کا یہاں قافیہ تنگ[28]
ق ذوق جو ہے ترا مداح محبِ یک رنگ[29]
جشنِ نوروز بہر رنگ بتاج و اورنگ[30]

اور تیرے حاسدِ بد بیں کو دکھا میں لاکھوں
خسروا روز نئے رنگِ فلک کے نیرنگ[31]

(۱۹) توسن۔ گھوڑا۔ (۲۰) جست۔ اچھلنا۔ کودنا۔ (۲۱) میدانِ نبرد۔ میدان جنگ۔ (۲۱) حریف بمعنی دشمن۔ (۲۲) نبضِ محموم۔ بخار والے کی نبض۔ (۲۳) جبل۔ پہاڑ۔ (۲۴) خدنگ۔ ایک درخت کا نام جس کی لکڑی سے تیر اور نیزہ بنتا ہے۔ اور یہ لفظ محض تیر کے معنوں میں بھی مستعمل ہے۔ (۲۵) تفنگ۔ بندوق۔ (مفہوم۔ حاسد کو حسد کی بیماری سے اس وقت تک صحت حاصل نہیں ہوتی جب تک کہ تو اس کو فنا نہ کر دے)۔ (۲۶) غماز۔ چغلخور۔ (۲۷) قافیہ سنج۔ شاعر۔ (۲۸) قافیہ تنگ ہونا۔ حیران ہونا۔ (۲۹) محبِ یک رنگ۔ دوستِ صادق۔ (۳۰) اورنگ۔ تخت۔ (۳۱) نیرنگ۔ فریب۔ افسوں +

قصیدہ نمبر ۱۳

یہ قصیدہ حضرت ذوقؔ نے بہادر شاہ رحمتہ اللہ علیہ کی مدح میں لکھا۔
یہ قصیدہ بھی بحرِ رمل مخبون محذوف میں ہے۔ اس کے ارکان یہ ہیں:۔
فاعلاتن ۔ فعلاتن ۔ فعلاتن ۔ فعلن +

حبذا[1] ساقیٔ فرخ رُخ[2] و خورشید جمال[3]
مرحبا مطرب[4] ہاروت فن[5] و زہرہ خصال[6]

بارک اللہ[7] کہ دُرافشاں[8] ہے تو اے ابرِ بہار
خیر مقدم کہ خراماں ہے تو اے بادِ شمال[9]

للہ الحمد[10] لبالب ہے مئے عیش سے جام
شکر للہ زرِ گل سے ہے چمن مالا مال

جوشِ روئیدگیٔ سبزہ سے ہوجائیگا سبز
گل زمینِ چمنِ حسن میں تا دانۂ خال

اللہ اللہ رے سرسبزیٔ گلزارِ جہاں
کیا عجب ہو روشِ خضر اگر رنگِ بلال

شررِ تیشۂ فرہاد سے پیدا ہوئے گل
بل بے جوشِ گلِ خود رَو سرِ دامانِ خیال

جوشِ فوارہ ہے واں کثرتِ تارِ بارش
سرِ مجنوں کے تھے آلودہ جہاں گرد سے بال

کیا عجب رحمتِ باری سے کہ وقتِ باراں
ابرِ مُردہ سے بھی ہو قطرہ فشاں آبِ زلال

معجزہ بادِ سے مانندِ عصائے موسٰے
شجرِ خشک بھی ہوجائے تر و تازہ نہال

ذوقِ مستی سے ہے طاؤس چمن میں رقاص
شوقِ آہنگ سے ہے سرو پہ قمری قوال

(۱) حبذا۔ کلمہ تحسین ۔ یعنی واہ واہ ۔ (۲) فرخ رُخ ۔ مبارک چہرہ ۔ (۳) خورشید جمال ۔ خوبصورت مانند آفتاب ۔ (۴) مطرب ۔ گویا ۔ (۵) ہاروت فن ۔ جادوگر مانند ہاروت ۔ (۶) زہرہ خصال ۔ زہرہ کی سی خصلت ۔ (۷) بارک اللہ کلمہ تحسین ۔ (۸) دُرافشاں ۔ موتی برسانے والا ۔ (۹) بادِ شمال ۔ صبح کے وقت کی گوشۂ شمال کی ہوا جو مینہ برساتی ہے ۔ (۱۰) للہ الحمد ۔ خدا کی تعریف ۔

(۱۱) شکر للہ ۔ خدا کا شکر ہے ۔ (۱۲) روئیدگی ۔ اُگنا ۔ (۱۳) دانۂ خال ۔ تِل ۔ (۱۴) بلال ۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ایک غلام کا نام جو بعد میں مسجدِ نبوی میں مؤذن ہوئے اور مسلمانوں میں ایک قابلِ احترام ہستی ہیں ۔ (۱۵) شیرِ تیشۂ فرہاد ۔ وہ شیرا ہے جو فرہاد کے تیشہ سے نکلتے تھے جب وہ پہاڑ کاٹ رہا تھا ۔ (۱۶) تارِ بارش ۔ لگاتار مینہ برسنا ۔ (۱۷) آبِ زلال ۔ شیریں پانی ۔ (۱۸) عصائے موسیٰ ۔ حضرت موسیٰ کا وہ عصا جو خدا کی قدرت سے اژدہا کی شکل میں تبدیل ہو جاتا تھا ۔ اور جسے حق تعالےٰ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کا ایک معجزہ قرار دیا ۔ (۱۹) شوقِ آہنگ ۔ شوقِ نغمہ زنی ۔ (۲۰) قوّال ۔ گانے والا ۔ گویا

شورِ بلبل بھی عِ رکھتا ہے نمک آج کہ گُل
دیتی ہے طاقتِ پروازِ[۲۱] یہ کیفیتِ مَے

ہے یہ وہ دَور کہ ہر صوفیِ صافی مشرب[۲۳]
بے دَموں[۲۴] کو ہو جو تُکے چارہ گرِ[۲۶] عیسیٰ دم

پُتلیاں ناچتی ہیں چشم کے گھر میں بے ساز
ہوں قلم ہاتھ اگر کوئی لکھے خطِ غبار

روزِ جشن آج ہے اُس کا کہ جسے کہتی ہے خلق
وہ بہادر شاہ غازی کہ اگر تیغ اُس کی

وہ نکو خوئے و نکو روئے و خجستہ منظر
وہ مسیحا دم و یوسف رخ و داؤد الحان

بن گیا کثرتِ شبنم سے نمکداں کی مثال
اس ہوا میں ہے بطِ مے[۲۲] کا اڑ جانے پر و بال

رقصِ مستاں میں ہے وجد کناں شاملِ حال
شمعِ مُردہ[۲۵] کی رگِ تار سے کھولیں قیفال

جنبشِ دستِ مژہ دے ہے اُس انداز سے تال
صفحۂ وہم پہ کیا دخل جو ہو گردِ ملال

نائبِ ختمِ رُسل ظلِ خدائے متعال
اپنی دکھلائے چمک چرخ پہ کٹ جائے ہلال

وہ بلند اختر و فرخ روش و فرخ فال
وہ سلیمان وش و موسیٰ کف و صالح اعمال

(۲۱) پرواز ۔ اُڑنا ۔ (۲۲) بطِ مے ۔ شراب کی صراحی ۔ (۲۳) صافی مشرب ۔ صاف طینت ۔ (۲۴) بے دم ۔ مُردہ ۔ (۲۵) نے ۔ بانسری ۔ (۲۶) چارہ گر ۔

طبیب معالج۔ (۲۷) شمعِ مردہ بجھی ہوئی شمع۔ (۲۸) قیفال۔ ایک رگ ہے جس کی فصد کر لے سے چہرہ اور گلے کی بیماریاں دور ہوتی ہیں (مفہوم) اگر مردہ کو زندہ کرنے کے لئے بانسری طبیب جیسے دم ہے تو شمع مردہ دل کے لئے لوگوں کو چاہئے کہ شمع کی رگ قیفال تارِ ستے کھول دیں۔ فوراً زندہ (انشاء اللہ) ہوجائیگی۔ حاصل یہ ہے کہ بانسری اور تار ساز دونوں آجکل زندگی بخش ہیں۔ (۲۹) پتلیاں۔ سیاہیِ چشم۔ (۳۰) ظل۔ سایہ۔ (۳۱) خدائے متعال۔ خدائے بزرگ۔ (۳۲) نکوخو۔ نیک عادت۔ (۳۳) نکو روئے۔ خوبصورت۔ (۳۴) خجستہ منظر۔ مبارک صورت۔ (۳۵) بلند اختر۔ بلند مرتبہ۔ (۳۶) فرخ۔ روشن۔ مبارک خصلت۔ (۳۷) فرخ فال۔ خوش بخت۔ (۳۸) مسیحا دم۔ مسیح کی طرح مُردوں کو زندہ کرنے والا۔ (۳۹) یوسف رُخ۔ یوسف جیسا حسین۔ (۴۰) داؤد الحان۔ حضرت داؤد کی طرح خوش آواز۔ (۴۱) سلیمان حشم۔ حضرت سلیمان جیسا پُر شوکت بادشاہ۔ (۴۲) موسےٰ کف۔ حضرت موسیٰ کی طرح ید بیضا ہتھیلی والا۔ (۴۳) صالح۔ ایک نبی۔ (۴۴) صالح اعمال۔ حضرت صالح جیسے نیک اعمال رکھنے والا۔

چمنِ خلق[۴۵] و نسیمِ کرم[۴۶] و ابرِ سخا[۴۷]
کانِ عطا[۴۸] بحرِ نوال[۴۹]
آسمانِ جاہ[۵۰] و عطاردِ قلم[۵۱] و مہرِ علم[۵۲]
چشمۂ فضل[۵۳] و ہنر
خسروِ جم حشم[۵۴] و داورِ کسریٰ[۵۵] انصاف
مشتریِ[۵۶] دانش و مہ[۵۷] بینش و مریخ[۵۸] جلال
مدح حاضر ہیں میں ہوں اسکے وہ کہ جس سے
شاہِ دارا[۵۹] دل و سلطانِ سکندر اقبال[۶۰]
ہمسری کی نہ رکھے مطلعِ خورشید مجال

(۴۵) چمنِ خلق۔ خوش اخلاقی کا باغ۔ (۴۶) نسیم کرم۔ بخشش کی نسیم۔ (۴۷) ابرِ سخا۔ سخاوت کا بادل۔ (۴۸) کانِ عطا۔ بخشش کی کان۔ (۴۹) بحرِ نوال۔ سخاوت کا سمندر۔ (۵۰) آسمان جاہ۔ آسمان جیسی شان و شوکت[۵۱]

(۵۱) عطارد قلم۔ عطارد کی طرح لکھنے والا دبیر فلک)۔ (۵۲) مہر علم۔ آفتاب کا سا جھنڈا رکھنے والا۔ (۵۳) مشتری دانش۔ بلحاظ عقل کے مشتری ستارہ جیسا۔ (۵۴) ماہ بینش۔ چاند کی طرح روشن عقل والا۔ (۵۵) مریخ جلال۔ بلحاظ رعب وداب کے مریخ (جلادِ فلک) جیسا۔ (۵۶) خسروِ جم حشم۔ جمشید کی طرح لشکروں کا مالک۔ (۵۷) داورِ کسریٰ انصاف۔ نوشیرواں کی طرح عادل بادشاہ۔ (۵۸) دارا دل۔ دارا کی طرح حوصلہ مند اور دل رکھنے والا۔ (۵۹) سکندر اقبال۔ سکندر جیسے نصیبوں والا ◆

مطلع ثانی

ہو تیری یک نظرِ فیض سے ناقص کو کمال
مہر سے گر مہ کامل ہو دو ہفتہ میں ہلال

نیر[60] جاہ ترا وہ ہے تا[61] دورِ فلک — نہ کسوف[62] و نہ غروب[63] نہ ہبوط و نہ وبال
آگئے بخشش کے ترے خرمن[64] مہر یک[65] دانہ — آگے ہمت کے ترے کوہِ طلا یک مثقال[66]
ہووے جوں چادرِ مہتاب گلیمِ شب[67] تار — رخِ پرنور جو تو پونچھ کے جھاڑے رومال
جام سے قطرہ جو ٹپکا تو[68] معلق ہی رہا — دستگیری نے لیا تیری جو گرتوں کو سنبھال
گر ترے قہر کی گرمی تب[69] محرق بن جائے — لب دریا پہ حبابوں کی جگہ ہوں تبخال[70]
قوتِ ماسکہ[71] ممسک[72] کے قویٰ سے گم ہو — فیض جاری سے ترے بخل[73] کو یاں تک ہو زوال
حکمت آموز ترا علم جہاں ہو تو وہاں — نہ ارسطو کو ہو طاقت نہ فلاطوں کو مجال
ہو تری[74] عقل سے عاجز دمِ بحثِ معقول — اک مقولہ میں فقط فعل کی عقلِ فعال
دم ہے کیا بادِ صبا میں کہ دمِ مہرِ جہاں — ق — تیرے گلگون[75] سبک سیر کے جاوے دنبال[76]

(۶۰) نیر۔ آفتاب۔ (۶۱) تا دورِ فلک۔ مراد تا قیامت۔ (۶۲) کسوف۔ گہن ہونا۔

(۶۳) ہبوط۔ پستی کی طرف آنا۔ (۶۴) خرمنِ مہ۔ چاند کا ہالہ۔ (۶۵) دُرِ یک دانہ۔ بیش قیمت موتی۔ (۶۶) مثقال۔ نام سکہ کم وزن۔ (۶۷) شبِ تار۔ اندھیری رات۔ (۶۸) معلق ہونا۔ لٹکنا۔ (۶۹) تپِ محرق۔ تپ کی ایک مشہور خطرناک قسم۔ (۷۰) بتحال جھالہ۔ تل۔ (۷۱) قوتِ ماسکہ۔ وہ قوت جو غذا کو معدہ میں محفوظ رکھتی ہے۔ (۷۲) ممسک۔ بخیل۔ کنجوس۔ (۷۳) بخل۔ کنجوسی۔ (۷۴) مفہوم شعر) اے بادشاہ تیری عقل کے مقابل علم معقول کی بحث کے وقت عقلِ اوّل معقول فعل میں بھی عاجز ہو جاتی ہے۔ اور اپنی لاعلمی کا تیرے سامنے اقرار کرتی ہے۔ اور دوسرے معقول میں بحث کی نوبت نہیں آتی۔ عقلِ فعال۔ عقلِ اول کو کہتے ہیں مراد حضرت جبرائیل علیہ السلام۔ (۷۵) گلگون۔ سبک سیر۔ تیز رفتار۔ گھوڑا۔ (۷۶) دُنبال۔ دُم

یونہی دو چار قدم خاک اُڑا کر رہ جائے | اور پہنچ جائے کہیں سے وہ کہیں مثلِ خیال
ہے وہ ہیکل میں اگر دیو تو صورت میں پری | ہے اُڑان اس میں ملک کی تو تبشر کے خیال
جلد اتنا کہ جہاں عرصۂ جولاں اُس کا | عہدِ مستقبل و ماضی کا وہاں ہے ایک حال
زیبِ تن اسکے جو مہندی کا ہے ہر گل تصویر | پھرتا کالے میں ہے وہ صورتِ فانوسِ خیال
اس فلکِ تختبر کو جولاں جو کرے تو تو یہ ڈر | مزرعۂ سبز فلک ہو نہ مبادا پامال
تیرے ہاتھی کی بلندی کی طرف کی جو نگاہ | ق سر پہ اندیشے نے لی ہاتھ سے دستار سنبھال
کہکشاں کو وہ فلک سے زمیں پر پھینکے | لشکرِ راہ میں مانگیں اگر اس سے اطفال
جیسے ہاتھے پہ بزرگوں کے ہو سجدہ کا نشاں | اسکی مستک پہ شہا جلوہ نما یوں ہے ڈھال
ہے جو اس فیل کی خرطوم سرافیل کا صور | آگے اعدا پہ قیامت سر میدان قتال
اسکے دانت اسکے لئے ہیں رہِ تیرِ شہاب | ہے جن اعدا کو سر اوجِ شیاطین کی مثال

(۷۷) ہیکل۔ جسم۔ (۷۸) عرصۂ جولاں۔ وہ میدان جہاں گھوڑا دوڑایا جائے۔

(۷۹) مستقبل۔ زمانہ آئندہ۔ (۸۰) ماضی۔ زمانہ گذشتہ۔ (۸۱) فانوسِ خیال۔ جس میں کاغذ کی تصویریں کاٹ کر لگاتے ہیں۔ اور اس میں روشنی کرتے اور اُسے چکر دیتے ہیں جس سے گھومتی ہوئی تصاویر ایک خاص لطف پیدا کرتی ہیں۔ (۸۲) فلک سیر۔ مراد تیز رفتار گھوڑا۔ (۸۳) مزرعہ۔ کھیتی۔ (۸۴) نیشکر۔ گنا۔ (۸۵) اطفال جمع طفل۔ بچے۔ (۸۶) مستک۔ پیشانی۔ ماتھا۔ (۸۷) خرطوم۔ سونڈ۔ (۸۸) سرافیل۔ وہ فرشتہ جو قیامت کے روز پہلے صور پھونکیگا تو سب مرجائینگے اور دوسری بار بجانے سے سب زندہ ہو جائینگے۔ (صور بمعنی سنکھ)۔ (۸۹) شہاب۔ روشن چھوٹنے والا ستارہ۔

(۹۰) سراوج۔ بلندی۔

آبداری[91] میں تری تیغ کہ ہے برق کی موج ‖ ق کیا تماشا ہے کہ ہے آب سے آتش[92] سیال

تیری شمشیر کو ہے خونِ عدو روز مباح[93] ‖ یہ غلط تیسرے دن ہوتا ہے مُردار حلال[94]

طائرِ روحِ عدو کے لئے ہے صیادِ اجل ‖ سبزۂ تیغ میں جوہر سے لگا رکھتا ہے جال

طاقتِ دم زدن اس دور میں ہے کس کو رہی ‖ دیکھ کر تیرا نسق[95] اے شہ فرخندہ خصال

پھر ترا ذکر جو آتا ہے زباں پر تو نفس ‖ لب پہ آجاتا ہے سینہ سے پئے استقبال

ہو قوی دست اگر زورِ حمایت سے ترے ‖ شیر سے پنجہ کرے پنجۂ مژگانِ غزال[96]

تقویت دیوے اگر پاسِ حفاظت تیرا ‖ شعلۂ شمع کو صرصر[97] سے نہ ہو اضمحلال[98]

ہے ترے عہد میں فتنہ سے زمانہ خالی ‖ فیلسوفی[99] ہے حکیموں کی بھلا کہنا محال

آتش و آب میں یہ ربط[100] ترے عدل سے ہے ‖ ق دیوے ہیزم[101] کو جلا کر کوئی پانی میں جو ڈال

کاکلِ موجِ دخاں کے لئے اُس کے دریا ‖ لے تہِ آب سے شانہ پہ ماہی کا نکال

خبر جملۂ عشرت ہے ترا جشنِ سعید ‖ مبتدا جس کا شہا غرۂ ماہِ شوال

ہوئی حیرت کو توصیف سے تیری شاہا ‖ روشِ غنچۂ تصویر زباں منہ میں کلال

بس دُعا ہی پہ فقط ختم سخن کرتا ہے ق یہ جو ہے ذوقِ ثنا خوانِ ترا اور بہ سگال
جشن ہر سال ترا ہو وے مبارک تجھ کو | رہے جبتک کہ زمانہ میں حسابِ مہ و سال

(۹۱) آبداری - تیزی - کاٹ - چمک - (۹۲) آتشِ سیال - بہنے والی آگ - مُراد شراب - (۹۳) مُباح - حلال - جائز - (۹۴) مُردار حلال - شریعتِ اسلامی میں تین دن اگر فاقہ میں گذر جائیں - اور کسی شخص کو کوئی غذا میسر نہ آسکے تو زندگی کی حفاظت کے لئے مُردار بھی حلال ہو جاتا ہے - اور اس شعر میں اسی قول کی طرف اشارہ ہے - طاقتِ دم زدن - دم مارنے کی طاقت مراد سرتابی - (۹۵) نسق - انتظام - (۹۶) غزال - ہرن - (۹۷) صرصر - تند و تیز ہوا - (۹۸) اضمحلال - معدوم ہونا - (۹۹) بلیسوفی مجازاً طراری - چالاکی - (۱۰۰) خلا - خالی جگہ - حکما کے نزدیک کسی شے کا خلا (خالی ہونا) محال ہے - اُن کے نزدیک ہر مکان اور ہر شے مجوف جس پر عموماً خالی ہونے کا اطلاق کیا جاتا ہو ہوا سے بھری ہوئی ہے - (۱۰۱) ربط - تعلق - (۱۰۲) ہیزم - جلانے کی لکڑی - (۱۰۳) مفہوم شعر اے بادشاہ تیرے عدل سے آگ اور پانی میں اس قدر تعلق پیدا ہو گیا ہے کہ اگر کوئی لکڑی کو جلاکر پانی میں ڈال دے تو اس سوختہ لکڑی سے جو دھواں نکلے تو اُس دھوئیں کی موج کے کاکلوں (زلفوں) کو درست کرنے اور سنوارنے کے لئے دریا پانی کی تہ سے مچھلی کے پر کی کنگھی نکال کر دھوئیں کی موج کی زلف کو آراستہ کرے - (۱۰۴)

خبر جملہ { جملہ اسمیہ کے دو جز ہوتے ہیں - مسند الیہ اور مسند - مسند الیہ
مبتدا { کو مبتدا اور مسند کو خبر کہتے ہیں -

(۱۰۵) غرۂ ماہِ شوال - ماہِ شوال کی پہلی تاریخ - (۱۰۶) لال - گونگا -

(مراد گونگی)۔ (۱۰۷) مدح سگال۔ تعریف کرنے والا۔ ستائش گر۔

قصیدہ نمبر ۱۴

یہ قصیدہ حضرت ذوق نے بہادر شاہ رحمۃ اللہ علیہ کی مدح میں لکھا۔ حضورِ شاہانہ میں خاص طور پر مقبول ہوا اور حسبِ دستور خلعت و انعام سے عزت پائی۔

یہ قصیدہ بھی بحرِ رمل مخبون محذوف میں ہے۔ اس کے ارکان یہ ہیں:۔

فاعلاتن۔ فعلاتن۔ فعلاتن۔ فعلن

لاتا نیرنگ ہے رنگ نئے چرخِ محیل[1] — واہ بگڑا ہے کچھ اس خُم[2] میں عجب رنگ سے نیل

ڈر زمانہ سے وہ عیار ہے یہ ہوش رُبا — لاکھ ہیوستیوں سے جسکی بھری ہے زنبیل[3]

ہے توکل[4] کا احاطہ و عزیمت[5] کا حصار — کہ بجز حفظِ خدا جسکی نہ خندق[6] نہ فصیل[7]

گم ہوں ظاہر کی خرابی سے صفاتِ اصلی — زنگ دیتا ہے چھپا جوہرِ شمشیرِ اصیل[8]

پیشِ دشمن[9] گذرِ حق سے نہیں شعلے[10] کو آنچ — بلکہ ہے آتشِ[11] نمرود گلستانِ خلیل

ہوئے سیرت[12] سے ہیں مردانِ دلاور ممتاز — ورنہ صورت میں تو کچھ کم نہیں شبہا[13] نہ سے چیل

نہیں بے تیغِ[14] علائق کسی عالم میں بزرگ — رسمِ تحریر میں بھی چھوٹے نہ زنجیر سے فیل

ہے تہِ خاک بھی تا روحِ[15] کو سفر حشر تلک — نہیں تا تختِ ثری منزلِ آرام بخیل[16]

عیدِ بکر و زجہاں میں رمضان ہے یک ماہ — بعد ہے کثرتِ تکلیف کے یاں عیش قلیل

کشتِ[17] سبزِ فلک دوں سے نہ رکھ چشمِ ثمر — خوشۂ فیض سے بے بہرہ ہے یہ مزرعۂ[18] نیل

(۱) چرخِ محیل۔ آسمانِ مکار، حیلہ ساز۔ فریبی۔ (۲) خُم سے مراد آسمان ہے۔ (۳) زنبیل۔ جھولی۔ (۴) توکل۔ ذاتِ باری پر بھروسہ کامل رکھنا۔ (۵) عزیمت

ارادہ۔ مقصد۔ (۶) حصار۔ قلعہ۔ (۷) خندق۔ کھائی جو قلعہ کے گرد بنائی جاتی ہے۔ (۸) فصیل۔ شہر پناہ۔ قلعہ کی دیوار۔ (۹) شمشیرِ اصیل۔ عمدہ تلوار۔ (۱۰) سانچ کو آنچ نہیں سانچ کو ضرر نہیں۔ (۱۱) آتشِ نمرود۔ وہ آگ جو نمرود بادشاہ نے جلائی تھی اور اس میں حضرت ابراہیم خلیل اللہ کو ڈالا تھا اور حکمِ خدا سے وہ آگ گلزار بن گئی تھی۔ (۱۲) سیرت۔ عادت خصلت۔ (۱۳) شہباز۔ بڑا باز۔ (۱۴) بے قیدِ علائق۔ بلا تعلقاتِ دنیوی (مفہوم) ہاتھی جو باعتبارِ جثہ بزرگ ہے اس کو رسماً تحریر میں یک زنجیرِ فیل یا دو زنجیرِ فیل لکھا کرتے ہیں۔ بس اس کے ساتھ زنجیر جو مقید کرنے والی ہوتی ہے تحریر میں بھی موجود ہے۔ (۱۵) قارون۔ حضرت موسےٰ کے زمانہ میں ایک بہت بڑا مالدار کنجوس تھا حضرت موسےٰ نے اس سے زکوٰۃ نکالنے کے لئے کہا اس نے انکار کیا۔ حضرت موسےٰ نے بد دعا دی جس کی وجہ سے وہ زمین میں مع اپنے خزانہ کے دھنس گیا۔ (۱۶) بخیل۔ کنجوس۔ (۱۷) کشت۔ کھیت۔ (۱۸) مزرعۂ نیل مراد آسمان کا کھیت +

قابلِ انساں کی محبت کے ہے انساں نہ ملک
بن گیا پیشِ نبی صورتِ دحیہ[19] جبریل

جتنا جو رشتہ ہے اتنی ہی بارش ہو سوا
ہووے کیونکر تپشِ عشق نہ رحمت کی دلیل

عشق کھنچواتا ہے اک بار جفا کش سے بزور
بارِ صد کوہِ الم بے عملِ جرِ ثقیل[20]

گلتی نہ جرح کو گر نالۂ عاشق کی ہوا
دم میں اجزائے دماغی[21] کی طرح ہوں تحلیل[22]

شمعِ کشتہ کے لئے ہے دمِ عیسےٰ آتش
سوزشِ عشق سے زندہ ہوں محبت کے قتیل[23]

معتبر ہے جو کرے نالۂ دل دردِ اظہار
نالہ ہے دل کی زباں دل ہے موکل[24] یہ وکیل

دل کے ہے ایک ورق میں حقیقت ساری
جس کا اجمال[26] قضا اور قدر ہے تفصیل

جی میں ہے اور بھی مضموں میں کوئی مطلع ایسا
گوہرِ مخزنِ[27] معنے سے ہو جس کو تاویل[28]

(۱۹) دحیہ۔ نبی صلعم کے ایک صحابی کا نام جن کی شکل پر جبرائیل آیا کرتے تھے تاکہ ہیبتِ فرشتگی نہ رہے۔ (۲۰) جرِ ثقیل۔ وہ علم جس کے ذریعہ بوجھ اُٹھایا جاتا ہے۔ (۲۱) اجزائے دُخانی۔ دھوئیں کے اجزا۔ (۲۲) تحلیل ہونا۔ حل ہوجانا۔ (۲۳) شمعِ کشتہ۔ بجھی ہوئی شمع۔ (۲۴) محبت کے قتیل۔ کشتۂ محبت۔ (۲۵) اس مصرعہ میں نالہ کو وکیل اور دل کو موکل کہا اور یہ ظاہر ہے کہ وکیل اپنے موکل ہی کا مافی الضمیر ادا کرتا ہے۔ (۲۶) اجمال۔ مجمل بیان کرنا۔ مختصر کرنا۔ (۲۷) گوہرِ مخزنِ معنی۔ خزانۂ معنی کا موتی۔ (۲۸) تاویل۔ کلام کو ظاہر سے اُس طرف لے جانا جدھر گمان ہے ٭

مطلع ثانی

گنجِ حیرت میں کروں علمِ خموشی تحصیل[29]
یہ عجب مدرسہ ہے جس میں ہے قال[30] نہ قیل

درسِ توحید سے یوں ایک شفا کا نسخہ
بحث میں علت[31] و معلول[32] کے ہے عقل علیل[33]

جلوہ افروزی ایک بدرِ دجی ہے اُس کو
شمعِ فانوس سمجھ خواہ چراغ قندیل

فکرِ بیہودہ میں کس واسطے ہے تو پابند
کچھ نکال اپنے لئے ذوق نکلنے کی سبیل[34]

خوابِ غفلت سے ہو بیدار کہ آئی پھیری
نہیں مہتاب یہ[35] ہے روشنیٔ صبحِ رحیل[36]

عرصۂ عمر ہے وہ تار کھنچا اور ٹوٹا
کچھ اگر وقت معین کی طرف ہے[37] ہو نہ ذلیل

وہی منزل ہے[38] جہاں ٹھہرے حیاتِ گذراں
کہ ہے راہِ فنا کوئی نہ فرسنگ[39] نہ میل[40]

مشقِ اندوہ سے اک روز نہیں تو بیکار
تیرے ہفتہ میں نہیں کوئی بھی روزِ[41] تعطیل

غمِ عصیاں[42] ہے تو ہے رحمتِ غفار[43] وسیع
فکرِ روزی ہے تو ہے رزق کا رزاق[44] کفیل

ہے تمنائے زر و مال تو سب جائیگا چھوڑ
چھوٹ جانے کو تو کافی ہے فقط ذکرِ جمیل[45]

(۲۹) تحصیل۔ حاصل کرنا۔ (۳۰) قیل وقال۔ گفتگو۔ کلام۔ (۳۱) علت۔ سبب۔ (۳۲) معلول۔ وہ شے جس کی کوئی علت یا سبب یا باعث ہو۔ (۳۳) علیل۔ بیمار۔ (۳۴) سبیل۔ راہ۔ (۳۵) مہتاب۔ چاندنی۔ (۳۶) صبحِ رحیل۔ صبحِ رخصت۔ (۳۷) حیاتِ گذراں۔ فانی زندگی۔ گذرنے والی۔ (۳۸) روزِ تعطیل۔ چھٹی کا دن۔ (۳۹) عصیاں۔ گناہ۔ (۴۰) غفار۔ بخشنے والا۔ (ذاتِ باری)۔ (۴۱) رزّاق۔ رزق دینے والا (ذاتِ حق تعالےٰ)۔ (۴۲) کفیل۔ ذمہ وار۔ (۴۳) ذکرِ جمیل۔ اچھا ذکر (مراد نیک نام) +

پھر بہارِ چمنِ عمر میں دلگیر ہے کیوں ۔۔۔ سیر کر سیر کہ ہے فرصتِ گلگشت قلیل
مژدہ عید سے ہے دیکھ تو کیا رنگِ چمن ۔۔۔ گل کی رنگیں ہے قبا غنچہ کی رنگیں مندیل
ہوئے آراستہ ہیں آج بدن کر پوشاک ۔۔۔ فصل سے باغ تلک باغ سے لے تا بہ نخیل
نظر آتا ہے برنگِ لبِ ساغر جو ہلال ۔۔۔ ٹپکا پڑتا ہے لبِ مست سے شوقِ تقبیل
گاہ کعبہ میں ہے گہ شیشہ میں کیا کیا پئے سیر ۔۔۔ روح کرتی ہے کسی مست کی قالب تبدیل
تہنیت خواں ہو تو آج اس شہ دریا دل کا ۔۔۔ جسکے نزدیک ہے اک قطرہ سے کم قلزم و نیل
وہ بہادر شہ والا نسب و پاک گہر ۔۔۔ خسرو چرخ سریر و شہ خورشید اکلیل
ماہِ نو چشم زدن میں شہ کامل ہو جائے ۔۔۔ نظرِ مہر میں ہے اس کے وہ نورِ تکمیل
نورِ معنی ہے بہر شکل نتیجہ اس کا ۔۔۔ اللہ اللہ رے نزہے شکلِ شہنشاہِ شکیل
مدح حاضر میں پڑھوں مطلعِ روشن ایسا ۔۔۔ مطلعِ شمس کو بھی جسکے ہو واجب تجمیل

(۴۴) دلگیر۔ رنجیدہ۔ (۴۵) فرصتِ گلگشت قلیل۔ موقع سیر کا تھوڑا ہے۔ (۴۶) مندیل۔ عمامہ۔ پگڑی۔ (۴۷) نخیل۔ درختِ خرما۔ (۴۸) تقبیل۔ چومنا۔ بوسہ لینا۔ (۴۹) قالب۔ جسم۔ بدن۔ (۵۰) قلزم۔ ایک سمندر۔ (۵۱) نیل۔ مصر میں ایک دریا ہے۔ (۵۲) چرخ سریر۔ جس کا تخت آسمان جیسا ہے۔ (۵۳)

خورشید اکلیل۔ اور تاج آفتاب جیسا ہے (اکلیل بمعنی تاج) (۵۴) تکمیل۔ کسی شے کا مکمل ہونا۔ (۵۵) شکیل خوبصورت۔ وضعدار۔ (۵۶) تبجیل۔ بمعنی تکریم و تعظیم

مطلعِ ثالث

بعد شاہانِ سلف کے تجھے یوں ہے تفضیل[57]
جیسے قرآں[58] پس توریت[59] و زبور[60] و انجیل[61]

تو ہے اس طرح سے عزت دہِ اولادِ تمر[62]
جیسے موسیٰ شرف افزائے[63] بنی اسرائیل[64]

نور افزائے بصارت ہو اگر تیرا جمال
آئیں آنکھوں سے نظر معنئِ اللہ جمیل

روئے نیکو پہ ہے مائل تیری خوئے نیکو
کیوں کہ نہ کرے الحسن الی الحسن یمیل

ہے جو انسان کے قالب میں ترا نورِ ظہور
برج خاکی میں ہے خورشیدِ فلک کی تحویل

دانش آموز ہو گر تربیتِ عام تری
بیدِ مجنوں کو بنا دے ابھی انسانِ عقیل

جوہرِ تیغ اجل ایک ترے حکم کی نقل
تیرِ حکمی قضا حکم کی تیری تعمیل

عہد میں تیرے جو ہو راہ تعدّی مسدود
کھلے فعل متعدی سے نہ بابِ تفعیل

تشنۂ ذوق حلاوت ہوں کیونکر سیراب
تیری شیریں سخنی ہے انہیں شہد کی سبیل

نکتہ چینوں کے لئے نکتۂ برجستہ ترا
قابض طبع رواں ہے روشِ دانۂ ہیل

(۵۷) تفضیل۔ فضیلت۔ بزرگی۔ (۵۸) قرآن۔ مسلمانوں کی مذہبی الہامی کتاب۔ (۵۹) توریت۔ ایک الہامی کتاب جو حضرت موسیٰ علیہ السلام پہ نازل ہوئی۔ (۶۰) زبور۔ الہامی کتاب جو حضرت داؤد علیہ السلام پر نازل ہوئی۔ (۶۱) انجیل۔ حضرت مسیح پر نازل ہوئی۔ (۶۲) تمر۔ مراد تیمور صاحبقران۔ (۶۳) شرف افزا۔ عزت زیادہ کرنے والا۔ بڑھانے والا۔ (۶۴) بنی اسرائیل

حضرت یعقوب کی اولاد جس میں حضرت موسیٰ پیغمبر ہوگئے ۔ (۶۵) اللہ جمیل ۔
اللہ خوبصورت ہے ۔ (۶۶) الحسن الی الحسن یمیل ۔ اچھی چیز اچھی چیز کی
طرف مائل ہوتی ہے ۔ (۶۷) قالب جسم (مفہوم شعر) تیرے ظہور کے نور
کو جو جسم خاکی دیا گیا ہے تو بالکل یہ معلوم ہوتا ہے کہ آفتاب برج خاکی میں
آگیا ہے ۔ آفتاب سے مراد ذاتِ بادشاہ ہے ۔ (۶۸) انسان عقیل عقلمند
انسان ۔ (۶۹) (مفہوم شعر) اے بادشاہ موت کی تلوار کا جوہر تیرے حکم
کی نقل ہے یعنی موت جو اٹل ہے وہ محض تیرے حکم کی ایک نقل ہے اور تیرے
حکم کی تعمیل قضا کے بے خطا تیر کی طرح ہے جس کو کوئی رکاؤ نہیں ۔ (۷۰)
تعدی ۔ ظلم ۔ (۷۱) مسدود ۔ بند ۔ (۷۲) فعلِ متعدی ۔ وہ فعل ہے جو فاعل
اور مفعول دونوں کی خواہش رکھتا ہو ۔ (۷۳) بابِ تفعیل ۔ متعدی ہوتا ہے
اور اس کے سب فعل بھی جس قدر مشتق ہونگے وہ بھی متعدی ہونگے (مفہوم
شعر) ذوق فرماتے ہیں کہ تیرے عہد میں راہِ تعدی بالکل بند ہے اور کوئی
شخص کسی پر ظلم کرنے کی جرأت نہیں کر سکتا اسی واسطے تیرے انصاف کے
زمانہ میں اگر فعل متعدی تفعیل کی گردان کی جاتی ہے تو تمام افعال مشتقہ
لازم ہی ہوتے ہیں نہ متعدی تاکہ تیرے عدل کے خلاف نہ ہو ۔ (۷۴)
سبیل ۔ وہ پانی یا شربت جو راہِ خدا میں وقف کیا جائے ۔ (۷۵) دانہ
ہیل ۔ الائچی کا دانہ ۔ ❖

جب ہوں مخالف ہوا تیرے نشانِ بندوق | نسرِ طائر کو بھی تو مجھے ایک اڑتی ہوئی چیل
مہرۂ پشتِ عدو میں تیرا تیر صف دوز | رشتۂ مہرۂ تسبیح کی مانند دخیل
طائرِ فوجِ عدو کے لئے بہرِ پرواز | تیر کی تیری صدا جیسے کبوتر کو زغیل
وہ قیامت ہے تری فوج کہ شورِ محشر | دم نہ مارے کبھی سن پائے جو گھوڑوں کی صہیل

نالۂ کوک[83] کی ہیبت سے رکھے پھونک کے پاؤں | کوچۂ صور[84] سے گذرے جو دمِ اسرافیل
دوں ترے گھوڑے کو کیونکر میں پری سے نسبت | ق نہ یہ صورت نہ یہ رفتار نہ یہ ڈول نہ ڈیل
گرم جولاں وہ کہاں ہو کے رکھے ہے وسعت | نہ تو میدانِ تصور نہ فضائے تخییل[85]
عرصۂ معرکہ[86] میں گر تجھے اے شاہسوار | اس شبک سیر[87] سے منظور ہو کارِ تعجیل[88]
جائے یوں جیسے ہوا سُم بھی نہ پانی سے ہو تر | نہ ہو پروا اُسے ہے راہ میں تالاب کی جھیل
کوہِ البرز کو سائے میں دبا لے اپنے | ق ہے وہ اے شاہِ فلک تبہ تری رفعتِ فیل[89]

(۷۶) مرغانِ ہوا۔ پرندے۔ (۷۷) نسرِ طائر۔ ایک ستارہ جو آسمان پر گدھ کی شکل میں پر پھیلائے ہوئے ہے۔ (۷۸) مُہرہ۔ منکا۔ (۷۹) صف دوز۔ میدانِ جنگ میں صفوفِ بہادراں میں گھس جانے والا۔ (۸۰) دخیل۔ داخل۔ (۸۱) زفیل۔ سیٹی جو کبوتروں کے اڑانے کے لئے بجائی جاتی ہے۔ (۸۲) صہیل۔ ہنہناہٹ۔ (۸۳) کوک۔ کرنا۔ (۸۴) صور۔ وہ ترم جو اسرافیل علیہ السلام پھونکینگے اور قیامت قائم ہوگی۔ (۸۵) تخییل۔ مراد فضائے خیال۔ (۸۶) عرصۂ معرکہ۔ میدانِ جنگ۔ (۸۷) شبک سیر۔ مراد بادشاہ کا تیز رفتار گھوڑا۔ (۸۸) تعجیل۔ عجلت۔ جلدی کرنا۔ (۸۹) رفعتِ فیل۔ ہاتھی کی بلندی ۔

حملہ آور ہو وہ جس دم تو پٹے جانِ عدو | اُس کی خرطوم[90] ہو دستِ کششِ عزرائیل[91]
تو جو محرابِ عماری[92] میں ہوا جلوہ نما | اُس کے دانتوں[93] پہ خرطوم سے سوجھے تمثیل
خانۂ قوس[94] میں خورشیدِ جہانتاب آیا | دن ہیں کوتاہ ہوئے اور ہوئی رات طویل[95]
نہیں یہ جوشِ گل و لالہ نکل آیا ہے | دادخواہی کے لئے خاک سے خونِ ہابیل[96]
عدل نے تیرے کیا روئے زمیں کو گلزار | آج تک عدل میں کوئی نہ ہوا تیرا عدیل[97]
واسطے دیدۂ بد[99] میں کے ہے یہ عین صلاح | ہو تری نوکِ سناں سرمۂ کوری کو میل[98]

تیر برسائے عدو پر جو کماندارِ قضا
کم نہ فوارے سے ہو تیر وتکی اس کی قندیل[99]

رہ بزنِ[100] نطفۂ بدخواہ ہو اوّل سے قضا
اُس کی پشتِ پدری سے نہ کبھی تا احلیل[101]

محکمہ میں ترے انصاف کے ہوں ہاتھ قلم
دے اگر بھول کے بھی کوئی سرِ حرف کو جھیل

ذوق کرتا ہے سخن تیری دعا پر کوتاہ
ہو گراں خاطرِ نازک پہ مبادا تطویل[102]

عید ہر سال ہو فرخ[103] تجھے باجاہ و جلال
ہوں قوی پایۂ تیرے دوست بصد قدرِ جلیل[104]

جو ضلالت[105] سے ہوں گمراہ وہ اے ظلِ خدا[106]
زلِ اقدام[107] سے ہوں خاک مذلت[108] پہ ذلیل

(۹۰) خرطوم - سونڈ - (۹۱) عزرائیل - نام فرشتۂ موت - (۹۲) عماری - ہودج - (۹۳) قوس - ایک آسمانی برج کا نام - اس شعر میں دن سے مراد ہاتھی دانت اور رات سے مراد سونڈ ہے اور یہ ظاہر ہے کہ سونڈ دانتوں سے طویل ہوتی ہے - (۹۳) داد خواہی - انصاف چاہنا - (۹۴) ہابیل - حضرت آدم علیہ السلام کے بیٹے کا نام جسے حضرت آدم کے دوسرے بیٹے قابیل نے مار ڈالا تھا - (۹۵) عدیل - مقابل و ہمسر - ثانی - (۹۶) بدبین - حاسد - (۹۷) کوری - اندھاپن - (۹۸) میل - سلائی - (۹۹) قندیل - ایک قسم کا ترکش جس میں تیر بہت محفوظ رہتے ہیں - (۱۰۰) (مفہوم شعر) اے بادشاہ تیرے دشمن کا وجود دنیا میں ہو نہیں سکتا اس لئے کہ قضا دشمن کی پیدائش کے نطفہ کو جو پشتِ پدر میں ہے سرِ ذکر تک آنے ہی نہیں دیتی کہ مبادا وہ ماں کے شکم میں جاکر بچہ بن جائے بلکہ پشتِ پدر ہی میں قضا اسے نیست و نابود کر دیتی ہے - (۱۰۱) احلیل - ذکر کی نالی - (۱۰۲) تطویل - لمبا ہونا - طویل ہونا - (۱۰۳) فرخ - مبارک - (۱۰۴) جلیل - بزرگ - اعلیٰ - (۱۰۵) ضلالت - گمراہی - جہالت - (۱۰۶) ظلِ خدا -

خدا کا سایہ مراد ذاتِ بادشاہ۔ (۱۰۷) زل۔ لغزش۔ پھسلنا۔ (۱۰۸) مذلت۔ ذلت۔ خواری ٭

قصیدہ نمبر ۱۵

یہ قصیدہ حضرتِ ذوق نے اکبر شاہ کی مدح میں لکھا جوانی کا عالم تھا۔ شاعری بھی شباب پر تھی۔ منہ سے جو بات نکلتی تھی چمنستانِ سخن کا ایک دلفریب پھول ہوتی تھی۔ سخن فہم و سخن گو دونوں اپنے مشامِ جان کو معطر کر لے۔

یہ قصیدہ بحر رمل مخبون محذوف میں ہے۔ اس کے ارکان فاعلاتن۔ فعلاتن۔ فعلاتن۔ فعلن ہیں ٭

افقِ دل پہ مرے عیش و طرب دونوں بہم
آج یوں آئے سحر جیسے دو پیکر توام

ایک کا ایک سے وہ ربطِ سخن تھا گویا
دو لبِ یار ہیں یا حضرتِ عیسیٰ ہمدم

روشِ ناز پہ ہمدوش تھے یوں جیسے کبھی
لام الف لکھتا تھا اسلام کا یاقوت رقم

ایک تھے دو مصرعِ مربوط بہم دست و بغل
یا کہ پیوند تھے دو نخلِ گلستانِ ارم

مل کے دو تارِ نظر ایک ہوئے تھے دونو
یا وہ اک بہنی کے دو پرتے تھے باہم ہمدم

دونو پیچیدہ بہم ایسے سیہ مستی میں
کوئی مشاطہ بھی یوں گوندھے نہ جعدِ پرخم

ایک معنی کے وہ لفظِ مترادف تھے دو
ایک مضموں کے دو فقرے تھے مگر مستحکم

تھے جڑے دو وہ درِ شہوار کہ ہرگز نہ ملیں
ابرِ نیساں کے سے گر ہیں لاکھ اگر قطرۂ یم

ایسے تھے دونو وہ یکدل کہ دو قالب یکجاں
یک زباں دونو وہ اس طرح کہ جوں چاک قلم

آئے لپٹے ہوئے یوں عالمِ سرشاری میں
نالۂ زیر کی ہمراہ ہو جوں نالۂ بم

(۱) دو پیکر توام۔ دو جسم ایک ساتھ۔ جڑواں۔ (۲) ربط۔ تعلق۔ (۳) ہمدوش۔ برابر۔ متصل۔ (۴) یاقوت رقم۔ ایک مشہو خطاط گزرا ہے۔ (۵) (مفہوم شعر) یا یہ معلوم ہوتا تھا کہ وہ عیش و طرب دو مربوط (ملے ہوئے) مصرعوں کی طرح ایک دوسرے سے متصل اور قریب تھے۔ یا گلستانِ جنت کے دو درخت تھے جنکو باہم پیوند (قلم) لگایا گیا تھا۔ (۶) بینی۔ ناک۔ (۷) پرتو ہ نتھنا۔ (۸) سیہ مست۔ حد سے زیادہ مست۔ (۹) مشاطہ۔ نائن۔ ہار سنگار کرانے والی خادمہ۔ (۹) جعدِ پُر خم۔ چوٹی۔ زلف۔ (۱۰) لفظِ مترادف۔ ایسے الفاظ جن کے معنے یکساں ہوں۔ (۱۱) مستحکم۔ مضبوط۔ (۱۲) دُرِ شہوار۔ بیش قیمت موتی۔ (۱۳) ابرِ نیساں۔ ابرِ بہار۔ نیساں پارسیوں کے ایک مہینہ کا نام ہے جو ماگھ کے لگ بھگ ہوتا ہے۔ اسی ماہ کی بارشوں سے سیپیوں میں موتی پیدا ہوتے ہیں۔ (۱۴) یم۔ سمندر۔ (۱۵) چاکِ قلم۔ شگافِ قلم۔ (۱۶) عالمِ سرشاری۔ عالمِ مستی۔ (۱۷) زیر۔ باریک آواز۔ (۱۸) بم۔ موٹی آواز +

میں نے پوچھا جو سبب ان کے بہم[19] ہونیکا
کیوں مسیحوں کے دل تنگ ہیں معنی ہوں بہ تنگ
آج اس شاہ کے فرزند کی ہے شادی طوئی
کون وہ ظلِ خدا۔ شاہ محمد اکبر
شاہ کا پوچھو جو فرزند تو شہزادہ سلیم
اس لئے عیش و طرب مثلِ قرانِ السعدین[30]
یمن[31] اس عقد نے بخشا ہے جہاں کو ایسا

تو یہ ہاتف[20] نے کہا غیب سے ہو کر ملہم[21]
جب ہے معلوم تو پھر بات رہے کیوں مبہم[22]
کہ شجاعت میں وہ رستم[23] ہے سخا میں حاتم[24]
جسکی ہمت سے ہوں[25] لوزہ گرا رباب ہمم[26]
ہو سلامت رہوی اسکی سلامت منضم[27]
متفق ہو کے پڑھے تہنیت آئے اس دم
جو گرہ آج لگائیں سو ہے لگتی محکم[28]

آج وہ دن ہے مبارک کہ ابھی لائے ثمر | دو درختوں کو جو پیوند لگائیں باہم
دیتا شکلوں میں ہے پھند بدیہ الانتاج | یہ قلم سمجھے نہ تہذیب نہ جانے تعلیم
بزمِ عشرت کی طرف کرتا ہے جو نظارہ | پڑھتا یہ مطلعِ رنگیں ہے وہ ہو کر خرم

(۱۹) بہم ہونا۔ یکجا اکٹھے ہونا۔ (۲۰) ہاتف۔ فرشتۂ غیب۔ (۲۱) ملہم۔ الہام کیا ہوا۔ (۲۲) مبہم۔ پوشیدہ۔ (۲۳) طوبیٰ۔ عروسی۔ (۲۴) رستم۔ ایران کا مشہور بہادر سپاہی۔ (۲۵) حاتم۔ مشہور سخی۔ (۲۶) ظلِ خدا۔ خدا کا سایہ۔ (۲۷) دریوزہ گر۔ بھکاری۔ (۲۸) اربابِ ہمم۔ صاحبِ بخشش۔ (۲۹) منضم۔ ملی ہوئی۔ (۳۰) قِران السعدین۔ دو سعد ستاروں کا ایک برج میں اکٹھا ہونا۔ (۳۱) یُمن۔ برکت۔ مبارکی۔ (۳۲) محکم۔ مضبوط۔ (۳۳) بدیہ الانتاج۔ منطق کی پہلی شکل جس سے نتیجہ بداہتاً نکل آتا ہے۔ (۳۴) تہذیب۔ منطق کی ایک کتاب کا نام۔ (۳۵) سُلّم۔ یہ بھی منطق کی ایک کتاب ہے۔ (۳۶) خرم۔ خوش ہو کر ٭

مطلعِ ثانی

ہے اٹھا عیش کا طوفاں بسرِ ساحلِ یم
زمزمۂ موج کا بربط سے ہوا ہے ہمدم

گنگری کا سا ہے اچھا بہ گلوئے مینا | ہچکیاں قلقلِ مینا جو ہے لیتی پیہم
لو گئے جس سازِ خدا ساز کو آغوش میں آج | تار چھیڑو گے کہ ہر ج کا تو سنو گے پنجم
اثرِ نغمۂ شیریں سے جہاں جھل گیا | کہ سوا راگ کی قسم کے ہے کوئی اور بھی ہم
جن مزامیر کو ہم سنتے تھے واعظ سے حرام | وجد میں آئیں نہیں آج گرا ہوئے محرم
تارِ طنبور بنی آج رگِ سنگِ صفا | بے زباں زمزمہ سازی کرے موجِ زمزم

میں کچھ دور کہ تبدیل ہو کعبہ کا لباس | تاکہ دکھلائی نہ دے صورتِ اہلِ ماتم
دھوم اس شادی کی ہے کہ منقش کی صورت | چھا گیا گلشنِ آفاق پہ ہے ابرِ کرم
رقعہ شادی کا ہے اس رنگ سے تحریر ہوا | کہ جوانانِ چمن آئیں جو مل کر باہم
شاخِ گل پہنے کلائی میں کلی کا کنگنا | ندد جوڑے پہ بسنت اپنا دکھانے عالم

(۳۷) ساحلِ یم۔ کنارِ سمندر (۳۸) زمزمۂ موج۔ آوازِ موج۔ (۳۹) بربط۔ ایک قسم کا باجہ۔ (۴۰) ہمدم ہونا۔ مراد ہم آواز۔ (۴۱) گٹکری۔ وہ پیچیدہ آواز جو گانے والوں کے گلے سے لہرا کر نکلتی ہے۔ (۴۲) پیہم۔ لگاتار۔ (۴۳) کھرج۔ ایک قسم کا سُر۔ (۴۴) پنچم۔ یہ بھی ایک عمدہ سُر کا نام ہے۔ (۴۵) سم۔ موسیقی کی ایک تال میں ایک قسم کا ٹھہراؤ۔ (دوسرے سم سے مراد زہر ہے)۔ (۴۶) مزامیر۔ جمع مزمار کی بجنے باجے۔ (۴۷) آہوئے حرم۔ آہو بمعنی ہرن۔ حرم سے مراد بیت اللہ (مفہوم شعر) واعظ جن باجوں کو خلافِ شرع اور حرام کہا کرتا تھا اگر آج اُن باجوں کو آہوئے حرم (جو غیر ذوی العقول ہیں) سُن لیں تو وجد و حال کی کیفیت اُن پر طاری ہو جائے۔ (۴۸) صفا۔ صفا مکہ معظمہ کے قریب ایک پہاڑی کا نام ہے۔ (۴۹) زمزم۔ مکہ معظمہ کے اُس کنوئیں کا نام جو حضرتِ اسمٰعیل کے پاؤں کی رگڑ سے ظاہر ہوا تھا۔ (۵۰) منڈھا۔ شامیانہ یا سائبان۔

عطر داں ہیں گلِ نرگس تو بھرے عطرِ سہاگ | سارے گل بھرنے لگیں بلبلِ بیتاب کا دم
بل بے تیاری پوشاک کہ چرخِ اطلس | لایا اطلس جو لگانے تو یہاں نکلی کم
یہ گھبراہٹ کی ہے جلدی کہ کھلا جاتا ہے | شکمِ کرمِ بریشم ہی میں تارِ ریشم
یہ چڑھاوے کی ہے کثرت کہ گھٹے ہے ہر صبح | دلدلی پہ گلِ داؤدی کے ہیرے شبنم
اللہ اللہ رے نوشہ ترا عالی رتبہ | جس کی انگلی میں پہنائے گا سلیماں خاتم
ہوئی نوبت کی یہ نوبت کہ سحر اس کی ہے شور | گوشِ افلاک سے بھر لی ہے سو اگوشِ صنم

قلیاں کو بھی گر منہ سے لگا لیتے کوئی | تو وہ بھرتی ہے ہم انفاس کی شہنائی کا دم
پہنچا یا غلغلۂ کوس کا گردوں پہ دماغ | کہ نہیں رکتا ہے سینے میں نہیں بھاتا قدم
آتی اس طرح سے ہے جھانجھ جلاجل کی صدا | کہہ رہا ہے آج کوئی گرلی پہ ہم
کہتا ہر دم ہے یہ نقارچیِ بیرِ فلک | کہ تھا مدت سے دمامہ کا میرے

(۵۱) عطرِ سہاگ - وہ عطر جو سہاگن ہونے کی حالت میں عورتیں لگائیں - (۵۲) دم بھرنا - اظہارِ اطاعت کرنا - (۵۳) خیاطہ - سوئی - دھاگا - ریشم کا تار (اگر با تشدید دوم ہو تو اس کے معنی درزی کے ہیں) - (۵۴) کرمِ بریشم - ریشم کا کیڑا - (۵۵) دُگدُگی - عورتوں کے گلے کا ایک زیور - (۵۶) سلیمان - مرزا سلیمان شکوہ جو اکبر شاہ کے بھائی تھے اور دولہا کے چچا تھے - (۵۷) خاتم - انگوٹھی - (۵۸) نغمہ - آواز - (۵۹) اصم - بہرہ - (۶۰) قلیان - حقہ - (۶۱) شہنائی - نفیری - (۶۲) غلغلۂ کوس - نقارہ کی آواز - (۶۳) جلاجل - جھانجھ - (۶۴) دمامہ - بڑا نقارہ ۔

سلسلے الماس کا نکالیگا وہ اس شادی میں | اس کے سینہ سے جو نکلیں گے باوازِ نسیم
جگمگاتے پولے کے اور سونے کی ٹھلیاں انمیں | صف بہ صف دیکھ کے ان کو یہ پکارا عالم
ہے یہ سلکِ دُرِ شہوار بگوشِ بہجت | یا کہ ہنستی ہے خوشی دانت نکالے پیہم
ہر بیچے پہ یہ جوبن ہے کہ جیسے کوئی شوخ | اپنے اُبھرے ہوئے پستاں پہ چڑھا دے محرم
دیکھ نقلوں کو سبوچوں میں یہ حیران ہے خلق | کہ بھرے موتیوں سے کیونکہ حبابِ لبِ یم
ایسے شیریں کہ اگر رکھے زبان پر ان کو | وصفِ شیریں سخنی پائے زبانِ ابکم
کردوں تحریر جو رنگت کو حنابندی کی | شاخِ گلِ مہندی ہو پھولوں سے ابھی میرا قلم
ہوئے روشن جو کنول شکلِ رخِ آتشناک | آتشیں آئینہ و شمعیں کی ہوئی رقص پہ خم
کاغذی کے پھولوں میں یہ گل کترے تھے | آگیا تھا گلِ صد برگ کا پھر کر موسم
تختِ آرائش اگر دیکھو تو ایسے دلکش | نوجوانانِ چمن جیسے بصد ناز و نعم

(۶۵) آوازِ بم ۔ بلند آواز ۔ (۶۶) چھگڑا ۔ وہ برتن جس میں میوہ اور شربت دولہا کی طرف سے جاتا ہے اور اس کے اوپر رو پہلا کام کیا ہوتا ہے ۔ (۶۷) شلیا ۔ چھوٹا ٹکڑا مشی کا ۔ (۶۸) سلکِ دُرِ شہوار ۔ بیش قیمت موتیوں کی لڑی ۔ (۶۹) بہجت ۔ خوشی ۔ (۷۰) سبوچہ ۔ چھوٹا مٹکا ۔ گھڑا ۔ (۷۱) شوخ ۔ معشوق ۔ (۷۲) محرم ہوگیا ۔ (۷۳) نُقل ۔ شراب کے بعد جو میٹھی شے شرابی کھاتے ہیں ۔ (۷۴) حبابِ لبِ یم ۔ کنارۂ سمندر کے بلبلے ۔ (۷۵) زبانِ ابکم ۔ گونگے کی زبان ۔ (۷۶) حنا بندی ۔ مہندی لگانا ۔ (۷۷) گل کترنا ۔ پھول بنانا ۔ (۷۸) گلِ صد برگ ۔ گیندے کے پھول ۔ (۷۹) نخلِ آرائش ۔ بانس کاغذی کے درخت ۔ (۸۰) غرور و نعم ۔ غرور و ناز ◆

بیاہ کی شب وہ تجمل[1] تھا کہ اللہ اللہ | کہتا تھا دیدۂ انجم[2] سے یہ گردوں[3] برہم
سچ کہو کہتے ہو نظارہ جہاں کا جب سے | کبھی یہ جلوہ ہے دیکھا تمہیں آنکھوں کی قسم
دیکھے دولہا کے نہیں سست حنا بستہ ابھی | ورنہ تھی کھل ہی گئی غنچہ کے کھل جانا بھرم[4]
منہ پہ نوشاہ[5] کے یوں سہرۂ زرتار کی زیب | لٹنے خورشید پہ جوں خطِ شعاعی کی علم[6]
ہوا شبدیز[7] فلک سیر پہ دولہا جو سوار | روز نے صدقہ کیا اشہب[8] و شب نے ادہم[9]
وصف میں اسکے پڑھوں کیونکہ نہ اک مطلع میں | توسن[10] طبع نے اب تیز نکالا ہے قدم

(۸۱) تجمل ۔ آرائش ۔ (۸۲) دیدۂ انجم ۔ ستاروں کی آنکھوں سے ۔ (۸۳) گردوں ۔ آسمان ۔ (۸۴) بھرم کھل جانا ۔ بھید فاش ہونا ۔ (۸۵) نوشاہ ۔ دولہا ۔ (۸۶) علم زدہ ۔ (۸۷) شبدیز ۔ گھوڑا ۔ (۸۸) اشہب ۔ سفید گھوڑا ۔ (۸۹) ادہم ۔ سیاہ گھوڑا ۔ (۹۰) توسن ۔ گھوڑا ◆

مطلعِ ثالث

یار ہمدم نہیں لیکن ہے وہ نسلِ آدم

ہے وہ اُس نسل میں جس اصل میں رخشِ[91] رستم

رمزِ راکب[92] سے ہو آگاہ وہ صرصر[93] رفتار
گذرے گر دل میں توقف[94] تو وہیں جانچے ہے فہم

ہے تو وہ حور شمائل[95] نہیں پر زادۂ[96] حور
خوئے آدم ہے ولیکن نہیں نسلِ آدم

چادریں بچھتا مہتاب[97] کی ہے بسکہ فلک
چاہئے اس کو زمیں پہ نہ گلیم[98] و نہ گلم

نور کے قطرے فلک سے ہیں زمیں پہ برسے
چھوٹتے گنج ستاروں کے کہاں ہیں پیہم

سر اٹھایا یہ ہوائی[99] نے ہے آخر کہ ہوا
شعلہ اس کا علمِ[100] کاہکشاں کا پرچم

ٹہنیاں جھومی ہیں اس رنگ سے نافرماں[101] کی
جیسے رکھے ہوں تراشے ہوئے جامِ نیلم[102]

ہاتھی لڑتے نہ سمجھنا بلے عشرت نے بزور
سر کو دو کوہ کے ٹکرایا ہے مانندِ غنم[103]

نخل پھولا ہوا دم بھر میں نکل آتا ہے
ہے اناروں میں اچنبھے کا تماشا عالم

چھوٹے گھن چکر[104] اس انداز سے کھا کر چکر
چرخ میں آیا جسے دیکھ کے گردونِ دژم[105]

(۹۱) رخش۔ رستم کے گھوڑے کا نام تھا۔ (۹۲) راکب۔ سوار۔ (۹۳) صرصر رفتار۔ مراد تیز رفتار۔ (۹۴) توقف (مراد خیال ٹھہراؤ)۔ (۹۵) حور شمائل حور خصلت۔ (۹۶) زادۂ حور۔ بچۂ حور۔ (۹۷) مہتاب چاندنی۔ (۹۸) گلیم و گلم۔ جھول اور کمبل۔ (۹۹) ہوائی۔ نام ایک قسم کی آتشبازی کا۔ (۱۰۰) علمِ کاہکشاں علمِ ثریا۔ (۱۰۱) نافرمان۔ ایک پھول کا نام۔ (۱۰۲) جامِ نیلم۔ نیلم کے پیالے۔ نیلم ایک مشہور قیمتی پتھر ہے۔ (۱۰۳) غنم۔ مینڈھا۔ (۱۰۴) گھن چکر۔ ایک قسم کی آتشبازی جو چکر کھاتی ہے۔ (۱۰۵) گردونِ دژم۔ اوندھا آسمان ۔

پھولیں کیونکر نہ چمک کر گلِ آتشبازی
شاخ تھی گُل کی قلم بن گئی شورے[106] کی قلم

جھاڑ ابرک[107] کے نہیں چادرِ مہتاب کے ہیں
جڑ تلک لپٹے ہوئے نخلِ گلستانِ[108] ارم

شجرِ طور کا جوں وادیٔ ایمن[109] میں ہو نور
شمع ابرک کے کنول میں ہے دکھاتی عالم

ہیں جو سرگرمیٔ شادی سے فتیلے روشن
تاب[110] کیا خانۂ گیتی[111] میں رہے سایۂ غم

باندھے سو شعلۂ فندق[۱۱۲] بسرِ ہر انگشت
کھولا مصحف[۱۱۳] تو نہے یمن کہ سرِ لوحِ ورق
رُونمائی[۱۱۴] پہ لگی رشک سے زہرہ گانے
ایسی شادی کے تحمّل[۱۱۵] کو لکھے کیا کوئی
جی میں ہے توسنِ[۱۱۶] خامہ کی عناں پھیر کے تیں
جسکے باعث سے منوّر ہے چراغِ خورشید
اسکے دینداری کے نقارہ کی الفت سے صدا
جس سے پوچھو کہ تو آگہ ہے؟ کہیگا کہ بلے[۱۱۸]
مدح میں اسکی رقم کرتا ہوں اک تازہ غزل

پنج شاخوں کو کموں میں نہ کبھی دستِ صنم
اسمِ اعظم تھا عیاں خطِ شعاعی سے رقم
غیرت از چشم کنم روئے تو دیدن ندہم
دھوم ہے جس کی گئی تا سرِ ہفتم طارم[۱۱۷]
مدحِ اکبر شہ ثانی کروں پھر زیبِ رقم
جس کی دولت سے ہے آراستہ بزمِ عالم
از عجم تا بہ عرب اور ز عرب تا بہ عجم
اَنتَ تعرف[۱۱۹] کہو جس سے وہ کہیگا کہ نعم[۱۲۰]
کہ غزلخواں ہے ہر اک آج بجانِ خرّم

(۱۰۷) شورے کی قلم ۔ شورے کی ایک اچھی قسم جو قلم کی سی شکل کی ہوتی ہے اور جو آتشبازی میں استعمال ہوتی ہے ۔ (۱۰۷) جھاڑِ ابرک ۔ عام طور پر بیاہ شادی کے جلوس جورات کو نکلتے ہیں اُن میں ابرک کے بنے ہوئے نہایت خوبصورت جھاڑ بھی ہوتے ہیں جن میں موم بتیاں روشن کی جاتی ہیں ۔ (۱۰۸) نخلِ گلستانِ ارم ۔ جنّتِ ارم کے درخت (اشارہ ابرک کے بنے ہوئے جھاڑوں کی طرف ہے)۔ (۱۰۹) وادیِ ایمن جہاں حضرت موسیٰ کو تجلّی ہوئی تھی ۔ (۱۱۰) تاب ۔ طاقت ۔ (۱۱۱) خانۂ گیتی ۔ جہان ۔ عالم ۔ (۱۱۲) فندق ۔ مہندی لگے ہوئے پوروں سے مُراد ہے ۔ (۱۱۳) (مفہومِ شعر) قاعدہ ہے کہ جب دولھا دولھن کا شادی کے موقعہ پر سب سے اوّل بار منہ دیکھتا ہے تو حصولِ برکت کے لئے قرآن شریف کھولکر سامنے رکھ لیا جاتا ہے ۔ شاعر کہتا ہے کہ جب قرآن شریف کھولا گیا کہ سرِ لوحِ ورق پر خطِ شعاعی سے جو اسمِ اعظم (اکبر) تحریر تھا کیا مبارک اور نیک شگون تھا ۔ (۱۱۴) (مفہوم) زہرہ ۔ (رقاصۂ فلک) رُونمائی کے وقت گانے لگی کہ مجھے تماشائیوں کی آنکھ سے غیرت آتی ہے (دل چاہتا ہے) کہ انہیں تیرا چہرہ دیکھنے کی اجازت نہ دوں

میں ستموں کی بجائے ورم ہی ہوتے ہیں۔ (۱۲۳) چارہ گر۔ معالج۔ (۱۲۴) مشکِ سوذہ۔ پسا ہوا مشک (جو زخم پر چھڑکا جائے تو ناسور بنا دے (مفہوم) اگر ممدوح کی مہربانی چارہ گر (معالج) کی صورت اختیار کرے تو پسا ہوا مشک زخم کے لئے مرہم بن جائے۔ (۱۲۵) سہم مخوف۔ (۱۲۶) ناوک۔ تیر۔ (۱۲۷) رمیدہ۔ بھاگا ہوا۔ (۱۲۸) نہنگ گھڑیال۔ مگرمچھ۔ (۱۲۹) اژدر۔ بڑا سانپ۔ (۱۳۰) قضائے مبرم۔ نہ ٹلنے والی موت۔ (۱۳۱) فروغ۔ رونق۔ ترقی۔ (۱۳۲) اہلِ ستم۔ ظالم۔ (۱۳۳) پیہ ضیغم شیر کی چربی۔ (مفہوم) بادشاہ کے عدل کا ایسا اثر ہے کہ اگر وہ چراغ جس میں بجائے تیل کے چربی ہو اگر جلائے تو ہرن کے بچہ کے سامنے وہ چراغ ہرگز نہیں جل سکتا۔ اس لئے کہ شیر ہرن کے بچے کا دشمن ہے۔ ایسا نہ ہو کہ ہرن کا بچہ ڈر جائے۔ اور یہ امر خلافِ عدلِ بادشاہ ہو۔ (۱۳۴) انبوہ۔ ڈھیر۔ (۱۳۵) نیک شیم۔ نیک عادت۔ (۱۳۶) شبستان۔ محلِ شاہی۔

قصیدہ نمبر ۱۶

یہ قصیدہ حضرت ذوقؔ علیہ الرحمتہ نے اکبر شاہ کی مدح میں لکھا۔ گلزارِ سخن میں وہ رنگ برنگ کے پھول کھلائے کہ تاقیامت اربابِ ذوق کے مشامِ جان کو معطر کرتے رہینگے۔

یہ قصیدہ بحرِ رمل مثمن میں ہے۔ اس کے ارکان فاعلاتن۔ فاعلاتن۔ فاعلاتن۔ فاعلن ہیں ۔

تا نہ بابِ دہر میں ہو فلسفی کا یہ کلام | ہے پئے افلاک لازم نفیِ خرق و التیام
تا نہ محور پہ ہوئے گرم گردش آفتاب | تا نہ قطبینِ فلک تک پہنچے دورِ صبح [illegible]
بحث ہو جب تک نہ ثابت تا سپہرِ ہفت آسماں | ہو ثابت کا سپہرِ ہشتمیں پہ ازدحام

منجمد ہو کر سیانِ طبقہ ہائے زمہریر
آب باراں سے گذر کر منتشر تا ہو شعاع
تا حقیقت کیلئے لطفِ سخن ہووے مجاز
تا کریں روشن معانی و بیاں سحرِ بدیع
تا اَن و لن کے اِذن ہیں فعلِ مستقبل کو نصب
تا کہ علمِ شعر ہو داخل بہ اوزانِ بحور
اور زحافوں کا عمل لے کر ردیف و قافیہ

قطرہ افشاں تا ہمارا ابر ہوں بنکر غمام
انعکاسِ رنگ ہے قوسِ قزح ہائے نظام
صنعتیں ہوں اُس سے پیدا بالمرام و بے مرام
جن سے آیرادِ معانی ہو بہ تحسین الکلام
جازمِ فعلِ مضارع اِن و لَم لَمّا و لام
تا افاعیل و تفاعیل اس سے پائیں انضمام
گر عرب گاہے عجم میں اُنکو ملے موزوں مقام

(۱) فلسفی۔ ماہرِ علمِ فلسفہ۔ (۲) خرق والتیام۔ پھٹنا اور پھر مل جانا (مفہوم شعر) جب تک فلاسفر اس بات کے قائل ہیں کہ آسمان کے لئے پھٹنا اور مل جانا لازم نہیں (ناممکن ہے)۔ (۳) محور۔ گردش کرنے کی جگہ۔ (۴) قطبین قطبِ شمالی و قطبِ جنوبی۔ وہ ستارے جو قطب ستارہ کے گرد گھومتے ہیں اور اس سے بہت کم فاصلہ پر ہیں۔ (۵) سبعہ سیارہ۔ سات سیارے قمر۔ عطارد۔ زہرہ۔ شمس۔ مریخ۔ مشتری۔ زحل۔ (۶) سائر۔ گردش کرنے والا۔ (۷) سپہرِ ہشتمیں۔ آٹھواں آسمان۔ (۸) اژدحام۔ مجمع۔ (۹) زمہریر۔ نام کرۂ سرد (۱۰) غمام۔ بادل۔ (۱۱) انعکاسِ رنگ۔ رنگ کا عکس۔ (۱۲) قوسِ قزح۔ دھنک۔ (۱۳) نظام پانا۔ مراد عالم وجود میں آئے۔ (۱۴) مجاز۔ وہ لفظ جسے اُس کے غیر حقیقی معنوں میں استعمال کیا جائے یعنی لفظ کے وہ معنے جو حقیقی نہ ہوں۔ مثلاً لفظ شیر ایک مشہور درندہ کا نام ہے اور یہی اس کے حقیقی معنے ہیں۔ لیکن جب یہ کہا جائے کہ وہ میدان کا شیر ہے یا اُس شیر نے خوب تلوار چلائی تو یہاں شیر کے معنی بہادر ہیں یہ معنی مجاز کہلاتے ہیں۔ (۱۵) مرام۔ مراد۔ (۱۶) معانی۔ ایک علم کا نام جس کے ذریعے سے معلوم کیا جاتا ہے کہ جو لفظ عبارت میں آیا ہے وہ مقتضائے حال کے مطابق ہے یا نہیں اور مطلوبہ معانی کے ادا کرنے میں جو غلطی ہو اُسے بھی اس علم کے ذریعے سے آگاہی الخ مضمون

کی مشکلات اور بداسلوبی سے واقفیت حاصل ہوتی ہے۔ (۱۷) بیان۔ وہ علم جس میں تشبیہ۔ استعارہ۔ مجاز۔ کنایہ کی مدد سے ایک معنی کو کئی طریق سے ادا کرتے ہیں۔ (۱۸) بدیع۔ انوکھا۔ نیا۔ یہ بھی ایک علم ہے۔ (۱۹) ایرادِ معانی۔ ایراد کے معنی وارد کرنا۔ لانا۔ مراد معانی کا پیدا ہونا۔ (۲۰) بہ تحسین الکلام۔ کلام کی خوبی کے ساتھ۔ (۲۱) اَن۔ لَن۔ کَے۔ اِذَن۔ یہ تمام حروف فعلِ مستقبل کو زبر دیتے ہیں۔ اور فعلِ مستقبل وہ فعل ہے جس میں آنے والا زمانہ پایا جائے۔ اور نصب کے معنے زبر کے ہیں۔ (۲۲) جازم۔ جزم دینے والا۔ اِنْ۔ لَمْ۔ لَمّا۔ لام۔ یہ حروف فعلِ مضارع کے آخر کو ساکن کر دیتے ہیں (جزم دیتے ہیں)۔ (۲۳) افاعیل و تفاعیل۔ اُن چند الفاظ کو کہتے ہیں جنکو عروضیوں نے اوزانِ شعر کے لئے مقرر کر رکھا ہے۔ وہ دس ہیں۔ فعولن۔ فاعلن۔ مفاعلتن۔ متفاعلن۔ فاعلاتن۔ مستفعلن۔ مفاعیلن۔ مفعولات۔ مستفع لن۔ فاع لاتن۔ (مفہوم) جب تک علمِ عروض کے اوزانِ بحور میں فنِ شعر داخل رہے اور ارکانِ افاعیل و تفاعیل شعر کے سبب قائم رہیں (انصرام بمعنے صاف ہونا۔ صفائی پذیر ہونا)۔ (۲۴) زحاف۔ رکنِ شعر میں تغیرات واقع ہو جانے کو کہتے ہیں۔ شعر میں دو حرفوں کے درمیان سے ایک حرف گر جانا۔ ایسے شعر کو مزاحف کہتے ہیں۔ (۲۵) ردیف۔ وہ حروف جو قافیہ کے بعد چند اشعار میں بالالتزام آئیں۔ (۲۶) قافیہ۔ قفو سے مشتق ہے جس کے معنے پے درپے آنے والا۔ بیت کے آخر کا ہموزن لفظ جو ردیف سے پہلے ہوتا ہے۔

تا اطبا و زماں کو ہووے علم طب کے ساتھ
ناخن و حکاک لازع۔ رخوۃ و ثاقب ثقیل
کلیاتِ خمسہ ہوں منطق میں ایسا خوب جیسا
مادی و فاعلی علت کو تا صورت کے ساتھ
تا ریاضی و طبیعی سے بزور یہ فلسفہ

خوبِ نبض و فکرِ بحراں۔ فکرِ الوان و قوام
جبتلک امراضِ مہلک کا اطبا میں ہو نام
یعنی جنس و فصل و نوع و خاصہ اور عرضِ عام
علتِ غائی پہ ہیں اہلِ دانش الصرام
فیلسوفان جہاں علم و عمل میں ہوں کام

تا کہ بیت سعدِ اکبر ہوں فلک پہ اس کی قوت ۔۔۔ تا کہ قضا اور عمل میں شمس کو ہو احتشام
مشتری کو تا منجم کہوے ہے شاید مقیم ۔۔۔ تا کہ ہو دست پنل جوزا فلک پہ شاد کام
حکم ہو برجیس و کیواں کا رواں بر چین و ہند ۔۔۔ تا کہ نہر و ماہ روم و بلخ پر رکھیں مقام
تا خراسان مصر کو بہرام کو ہو ملکِ ترک ۔۔۔ ماوراء النہر پہ ناہید کو تا ہو قیام
تا کہ سے علوم اصطرلاب سے اختر شناس ۔۔۔ اِرتفاعِ ہر ستارہ روز و شب یا صبح و شام
تا زحل کے ساتھ شکل عقلہ و انکیس کو ۔۔۔ زائچہ میں دیتے ہوں صاحبِ دل نسبت مدام
ہوویں اثر عرصۂ ہر برج میں تا بحثِ حکیم ۔۔۔ ہوں مذبذب جبر اور تفویض میں اہلِ کلام

(۲۷) بحران ۔ بیماری کی وہ حالت جب طبیعت اور بیماری میں ایک جنگ ہوتی ہے ۔ (۲۸) الوان ۔ رنگ ہائے مختلف ۔ (۲۹) ناخس ۔ وہ بیماری جس میں معلوم ہوتا ہے کہ بدن میں کوئی سوئیاں چبھو رہا ہے ۔ (۳۰) حکاک ۔ وہ بیماری جو کھجلی پیدا کرے ۔ (۳۱) لاذع ۔ جلن پیدا کرنے والی بیماری ۔ (۳۲) رخوہ ۔ سستی کی بیماری ۔ (۳۳) ثاقب ۔ ایک بیماری کا نام ۔ (۳۴) ثقیل ۔ ایک بیماری کا نام جس میں درد پیدا ہو کر جس عضو میں درد پیدا ہو وہ سوج جاتا ہے ۔ (۳۵) کلیاتِ خمسہ ۔ حکیم ایساغوجی کے مقرر کردہ پانچ کلیات ۔ (۳۶) ایساغوجی ۔ منطق کی ایک کتاب کا نام جو حکیم ایساغوجی کی تصنیف ہے ۔ (۳۷) جنس ۔ وہ کلی ہے جو کئی انواعِ ماہیت میں شامل ہو (کلی ۔ اصطلاحِ منطق میں اُس چیز کو کہتے ہیں جو تمام اجزا پر صادق آئے) ۔ فصل ۔ جو کسی چیز کو ذاتی مشارکت سے تمیز کر دے ۔ نوع ۔ وہ کلی ہے جو ایسے امور پر صادق آئے جن کی ماہیت ایک ہو ۔ خاصہ ۔ وہ وصف جو صرف ایک چیز میں پایا جائے ۔ عرضِ عام ۔ وہ کلی جو کثیر اشیا پر صادق آئے جو مختلف ہوں ۔ (۳۸) علتِ مادی ۔ جو مسبب میں بالقوہ داخل ہو ۔ علتِ فاعلی ۔ وہ علت جو مسبب سے بالقوہ خارج ہو اور اس کی موجد ہو ۔ دوسرے لفظوں میں علتِ تامہ

وہ مادہ یا سامان جس سے کوئی شے بنی ہو۔ علّتِ فاعلی جس نے کوئی شے بنائی ہو۔ (۳۹) علّتِ غائی۔ کسی شے کے بنانے کی غرض اور اس کا فائدہ۔ (۴۰) اِنصرام۔ انجام کو پہنچا۔ انتظام کرنا۔ (۴۱) بیت۔ گھر۔ خانہ۔ (۴۲) سعدِ اکبر۔ مشتری ستارہ کا نام۔ (۴۳) قوس وحوت (کمان و مچھلی) آسمان پر دو برجوں کے نام۔ (۴۴) جوزا وحمل۔ یہ بھی آسمان پر دو برج ہیں۔ (۴۵) شمس بشورج۔ (۴۶) احتشام۔ صاحبِ شکوہ ہونا۔ (۴۷) سُنبلہ۔ آسمان پر چھٹے برج کا نام ہے۔ (۴۸) منجم۔ نجومی۔ (۴۹) منجیم۔ بانجھ۔ (۵۰) برجیس۔ مشتری ستارہ کا نام۔ (۵۱) کیوان۔ زحل۔ (۵۲) تیر۔ عطارد۔ (۵۳) ماہ۔ چاند۔ (نوٹ:۔ کیوان۔ ہند سے متعلق ہے۔ تیر و ماہ۔ روم و بلخ سے تعلق رکھتے ہیں)۔

(۵۵) بہرام۔ یعنی مریخ اس کا تعلق ترکستان سے ہے۔ (۵۶) ماوراءالنہر یہ بھی ایک علاقہ ہے اور اس کا تعلق ناہید یعنی زہرہ سے ہے۔

(نوٹ:۔ تمام سیارے کسی نہ کسی ملک سے تعلق رکھتے ہیں۔ اسی وجہ سے شاعر نے علوم نجوم کی بنا پر جس سیارے کا تعلق جس ملک سے تھا اسے بیان کر دیا)۔

(۵۷) اصطرلاب۔ ستاروں کا فاصلہ وغیرہ دریافت کرنے کا آلہ۔ (۵۸) اِرتفاع۔ بلندی۔ (۵۹) شکلِ عقلہ۔ رمل کی ایک منحوس شکل کا نام۔ (۶۰) انکیس۔ رمل کی ایک شکل کا نام ہے۔ (۶۱) صاحبِ رمل۔ علمِ رمل سے واقف۔ (۶۲) دائر۔ گھومنے والا۔ (۶۳) عرصہ۔ میدان (۶۴) برزخ۔ دو چیزوں کے درمیان کی روک خواہ وہ دونوں یکساں ہوں یا مخالف۔ مثلاً اعراف برزخ ہے بہشت اور دوزخ کے درمیان موت سے لیکر قیامت تک کی مدت۔ مرنے کے وقت سے لیکر تمام قیامت تک کا زمانہ۔ (۶۵) جبر۔ کسی سے کوئی کام زبردستی کروانا۔ اور اس مقام پر جبر سے مراد وہ عقیدہ ہے جسے بعض لوگ تسلیم کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ بندوں کو اپنے کام میں کچھ اختیار نہیں نیکی اور بدی کے لئے وہ خدا کی طرف سے مجبور ہیں۔ (۶۶) تفویض۔ اپنے آپ کو اور اپنے کام کو

خدا کے سپرد کر دینا۔ یہ بھی ایک گروہ کا عقیدہ ہے کہ اپنے تمام کام خدا کے سپرد کر دو اور اپنی ہمت اور کوشش کو کام میں نہ لاؤ۔ (۶۷) اہلِ کلام متکلمین جو مذہبی باتوں کو عقلی دلیلوں سے ثابت کرتے ہیں ✦

رد کریں تا دعولے رویت[۶۸] کو اہلِ اعتزال[۶۹]
محو ہو جبتک کہ جوگی شغلِ استدراج[۷۱] میں
تا کہ سالک مسلکِ تقویٰ میں کرتا ہو سلوک
تا وجودِ پاک سے ابدال[۷۲] اور اوتاد[۷۳] کے
تا خراسان[۷۴] و عراق و زابل و تبریز سے
مدہم[۷۵] پنچم کھرج گندھار دھیوت اور نکھاو
تا کہ فرور دی۔ ایار و آب ایلول[۷۶] اور دئیل
یارب اس کارنہ معالی ہمیشہ ہو فزوں
کون وہ یعنی محمد شاہ اکبر دیں پناہ
زورِ دینداری سے جسکی ہے نکھاتی خود بخود

اور ملاحد[۷۰] وسوسوں سے دینِ نبی کو اتہام
سینہ و سر میں رکھے مرغِ نفس کو اپنے تمام
تا ہے مجذوب مستِ بادۂ غفلت مدام
انتظامِ اہلِ عالم ہووے عالم میں تمام
نغمہ ریزِ فارس آباداں کرے اپنا مقام
لغمۂ ہندی کا ہووے سات سُر سے انتظام
ماہِ شمسی ہو مطابق ہر ولایت میں مدام
دولت اسکی ہو کنیز اقبال ہو لڑکے غلام
نیک صورت نیک سیرت نیک طالع نیک نام
بیخ و بنیانِ ضلال و کفر شکلِ انہدام

(۶۸) رویت۔ دیدارِ خدا۔ (۶۹) اہلِ اعتزال۔ معتزلہ لوگ جو رویتِ لقائے الٰہی کے منکر ہیں۔ اس فرقہ کے لوگ نیکی کو اللہ کی جانب سے اور بدی کو اپنی جانب سے خیال کرتے ہیں۔ (۷۰) ملاحد۔ بے دین۔ فاسق و فاجر انسان۔ (۷۱) استدراج۔ وہ خوارقِ عادت افعال جو کسی غیر مومن سے صادر ہوں۔ (۷۲) ابدال وہ ستر اولیاء اللہ جن کے وجود سے دنیا قائم ہے۔ (۷۳) اَوتاد۔ ایک گروہ اولیاء اللہ کا جو دنیا میں چار ہیں۔ (۷۴) خراسان عراق۔ زابل تبریز۔ یہ تمام مقامات موسیقی ہیں۔ (۷۵) مدہم پنچم کھرج۔ گندھار۔ دھیوت۔ نکھاو۔ یہ موسیقی میں سات سُر ہیں جن پر علمِ موسیقی قائم ہے۔ ان کی ترتیب اس طرح سے ہے۔ کھرج۔ سا

کعب - گندھار - مدھم - پنچم - دھیوت - نکھاد

رے گا ما پا دھا نی

(۷۶) فروردی - شمسی پہلا مہینہ جب آفتاب برج حمل میں ہوتا ہے - (۷۷) ایار - ایک رومی مہینہ کا نام جو ماہ جیٹھ کے لگ بھگ ہوتا ہے - (۷۸) آب - رومی زبان کے پہلے مہینے کا نام جب آفتاب برجِ اسد میں ہوتا ہے - (۷۹) ایلول - رومیوں کے بارھویں مہینہ کا نام جس میں سورج اواسط برج سنبلہ سے اواسط برجِ میزان میں رہتا ہے - (۸۰) اودئیل - ترکی دوسرے مہینہ کا نام - (۸۱) بیخ و بنیان - بنیاد - جڑ - (۸۲) ضلال - گمراہی - جہالت - (انہدام - مٹ جانا) •

کیا تعجب ہے اگر اس کی بہارِ فیض سے
گلشنِ گیتی ہو رشکِ روضۂ دار السلام
مرغزارِ عالم اسکے فیض سے ہے بسکہ سبز
پائے ہے رنگِ زمرد پارۂ سنگِ رخام
کہکشاں سے ہے عصائے نقرئی پیرِ فلک
کرتا ہے وقتِ سواری شکلِ چاوش اہتمام
ہے شمیمِ خلق اگر اس سے تو ہو جائے ابھی
طبلۂ عطار کی صورت معطر ہر مشام
گلشنِ مدح و ثنا سے اسکے اے گلچینِ فکر
لا گلِ مضمونِ تازہ جلد بہرِ اشتمام

(۸۳) روضۂ دار السلام - سرا و تہنیت - (۸۴) مرغزارِ عالم - گلزارِ جہان - (۸۵) زمرد - مشہور قیمتی پتھر - (۸۶) سنگِ رخام - سفید اور نرم پتھر - سنگِ مرمر - (۸۷) عصائے نقرئی - چاندی کا سفید ڈنڈا - (۸۸) چاوش - نقیب - (۸۹) شمیم خلق - خلق کی خوشبو - (۹۰) طبلہ - ڈبہ - (۹۱) مشام - دماغ - (۹۲) گلچین - مالی - (۹۳) اشتمام بمعنی سونگھنا •

مطلعِ ثانی

محترم یوں ذاتِ عالی ہے بہ جمہورِ انام
حلقۂ تسبیح میں جوں سر بر آوردہ امام

مائدہ و مَن و سلویٰ کی کسے ہے احتیاج
مطبخِ عالی سے تیرے سب کو پہنچے ہے طعام

بہرہ ور جمہور سے کوہِ بدخشاں ہے فقط
نیّرِ اجلال کی تیرے نظر عالم پہ عام

غنچۂ تصویر کو بھی مثلِ گل کھلائے چمن
ہے نسیمِ لطف سے تیرے ہوائے ابتسام

ہے عطا دستِ سخا کے سامنے تجھ کو زورِ حکم
ق دستِ قسّامِ ازل سے بسکہ وقتِ انقسام

فیض تیرا ہے کہ پائے خرقۂ ماہی درم
حکم تو ہووے تو ہووے زہر پیدا تشنہ کام

دشمنِ بیدیں کو آبِ خضر بھی زہرآب ہے
اور دمِ عیسیٰ گلے میں جیسے آبِ حسام

پہ ہوا خواہوں کو تیری مرحمت سے خسروا
فیضِ انفاسِ الٰہی ہیں بخوش استشمام

دستِ صحت سے رگِ ہر سنگ کوہ و دشت میں
نبضِ سالم کی طرح جنبش دکھائیگی دوام

دیں مریضوں کو دمِ عیسیٰ تو یوں نکلیں وہاں
قطرۂ ریزش گریں جس طرح سے وقتِ زکام

(۹۴) جمہور یا عام - عام لوگ۔ (۹۵) مائدہ - دسترخوان۔ (۹۶) من و سلویٰ - دو ترنجبین و بٹیر جو حضرتِ موسےٰ کے لئے آسمان سے نازل ہوتے تھے۔ (۹۷) مطبخ - باورچی خانہ۔ (۹۸) بدخشاں لعل کے لئے مشہور مقام۔ (۹۹) نیّرِ اجلال - آفتابِ اقبال - جاہ و جلال کا سورج (۱۰۰) ابتسام - شگفتہ ہونا۔ (۱۰۱) قسّامِ ازل - مراد ذاتِ خدا۔ (۱۰۲) تشنہ کام - پیاسی۔ (۱۰۳) آبِ خضر - آبِ حیات۔ (۱۰۴) زہرآب - آبِ زہر (باعثِ ہلاکت) (۱۰۵) دمِ عیسیٰ اشارہ بہ دمِ مسیح جو زندگی بخش تھا۔ (۱۰۶) حسام - تلوار۔ (۱۰۷) خوشبو سونگھنا۔ (۱۰۸) دوام ہمیشہ

مستفیدِ نور کب ہے شمس سے جرمِ قمر
نیّرِ اقبال سے تیرے جلا لیتا ہے وام

روبرو دستِ کرم کے ہوگی گرد و باد ہے
آبروئے ابرِ گوہر بار ہے ذو الاحترام

گو جو رو کوں میں جو بیٹھے آکے بہرِ عدل و داد
شیر و آہو گھاٹ پانی کے ہوں آپس میں رام

تا نہ آئے زخم عاشق کے دلِ ناکام پر
تیغِ ابرو پہ بتاں رکھتے ہیں وسمہ سے نیام

اب فریدوں تو جو کردے راہِ خونریزی کو بند
ق اور لبوں سے جام کے چھلکے عقیقِ لالہ فام

شانۂ ضحاک کی مانند اک اک [illegible]
مارِ پیچاں جن کے ہونٹے متحد با خطِ جام

بجز انصاف سے تیرے مہر دشت و جبل ۔۔۔ بہرِ غزالہ ناقۂ صالح ہے گویا بے زمام
قصۂ صید اس کا کہہ سکے کوئی معاذ اللہ اگر ۔۔۔ ہو خدا کا قہر نازل اس پہ بہرِ انتقام
آیا جب تیرے مقابل اے نہنگِ بحرِ رزم ۔۔۔ شکلِ خرچنگ کے تئیں پاؤں ہٹ گیا دستانِ سام
گنجِ استقلال پہ ہے قفل اگر تیری سپر ۔۔۔ وقت پہ شمشیر ہے مفتاحِ ابوابِ مہام
جوں عصائے حضرت موسیٰ سرِ دریائے نیل ۔۔۔ نیزہ تیرا لشکرِ اعدا میں کر جاتا ہے کام
ہے خدنگِ تیر تیرا یا ہوا پہ ہے عقاب ۔۔۔ دمبدم دیتے ہے قضا کا آکے اعدا کو پیام
گرد و سدِ سکندر کو کرے چار آئینہ ۔۔۔ آگے تیری تیغ کے ویلی ہے پرکافنہ خام
تیر سے صعبِ ناوک اندازی پہ تیر اندازِ فکر ۔۔۔ مطلعِ برجستہ کو ہے لکھ کے دیتا انتظام

(۱۰۹) جرمِ قمر چاند کا وجود۔ (۱۱۰) نیرِ اجلال۔ آفتاب شان و شوکت۔ (۱۱۱) جلا۔ روشنی۔ (۱۱۲) وام۔ قرض۔ (۱۱۳) گرد و باد۔ گرد و غبار۔ (۱۱۴) ذو الاحترام۔ عزت والا۔ (۱۱۵) رحیقِ لالہ فام۔ شرابِ سرخ رنگ۔ (۱۱۶) ضحاک۔ ایک ظالم بادشاہ تھا جس کے شانوں پر دو سانپ تھے جن کی خوراک انسان کا مغز تھا۔ اس بادشاہ کو فریدوں نے قتل کیا اور ایران و عجم کو اس کے آہنی پنجہ سے نجات دلائی۔ (۱۱۷) غزالہ۔ ہرنی۔ (۱۱۸) ناقۂ صالح۔ حضرت صالح علیہ السلام ایک پیغمبر ہوگئے ہیں۔ ان کی ایک اونٹنی تھی حق تعالیٰ نے اس اونٹنی کی تعظیم کے لئے حکم دیا تو ایک شخص نے اس کی کونچیں کاٹ ڈالیں اور اس وجہ سے اس شخص کی تمام قوم پر عذاب نازل ہوا۔ (۱۱۹) نہنگِ بحرِ رزم۔ جنگ کے سمندر کا مگرمچھ۔ کنایۃً بہادر انسان۔ (۱۲۰) خرچنگ۔ کیکڑا۔ (۱۲۱) دستانِ سام۔ نریمان کے بیٹے زال کے باپ اور رستم کے دادا کا نام۔ (۱۲۲) مفتاح۔ کنجی۔ (۱۲۳) ابواب۔ دروازے۔ (۱۲۴) مہام۔ مہم کی جمع۔ دشوار کام۔ بڑے بڑے کام۔ (۱۲۵) حضرت موسیٰ۔ بنی اسرائیل کے مشہور پیغمبر ہیں جن کے عصا کو حق تعالیٰ نے ایک معجزہ قرار دیا تھا۔ (۱۲۶) سدِ سکندر۔ سکندر کی بنوائی ہوئی مشہور دیوار۔ (۱۲۷) چار آئینہ۔ ایک قسم کا لباسِ جنگ جس میں

کے ہوتا ہے۔ چار تختے لوہے کے بانات یا مخمل میں لپیٹ کر سینے اور پشت پر باندھ لیتے ہیں تاکہ جسم کٹنے سے محفوظ رہے۔ (۱۲۸) وصلی۔ خوشخطی کی مشق کے لئے چند کاغذوں کو ملا لیا جاتا ہے ۔

مطلعِ ثالث

بر سرِ پرواز ہوں جب تیرے شہبازِ[۱۲۹] سہام[۱۳۰]
جوشنِ[۱۳۱] جسمِ عدو میں ہووے دم محبوسِ[۱۳۲] دام

دستِ دہقاں میں فلاخن[۱۳۳] شعلۂ جوّالہ[۱۳۴] ہو
لیں ترے برقِ غضب کا کشتِ اعدا[۱۳۵] پر جو نام

گر سحابِ[۱۳۶] قہر تیرا ہو تگرگ[۱۳۷] افشاں تو ہو
حالِ اہلِ قاف وہ لائے خسروِ عالی مقام

وادیٔ بطحا[۱۳۸] میں جیسے بر سرِ اصحابِ فیل[۱۳۹]
معجزِ طیرِ ابابیل آیا وقتِ انہزام

جنبشِ خامہ سے میرے سرد ہو برقِ جہاں
گر کروں شاہا رقم وصفِ سمندِ تیز گام

ترکتازی میں پڑی تھی اسکی شوخی پر نظر
ابلقِ چشمِ بتاں کی ہو گئی ترکی تمام

صفحۂ عبرا پہ کھائے نقطۂ رومال رشک
دیکھے نقشِ سم جو اسکا جلوہ گر وقتِ خرام

سیرِ عرصۂ طیِ منازل کا لکھوں گر اسکے وصف
حال مستقبل کا داخل فعلِ ماضی میں ہو نام

عرصۂ چوگاں میں جب اس کو بوقتِ معرکہ
لائے جولانی میں دیکھو جنبشِ دستِ لگام

گاہ سرپٹ گر اوڑان اور گاہ میٹھا پویہ
گاہ دُلکی ایبیہ اور گاہ جا کے شاہ گام

(۱۲۹) شہباز۔ بڑا باز۔ (۱۳۰) سہام۔ تیر۔ (۱۳۱) جوشن۔ ایک قسم کا جنگی لباس جس میں لوہے کی کڑیاں یعنی حلقے اور پٹیاں ہوتی ہیں۔ بخلاف زرہ جس میں صرف کڑیاں ہوتی ہیں۔ (۱۳۲) محبوس۔ اسیر۔ (۱۳۳) فلاخن۔ گوپھن۔ (۱۳۴) شعلۂ جوالہ۔ بنٹی کا شعلہ۔ گرد اگرد بہت جلدی پھرنے والا شعلہ۔ (۱۳۵) کشتِ اعدا۔ دشمن کا کھیت۔ (۱۳۶) سحاب۔ بادل۔ (۱۳۷) تگرگ۔ اولہ۔ (۱۳۸) وادیٔ بطحا۔ مراد مکہ معظمہ۔ (۱۳۹) اصحابِ فیل

یہ قرآن مجید کے اُس قصہ کی طرف اشارہ ہے جس میں کہ ابرہہ حبشہ کے عیسائی حاکم نے
کعبہ کی پرستش پر حسد کر کے انلیس کا گرجا بنایا اور جب اس میں باوجود سرگرم مشغول
کے بھی کعبہ جیسی رونق نہ ہو سکی تو کعبہ کی تخریب کے لئے مکہ پر حملہ کی تیاریاں کرنی
شروع کر دیں اور ایک لشکر جرار ہاتھیوں کی ایک کثیر تعداد کے ساتھ بھیجا جو تمام
کا تمام حکم الٰہی سے برباد ہو گیا۔ (۱۴۰) طیراً ابابیل۔ یہ وہ ابابیلیں تھیں جنہوں نے
اپنی چونچ میں پتھروں کی کنکریاں پکڑ کر اصحاب فیل پر گرائیں اور ان کو بھگا دیا۔
(۱۴۱) انہزام شکست۔ (۱۴۲) سمندِ تیز گام۔ تیز رفتار گھوڑا۔ (۱۴۳) ترکتازی
دوڑ دھوپ۔ (۱۴۴) ابلقِ چشمِ بُتاں۔ ابلق سفید و سیاہ گھوڑے کو کہتے ہیں۔
یہاں معشوق کی آنکھیں مُراد ہیں۔ (۱۴۵) صفحۂ غبرا۔ زمین۔ (مفہوم) اگر وہ نقطہ
جو کسی رملی نے کھینچا ہو۔ بادشاہ کے گھوڑے کے سُموں کے نقش جو اُس کے چلنے
سے زمین پر نمودار ہوتے ہیں دیکھ لے تو رشک کھانے لگے کیونکہ اُس نقطہ میں وہ
خوبی نہ ہوگی جو اسپ ممدوح کے سُموں کے نقوش میں موجود ہے۔ (۱۴۶) مفہوم
شعر) اگر بادشاہ کے گھوڑے کے قطعِ سفر میں تیزی کا حال لکھوں تو وہ رفتار جو زمانہ
آئندہ میں ہوگی وہ زمانہ گذشتہ میں طے کر چکا ہوگا یعنی قبل از رفتن رفتار کو طے کر
لیتا ہے۔ (۱۴۷) عرصۂ چوگان۔ پولو کھیلنے کا میدان۔ (۱۴۸) سرپٹ۔ تیز دوڑ۔ (۱۴۹)
اوربان۔ بگٹٹ۔ تیز دوڑ۔ (۱۵۰) میٹھا پوٹہ۔ ہلکی چال۔ (۱۵۱) ابیہ۔ ہلکی دُلکی۔ (۱۵۲)
شاہ گام۔ گھوڑے کا آہستہ چلنا۔

اور اشارہ ہوا گر اس قاف سے اُس قاف پر
فیل کو تیرے یہ بیلدار لگتا ہے جہاں
یا سبب ہے تیلی کا دیا ہے
حلقۂ زلف بتاں کب کھائے ہے پیچ و تاب

اس طرح اڑ جاتے ہیں جوں مرغ نظر بالائے بام
پر جیسے نقشِ قدم اُس کا وہی ہا و ہام
جان لیلیٰ لفتہ دل جگر مسوں شکل تمام
جب نشاط خرطوم کو اپنے کرے ہے وہ کلام

منزلِ توصیف کو کیونکر تری طے کر سکے
دم کہاں پیکِ خرد میں یہ خیال اس کا ہے خام

تہنیت کہہ کے ہی اے ذوقؔ کرتا مختصر
ہو مبارک تجھ کو با عیش و طرب عیدِ صیام

جو کہ ہوں بدخواہ وہ ناشاد اور غمگیں رہیں
اور بہوا خواہوں کے دِل ہوویں ہمیشہ شاد کام

(۱۵۳) شبِ یلدا۔ اندھیری رات۔ (۱۵۴) ماہِ تمام۔ پورا چاند۔ (۱۵۵) لیلیٰ۔ مجنوں کی مشہور معشوقہ۔ (۱۵۶) قیس۔ مجنوں کا اصلی نام۔ (۱۵۷) تفتہ دل۔ دل جلا۔ سوختہ دل۔ (۱۵۸) غمام۔ بادل۔ (۱۵۹) پیچ و تاب۔ بل کھانا۔ (۱۶۰) خرطوم۔ سونڈ۔ (۱۶۱) توصیف۔ وصف۔ خوبی۔ (۱۶۲) پیکِ خرد۔ قاصدِ عقل۔ (۱۶۳) تہنیت۔ مبارک باد۔ (۱۶۴) عیدِ صیام۔ عید الفطر جو ماہِ رمضان کے خاتمہ پر ہوتی ہے۔

قصیدہ نمبر ۱۷

یہ قصیدہ حضرت ذوقؔ نے مرزا سلیم شاہزادہ کی شادی کے موقع پر لکھا۔ جوانی کا عالم تھا طبیعت نے بلند مضامین پیدا کئے تھے۔ ان کی وفات کے بعد منجملہ دوسرے قصائد کے یہ بھی کاغذات میں پایا گیا۔

یہ قصیدہ بحر رمل مخبون مقصور میں ہے۔ ارکان فاعلاتن۔ فعلاتن۔ فعلاتن۔ فعلان ہیں۔

دل کو اس دہر میں ہے گرسنہ نازِ بتاں
نم تیغ اس کو غنیمت ہے کہ دیکھا لبِ ناں

ہوں وہ لب تشنہ کہ میں دامنِ صحرا مجنوں
برقِ پرسوز کا ہاتھ آئے جو طرفِ داماں

وہ نمک سوختہ دل ہوں کہ جسکے نفسِ سرد سے آہ
دم میں تیغ بستہ ہو سو چشمۂ مہرِ درخشاں

میں ہوں وہ شعلۂ جوالہ بزیرِ گردوں
کہ اگر دل کو قرار آئے تو چکر میں ہو جاں

میں وہ مجنونِ جگر تفتہ ہوں جس کے غم فصد
ہر بنِ مو سے عوض خوں کے نکلتا ہے دھواں

چشمِ سوزن سے نہ ہو سلسلۂ زنجیر کا کام
دلِ وحشت زدہ ہے لاغرِ بے تاب و تواں

ہوں وہ افتادہ کہ ہمت کبھی یاور ہو تو ہو
دستگیر آکے عصائے مژۂ مورچگاں

ہوں وہ تصویر سرِ صفحۂ عالم جس پر
مو قلم دو تو کرے کارِ سنان و پیکاں

دل گرفتہ ہوں وہ میں غنچہ ہریں مانند انار
ایک گرہ وا ہو تو صد گرہ ہوں غم دلہاں

ہوں وہ فرسودۂ غم جس کے بچشمِ بینش
کرتا سروِ چمنِ دہر ہے کارِ سوہاں

(۱) گرسنہ۔ بھوکا۔ مراد مشتاقِ نازِ معشوقاں۔ (۲) لبِ نان۔ اشارہ بناز معشوقاں (مفہوم شعر) میرا دل جو اس زمانہ میں نازِ معشوقاں کا طالب ہے۔ اب جبکہ اس نے محبوبوں کے ناز کا مشاہدہ کیا جو اس کے واسطے بمنزلہ نان کے زندگی بخش تھا۔ اور نان کھانے والے کے لئے پانی کی بھی ضرورت ہے لہٰذا اس کو نم تیغ محبوب غنیمت ہے۔ (۳) لب تشنہ۔ پیاسا۔ (۴) طرفِ داماں۔ کنارۂ دامن۔ (۵) خنک دل۔ ٹھنڈے دل والا۔ (۶) سرچشمۂ مہر رخشاں۔ چمکتے ہوئے آفتاب کا سرچشمہ۔ (۷) شعلۂ جوالہ۔ بنیٹھی کا شعلہ (۸) بزیر گردوں۔ زیر آسمان۔ (۹) تفتہ۔ جلا ہوا۔ (۱۰) (مفہوم شعر) میرا وحشت زدہ دل اس قدر لاغر و کمزور ہو چکا ہے کہ اس کے قید کرنے کو سوئی کے ناکے میں جو دھاگا پڑا ہوتا ہے وہ نہ ہو کیونکہ کثرتِ کمزوری کی وجہ سے وہ اس کا بھی متحمل نہیں ہو سکتا۔ (۱۱) افتادہ۔ لاچار۔ عاجز۔ (۱۲) یاور۔ مددگار۔ (۱۳) مژہ۔ پلکیں۔ (۱۴) مورچگاں۔ چیونٹی۔ (۱۵) موقلم۔ بالوں کا قلم جس سے تصویر بناتے ہیں۔ دل گرفتہ۔ مغموم۔ رنجیدہ۔ (۱۶) فرسودۂ غم۔ غموں کا مارا ہوا۔ (۱۷) سوہان۔ ریتی ◆

قطرۂ شبنم کا ہو گل پر تو مری نظروں میں
سنگِ حسرت ہو کے رکھتا ہوں بزیرِ دنداں

میں ہوں وہ کشتہ کہ بیگانہ ہے سبزہ جس سے
اور اگر ہے تو ہے آغشتہ زہرابِ سناں

فلکِ سبز کے نیچے ہوں میں تلوار کا کھیت
آبِ شمشیر مجھے دو کہ یہی ہے مری جاں

ہوں بعفو و رشک جب عمرِ تلف کردہ مجھے | حشر تک ڈھونڈیں تو ممکن نہیں تھا آئے نشاں

ماہِ نخشب کی طرح ہوتا عیاں ہوں سرِ کوہ | اور ابھی پل میں جو دیکھو تو ہیا عینِ نہاں

ہوں وہ سرگشتہ کہ گر ساقیِ دریا خواہوں | حلقۂ دورِ فلاخن ہو بدستِ دہقاں

ہیں گلعذاں کی روش پہ گلِ بازی ہیں ہم | نہ ادھر ہوں نہ ادھر ہوں نہ یہاں ہوں نہ وہاں

دل نے یوں سے کیا رنگ طلا کا روشن | ترشی رو کی سے رخ زرد ہے میرا تاباں

میں وہ گردش زدۂ دہر ہوں جسکا پسِ مرگ | سنگِ تعویذ بھی چکر میں ہو مانندِ فساں

میں وہ ہوں بسملِ جاں خوش شدہ جسکے خون میں | تیغِ قاتل روشِ کشتی تو دریا ہو رواں

(۱۸) کِشت۔ کھیت۔ (۱۹) آغشتہ۔ آلودہ۔ لتھڑا ہوا۔ (۲۰) سنان۔ بھالا۔ (۲۱) عمرِ تلف کردہ۔ وہ عمر جو ضائع کردی گئی ہو۔ (۲۲) ماہِ نخشب۔ حکیم ابن مقنع کا بنایا ہوا چاند جو دن بھر ایک کنوئیں میں رہتا تھا اور رات کو آسمان میں معلق ہو جاتا تھا اور اس کی روشنی ۶ - ۷ میل ہوتی تھی۔ (۲۳) فلاخن۔ گوپھن۔ (۲۴) گل بازی۔ وہ پھول جن کو بطور کھیل کے اِدھر اُدھر اُچھالتے ہیں اور ایک دوسرے پر پھینکتے ہیں۔ (۲۵) تاباں۔ چمکدار۔ (۲۶) گردش زدہ۔ مصیبت کا مارا ہوا۔ (۲۷) سنگِ تعویذ۔ وہ پتھر جو قبر پر رکھ دیا جاتا ہے۔ (۲۸) فساں۔ وہ پتھر جس پر اوزار تیز کرتے ہیں۔ (۲۹) روشِ کشتی۔ مانندِ کشتی۔

اشکِ خونیں ہے مرا آتشِ یاقوت بمن | گرچہ ہوں آب میں لیکن ہوں ہمہ تن سوزاں

دل مرا جاتا ہے جل جل کے جو بن آگ ہوا | طائرِ رنگِ حنا بن کے ہوا ہوں پراں

طفلِ معصوم کا ہے خواب مری موت و حیات | کہ یہی لب مرا خنداں ہے یہی ہے گریاں

وہ سیہ بخت ہوں میں خاک نے جسکی یکسر | ہے سیہ کردیا آئینۂ چرخِ گرداں

میں وہ بیمار ہوں مایوس شفا جس کے لئے | دمِ عیسیٰ نے کیا کارِ نفوسِ ثعباں

اٹھ سکا سر نہ مرا مزرعِ گیتی میں ذرا | دل رہا دانۂ روئیدہ تہِ سنگِ گراں

شرحِ جانسوز سے میری نئے قلیاں کی طرح | کیا عجب نائے قلم سے جو نکل آئے دھواں
دل یونہی یہ تھا کہہ رہا مجھ سے کہ خرد | یوں لگی کہنے کہ بے فائدہ کیوں آہ و فغاں
پھر تو کر غور کہ مداح ہے کس شاہ کا تو | دیکھ وہ ابرِ کرم قلزمِ جود و احساں
وہ شہنشاہ کہ جشن اس کا ہے افلاک کی سیر | ہنستے مہوش ہیں تو کرتے ہیں ستارے افشاں

(۳۰) اشکِ خونیں۔ سرخ آنسو۔ (۳۱) یاقوتِ یمن۔ یاقوت یمنی مشہور ہیں۔ (۳۲) آب۔ آبداری یاقوت۔ (۳۳) پرّاں۔ اڑنے والا۔ (۳۴) خنداں ہنستا ہوا۔ (۳۵) گریاں۔ روتا ہوا۔ (۳۶) سیہ بخت۔ بدنصیب۔ (۳۷) چرخِ گرداں گردش کرنے والا آسمان۔ (۳۷) ثعباں۔ اژدہا۔ (۳۸) مزرعِ گیتی۔ دنیا کا کھیت۔ (۳۹) روئیدہ۔ اگا ہوا۔ (۴۰) قلیان حقہ۔ (۴۱) خرد۔ عقل۔ (۴۲) قلزم سمندر۔ (۴۳) جود بخشش۔ (۴۴) ستارے افشاں کرتے ہیں جھڑتے ہیں۔

ماہ گردوں پہ ہے اور آکے زمیں پہ مہتاب | کثرتِ عیش سے دریا میں ہے شب کو رقصاں
سن کے یہ مژدۂ جاں بخش ہر اک کو یاں تک | شوقِ نظارہ ہوا عام یہ گلزارِ جہاں
دیکھتا ہوں کہ سرِ شاخِ مژہ کاسۂ چشم | رخِ نظارگیاں پہ ہے بنا نرگسداں
آج عالم کا ہے دل شاد کہ جوں عالمِ نور | جلوہ گر ہے سرِ اورنگ بصد شوکت و شاں
ماہِ فرخندہ لقب شاہ محمد اکبر | تاجِ شاہانِ زماں فخرِ سلاطینِ جہاں
دیکھنا ہے دولت و صولت کا جو اُس کے اقبال | دہرِ سرکش کا بھی قد ہو گیا خم مثلِ کماں
مدح حاضر کے لئے حاضرِ دربار ہو ذوق | تو ہے خاقانیٔ ہند اور وہ ہے خاقانِ زماں

(۴۵) مہتاب۔ چاندنی۔ (۴۶) رقصاں۔ ناچنے والی۔ (۴۷) کاسۂ چشم حلقۂ چشم۔ (۴۸) نظارگیاں۔ دیکھنے والے۔ (۴۹) اورنگ۔ تخت۔ (۵۰) دولت و صولت حکومت و دبدبہ۔ (۵۱) خاقانیٔ ہند۔ خاقانی ہند کا ایک نہایت مشہور قصیدہ گو شاعر ہوا ہے۔ یہاں ذوق اپنے آپ کو خاقانی ہند کہتے ہیں۔

مطلع ثانی

پوچھ تو آج فلک سے کہ ہے خورشید کہاں
گر ہے کچھ وزن تو آجائے بسوئے میزاں[۵۲]

تیرے جلوہ کی تجلّی[۵۳] نے جو روشن کیا دل | ہو گیا شمع مرے سینہ میں تارِ رگِ جاں
آستیں اپنی ہلا دے جو ترا دستِ کرم | ہر شکن سے ہو عیاں لُجّۂ[۵۴] بحرِ عماں[۵۵]
کیوں اربابِ ہمم[۵۶] ہوں تری ہمت[۵۷] کے غلام | حق یہی ہے کہ اَلْاِنْسَانُ عَبِیْدُ الْاِحْسَان[۵۸]
گر ملے تیرے خود کھوئے ہے بہانے سوال | کھوئے کس منہ سے کہ پنجہ بھی ہے کھتا مرجاں
تیر خروی ترے حاسد کو جگر خواری ہے | شیر کے بال سے ہے تیز ترا اسکو رگِ پاں
کانپتے میں پڑے ہیبت سے پلنگ[۵۹] اور نہنگ[۶۰] | بحر و بر[۶۱] پر ہے تری تیغ کی بُرّش[۶۲] یکساں
ہے زرہ رکھتی اسی واسطے ماہی تہِ آب | پہنے جوشن ہے نیستاں[۶۳] میں ہر اک شیرِ ژیاں[۶۴]
تیغِ ہندی کو ٹکروں سے ہے ایک اک جوہر | رکھتا در زیرِ نگیں ہے صفحاتِ صفہاں[۶۵]
کوہ پر بیٹھ کے یوں بیٹھے ہے پشتِ ماہی | جیسے ابروئے بتاں ہو تہ آئینہ عیاں

(۵۲) میزان۔ آسمان پر ایک برج ہے۔(۵۳) تجلّی۔ نور۔ چمک۔ (۵۴) لُجّہ۔ بھنور دریا کا وہ مقام جہاں پانی بہت گہرا ہو۔(۵۵) بحرِ عمان۔ ایک سمندر کا نام۔ (۵۶) ارباب ہمم۔ سخی۔ (۵۷) ہمت۔ سخاوت۔(۵۸) اَلْاِنْسَانُ عَبِیْدُ الْاِحْسَان۔ انسان احسان کا غلام ہے۔(۵۹) پلنگ۔ چیتا۔ (۶۰) نہنگ۔ مگرمچھ۔ (۶۱) بحر و بر۔ سمندر و خشکی۔ (۶۲) بُرّش۔ کاٹ۔ (۶۳) نیستان۔ جنگل۔ (۶۴) شیرِ ژیاں۔ شیر مست۔
(۶۵) صفہان مخفف اصفہان۔ ایران کا ایک مشہور شہر ہے۔

تری خنجر کو ملا شہپرِ قدرت سے ہے زور | مرغِ دل ہے عدو کا تیرے آشیانہ میں تپاں
تیرِ ناوک کو ترے دیکھ کے ہے لوٹ رہا | طائرِ قبلہ نما خاک کرے گا طیراں

آتشِ قہر کی ہیبت سے تری نارِ سعیر — رکھتی شعلے سے ہے انگشت بزیرِ دنداں
گنبدِ چرخ ہوا کلبۂ پُر دود اُسے — روح کو سینۂ حاسد میں بجائے خفقاں
تیرا فرمان تھا کہ فرمان برِ دولت کے سوا — ہووے اک برگ نہ پیدا بہ گلستانِ جہاں
ہوئے یہ منکرِ اقبال ترے ناپیدا — کہ چمن میں نہیں اُگتا ہے گلِ نافرماں
ترے مہتابِ کرم سے جو سرِ قلزمِ قہر — پردۂ نور میں اُبلا ہے تنورِ طوفاں
عدل نے تیرے دکھائے ہیں بہم آتش و آب — آب آئینہ میں روشن ہے رخِ برق وشاں
دلِ افگار کا ہے سودۂ الماس علاج — سنگ ہے سنگِ جراحت بسرِ زخمِ جہاں
تیری تاثیرِ محبت نے دیا ہے تریاک — ورنہ تھا زہر دلوں کو خطِ سبزِ خوباں

(۶۶) زاغ۔ کوا۔ (۶۷) زغن۔ چیل۔ (۶۸) طیران۔ اُڑنا۔ (۶۹) نارِ سعیر۔ بھڑکتی ہوئی آگ۔ (۷۰) انگشت بزیرِ دنداں۔ متعجب ہونا۔ (۷۱) کلبہ۔ خانہ۔ (۷۲) پُر دود۔ دھوئیں سے بھرا ہوا۔ (۷۳) فرمان برِ دولت۔ فرمانبردارِ سلطنت۔ (۷۴) نافرمان۔ پھول کی ایک قسم۔ (۷۵) برق وش۔ مانندِ بجلی۔ (۷۶) افگار۔ زخمی۔ (۷۷) سودۂ الماس۔ مراد مرہم الماس۔ (الماس زخم کے لئے سخت ضرر رساں ہے لیکن بوجہ عدلِ ممدوح اس میں شفا کی تاثیر پیدا ہو گئی ہے)۔ (۷۸) سنگِ جراحت۔ ایک نرم سفید پتھر جو زخموں کے لئے نہایت مفید ہے۔ (۷۹) تریاک وہ دوا جو زہر کے اثر کو دور کرے۔

اُفقِ صبح سے کافور کا لے کر مرہم — رکھتا مہتاب ہے بر سینۂ صد چاک کتاں
سرزنش ہونے کی تیری یہاں تک معدوم — کہ نظر آتا نہیں دشت میں کانٹوں کا نشاں
بے تعلق ناقۂ لیلیٰ ہے مگر قیسِ غریب — نہیں دیتا بہ ضیافت سرِ خارِ مژگاں
خسروا تیری توانائیِ اقبال سے آج — ناتوانوں کو ہوئی دہر میں تاب و تواں
مور کا سلسلۂ نقشِ قدم گر ہو کہیں — اپنے حلقہ میں جکڑ لیتا ہے صد پیلِ دماں
آگے جلوہ کے ترے پرتوِ خورشید ہے گرد — آگے رتبہ کے ترے خاک ہے جرمِ کیواں

اس تصور میں جو ہے پیش نظر عالم نور | اُس کو اک مطلع موزوں میں ہوں کہتا میں بیاں

(۸۰) کتان۔ ایک قسم کا باریک کپڑا جس کے متعلق یہ خیال ہے کہ چاند کے سامنے آنے سے پھٹ جاتا ہے۔ (۸۱) سرزنش۔ ملامت۔ (۸۲) بے ملف۔ بغیر چارہ۔ بھوکا۔ (۸۳) قیس۔ مجنوں کا اصلی نام۔ (۸۴) مور۔ چیونٹی۔ (۸۵) پیل دماں۔ غضبناک ہاتھی۔ (۸۶) جرم کیواں۔ زحل کا وجود (جو فلک ہفتم پر ہے)

مطلع ثالث

گر تری[۸۷] ذات نہ ہو کعبۂ اقبال جہاں
آسماں ہووے نہ پھر پھر کے زمیں کے قرباں

ہوس ناصیہ سائی تری خورشید کو روز | مُو کشاں[۸۸] لاتی ہے در پر ترے سرگرداں
مہرگان[۸۹] ہمت عالی کا جو بادل لائے | ایسے نیساں ہے وہ آفاق پہ ہو قطرہ فشاں
جن کی شادابی گوہر کو اگر دیکھے تو دور | طرفۃ[۹۰] العین میں ہو کاہ ربا کا یرقاں[۹۱]
آتش قہر و غضب تیری عیاذاً[۹۲] باللہ | مشتعل ہووے اگر سوئے گلستان جہاں
ہے یقیں صورت نخل گل آتشبازی | نخل فوارہ بھی پانی میں ہے شعلہ فشاں
ماجرے خامہ نے شیریں سخنی کا تری | صورت موج میں دریا کے دیا تھا بزباں
سخن[۹۳] اہل سخن سب سر ساحل تھے کھڑے | دو نو لب اسکے حلاوت سے بہم تھے چسپاں[۹۴]
وصف شوخی ترے توسن[۹۵] کا ہو کس طرح رقم | کہ قلم صفحۂ کاغذ پہ ہے جوں برق طپاں
باندھوں کس طرح سے مضمون سواری میں اسے | تڑپ اُٹھتا ہے کرے جنبش اگر طبع رواں

(۸۷) (مفہوم شعر) اے ممدوح اگر تیری ذات گرامی اہل جہان کیلئے کعبۂ اقبال نہ ہوتی تو آسمان پھر پھر کر زمین کے قربان نہ ہوتا۔ یہی وجہ ہے جو آسمان زمین کے گرد گھوم رہا ہے۔ ہوس ناصیہ سائی۔ پیشانی رگڑنے کی خواہش۔ (۸۸) مو کشاں۔ بالوں سے

پکڑ کر۔ (۸۹) مہرگاں ساتویں مہر کی سولہویں تاریخ جس میں پارسی بڑا جشن کرتے ہیں۔ یہ ساتواں شمسی مہینہ ہے اس وقت آفتاب برجِ میزان میں ہوتا ہے۔ (۹۰) طرفۃ العین۔ ایک دم۔ فی الفور۔ کاہ ربا۔ یہ ایک زرد رنگ کا مہرہ ہوتا ہے۔ اگر اسے خوب چمڑے وغیرہ پر گھس کر گھاس کے تنکے کے نزدیک کریں تو تنکا اس سے آکر چمٹ جاتا ہے جیسے مقناطیس سے لوہا۔ (۹۱) یرقان۔ ایک بیماری کا نام جس سے زردی ہوجاتی ہے۔ (۹۲) عیاذاً باللہ۔ خدا کی پناہ۔ (۹۳) چسپاں چمٹے ہوئے۔ (۹۴) توسن۔ گھوڑا ۔

قلم و حرف نہیں پیشِ نظر ہیں اس دم ۔۔۔ سرِ حاسد سے ہے کل کھیلتا گوئے و چوگاں[95]
کیوں شائستگی اس بادیہ پیما[96] کی ہیں کیا ۔۔۔ تازیانہ[97] ہے بکار اس کو نہ درکار عناں[98]
نہیں انساں ہے مگر کام میں انساں سے فزوں[99] ۔۔۔ پر نہیں پر وہ پری سے ہے زیادہ پرّاں[100]
خسروا سرعتِ رفتار ہو گر مدِّ نظر ۔۔۔ پہلے ہو قاف سے تا قاف سر اسپ دواں
جلوہ گر خانۂ زیں پر ہو پھر اس شان سے تو ۔۔۔ بر سرِ دوشِ صبا جیسے شمیمِ ریحاں[101]
تازیانہ جو لگا دے تو کفل[102] پر اس کے ۔۔۔ اور چمک کر کبھی اُڑ جائے وہ بجلی پرّاں
ابھی کوڑے کی صدا کوہ سے پھر کر نہ چلے ۔۔۔ دہ کئی بار پھرے واں سے یہاں یاں سے وہاں
کیا دکھاؤں ترے ہاتھی کی بلندی شاہا ۔۔۔ آئے کوسوں سے نظر جب تو عیاں راچہ بیاں[103]
جھومتا جھامتا آتا ہے درِ دولت پر ۔۔۔ کہتے ہیں ساقیِ طناز[104] سے یوں بادہ کشاں
سمتِ قبلہ یہ ہے ابر آیا سرِ دوشِ ہوا ۔۔۔ خم پہ خم آج چلے جام نہ آئے بیاں

(۹۵) گوئے و چوگان۔ پولو۔ (۹۶) بادیہ پیما۔ مراد گھوڑا۔ (۹۷) تازیانہ کوڑا۔ (۹۸) عناں۔ باگ۔ (۹۹) فزوں۔ زائد۔ (۱۰۰) پرّاں۔ اڑنے والا۔ (۱۰۱) شمیمِ ریحاں۔ ریحان (پھول) کی خوشبو۔ (۱۰۲) کفل۔ پٹھا۔ (۱۰۳) عیاں راچہ بیاں۔ جو چیز ظاہر ہو اس کے بیان کی ضرورت نہیں۔ (۱۰۴) طنّاز۔ اشاروں میں بات کرنے

والا۔ ناز کرنے والا۔ (۱۰۵) بادہ کشاں۔ شرابی۔ (۱۰۶) بیاں۔ درمیان ◆

اس کی مستک پہ سپر اور وہ لگا بر خرطوم
کریں آنکھوں پہ رقم قوس قزح کا عنواں

اور اگر یہ نہیں مضمون تو کسی مہوش کی
زلف پر گل ہے ویا کاکل عنبر افشاں

اسکے دنداں پہ نہیں غور سے دیکھا میں نے
کشور زنگ میں آئے ہیں فرنگی بچگاں

کیا آنکھوں آگے ترا وصف کہ منہ میں ہیں سیر
پاس آداب سے جوں شعلہ زباں ہے لرزاں

ختم کرتا ہے ثنا تیری دعا پر اب ذوق
کہ زباں کو بس اب آگے نہیں یارائے بیاں

تجھ کو یہ جشن مبارک ہو بصد جاہ و جلال
عقل ہو پیر تری بخت رہیں تیرے جواں

جو دعا گو ہیں ترے ان کی دعائیں ہوں قبول
صبح جشن طرب افزا میں ہو دائم خنداں

اور بر رنگ شب دیجور ترے سب بدخواہ
روسیہ محفل عالم میں ہوں جوں ماتمیاں

(۱۰۷) مستک۔ پیشانی۔ (۱۰۸) لگا بر خرطوم۔ سونڈ کے نقوش رنگیں۔ (۱۰۹) قوس قزح۔ دھنک۔ (۱۱۰) مہوش۔ معشوق۔ (۱۱۱) کاکل عنبر افشاں۔ مراد خوشبودار اور معطر زلفیں۔ (۱۱۲) کشور زنگ۔ ملک حبش۔ (۱۱۳) فرنگی بچگاں۔ فرنگی بچے۔ (۱۱۴) لرزاں۔ کانپتی ہوئی۔ (۱۱۵) یارائے بیاں۔ قوت بیان۔ (۱۱۶) طرب افزا۔ خوشی بڑھانے والا۔ (۱۱۷) خنداں۔ خوش۔ (۱۱۸) شب دیجور۔ اندھیری رات۔ (۱۱۹) ماتمیاں۔ ماتم کرنے والے ◆

قطعہ

خسروا جلوہ ترا وہ طرب افزائے جہاں
کہ جسے دیکھ کے ہو عید بھی قرباں قرباں

حکم دے تو جو شما واسطے قربانی کے
سعد ذابح بھی کرے لے کے چھری کو براں

گاو گردوں نہ فقط خوف سے اس دم کانپے
بلکہ ہو زیر زمیں گاو زمیں بھی لرزاں

تو جو ہو حامئ اسلام تو بت خانہ میں
بت کہیں قصہ نہاں اور کہیں ناقوس افغاں

نیرِ جاہ[126] شب و روز ترا جلوہ فروز ۔۔۔ مہرِ تاباں کبھی ظاہر ہے کبھی ہے پنہاں
قطرہ افشاں ہو اگر تیرا سحابِ ہمت[127] ۔۔۔ دے گئے پنجہ میں گہر بحر سے نکلے مرجاں
اور گہر بھی ہوں وہ خوش آب جنھیں دیکھ کے دُر ۔۔۔ طرفۃ العین میں ہو کاہ رُبا کا یرقاں
نطقِ شیریں[128] ترا وہ ہے کہ ثنا میں اسکے ۔۔۔ تر زباں موجۂ دریا ہو اگر ایک زماں
آبِ دریا میں ہو یہ جوشِ حلاوت پیدا ۔۔۔ لبِ دریا بھی بہم ہو کے ہوں دونو چسپاں
اِس قدر تابعِ فرماں ہے زمانہ تیرا ۔۔۔ نہ ہو گلشن میں بھی روئیدہ گلِ نافرماں[129]

(۱۲۰) قربان قربان۔ نثار۔ (۱۲۱) سعدِ ذابح۔ کواکب کے ایک مجموعہ کا نام ہے جو منازلِ قمر میں سے بیسویں منزل ہے۔ (۱۲۲) بُرّاں۔ تیز۔ کاٹنے والی۔ (۱۲۳) گاوِ گردوں۔ مراد برجِ ثور۔ (۱۲۴) گاوِ زمین۔ وہ بیل جس کی پیٹھ پر زمین خیال کی جاتی تھی اور اس بیل کو مچھلی کی پیٹھ پر کہا جاتا تھا۔ مرکزِ زمین کی قوت۔ (۱۲۵) ناقوس۔ سنکھ۔ (۱۲۶) نیرِ جاہ۔ شان و شوکت کا آفتاب۔ (۱۲۷) سحابِ ہمت۔ سخاوت کا بادل۔ (۱۲۸) نطقِ شیریں۔ شیریں کلامی۔ (۱۲۹) گلِ نافرماں۔ ایک پھول کا نام۔

ہو کے سرسبز بہاراں کرم سے تیرے ۔۔۔ شاخِ پُر گل چمنِ دہر میں ہو شاخِ کماں
بلکہ حیرت کی نہیں جا کہ سرِ شاخِ خدنگ[130] ۔۔۔ روشِ غنچۂ گل ہووے شگفتہ پیکاں
وہ ترا زورِ حمایت ہے کہ جس کے باعث ۔۔۔ ناتوانوں کو بھی ہو دہر میں تاب و تواں[131]
ہل سکیں پھر نہ جگہ سے کبھی گر باندھ رکھیں ۔۔۔ اک تارِ رگِ مور[132] سے سو پیلِ دماں[133]
دیکھ مطبخ میں ترے یہ فلکِ پُر انجم ۔۔۔ کیا عجب صورتِ سرپوش[134] ہو گر قطرہ فشاں
چمن تیرا گلِ سوسن کا پڑا ہے انبار ۔۔۔ گلِ مہتاب[135] کے گلدستے ہیں اسکے دنداں
اُس کی خبر تو گم کسی دلبرِ لیلیٰ وش کی ۔۔۔ جعدِ مشکیں[136] ہے کہ ہے کاکلِ عنبر افشاں
گھوڑی جو ترے توسنِ چالاک کی ہیں ۔۔۔ جنبشِ خامہ بھی ہو موجِ ارم[137] تیری جہاں
وقت کا دیکھے جو دم معرکہ[140] غالب[141] اُس کا ۔۔۔ سرِ حاسد کو رکھے صورتِ گوئے[139] چوگاں[138]

دل میں ہے جوشِ ثنا میں تو نہایت لیکن | دل حوادث سے زمانہ کے ہے بیتاب و تواں
ذوق کرتا ہے ثنا ختم دعا پر تیری | کیا لکھے وہ تیرے اوصاف کو قاصر ہے بیاں

عید اضحیٰ تجھے ہر سال مبارک ہووے
تجھ پہ ہو سایۂ حق اور تیرے سایہ میں جہاں

(۱۳۰) خدنگ۔ تیر (۱۳۱) تاب و تواں۔ طاقت و قوت۔ (۱۳۲) مور۔ چیونٹی۔ (۱۳۳) فیلِ دماں۔ مست ہاتھی۔ (۱۳۴) مطبخ۔ باورچی خانہ۔ (۱۳۵) سرلوش۔ جھکنا۔ (۱۳۶) گلِ مہتاب۔ چاندنی کے (سفید) پھول۔ (۱۳۷) خرطوم۔ سونڈ۔ (۱۳۸) جعدِ مشکیں۔ خوشبودار گوندھی ہوئی چوٹی۔ (۱۳۹) برقِ جہاں۔ کوندنے والی بجلی۔ (۱۴۰) دمِ معرکہ۔ بوقتِ جنگ۔ (۱۴۱) راکب۔ سوار۔ (۱۴۲) گوئے۔ گیند۔ (۱۴۳) چوگان۔ بلا۔ وہ ڈنڈا جو سر پر سے ٹیڑھا ہوتا ہے۔ (۱۴۴) قاصر۔ کوتاہی کرنے والا۔ (۱۴۵) عید اضحیٰ۔ بقر عید۔ بڑی عید۔

قصیدہ نمبر ۱۸

یہ قصیدہ حضرت ذوق نے شاہزادہ جواں بخت کی شادی کی تقریب پر لکھا اور حسبِ دستور نوازشاتِ شاہانہ سے سرفراز ہوئے۔

یہ قصیدہ بحر مضارع اخرب مکفوف مقصور میں ہے۔ اس کے ارکان یہ ہیں۔
مفعول۔ فاعلات۔ مفاعیل۔ فاعلان۔

پائے نہ ایسا ایک بھی دن خوشتر آسماں | کھائے اگر ہزار برس چکر آسماں
ہے بادۂ نشاط و طرب سے لبالب آج | اک عمر سے پڑا تھا تہی ساغر آسماں
دیکھے نہ اس طرح کا تماشا جہان میں | گر ہو تمام چشم تماشا گر آسماں

اترا رہا ہے عطر سے عیش و نشاط کے
بیکھ ہے زمیں بیچاؤں سکے کیونکر آسماں
افراط انبساط سے ہے کیا عجب اگر
مثل حباب جامے سے ہو باہر آسماں
شادی کی اسکی دھوم ہے آج آسماں تلک
تابع زمانہ جس کا ہے فرماں بر آسماں
فرزند شاہ یعنی جواں بخت ذی وقار
تسلیم کو ہے جس کے جھکاتا سر آسماں
ہے اس کی بارگاہ میں مانند چوبدار
حاضر عطائے کاہکشاں لیکر آسماں
اس بیاہ کی نوید سے ہے اسقدر سرور
ہے پیر پر جوانوں سے ہے بہتر آسماں
پھرتا ہے اہتمام میں شادی کے رات دن
مقدور کیا کہ ٹھہر سکے دم بھر آسماں

(۱) خوشتر۔ نہایت اچھا اور عمدہ۔ (۲) بادۂ نشاط و طرب۔ شراب عیش و عشرت۔ (۳) تہی۔ خالی۔ (۴) افراط انبساط۔ کثرت عیش و خوشی۔ (۵) حباب۔ بلبلہ۔ (۶) فرماں بر۔ مطیع۔ (۷) جواں بخت۔ نام شاہزادہ۔ (۸) نوید۔ خوشخبری۔ (۹) مقدور طاقت

فرد حساب صرف سے اس بیاہ کے ہو کم
گو لاکھ جمع و خرچ کا ہو دفتر آسماں
توروں کی پخت ریخ مطبخ عالی میں اس قدر
ہے جس کا ایک تودۂ خاکستر آسماں
اس روشنی کی چند دکھا دیجے پنہیاں
نازاں ہے آفتاب کے پنجہ پر آسماں
ابر بہار دود چراغاں سے تو بہ تو
ہوں سات آسماں کی جگہ ستر آسماں
چشم قمر میں اور بھی ہو روشنی دو چند
کاجل لگائے اسکے دھوئیں سے اگر آسماں
کر ڈالے پارہ پارہ فلیتوں کے واسطے
مہتاب کو سمجھ کے کہن چادر آسماں
یہ کہنہ و سیاہ وہ خوشرنگ تو بہ تو
فائق ہو کیا سبو چہ ساچق پر آسماں
کھلیوں میں ہیں وہ نقل پڑے انکا عکس اگر
لے کہکشاں کی مانگ میں عرق بھر آسماں
آرائش ایسی اور وہ گلہائے رنگ رنگ
انکے ساچق میں غنچۂ نیلوفر آسماں
بنوائے اس میں پھول طلائی و نقرئی
لے لے کے ماہ و مہر سے سیم و زر آسماں

(۱۰) مفہوم شعر۔ اگر آسماں لاکھ جمع خرچ کا دفتر بن جائے لیکن اس شادی کے

اخراجات کی جو فہرست ہے اس سے کم ہوگا۔ (۱۱) توروں کی بحث۔ تورہ بندی کا کھانا جس میں مختلف کھانے ہوتے ہیں۔ (۱۲) مطبخ خاص۔ شاہی باورچی خانہ۔ (۱۳) تودہ خاکستر۔ خاک کا ڈھیر۔ (۱۴) پنجیاں۔ پنجشاخہ۔ مشعل کی ایک قسم جس میں پانچ شاخیں ہوتی ہیں۔ (۱۵) تو بہ تو۔ مراد کثرت۔ (۱۶) کاجل۔ سرمہ۔ (۱۷) فلیتہ۔ بتی۔ (۱۸) ساچق۔ بری (۱۹) طلائی و نقرئی۔ سنہری و روپہلی۔ (۲۰) سیم و زر۔ چاندی سونا ◆

نقارخانہ کی ہے چراغاں سے وہ شکوہ | گویا ہے اک زمین پہ پُر اختر آسماں

کرتا ہے رقص تخت پہ نقارہ خانہ کی | ق شہنائی[۲۱] کی صدا کو جو سن سن کر آسماں

آوازۂ دمامۂ[۲۲] نوبت سے گونج اٹھا | وہ جو سب مکانوں کے ہے اوپر آسماں

دولہا دلہن کی ہے یہ علامت سہاگ کی | آیا ہے اک سہاگ پڑا[۲۳] پہن کر آسماں

جائے عجب نہیں ہے کہ عطر سہاگ کے | شیشے کے شیشہ بھر کے لڑھاوے[۲۴] گر آسماں

یارب ہمیشہ دولہا دلہن میں رہے سہاگ | جبتک کہ ہووے نیچے زمیں اوپر آسماں

سندی کے وصف لکھنے کے قابل نہیں کہ ہے | نیلا سا ایک کاغذ بے مسطر آسماں

جو بُرج آرسے ہے اُٹھکے یہ ہوتا ہے وہ بلند | رکھتا ہے سر پہ مثل گل احمر[۲۵] آسماں

کرتا رہا برات کی شب شام سے نثار | شبنم کی جائے صبح تلک گوہر آسماں

پہنچے براتیوں کے نہ ہرگز ہجوم کو | انجم[۲۶] سے لاکھ جمع کرے لشکر آسماں

(۲۱) شہنائی۔ نفیری (۲۲) دمامہ۔ دھونسا۔ نقارہ۔ (۲۳) سہاگ پڑا۔ کاغذ کا وہ تھیلا جس میں خوشبودار چیزیں دولہا کی طرف سے دلہن کے یہاں جاتی ہیں۔ (۲۴) لڑھانا۔ پانی یا کسی پتلی چیز کا گرا دینا۔ (۲۵) گل احمر۔ سرخ رنگ پھول۔ (۲۶) انجم۔ ستارے ◆

عیش و طرب کے مژدہ کہ کرتا جہاں میں ہے | زہرہ[۲۷] سے اب قران[۲۸] مہ انور آسماں

ہنگام بزم عقد ستاروں کے واسطے | کیا کیا سجے ہیں اوج شرف[۲۹] کے گھر آسماں

ہیں کے بد نظر کے جلانے کے واسطے | انجم سپند[۳۰] آگ شفق مجمر[۳۱] آسماں

جس وقت سہرہ باندھ کے دولہا ہوا سوار / کیا کیا بلائیں لیتا تھا جھک جھک کے آسماں

کرتا تھا اِنْ یَکَادُ کو دم پڑھ کے دمبدم / دُولھا کے مجمرِ آتشِ روشن پہ آسماں

ایسا نہیں جہاں میں کوئی نخلِ آرزو / لالہ ہو آج جس میں نہ برگ و بر آسماں

کرتا ہے شاخِ خشکِ تمنا کو نخلِ سبز / درپردہ مثلِ پردہ بازی گر آسماں

شادی کا اُس کے نورِ بصر کے ہے اہتمام / کرتا ہے جس کا روز طواف در آسماں

وہ شاہِ نامور کہ بہادر شہ اس کا نام / ہو حکم سے نہ اُسکے کبھی باہر آسماں

وہ آفتابی اس کی تجمل جس سے آفتاب / وہ چتر اس کا جس سے نہ ہو ہمسر آسماں

مطلع پڑھوں حضور میں وہ میں جسے کہے / مطلع سے آفتاب کے بھی برتر آسماں

(۲۷) زہرہ۔ مراد دُلہن۔ (۲۸) قِران۔ ملنا۔ (۲۹) مہِ انور مُراد دُولھا۔ (۳۰) بزمِ عقد۔ بزمِ نکاح۔ (۳۱) سپند۔ حرمل۔ کالا دانہ۔ (۳۲) شفق۔ وہ سُرخی جو آسمان کے کناروں پر نمودار ہوتی ہے۔ (۳۳) مجمر۔ انگیٹھی۔ (۳۴) اِنْ یَکَادُ۔ قرآن کی ایک آیت کی طرف اشارہ ہے جس سے نظرِ بد دُور کرتے ہیں۔ (۳۵) آفتابی۔ سائبان ۔

مطلعِ ثانی

تجھ سا زمیں پہ دیکھے جو فرخ فر آسماں[36]
قرباں نہ کیوں زمیں کے ہو پھر پھر کر آسماں

طالع سدا مساعد و عالم سدا مطیع[37] / کوکب[38] ہمیشہ یار ترا یاور[39] آسماں

نہ آسماں سے رتبہ ترا یوں بلند تر / جس طرح کوہسار سے بالاتر آسماں

خطبہ کے واسطے ترے نامِ بلند کے / گر مشتری خطیب ہو تو منبر آسماں

وہ بحرِ بیکراں ہے تری ہمتِ وسیع / ہے بلبلا سا جس کے کنارے پر آسماں

دریا میں قہر تیرا جو طوفاں کرے بپا / بہ جائے مثلِ کشتیِ بے لنگر آسماں

تقریر ترے وہ راست قبائے علوِ جاہ | زیبندہ جس کے واسطے بالا بر آسماں
تیری گہر فشانی دستِ کرم سے ہے | گویا کہ ایک دامنِ پُر گوہر آسماں
چمکائے تیغِ تیز کو اقبال گر ترا | ہو مصقلِ ہلال تو صیقل گر آسماں
یوں دل میں تیرے جلوۂ ذاتِ محیطِ حق | آجائے جیسے آئینہ کے اندر آسماں

(۳۶) فرخ فر۔ مبارک شان و شوکت والا۔ (۳۷) مساعد۔ مددگار۔ (۳۸) کوکب ستارہ مراد نصیب۔ (۳۹) یاور۔ مددگار۔ (۴۰) مشتری۔ ایک ستارہ کا نام جسے سعدِ اکبر بھی کہتے ہیں۔ (۴۱) خطیب خطبہ پڑھنے والا۔ (۴۲) بحرِ بیکراں۔ ناپیدا کنار سمندر۔ (۴۳) راست۔ درست۔ (۴۴) علوِ جاہ۔ بلندیٔ مرتبہ۔ شان و شکوہ۔ (۴۵) بالا تر۔ اچکن وغیرہ کے اگلے حصّہ کا نچلا حصّہ۔ (۴۶) مصقل۔ صیقل کرنے کا آلہ۔ جلا دینے کا آلہ۔ (۴۷) صیقل گر۔ صیقل کرنے والا۔

سرعت میں تیرا رخشِ فلک سیر گیا شہاب | رفعت میں بھی ہے پیلِ جبل پیکر آسماں
شاہا عجب نہیں ترے شبدیز کے لیے | بنوائے ماہِ نو سے رکابِ زر آسماں
پہنچا نہ اس کے کاوے کے انداز کو کبھی | کھاتا رہا زمیں پہ سدا چکر آسماں
انجم ہیں کیا شرر ترے نعلِ سمند کے | ہے بلکہ تیرا گردِ رہِ لشکر آسماں
مانا اگر بلندیٔ شان و شکوہ میں | ق ہاتھی سے تیرے ہو بھی گیا ہمسر آسماں
پر اُس کے نقشِ پا کے مقابل بنا سکے | چار آفتاب ایک جگہ کیونکر آسماں
یہ ذوقؔ کی دعا ہے کہ جب تک زمانہ میں | منسوب ہر ستارے سے ہووے ہر آسماں
بزمِ نشاط و عیش رہے تیرے گھر میں روز | لائے ہمیشہ تیری مرادیں بر آسماں

مارے جگر میں حاسدِ بد خواہ کے ترے
تارِ خطوطِ مہ سے ستو نشتر آسماں

(۴۸) سرعت تیزی۔ (۴۹) رخش گھوڑا۔ (۵۰) شہاب۔ ٹوٹنے والا ستارہ جو

آتش کی مانند آسمان پر چھوٹتا معلوم ہوتا ہے۔ (۵۱) رفعت۔ بلندی۔ (۵۲) پیل تن۔ پیکر۔ پہاڑ کا سا جسم رکھنے والا ہاتھی۔ (۵۳) شبدیز۔ خسرو پرویز کے گھوڑے کا نام۔ عام گھوڑے کے لئے بھی مستعمل ہے۔ (۵۴) سمند۔ گھوڑا۔ (۵۵) تا رِ خطوط مہر۔ کرنیں۔

قصیدہ نمبر ۱۹

یہ قصیدہ حضرت ذوق نے اکبر شاہ کی مدح میں لکھا اس پر نظر ثانی نہیں کی گئی لیکن کس کی مجال ہے جو اس کی خوبیوں کا منکر ہو۔ دریائے سخن ہے جو بہتا ہوا اچھلا جا رہا ہے۔

یہ قصیدہ بحرِ متقارب مقبوض مجتث میں ہے۔

سحر جو گھر میں۔ بشکل آئینہ۔ تھا میں بیٹھا۔ نزار[۱] و حیراں
تو اک پری چہرہ۔ حور طلعت[۲]۔ بشکل بلقیس[۳] و ماہ کنعاں[۴]
پری کی صورت۔ چمن کی رنگت۔ گر اس کا شیوہ۔ تو اس کا جلوہ
زبانِ شیریں۔ بیانِ رنگیں۔ کلامِ رنداں۔ خرامِ مستاں[۵]
انیسِ خلوت۔ جلیسِ[۶] جلوت۔ حریفِ[۸] حکمت۔ ظریفِ صحبت[۹]
بہ بزمِ یاراں۔ بدل[۱۰] بہاراں۔ بابلِ عزلت[۱۱]۔ گلے بداماں[۱۲]
حسیں بشکل و مہ منور۔ عرق[۱۳] کے قطرے ہیں اس میں اختر
ہلال ابرو۔ نگاہ و جادو۔ خدنگ[۱۴] مژگاں و چشم[۱۵] فتاں[۱۶]
بروئے رنگیں۔ نگار بستاں۔ شگوفہ خنداں سگرنہ خنداں
بموئے[۱۷] پیچاں۔ ہے عشق پیچاں۔ جو ہیں پریشاں تو دل پریشاں
وہ گوش پر زیب[۱۸] کج کلاہی[۱۸]۔ جو دیکھو بینی تو یا الٰہی
دہن میں غنچہ۔ لبوں میں گلبرگ[۱۹]۔ روئے روشن میں مہرِ تاباں[۲۰]

نگاہ ساغر کشِ تماشا۔ بیاضِ[21] گردن سراحی آسا
وہ گول بازو۔ وہ گوری ساعد[22]۔ وہ پنجہ رنگیں۔ بخونِ مرجاں[23]
کمر نزاکت سے لچکی جائے کہ ہے نزاکت کا بار اٹھائے[24]
اور اس پہ سو[26] سو لہر کھائے۔ پھر اس پہ ہیں دو[25] قمر فروزاں
وہ ران روشن۔ وہ ساق سیمیں[27]۔ وہ پائے نازک حنا میں رنگیں
وہ قد قیامت۔ وہ فتنہ قامت۔ دلوں پہ شامت جو ہو خراماں[28]
جو نام پوچھا کہا خوشی ہوں۔ جو وصف پوچھا تو دلبری ہوں
سبب جو پوچھا تو ہنس کے بولا کہ ذوق تو بھی عجب ہے ناداں
وہ شاہ جو ہے۔ محمد اکبر۔ جہاں میں رشکِ جم و سکندر
جلوسِ جشن اس کا ہے فلک پہ۔ اسی کے پرتو ہیں سب یہ ساماں
یہ سنتے ہی میں نے بالبداہت[29] لکھا وہ مطلع شفق شباہت[30]
کہ جس کو احسن[31] کہے سخنور۔ پڑھے بہ تحسیں[32] ہر اک سخنداں

(۱) نزار۔ ضعیف۔ لاغر۔ (۲) حور طلعت۔ حور کی طرح کی صورت۔ (۳) بلقیس سبا کی ملکہ جس کی خبر ہدہد حضرت سلیمان کے پاس لایا تھا۔ آخر میں دونو کی شادی ہوگئی۔ (۴) ماہِ کنعان۔ مراد حضرت یوسف علیہ السلام۔ (۵) خرامِ مستاں۔ مستوں کی سی چال۔ (۶) انیس۔ غمخوار۔ (۷) جلیسِ جلوت۔ مجلس میں ہمنشین تھی۔ (۸) حریفِ حکمت۔ حکمائے گوشہ نشین کی دوست تھی۔ (۹) ظریفِ صحبت۔ مجلس میں ایک ظریف کی حیثیت رکھتی تھی ظریف بمعنی دانا۔ خوش طبع۔ (۱۰) بدل بہاراں۔ خوشدل۔ (۱۱) اہلِ عزلت۔ گوشہ نشین۔ (۱۲) گل بداماں۔ ہنسی خوشی رہتی۔ (۱۳) عرق۔ پسینہ۔ (۱۴) خدنگ۔ تیر۔ (۱۵) چشمِ فتاں۔ فتنہ پیدا کرنے والی آنکھ (معشوق کی آنکھ کے لئے آتا ہے)۔ (۱۶) موئے پیچاں۔ پیچیدہ بال۔ (۱۷) پُر زیب۔ نہایت خوبصورت۔ (۱۸) کج کلاہ۔ ٹیڑھی ٹوپی۔ (۱۹) گلبرگ۔ گلاب کی پتی۔

(کی طرح خوبصورت)۔ (۲۰) ہیرتا باں چمکتا ہوا آفتاب۔ (۲۱) بیاض سفیدی۔ (۲۲) سلمہ کلائی۔ (۲۳) موباف۔ مولنگا۔ (۲۴) لہک جانا۔ لچکے کھانا۔ (۲۵) قمر چاند۔ (۲۶) فروزاں روشن (اشارہ بہ پستانِ معشوق)۔ (۲۷) ساقِ سیمیں۔ پنڈلیاں سفید چاندی کی طرح (۲۸) خراماں ہونا بہ ناز سے چلنا۔ (۲۹) بالبداہت۔ مُراد فوراً۔ (۳۰) شفق شباہت۔ مُراد روشن مانندِ شفق۔ (۳۱) احسن بہت اعلےٰ۔ (۳۲) تحسین۔ تعریف۔ (۳۳) سخندان شاعر ۔

مطلعِ ثانی

شہنشہا تیرے سیر پہ دَوراں ہے چتر بن بن کے ہوتا قرباں
کہ ہفت اختر بہ ہفت کشور ہیں آج یکسر مطیعِ فرماں
وہ ہے ترا اخترِ ہمایوں۔ کہ ہو کے روشن چراغِ گردوں
مدام کانپے ہے شعلہ اپنا۔ بزیرِ فانوسِ چرخِ گرداں
سحابِ ہمت جو دُر فشانی کرے بہنگامِ حکمرانی
تو ہو خجالت سے پانی پانی۔ ہوا یہ یکدست ابرِ نیساں
تری عدالت میں ہے یہ قدغن۔ کتاں کو دیکھے نہ ماہِ روشن
وگرنہ ہالہ ہو طوقِ گردن کہ تا ہو دل میں بہت پشیماں
جو تیغ بُرّاں کو اپنی شاہا۔ کرے علم تو بروزِ ہیجا
تو زیرِ دامانِ ابر اپنا دکھائے جلوہ نہ برقِ رخشاں
یہ تیرا خنجر ہے یا کہ شہپر کہ جس کے لگتے ہی دم میں اڑ کر
قفس سے ہوتا ہے تن کے پرّاں ترے مخالف کا طائرِ جاں
ہے عہدِ قرباں میں تیری میموں رکھا بزرگوں نے گسترِ گردوں

لگھلائے گاؤِ زمیں[54] نہ ہیبت۔ کہیں بزیرِ زمیں ہو لرزاں
رکھے گا فغفور[55] چینی خانہ[56]۔ تو حکم دے پے شہ زمانہ
بنا صفاہاں[57] پہ آستانہ کہ بیٹھے دارا[58] بجائے درباں
تری سخاوت کا سُن کے عالم۔ امنڈ پڑا ہے تمام عالم
عرب سے آیا ہے چل کے حاتم[59]۔ بلب سوال و بدست داماں
جو آئیں جنبش میں لعلِ شیریں۔ چمک ہو اُن کی کلامِ رنگیں
تو حکم دیوے تو ہو ویں آئیں۔ تو ہنس کے بولے تو گل ہو خنداں

(۳۴) دَوراں۔ زمانہ۔ (۳۵) ہفت اختر۔ سات ستارے۔ (۳۶) ہفت کشور۔ سات اقلیمیں۔ (۱) چین۔ (۲) ترکستان۔ (۳) ہند۔ (۴) توران۔ (۵) ایران۔ (۶) روم۔ (۷) شام۔ (۳۷) اخترِ ہمایوں۔ مبارک ستارہ۔ مراد خوش بختی و خوش نصیبی۔ (۳۸) چراغِ گردوں۔ مراد آفتاب و ماہتاب۔ (۳۹) شعلہ آسا۔ مانند شعلہ۔ (۴۰) چرخِ گردوں۔ گردش کرنے والا آسمان۔ (۴۱) سحابِ ہمت۔ بخشش کا بادل۔ (۴۲) دُر فشانی کرے۔ موتی برسائے۔ (۴۳) خجالت۔ شرمندگی۔ (۴۴) قدغن۔ ممانعت۔ (۴۵) کتاں۔ ایک قسم کا کپڑا۔ جو چاند کی کرنیں پڑنے سے پھٹ جاتا ہے۔ (۴۶) ہالہ۔ چاند کے گرد کا کُنڈل۔ (۴۷) قلم کرنا۔ برہنہ کرنا۔ (۴۸) روزِ ہیجا۔ روزِ جنگ۔ (۴۹) برقِ رخشاں۔ چمکتی ہوئی بجلی۔ (۵۰) پرّاں۔ اُڑنے والا۔ (۵۱) طائرِ جاں۔ مراد رُوح۔ (۵۲) میموں۔ مُبارک۔ (۵۳) شُترِ گردوں۔ آسمان کا اونٹ۔ (۵۴) گاوِ زمین۔ کہتے ہیں کہ ایک گائے زمین کو اپنے سینگوں پر اٹھائے ہوئے ہے۔ (۵۵) فغفور۔ چین کے بادشاہوں کا لقب۔ (۵۶) چینی خانہ۔ چین کی آرائش و زیبائش کی چیزوں کا ذخیرہ۔ (۵۷) صفاہاں۔ مراد اصفہان۔ ایران کا ایک مشہور شہر۔ (۵۸) دارا۔ ایران کا ایک مشہور بادشاہ جو سکندر کے ہاتھوں قتل ہوا۔ (۵۹) حاتم۔ عرب کا مشہور صاحبِ ہمت و سخاوت۔ (۶۰) بدست

داماں۔ دامن پھیلا گئے۔ (۶۱) لبِ شیریں۔ کنایۃً۔ ہونٹ ۔

جو ہو سوارِ سمندِ[۶۲] تازی۔ کرے تو میدان میں اسپ[۶۳] تازی

تو بچے دورِ فلک کو بازی۔ بپائے گوئے[۶۴] بدستِ[۶۵] چوگاں

وہ تیرا ہے فیلِ کوہ پیکر کہ جس پہ کہتے ہیں سب نظر کر

فلک پہ مُدار ہیں دو اختر و یا نمایاں ہیں اس کے دنداں

ترا جو وصفِ خجستہ[۶۶] شاہا لکھے۔ قلم کو کہاں ہے یارا[۶۷]

ثنا دُعا پر ہے ختم کرتا۔ جو ذوق تیرا ہے تہنیت[۶۸] خواں

کہ روز تجھ کو خوشی ہو افزوں[۶۹]۔ حسود[۷۰] ہوں سرنگوں[۷۱] و محزوں[۷۲]

یہ جشن ہو فرخ[۷۳] و ہمایوں۔ سدا بصد فر و شوکت[۷۴] و شاں

(۶۲) سمندِ تازی۔ عربی گھوڑا۔ (۶۳) اسپ تازی کرنا۔ گھوڑا دوڑانا۔ (۶۴) بپائے گوئے۔ پاؤں کے نیچے گیند۔ (۶۵) بدست چوگاں۔ ہاتھ میں بلا۔ (۶۶) خجستہ۔ مُبارک۔ (۶۷) یارا۔ طاقت۔ (۶۸) تہنیت خواں۔ مُبارک باد دینے والا۔ (۶۹) افزوں۔ زیادہ۔ (۷۰) حسود۔ جمع حاسد مُراد دشمن۔ (۷۱) سرنگوں۔ مغلوب۔ شرمندہ۔ (۷۲) محزوں۔ غمگین۔ ملول۔ (۷۳) فرخ و ہمایوں۔ مُبارک۔ نیک۔ (۷۴) فر و شوکت و شان۔ مُراد جاہ و جلال ۔

قصیدہ نمبر ۲۰

یہ قصیدہ حضرت ذوقؔ نے اکبر شاہ ثانی کی مدح میں لکھا۔ آغازِ جوانی کا کلام ہے افسوس نظرِ ثانی سے محروم رہا۔

یہ قصیدہ بحرِ منسرح مثمن اخرب میں ہے۔ اس کے ارکان مفعول۔ فاعلاتن۔ مفعول۔ فاعلاتن ہیں ۔

خضرِ نصیب کی گر دنیا میں رہبری ہو
اور شاہراہ دل پر چشمِ ہنروری ہو

منظورِ ہر نظر ہوں تب مثلِ آئینہ ہوں
روشن قلم سے میرے آبِ سکندری ہو

تارہ کی طرح چمکے ذرہ میرے سخن کا
اور نام میرا روشن جوں مہر و مشتری ہو

میں رستمِ معانی اور سیستانِ سخن ہے
دیتا جو زورِ قسمت دل کو توناوری ہو

برگشتہ بخت اپنا۔ گر آئے راستی پہ
گردوں بھی سرنگوں پھر دیکھنا سروری ہو

یہ کہہ رہا تھا میں جو۔ یکبار عقل بولی
وہ بات کہہ کہ جس میں میری بھی دلبری ہو

تجھکو خبر نہیں کیا ہے دورِ شاہِ اکبر
رفعت سے پست جسکی شانِ سکندری ہو

ہے فکر کیا جب ایسا فیاض ہو جہاں میں
اور دل کا اسکے مقصد خود بندہ پروری ہو

مثلِ سحاب جاکر باندھے ہوا فلک پہ
جس پہ کہ اسکی چشمِ الطاف سرسری ہو

دربار میں تو اسکے ہو بہرہ یاب جاکر
بہروزی ہو تجھے سے میری اور تیری بہتری ہو

(۱) خضرِ نصیب۔ یہاں شاعر نے نصیب کو خضر کہا ہے جو ایک پیغمبر کا نام ہے جن کے متعلق کہا جاتا ہے کہ وہ زندہ ہیں اور بھولے بھٹکے مسافروں کو راستہ بتلاتے ہیں۔ (۲) مہر۔ سورج۔ (۳) مشتری۔ ایک ستارہ کا نام جسے سعد اکبر بھی کہتے ہیں۔ (۴) رستم۔ ایران کا ایک مشہور پہلوان۔ (۵) سیستان۔ ایک مشہور ملک کا نام جو افغانستان سے متصل ایران کی شرقی حد پر واقع ہے۔ یہی رستم کا وطن ہے۔ اسے زابلستان اور نیمروز بھی کہتے ہیں۔ (۶) رفعت۔ بلندی۔ (۷) فیاض۔ سخی۔ (۸) سحاب۔ بادل۔ (۹) الطاف۔ مہربانی۔ (۱۰) بہروزی۔ بہتری۔ کامیابی۔

لیکن رہِ رسائی اُس وقت ہوگی پیدا
جب خضرِ راہ تیری طبعِ سخنوری ہو

تو بھی تو سوچ دل میں تیرے دُرِ سخن کا
اسکے سوا جہاں میں کون آج جوہری ہو

اُس کی نظرِ تحسین گر ہے تابدار گوہر
پھر نام تیرا روشن مانند انوری ہو

تب بحرِ فکر میں دل غواص ہو کے اترا
معلوم تا کہ سب کو زورِ شناوری ہو

مطلع پہ ہاتھ آیا شہوار بن کے موتی	شرمندہ جس کے آگے صدکان جوہری ہو

(۱۱) سخنوری شاعری۔ (۱۲) دُر بمعنی موتی۔ دُرِ سخن سے مُراد اشعار۔ زوقی۔ (۱۳) تابدار۔ چمکدار۔ (۱۴) انوری۔ فارسی زبان کا ایک بہت بڑا شاعر جو قصیدہ گوئی میں خاص شہرت رکھتا تھا۔ (۱۵) بحرِ فکر۔ فکر و خیال کا سمندر۔ (۱۶) غوّاص۔ غوطہ خور۔ (۱۷) شناوری۔ تیراکی۔ (۱۹) شہوار۔ مُراد بادشاہوں کے لائق۔ دتی

مطلعِ ثانی

شاہا نظر کرم کی جس ذرّہ پہ ذری ہو
وہ آسماں پہ جا کر خورشیدِ خاوری ہو

دیکھی ہے چینِ ابرو آئینۂ جبیں میں	کیونکر نہ تن میں اسکے ہیبت سے تھرتھری ہو
کیا تاب ہے فلک کی جنبش کرے جگہ سے	گر بہرپائے بندی ایماء سرسری ہو
ہے آستانِ دولت ہے سجدہ گاہِ عالم	دل کو تری عقیدت اور ننگ سرکشی ہو
دارا کو تیرے در تک ہو کس طرح رسائی	درباں جو تیرے در کا کرتا سکندری ہو
سورج لگی کا تیرے اک پھول مہرِ انور	قرباں چترِ دولت منہ چرخِ چنبری ہو
باغِ جہاں میں نرگس لے کیوں نہ جامِ زریں	جب ہر گدا کو دیتا اک ساغرِ زری ہو
دکھلائے آبداری جب تیغ شعلہ دم کی	شیروں کے دل میں ٹھنڈا خونِ دلاوری ہو
کشتِ امل کو سیر سیراب کیوں نہ کر دے	ابرِ کرم کی تیری جب فیض گستری ہو
بیٹھے ہیں سعدلت کے وہ شیر ہے تو شاہا	نوشیرواں کو جس سے ہرگز نہ ہمسری ہو
شیوہ ہو سوں کا۔ مہر کرم میں تیرے	تیری گداگری ہو۔ کیوں کیمیاگری ہو
گر آفتاب تیرا ڈالے کرن کو اپنی	تاجِ گدا کا جلوہ جوں تاجِ قیصری ہو
تیری ثنا میں شاہا لکھتا ہوں اب وہ مطلع	جسکی چمک سے کاغذ جوں کاغذِ زری ہو

(۲۰) چینِ ابرو - ابرو پر بل پڑنا۔ شکن پڑنا۔ (۲۰) جبیں پیشانی ۔ (۲۱) تھرتھری لرزہ کپکپی ۔ (۲۲) تاب ۔ طاقت ۔ (۲۳) ایما ۔ اشارہ ۔ (۲۴) اورنگ سروری ۔ تخت شاہی ۔ (۲۵) دارا ۔ ایران کا مشہور بادشاہ جو سکندر کے ہاتھوں قتل ہوا ۔ (۲۶) سکندری مراد بادشاہی ۔ (۲۷) سورج مکھی ۔ ایک پھول جس کا منہ آفتاب کی طرف رہتا ہے۔ (۲۸) مہرِ انور ۔ چمکتا ہوا آفتاب ۔ (۲۹) چرخِ چنبری ۔ کنڈل کی شکل کا سا آسمان ۔ (۳۰) ساغرِ زری ۔ سنہری پیالہ ۔ (۳۱) آبداری ۔ تیزی ۔ چمک ۔ (۳۲) خون ٹھنڈا ہونا ۔ بہادری اور دلاوری جاتے رہنا ۔ (۳۳) کشتِ امل ۔ اُمید کی کھیتی ۔ (۳۴) ابرِ کرم ۔ سخاوت کا بادل ۔ بیشہ ۔ صحرا ۔ جنگل ۔ معدلت ۔ عدل و انصاف ۔ (۳۷) شیوہ طریقہ (۳۸) مفوس ۔ کیمیا گر ۔

مطلعِ ثالث

پابوس نقشِ پا سے ۔ تیرے جو کنکری ہو
جا کر فلک پر اُس کو ۔ تاروں سے برتری ہو

ابرِ کرم سے تیرے کیا دُور ہے کہ شاہا
کشتِ فلک میں پیدا ۔ سرسبزی و تری ہو

سورج کی جو کرن ہے گردوں سے نیم تک
مانندِ عشق پیچاں پھر سر بسر ہری ہو

مریخ کو فلک پر جس تیغ سے ہو ہیبت
دشمن کو بھاگ کر پھر کیا اس سے جانبری ہو

نعرہ سے تیرے ٹوٹے ہیبت کا چاک سینہ
دل پر دلاوری کے ۔ وہ تیغِ حیدری ہو

تیرے سوا جہاں میں کون آج ہے توانا
جو دل کے ناتواں کو دیتا تونگری ہو

جاروب کش ہے تیرے شکوئے خسروی کا
زیبا ہے ماہ کو گر فرمانِ مہتری ہو

خورشید نذر لائے جب افسرِ شعاع سے
منشورِ افسری پر تو تیغِ خسروی ہو

ابر مے تاج بخشی جس دم کرے اشارت
کشتی میں لے کے گوہر وہ افسرِ زری ہو

لائیں پئے سواری۔ توسن کو جب سجا کر | صورت میں ہوئے مُثلی پہ چاند میں کہ ہو

(۳۹) برتری۔ بزرگی۔ (۴۰) کشتِ فلک۔ آسمان کا کھیت۔ (۴۱) مریخ۔ جسے جلادِ فلک کہتے ہیں۔ (۴۲) تیغِ حیدری۔ تلوار حضرت علی کرم اللہ وجہہ۔ (۴۳) مشکوئے خسروی۔ محلِ شاہی۔ (۴۴) مہتری۔ بزرگی۔ مگر یہاں اس کے معنے بھنگی ہونے کے ہیں۔ (۴۵) افسر۔ تاج۔ (۴۶) منشورِ افسری۔ حکمنامہ۔ فرمان۔ (۴۷) توقیعِ خسروی۔ شاہی مہر۔ دستخط۔ (۴۸) افسرِ زری۔ سنہری تاج۔ (۴۹) توسن۔ گھوڑا ٭

چلتا ہوا ہے افسوں اُڑتا ہوا چھلاوہ | پھر اس سے آگے بڑھ کر کیا سحرِ سامری ہو

کیا جوشِ قلمداں دکھلائے شہسواری | جب توسنِ تصور کھاتا سکندری ہو

خاکِ قدم ہو اس کی۔ اہلِ نظر کو سونا | جو نقشِ سُم ہے اس کا وہ مہرِ اکبری ہو

تو اس پہ برسرِ زیں۔ جوں رحل پر ادب سے | اُمّ الکتاب لیکر جبرئیل نے دھری ہو

کس وصف کی ہو سیڑھی ہاتھی پہ تیرے ہودہ | کرتا نہ فیلِ گردوں جس کی برابری ہو

اس طرح جلوہ گر ہے تو برسرِ عماری | برجِ حمل میں جیسے خورشیدِ خاوری ہو

چار آئینہ بدن پر دشمن کے گر سجا ہو | اور سر پہ اُس کے ٹوپی فولاد کی دھری ہو

پر جیسے آئینہ سے تیرِ نگاہ گذرے | یوں غرق اس میں تیری ہر تیر کی سری ہو

کیا سعد و نحس کا یاں رہتے حساب باقی | جب چھائی آسمان پر۔ فرخندہ اختری ہو

ختمِ ثنا ہے کرتا اب ذوق اس دعا پر | تو مدعا پہ اُس کی گر ملتفت ذری ہو

جو ہو ترا دعا گو گلرنگ ہو وہ کھِل کر | بدخواہ اگر ہو خنداں صد رنگ جعفری ہو

ہو سیرِ بخت تیری گر اوجِ میمنت پہ
رفتارِ بختِ اعدا بر رجعِ قہقری ہو

(۵۰) افسوں۔ منتر جادو۔ (۵۱) چھلاوہ۔ بھوت۔ (۵۲) سامری۔ ایک جادوگر کا نام جو حضرت موسےٰ علیہ السلام کے زمانہ میں ہوا۔ (۵۳) سکندری کھانا۔ ٹھوکر کھانا۔ (۵۴)

مہرِ اکبری۔ اکبر بادشاہ کی مہر مراد ہے۔ (۵۵) رحل۔ وہ لکڑی کا چھوٹا سا سٹینڈ (Stand) جس پر قرآن مجید رکھ کر تلاوت کرتے ہیں۔ (۵۶) اُمّ الکتاب۔ مراد قرآن کریم۔ (۵۷) فیلِ گردوں۔ استعارہ از آسمان۔ (۵۸) عماری۔ ہودج۔ (۵۹) بُرجِ حمل۔ آسمان کے بُرجوں میں سے پہلا بُرج۔ اس کی شکل مینڈھے کی ہے۔ جس روز سورج اس بُرج میں داخل ہوتا ہے تو اسے شرفِ آفتاب کہتے ہیں۔ (۶۰) چار آئینہ۔ ایک قسم کی زرہ کا نام جس میں فولاد کے چار تختے بانات یا مخمل میں مڑھ کر سینہ اور پشت کے گرد لگاتے ہیں۔ (۶۱) سعد و نحس۔ مُبارک اور منحوس۔ (۶۲) فرخندہ اختری۔ خوش نصیبی۔ (۶۳) ملتفت۔ متوجہ۔ (۶۴) صد برگ۔ گیندے کا پھول۔ (۶۵) جعفری۔ زرد گیندے کا پھول۔ (۶۶) میمنت۔ سعادت۔ برکت۔ (۶۷) رجعتِ قہقری۔ اُلٹے پاؤں چلنا۔ پچھل ہٹی رفتار۔

قصیدہ نمبر ۲۱

یہ قصیدہ حضرت ذوقؔ نے اکبر شاہ ثانی کی مدح میں لکھا۔ یہ قصیدہ بھی نظرِ ثانی کی برکتوں سے محروم رہا۔

یہ قصیدہ بحر مضارع اخرب مکفوف محذوف میں ہے۔ اس کے ارکان یہ ہیں۔ مفعول۔ فاعلات۔ مفاعیل۔ فاعلن۔

گردش میں چشمِ مست کی ہو دل مرا گرہ
ہو کھولے ٹوٹے دانہ کی یوں آسیا گرہ

سینہ میں دل اگر نہ گرہ تھا تو کس لئے
ہر اشک میری آنکھ سے ہو کر گرا گرہ

اپنا دلِ گرفتہ چمن میں نہ وا ہوا
غنچہ ہزار جا پہ کھلا اللہ ہوا گرہ

چلتا نہیں ہے پنجۂ مژگاں کا کچھ عمل
ہے ایسی چشمِ تر سے بہم آشنا گرہ

قمری ہے لائی چاکِ گریباں چمن میں آہ | اے سروِ گل ہے دے سرِ بندِ قبا[6] گرہ
ہوں وہ گرفتہ دل[7] کہ مژہ پر ہجومِ اشک | ہوتا ہے شکلِ خوشۂ انگور آ گرہ
نیں مجمر[8] فنا میں ہوں کیا دانۂ سپند[9] | کھولے ہے کارِ بستہ کی میری صدا گرہ
تصویرِ غنچہ[10] ہوں چمن روزگار میں | وا کر سکے گی میری بھلا کیا صبا گرہ
مرقد پہ میرے طرۂ شمشاد کی طرح | پھوٹیگی نخلِ شمع میں بھی جا بجا گرہ
آیا ہوں میں سرشت[11] میں لیکر گرفتگی[12] | ہو وینگے استخواں[13] بہ گلوئے ہما[14] گرہ

(۱) دلِ گرہ ہونا۔ مراد مغموم۔ رنجیدہ۔ (۲) آسیا چکی۔ (۳) گرہ۔ گانٹھ۔ (۴) گرفتہ افسردہ۔ رنجیدہ۔ (۵) وا ہونا۔ شگفتہ ہونا۔ (۶) قبا۔ اچکن۔ ایک مشہور لباس۔ (۷) گرفتہ دل۔ مغموم۔ (۸) مجمر۔ انگیٹھی۔ (۹) سپند۔ حرمل۔ کالا دانہ۔ (۱۰) تصویرِ غنچہ۔ اس میں اضافت مقلوبی ہے یعنی غنچۂ تصویر۔ (۱۱) سرشت۔ پیدائش طینت۔ (۱۲) گرفتگی۔ افسردگی۔ (۱۳) استخوان۔ ہڈیاں۔ (۱۴) ہما۔ ایک مشہور پرندہ کا نام جو نہایت مبارک خیال کیا جاتا ہے اس کی خوراک ہڈی ہے۔

رہویگا شکلِ دستِ حنا بستہ حشر تک | قاتل کے دستِ دل میں مرا خوں[15] بہا گرہ
گر میں گرفتہ[16] دل ہوں تو جوں دانۂ انار | محفل میں ہوگا خندۂ[17] دنداں نما گرہ
میں عکس اپنا دوں تو ہو جوہر[18] سے آئینہ | جوں دامِ موج وشکلِ خطِ بوریا گرہ
عکسِ دلِ فسردہ[19] سے مینائے بزم مے | رہ جائے شکلِ دانۂ انگور کھا گرہ
یہ زہرِ غم چڑھا ہے کہ سبزہ[20] بزیرِ زلف | مو مجھ سے یوں کہ زہر کی تھا یہ بلا گرہ
میں دل گرفتہ آہ اگر کارواں میں ہوں | حیرت سے اینٹھ کر ہو زبانِ[21] درا گرہ
رویا میں شکلِ شیشہ[22] کبھی کھول کر نہ دل | میرے گلوں میں گریہ ہمیشہ رہا گرہ
دل بستگی کا اپنے قلمبند کرکے حال | بازو پہ مرغِ دل کے اگر دوں لگا گرہ
کھائیں کبوتراں[23] گرہ باز کی طرح | سینہ سے آن کر سرِ دوشِ ہوا گرہ

وہ دل گرفتہ ہوں کہ اگر نکلے ناہن سے — جوں غنچہ ہو رہوں بہ جبینِ صبا گرہ

(۱۵) خون بہا۔ قیمتِ خون۔ (۱۶) گرفتہ دل۔ مغموم۔ رنجیدہ۔ (۱۷) خندہ نما تنہا۔ مراد ہنسی۔ (۱۸) جوہر آئینہ۔ مراد چمک۔ آب و تاب۔ (۱۹) دل فسردہ۔ رنجیدہ مغموم۔ (۲۰) سبزہ زیرِ زلف۔ خطِ محبوب جو زلف کے نیچے ہے۔ (۲۱) درا۔ گھنٹہ جو قافلہ میں بجتا ہے۔ (۲۲) شیشہ۔ مراد شیشۂ شراب۔ (۲۳) کبوترانِ گرہ باز۔ وہ کبوتر جو کھیلتے ہیں ✦

پھیلاؤں گر شمیمِ مضامیں کو ہند میں — ہووے ختن میں نافۂ مشکِ خطا گرہ

رجعت سے نجمِ بد کی مری ماہیِ سپہر — خرچنگ بن کے بیٹھ رہے لیک جا گرہ

پیا ہوں سو گرہ اگر اک دل سے کھولئے — جوں کوکنار لالہ و تخمِ حنا گرہ

گہنا نا ماہ رو کا ہے کتنا کہ دیکھیو! — قینچی کی طرح کترے ہے چرخِ دوتا گرہ

آہیں تو کھینچیں سینۂ صد چاک سے بہت — ق کھلتی تھی میرے دل کی مگر کیا بھلا گرہ

سوزن کا رشتہ بن کے کھچا جنتری میں آہ — ہے زیرِ پائے رشتہ بپا دوسرا گرہ

قطرے خونِ دل کے ہوں سب سو گرہ عیاں — ایک آبلے سے دل کے جو کھولوں ذرا گرہ

یہ عقدہ مثلِ ابروئے خوبانِ کینہ جو — ہے ڈالتا بہ ناخنِ عقدہ کشا گرہ

رمال قرعہ ڈالے جو اس عقدہ پر تو ہو — انگلی سے پوری پوری ہیں اسکی جدا گرہ

ہر قطرۂ سرشک مرے روئے زرد پر — خاطر گرفتگی سے ہے جوں کہربا گرہ

(۲۴) شمیم۔ خوشبو۔ (۲۵) ختن۔ ایک مقام کا نام جہاں کا مشک نہایت مشہور ہے۔ (۲۶) نجم بد۔ بدبختی۔ بدنصیبی۔ (۲۷) ماہیِ سپہر۔ برجِ حوت۔ (۲۸) خرچنگ۔ کیکڑا۔ مراد برجِ سرطان۔ (۲۹) کوکنار۔ وہ پوست جس میں خشخاش کے دانے ہوتے ہیں۔ (۳۰) گہنا نا۔ گہن لگنا۔ (۳۱) چرخِ دوتا۔ آسمانِ خمیدہ۔ (۳۲) جنتری۔ ایک لوہے کا ٹکڑا ہوتا ہے جس میں چھوٹے بڑے متعدد سوراخ ہوتے ہیں۔ اس میں تار

کو کچھ کم بڑھاتے ہیں۔ (۳۳) خوبانِ کینہ جو۔ دشمنی طلب معشوق۔ (۳۴) سرشک آنسو۔ (۳۵) خاطر گرفتگی۔ غم۔ رنجیدگی۔ (۳۶) کہربا۔ ایک زرد رنگ مہرہ ✦

یارب وہ شانہ پاؤں کہاں میں جو مل سکے آہ
سے کھول شکل عقدۂ زلف دوتا گرہ

وابستہ تارِ موئے میاں ہوں شکلِ ناف
چشم کشادِ کار رکھے مجھ سے کیا گرہ

نقطہ کی طرح مرکزِ گردش رہا صدا
میں تھا مگر بہ دائرۂ دید پا گرہ

دل تھا گرہ خیال میں جو آکے عقل نے
یوں کھول دی بہ ناخنِ فکرِ رسا گرہ

اس آفتاب پر تو نظر کر کہ جوں تگرگ
پل بھر میں اک زمانے کی ہے کھولتا گرہ

وہ کون یعنی اکبر ثانی کہ جس نے وا
تیرے بھی کامِ دل سے ہے کی بارہا گرہ

گل کی گرہ بہار کرے گر صبا نے وا
وہ کھول دے دلوں کی بہ فضلِ خدا گرہ

لایا ہوں بہر نذر میں وہ دُرِ آب دار
ہو جس کو دیکھ آپ دُرِ بے بہا گرہ

جوں برق لکھ کے مطلعِ برجستہ خامہ نے
مطلع سے آفتاب کے دی ہے لگا گرہ

(۳۷) شانہ۔ کنگھی۔ (۳۸) تارِ موئے میان۔ تارِ موئے کمرِ محبوب۔ (۳۹) چشم کشادِ کار۔ امیدِ کشائشِ کار۔ (۴۰) گرہ تھا۔ مراد بستہ و مقید۔ (۴۱) خیال۔ مراد تصور۔ (۴۲) تگرگ۔ اولہ۔ (۴۳) کامِ دل۔ مقصدِ دل۔ (۴۴) دُرِ آب دار۔ چمکدار موتی۔ مراد شعرِ ذوق۔ (۴۵) برجستہ۔ درست۔ ٹھیک۔ (۴۶) مفہوم مصرعہ۔ یعنی مثلِ مطلعِ آفتاب روشن ہے ✦

مطلع ثانی

مہ طلعتوں میں حسن سے کی تو نے وا گرہ
کیوں میرے دل میں خالِ سویدا رہا گرہ

کھل جائے نامِ پاک سے اک آن میں ابھی
گر ہووے کوہِ مردہ دل کو وہ صفا گرہ

بہت ہے تیرے نطق[50] کے تمالا[51] لئے ہے | دعوے کے لب پہ آ سخن دُعا گرہ
ایسے جو اس کو آپ فصاحت کرے ولی | لکنت[52] میں زبان پہ دیوے لگا گرہ
ہے سحاب جود[53] سے گلشن میں صبح دم | ہے مشتِ زر ہے غنچۂ گل باندھتا گرہ
گر دل خنک کی جان فرو بستہ مثل کے ہو | مابین کوہ قاف میانِ شتا[54] گرہ
تو ناخنِ نگاہ سے مانندِ آفتاب | دے کھول دم میں دیکھ کے یہ ماجرا گرہ
کھولے میں کار بستۂ عالم ہے دانو وار | تیری ہوائے لطف و سحاب[55] عطا گرہ
دستِ گرہ کشا نے ہے باقی کہاں رکھی | جز تکمہ ہائے پیرہن اغنیا[56] گرہ
البتہ دل میں غنچۂ پیکاں کے ہے ترے | جانب ہے حاسدوں کے صباح و مسا[57] گرہ

(۴۷) مہ طلعت۔ مراد معشوق۔ بلحاظ حسن و جمال کے مہ طلعت کہا ہے۔
(۴۸) خالِ سویدا۔ وہ سیاہ نقطہ جو قلب پر ہوتا ہے۔ (۴۹) کوہ مروہ و کوہ صفا۔ دو پہاڑ عرب میں ہیں۔ جہاں حضرت ابراہیم بضرورت دوڑے تھے اب جو حاجی جاتا ہے وہ وہاں سنتِ ابراہیمی پر عمل کرتا ہے۔ (۵۰) نطق۔ تقریر۔ کلام۔ (۵۱) تمالا۔ اچھالا۔ (۵۲) لکنت۔ تھتلاہٹ۔ (۵۳) سحاب جود۔ ابرِ کرم۔ (۵۴) موسمِ سرما میں کوہِ قاف کے درمیان اگر کسی خنک دل (افسردہ دل) کی جانِ فروبستہ (مغموم) نکل کر بحیثیت گرہ ہو جائے کہ جس کے کھلنے کی امید ہی نہ ہو۔ اس لئے کہ سخت بستگی کے اندر ہو۔ ایک تو دل خنک ہے۔ دوسرے کوہ قاف تیسرے موسمِ سرما مگر تیری نگاہ ایسی گرہ کشا واقع ہوئی ہے کہ اپنے ناخنِ تدبیر سے یہ ماجرا دیکھ کر ایک دم آفتاب کی طرح جو برف پگھلا دیتا ہے اسی طرح نگاہِ ممدوح جانِ فروبستہ کی گرہ کھول دیگی۔ شتا موسمِ سرما کو کہتے ہیں۔ (۵۵) سحابِ عطا۔ بخشش کا بادل۔ (۵۶) اغنیا۔ امیر مالدار۔ (۵۷) صباح و مسا۔ صبح و شام۔

ہاں جو تری کمانِ نگارین میں ہے نمود[58] | وہ ابروئے نگار[59] پہ ہے خوشنما گرہ

دم میں تیرے ناخنِ شمشیر سے ہوں دو
تیرے فروغِ نیرِ حشمت سے کیا عجب
اللہ رے تیری قوتِ بازو کہ مثلِ گوئے
اُچھلے ہے گر تو دامنِ ساحل میں بحر کو
پنجے سے تیرے مہر کے گردوں پہ ہر سحر
منقارِ ماکیاں کی طرح ناخنِ ہلال
لائے جو شعلہ حرفِ شرارت زبان پر
اللہ رے بیمِ عدل کہ خون زمانہ میں
زلفوں کے دام جیسے حسینانِ نازنیں ق

ہیں سہو حاسدوں کے بھی نیزوں کا گرہ
گر مہر ہو سمٹ کے بہ شکلِ نگار گرہ
چوگاں کے آگے کوہ کو بے جا نکا گرہ
دونوں طرف سے کھینچ کے دیوے لگا گرہ
کُھل جاتی ہے ستاروں کی یا ستے گرہ
ہے بیضۂ فلک کی سدا کھولتا گرہ
تاثیرِ عدل سے ہو تری لب پہ آگرہ
دشنہ بھی رکھے کر کے جبیں پر ابا گرہ
ہیں ڈال دیتے دے کے سوئے قفا گرہ

(۵۸) نگار یں۔ خوبصورت۔ (۵۹) نمود۔ خوبی۔ شان وشوکت۔ (۶۰) نگار۔ معشوق (۶۱) روزِ وغا۔ روزِ جنگ۔ (۶۲) نیر۔ آفتاب۔ (۶۳) سہا۔ ایک چھوٹے سے ستارہ کا نام (۶۴) گوئے۔ گیند۔ (۶۵) چوگان۔ بلا۔ (۶۶) منقارِ ماکیاں۔ مرغی کی چونچ کی مانند۔ (۶۷) بیمِ عدل۔ خوفِ انصاف (بادشاہ)۔ (۶۸) دشنہ۔ خنجر۔ (۶۹) ابا۔ انکار۔ (۷۰) سوئے قفا۔ جانبِ پشت۔

مارِ سیہ کے سر میں اسی طرح زہرِ مار
انجم سے تیری سالگرہ کے لئے فلک
توسن ترا زمیں یہ جو کاوے کا ڈالے نقش
جولاں پہ اپنے آئے تو جوں جنبشِ صبا
پیمانِ ابر تر پہ وہ پاتا ہے برق نام
گر اس کی گردِ سم سے بمیدانِ کارزار
پہنچا کے تو اسے از شرق تا بہ غرب

ہو ویگا مثلِ مہرۂ مار ایک جا گرہ
ہر سال کہکشاں میں ہے دیتا لگا گرہ
سمجھیں کہ بیٹھا مار کے ہے اژدہا گرہ
غنچوں کی کھولے باغ میں وہ بادِ پا گرہ
اُس کا شرارِ نعل جو دے ہے اڑا گرہ
ہو گردِ باد دامنِ صحرا میں کھا گرہ
کھلنے نہ پائے یاں بہ جبینِ ہوا گرہ

[illegible] کی ہو سلنے رات — پھینکا کمندِ وہم کو جو کرکے وا گرہ
[illegible] چشمِ زمانہ میں — اک نقطہ مشکِ ناب کا ہے ہو رہا گرہ
[illegible] کشائی کا دل میں شوق — دیکھا جو نیشکر میں کہ ہیں جا بجا گرہ

(۷۱) [illegible] سانپ کا زہر۔ (۷۲) مہرۂ مار۔ سانپ کا منکا۔ (۷۳) توسن۔ گھوڑا [illegible] گھوڑا دوڑانا۔ (۷۵) بادپا۔ تیز رفتار گھوڑا۔ (۷۶) گردباد۔ بگولا۔ (۷۷) [illegible] بلندی۔ (۷۸) مشکناب۔ خالص مشک۔ (۷۹) نیشکر۔ گنّا ✦

[illegible] دنداں سے وہ فقط — اسواسطے کہ اس کی بھی ہو دل کی وا گرہ
[illegible] سخن میں ہو لا صبح تا بہ شام — جوں سُبحہ دیگا بیٹھا ہوا تا لگا گرہ
[illegible] سوال بدرگاہِ ذوالجلال — تارہ نہ جائے سینہ میں دل کی دعا گرہ
[illegible] زیرِ گنبدِ گردوں ہوا کرے — بن بن کے تا زمانہ کی صبح و مسا گرہ
[illegible] واژگوں پہ سرِ شاخِ کہکشاں — ہو خوشہ وار عقدِ ثریا سدا گرہ
پیدا ہو تا سپہر کا اور گوشے ماہ و مہر — اور دُور مہ سے ہو ذنب و راس تا گرہ
[illegible] دل گرفتگی سے زمانہ کی بزم میں — ہر دم گلوئے شیشہ میں ہو قہقہا گرہ
جب [illegible] نبات کو ہے دردِ مریضِ عشق — تا دیں بحالِ لبِ بتِ شیریں ادا گرہ
جب تک نسیم کاکلِ پیچاں کے رشک سے — نافہ میں ہووے مشکِ ختن بے خطا گرہ
ہر سال تجھ کو جشن مبارک ہو خسروا — اور مشکلاتِ خلق کی ہوں آپ سے وا گرہ

پر تیرے مدعی کی نہ وا ہووے جوں حباب
ہرگز محیطِ دہر میں غیر از فنا گرہ

(۸۰) سلکِ دُرِ سخن۔ سخن کے موتیوں کی لڑی۔ (۸۱) سبحہ۔ تسبیح۔ (۸۲) ذوالجلال۔ ذاتِ حق تعالےٰ صاحبِ جلال۔ (۸۳) غلطاں ہونا۔ لوٹنا۔ لڑھکنا۔ (۸۴) عقدِ ثریا۔ وہ سات ستارے جو انگور کی شکل میں آسمان پر ہیں۔ (۸۵) سپہر۔ آسمان۔ (۸۶) گوشے

ماہ و مہر۔ چاند اور سورج کی گیندیں۔ (۸۷) ذو ہرماہ۔ چاند کا حلقہ۔ (۸۸) ذنب و راس۔ دُم اور سر۔ آسمان کی ایک شکل کا نام۔ (۸۹) حبّ نبات ... شمیم کاکلِ پیچاں۔ معشوق کی زلفِ خمدار کی خوشبو۔ (۹۱) ... نہالِ دُنیا۔ سمندرِ ہستی ۔

قصیدہ نمبر ۲۲

یہ قصیدہ حضرت ذوقؔ نے حضرت سید عاشق نہال چشتی رحمۃ اللہ علیہ کی مدح میں لکھا۔ اس قصیدہ کا ہر شعر حضرت ذوقؔ کی والہانہ عقیدت کا مظہر ہے۔

یہ قصیدہ بحرِ مضارع اخرب مکفوف محذوف میں ہے۔ اس کے ارکان یہ ہیں۔ مفعول۔ فاعلات۔ مفاعیل۔ فاعلن۔

ہے ابرِ دُرفشاں وہ چمن میں کمال کے
عاشق نہال کیوں نہ ہوں عاشق کمال کے

ہیں دیدہ ور ستاروں میں خورشید و ماہ اگر
روشن ہیں دونو نور سے اس کے جمال کے

اس کی نگہ سے گر جگرِ سنگ پائے رنگ
بھر جائیں پل ہیں لعل سے دامن جبال کے

ہے بحر اس کے سامنے کشتی بکف گدا
پھرتا صدف ہے کھولے ہوئے لب سوال کے

ہیں اسکے در کے خاک نشینوں کے دل غنی
خواہاں وہ ملک کے ہیں نہ جویاں ہیں مال کے

دنیا نے خاکساری اسے دی ہے نذر میں
مٹی خمیر کی یہ ہے گھر میں کلال کے

ہو اس کا حکمِ عام جو بر منعِ انقطاع
رہ جائے ارہ چوب پہ دنداں نکال کے

دل جس کا اس کے زورِ حمایت سے ہے قوی
وہ پیرِ زال سمجھے ہیں رستم کے زال کے

ہیبت جو اسکی وادیٔ حق میں کرے ظہور
جا بیٹھے چھپ کے شیر بھی گھر میں غزال کے

اس کی شمیمِ خلق معطر کرے جو گل
لے بیٹھے سونگھیں اہلِ چمن پھول ڈال کے

[illegible] موتی برسانے والا بادل۔ مراد سید عاشق نہال چشتی رحمتہ اللہ علیہ [illegible] دیکھنے والا۔ (۳) جبال۔ جمع جبل۔ پہاڑ۔ (۴) بحر۔ سمندر۔ (۵) کشتی [illegible] جو ہاتھ میں بھیک مانگنے کے لئے کشکول لئے ہوئے ہو۔ (۶) صدف۔ [illegible] (۷) کلال۔ کمہار۔ (۸) منع انقطاع۔ نہ کاٹنے کا حکم۔ (۹) پیر زال۔ بڑھیا عورت بوڑھا۔ [illegible] زال کے۔ مراد رستم زال کا لڑکا۔ (۱۱) غزال۔ ہرن۔ (۱۲) شمیم خلق۔ اخلاق (۷)

[illegible] اس کی فیض کے ہوتا ہے مشکبو
ہے وہ جو خون جام میں ناف غزال کے

[illegible] رات دن میں تغیر ہو بال بھر
وہ لائے گر زمانہ میں دن اعتدال کے

[illegible] شاے اگر اُس کی کامیاب
لب بند ہو ویں طوطی شیریں مقال[13] کے

[illegible] اُس کے ذکر سے ہیں سرخرو ہوئے
نکلے ہے پیر پیر صدا منہ سے لال[14] کے

[illegible] ہووے رواں کشتیٔ گدا
دست کرم سے اُس شہ دریا نوال[15] کے

[illegible] ہوکے مخاطب بیاں کروں
اوصاف ایسے شاہِ کرامت خصال[16] کے

[illegible] جلال[17] کے خورشیدِ چرخ جلال
قربان جائیے ترے جاہ و جلال کے

[illegible] خاص کر پیدا کیا تجھے
صانع نے اپنے نور کے سانچے میں ڈھال کے

[illegible] دوں بھی پست ہوکے ہوا خوب منفعل[18]
رتبہ کو دیکھا جب ترے اوجِ کمال کے

انجم جنہیں ہیں کہتے منجم[19] جہان کے
قطرے جبیں پہ ہیں عرقِ انفعال[20] کے

(۱۳) مقال۔ گفتگو۔ (۱۴) لال۔ گونگا۔ (۱۵) دریا نوال۔ جس کی بخشش سمندر کے پانی جتنی ہو۔ (۱۶) کرامت خصال۔ بزرگ خصلتوں والا۔ (۱۷) سید جلال کے خورشید۔ مراد سید جلال کے فرزند۔ (۱۸) منفعل۔ شرمندہ۔ (۱۹) منجم۔ نجومی۔ (۲۰) عرق انفعال۔ شرمندگی کا پسینہ جو بوجہ ندامت کسی کے ماتھے پر نمودار ہو۔

اے شاطر[21] زمانہ تصدق ہو بیل چرخ
شطرنج عشق میں ترے گھوڑے[22] کی چال کے

گیلانی الیکٹرک پریس ہسپتال روڈ لاہور
پرنٹر و پبلشر نے چھپوا کر مہاں سنگھ باغ